دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی کی کتاب
"تحقیق مسئلہ رفع یدین" پر رئیس ندوی غیر مقلد کے اعتراضات کا علمی محاسبہ

تسکین العینین

فی مسئلۃ

ترک رفع الیدین (بعد الافتتاح)

مؤلفہ
حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ
رفیق شعبہ تحقیق و تصنیف الاعتدال اکیڈمی

الاعتدال اکیڈمی
0331-9144212

انتساب

احقر اپنی اس کاوش کو امام اہل السنت، پاسبان مسلک حقہ، شیخ الحدیث والتفسیر، ثقہ ثبت حجہ محقق حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے انتساب کرتا ہے۔ جو اسلاف امت کے جانشین اور اکابر اہل السنت والجماعت احناف (علمائے دیوبند) کثر اللہ سوادھم کے معتمد علیہ ہیں۔

جنہوں نے تعلیماتِ اکابر اہل السنت والجماعت رحمہم اللہ کی نشر واشاعت اور مسلک حقہ کی پاسبانی کو اپنا مقصد حیات بنایا اور جن کی تصانیف عالیہ سے انشاء اللہ ہمیشہ متلاشیانِ حق راہِ حق پاتے رہیں گے اور باطل لرزہ براندام رہے گا۔

احقر

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

۰۳۳۱_۹۱۴۴۲۱۲

فهرست مضامین

"فلسطين قضية كل مسلم"

تقریظ

از: محقق اہلسنت حضرت مولانا مفتی رب نواز دامت برکاتہم

مدرس: دارالعلوم فتحیہ احمد پور شرقیہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنقیح دعوٰی:

علمائے احناف اور غیر مقلدین کے درمیان جو مسائل اختلافی ہیں ان میں ایک مسئلہ نماز میں رفع یدین کا ہے۔اس مسئلہ میں کئی طرح کا اختلاف ہے ایک اختلاف متنازعہ رفع یدین کے دوام کا ہے۔غیر مقلدین کا دعوٰی ہے کہ رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کی ابتداء میں رفع یدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے موت تک کرتے رہے حتیٰ کہ پوری زندگی میں کسی نماز کی کسی ایک رکعت میں بھی اس رفع یدین کو ترک نہیں فرمایا۔

غیر مقلدین نے بہت سی کتابوں میں یہ دعوٰی کر رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے رہے مثلاً دیکھئے:

۱۔صلوٰۃ الرسول: ص ۲۳۲

۲۔القول المقبول: ص ۴۱۴

۳۔نورالعینین: ص ۳۲۸

۴۔فتاوی ثنائیہ: ج ۱ ص ۶۳۸ وغیرہ۔

اس کے بالمقابل علمائے احناف کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہے مگر اسے وفات تک کرتے رہنا ہرگز ثابت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

لہٰذا غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ ایسی احادیث پیش کریں جن میں یہ مضمون ہو کہ رکوع کا رفع یدین

رسول اللہ ﷺ موت تک کرتے رہے ہیں۔ایسی احادیث ان کے دعوی کے موافق ہوسکتی ہیں مگر ہماری معلومات کے مطابق صحیح یا حسن احادیث کے ذخیرہ میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ مضمون ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رکوع والا رفع یدین کیا ہے۔

اعتراف حق:

علمائے احناف کا دعوی ہے کہ رکوع کا رفع یدین موت تک کرتے رہنا ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تھا اس دعوی کو غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ:

علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا، جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔۔۔۔۔کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے رفع یدین نہ کرنا بھی ثابت ہے ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ترمذی نے حسن۔قصہ مختصر رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین نہ کرنا اس کے مستحب ہونے کے منافی نہیں۔(فتاوی نزیریہ: ج۱ص۴۴۱،فتاوی علمائے حدیث: ج۳ص۱۶۰)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''سنت یا مستحب تو وہی ہوتا ہے کہ'' **فعل مرۃ وترک اخری** ''کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو۔''(فتاوی ثنائیہ: ج۱ص۵۸۱،فتاوی علمائے حدیث: ج۳ص۱۵۵)

غیر مقلدین رفع یدین عندالرکوع کو عموماً سنت یا مستحب کہتے ہیں اور امرتسری صاحب کی تصریح کے مطابق سنت ومستحب وہی عمل کہلاتا ہے جسے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو۔۔۔۔۔تو رفع یدین کا ترک ثابت ہوا۔

جن احادیث سے ترک رفع یدین کا ثبوت ملتا ہے ان میں سے ایک حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔(نسائی: ج۱ص۱۷۷،ترمذی: ج۱ص۳۵،ابوداود: ج۱ص۱۰۹)

ترک رفع یدین کی اس حدیث کوغیر مقلدین کی ایک درجن سے زائد کتابوں میں صحیح یا حسن لکھا ہوا ہے اور کافی حوالہ جات کتاب میں آپ کو ملیں گے۔ہم یہاں دوحوالے ذکرکرتے ہیں جو کتاب کے مسودہ میں نہیں ہیں۔

(۱) غرباء اہلحدیث کے امام عبدالستار دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اہلحدیث کے نزدیک تو صحاح ستہ کی کل احادیث اپنے اپنے محل موقع پر قابل عمل ولائق تسلیم ہیں۔''(فتاوی ستاریہ:ج۲ص۵۷)

ترک رفع یدین والی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحاح ستہ میں سے تین کتابوں نسائی،ترمذی اور ابوداود میں موجود ہے۔ترک رفع یدین کی حدیث سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ابوداود(ج۱ص۱۰۹) میں مروی ہے۔

ابوداود صحاح ستہ میں شامل ہے اورغربائے اہلحدیث کے امام کی تصریح کے مطابق صحاح ستہ کی تمام حدیثیں صحیح بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔

(۲) کراچی کے مسعود احمد صاحب غیر مقلد نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق لکھا ہے:

''یہ صحیح ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے،اور یہ بھی صحیح ہے کہ حسن کا درجہ صحیح کے بعد ہے،اس حدیث کی سند بے شک حسن بلکہ صحیح ہے سند میں کوئی خاص خدشہ نہیں ہے نہ سند پر کسی نے کوئی خاص جرح ہی کی ہے اس حدیث پر جو کچھ جرح ہوئی ہے وہ بلحاظ متن ہوئی ہے۔''(خلاصہ تلاش حق:ص۸۱)

مسعود صاحب کا اس حدیث کو سند کے لحاظ سے صحیح مان لینا بھی غنیمت ہے۔(والحمدللہ)

کچھ مصنف کے بارے میں:

یہ کتاب ''تسکین العینین فی مسئلۃ ترک رفع الیدین'' ترک رفع یدین کے موضوع پر ہے جو حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ کی تحقیق وکاوش ہے۔مولانا صاحب نوعمر ہیں، محنتی اور مطالعہ کے دھنی ہیں۔مجھے کئی باران کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا، میں نے انہیں ہروقت مطالعہ میں مگن پایا متعدد بار سردیوں میں ان کے ساتھ لائبریری میں رہنے کا موقع ملا، سردیوں کی لمبی راتوں میں رات کو دودو بجے تک انہیں مطالعہ میں مستغرق پایا، ان کی محنت وشوق مطالعہ کو دیکھ کر رشک کرتا تھا۔

اور جب مطالعہ موقوف کرتے تو کوئی نہ کوئی علمی بحث چھیڑ دیتے، کبھی کسی راوی کی ثقاہت وتضعیف زیر بحث ہوتی، کبھی مسئلہ تدلیس پر گفتگو فرماتے، کبھی مخالف کے کسی اعتراض کو دہرا کر جواب عنایت فرماتے، کبھی کسی مسئلہ کے حل کیلئے مشورہ کرتے اور کبھی اکابر علماء کی محنتوں کو داد دیتے ہوئے مخالفین کی بے بسی کا تذکرہ فرماتے۔الغرض مولانا صاحب کی ملاقاتوں اور رفاقتوں سے پتہ چلتا کہ ماشاءاللہ وہ ایک علم دوست انسان ہیں۔

مولانا صاحب نے اپنے سالہا سال کے مطالعہ کو کاغذ کے سفینے پر لائے ہیں، کچھ عرصہ پہلے پونے دوسو صفحات پر مشتمل ''دینی امور پر اجرت کا تحقیقی جائزہ'' کتاب عوام الناس کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں، سینکڑوں صفحات کو محیط ''مسند معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما'' مولانا صاحب کی ترتیب شدہ کتاب تحقیق، تخریج اور فقہی فوائد کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔

مولانا صاحب کی کتاب ''تسکین العینین'' کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ کتاب ترک رفع یدین کے موضوع پر ہے تخمینہ کے مطابق قریباً چھ سو صفحات پر شائع ہوگی اور وہ بھی صرف اپنے دلائل پر مشتمل ہے، مخالف کے دلائل کے جواب کے لیے الگ کتاب تحریر کریں گے یا اسی کتاب کی دوسری جلد میں بحث ہوگی۔(ان شاءاللہ)

مسئلہ رفع یدین پر صحیح طریقہ سے بحث وہی شخص کرسکتا ہے جو اصول حدیث اور اسماء الرجال کا علم

رکھتا ہو۔ پھر اس کے ساتھ مخالفین کی کتابوں کا مطالعہ بھی ہو تو تحریر کا رنگ مزید نکھر جاتا ہے۔

ماشاء اللہ مولانا صاحب اصول حدیث جانتے ہیں، رجال کا علم بھی انہیں حاصل ہے اور غیر مقلدین کی کتابوں کا مطالعہ بھی کافی رکھتے ہیں اس لیے اپنی اس کتاب میں بہت اچھی بحث کی ہے۔

اس کتاب میں تحقیق وتنقید اور وسعت مطالعہ کا اس قدر ثبوت ہے کہ پڑھنے والا یہی خیال کرے گا کہ مصنف کوئی ادھیڑ عمر معمر بزرگ ہوگا جس کا تیس و چالیس سالہ تدریسی مشغلہ رہا ہوگا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا صاحب بالکل نوعمر ہیں ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔

کتاب کے مشتملات پر ایک نظر:

کتاب کی جن خوبیوں پر بندہ مطلع ہوا ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) مسئلہ ترک رفع یدین پر احادیث، آثار صحابہؓ وتابعینؒ کو بحوالہ نقل کیا ہے۔

(۲) احادیث وآثار کی تخریج فرمائی، ایک ایک حدیث واثر پر تخریج کرتے ہوئے متعدد ماخذ کو ذکر کرتے ہیں ان ماخذ کتب کے حوالہ جات کئی کئی سطروں پر بجے نظر آتے ہیں۔

(۳) احادیث وآثار کی سند پر بحث کرتے ہوئے رواۃ کی توثیق کو محدثین کے اصولوں سے بیان کیا ہے۔

(۴) احادیث وآثار کی سندوں پر مخالفین حضرات کے جو اعتراضات تھے ان کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

(۵) احادیث وآثار میں سے کسی حدیث واثر کے متن پر مخالفین کا کوئی اعتراض تھا تو اس کا بھی جواب دیا ہے۔

(۶) احادیث وآثار کو ضعیف قرار دینے کے لیے مخالفین ن جن محدثین کو اپنا ہم نوا گردانا ہے محدثین کی طرف منسوب ان حوالوں کی حقیقت واضح کی ہے۔

(۷) جگہ جگہ اپنی بات کی صداقت پر مخالفین کے بہت سے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔

(۸) کچھ غیر مقلدین ایسے بھی ہیں جنہوں نے ترک رفع یدین کی مخالفت میں اپنے مسلمات کا انکار کیا ہے مولانا صاحب نے ایسے مقامات کی نشاندہی کی اور دوسرے غیر مقلدین کے حوالہ جات سے منکرین کو لاجواب کیا ہے۔

(۹) دور حاضر میں غیر مقلد مناظرین عموماً زبیر علی زئی صاحب کی کتاب ''نور العینین'' کو مطالعہ میں رکھتے ہیں مولانا صاحب نے اپنی اس کتاب میں علی زئی اعتراضات کے تسلی بخش جواب دے دیئے ہیں۔

غیر مقلدین کے رسالوں میں متعدد مرتبہ پڑھنے میں آیا کہ نور العینین کتاب کا جواب اب تک نہیں آیا۔ ان کے عوام تو کہہ رہے تھے کہ اس کا جواب دیوبندیوں کے بس میں نہیں ہے۔

غیر مقلدین جس کتاب کو ''لاجواب'' کہہ رہے ہیں اس کا جواب اتنا آسان ہے کہ علمائے دیوبند کے ایک نوجوان نے دے دیا۔

(۱۰) زبیر علی زئی صاحب تو پاکستانی غیر مقلد ہیں، رئیس ندوی صاحب غیر مقلد انڈیا کے ہیں۔ مولانا صاحب نے دونوں کے اعتراضات کو سامنے رکھا اور پھر مسلمہ اصولوں سے ان کا جواب دیا۔

گویا یہ کتاب انڈیا اور پاکستان میں کئے گئے موضوع سے متعلقہ سب اعتراضات کا جواب ہے۔ (الحمدللہ)

(۱۱) مولانا صاحب نے مرکزی طور پر رئیس ندوی اور زبیر علی زئی کے اعتراضات کو سامنے رکھا ہے مگر ساتھ ساتھ دوسرے غیر مقلدین کے جو اعتراضات سامنے آئے ان کا جواب بھی دے دیا ہے۔

(۱۲) کتاب میں زیادہ تر ندوی صاحب اور علی زئی صاحب کے اعتراضات کا جواب ہے اس لئے ان دونوں کی تضاد بیانیوں اور اغلاط کو واضح کیا ہے۔

(۱۳) ندوی اور علی زئی صاحبان کے علاوہ دوسرے غیر مقلدین کی بھی تضاد بیانیوں، غلطیوں

، جہالتوں اور چیرہ دستیوں کو طشت از بام کیا ہے۔

(۱۴) مولانا صاحب نوجوان بھی ہیں اور متاخر بھی۔ اس لیے اکابر کے علوم سے استفادہ کر کے ان کی تحقیقات کو بھی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔

(۱۵) مولانا صاحب کی کتاب چونکہ اس موضوع کی سب کتابوں سے آخر میں آ رہی ہے اس لئے اس میں غیر مقلدین کے قدیم اور جدید جتنے اعتراض سامنے آ سکے سب کا جواب دیا۔ یعنی غیر مقلدین کے جدید اعتراضات کا جواب خاص کر اسی کتاب میں ہے۔

(۱۶) اکابر کے علوم کا اصاغر مقابل نہیں کر سکتے البتہ پچھلے ادوار میں بہت سی قلمی کتابیں دنیا کی مختلف لائبریریوں میں تھیں جن تک دسترس مشکل تھی اب وہ کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہیں اس لیے وہ کتابیں مولانا صاحب کے مطالعہ میں آئی ہیں ان کے حوالہ جات بھی کتاب میں شامل کر دیئے ہیں۔

(۱۷) دنیا بھر کی بہت سی کتب ایسی تھیں جو شائع تو ہو چکی تھیں مگر ان سب کو پاکستان میں خرید کرلانا مشکل تھا، البتہ وہ کتابیں بلکہ پورے پورے مکتبے سی ڈیز اور کمپیوٹر میں محفوظ ہیں جب کہ زمانہ سابق میں کمپیوٹر سے مطالعہ کرنے کی سہولت نہیں تھی مولانا صاحب نے کمپیوٹر سے بھی مدد لی ہے اس لئے انہیں معلومات کا وافر ذخیرہ کمپیوٹر سے ملا ہے جسے انہوں نے اپنی کتاب میں شامل فرما دیا ہے۔

(۱۸) خلافیات بیہقی میں ترک رفع یدین کی حدیث موجود ہے مگر یہ کتاب دستیاب نہ تھی دوسری کتب کے حوالہ سے حدیث بیان کی جاتی رہی۔ غیر مقلدین نے اس حدیث پر جو اعتراضات کیے، ان کا جواب اصل کتاب کو دیکھنے کے بعد ہو سکتا تھا۔ مولانا صاحب نے مولانا عبدالغفار ذہبی صاحب حفظہ اللہ کے واسطہ سے خلافیات بیہقی کے قلمی نسخے کا عکس بیرون ملک سے منگوایا اور پھر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب دیا۔ قلمی نسخے کا عکس آنے سے پتہ چلا کہ غیر مقلدین کے اعتراض میں کوئی وزن نہیں۔

خلافیات بیہقی والی حدیث پر اچھی بحث بھی اس کتاب کا خاصہ ہے۔

(۱۹) اخبار الفقہاء والمحدثین میں حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ مکہ میں نماز کی ابتداء اور درمیان میں رفع یدین تھا اور مدینہ میں ابتداء والا رفع یدین باقی رہا اور درمیان والا چھوڑ دیا۔

اس حدیث پر غیر مقلدین کے جو اعتراضات تھے علمائے دیوبند نے ان کے جوابات اپنے شاگردوں کو پڑھائے تھے اور کاغذات پر لکھ کر اس کی کاپیاں طلباء کو دی ہوئی تھیں مگر باقاعدہ کتاب میں ان کو شائع نہ کیا جا سکا۔ مولانا صاحب نے ان سب اعتراضات کا جواب کتاب میں شامل کیا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے بحث بھی کی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اخبار الفقہاء والمحدثین والی حدیث پر تسلی بخش بحث بھی اس کتاب کی خوبی ہے۔

(۲۰) اس کتاب میں اکثر رئیس ندوی غیر مقلد اور زبیر علی زئی غیر مقلد کی تحریروں کا جواب ہے اور یہ دونوں غیر مقلد اپنی گفتگو اور لہجے میں بڑی شدت رکھتے تھے مگر مولانا صاحب نے ان جیسا شدت آمیز لہجہ اختیار کرنے سے پرہیز کیا۔ پھر بھی کہیں کوئی لہجے کی سختی سامنے آئے تو اسے ردِ عمل پر محمول کرنا۔

کچھ رئیس ندوی اور علی زئی کے بارے میں:

کتاب میں زیادہ تر رئیس ندوی اور علی زئی کی تحریروں کا جواب ہے اس لیے مناسب ہے کہ کچھ باتیں ان کے بارے میں بھی عرض کر دی جائیں۔

رئیس ندوی صاحب کا رویہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ائمہ احناف کے خلاف انتہائی جارحانہ ہے ان کی کتابوں میں اس قدر جارحیت ہے کہ اس کی متعدد کتابیں میرے پاس ہیں مگر میں کسی ایک کو بالاستیعاب نہیں پڑھ سکا۔ سلفی تحقیق جائزہ کا مطالعہ کرنے لگتا اس میں اس قدر جارحیت ہے کہ چند صفحات پر رک جاتا، پھر دل پر جبر کر کے دوبارہ مطالعہ شروع کرتا مگر چند صفحات سے آگے نہ بڑھ سکتا۔ ان کی طرف سے جارحیت کا اندازہ لگائیں کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو کفریہ وشرکیہ عقائد کا حامل ٹھہرایا ہے۔ (دیکھئے: سلفی تحقیق جائزہ :

ص ۱۰۶، ۱۲۴، ۱۲۵ وغیرہ)

زبیر علی زئی صاحب کا لہجہ بھی علمائے دیوبند واحناف کے خلاف بہت جارحانہ ہے علی زئی صاحب کی جارحانہ عبارتوں کو مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب نے اپنی کتاب ''علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات'' میں درج کر دیا ہے۔

علی زئی اور ندوی دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ان کی تحریروں میں تضاد بیانیاں بہت ہیں جیسا کہ مولانا صاحب نے اپنی کتاب میں انہیں باحوالہ درج کیا ہے۔ نیز علی زئی صاحب کی تضاد بیانیوں کو بندہ نے بھی آج سے تین سال پہلے اپنی کتاب ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' کے آغاز میں درج کیا تھا۔ اس کا جواب آج تک نہ علی زئی صاحب نے دیا اور نہ ہی کسی اور غیر مقلد نے۔

ندوی اور علی زئی اختلاف:

ندوی اور علی زئی صاحبان اگرچہ علمائے دیوبند کی مخالفت میں متحد تھے مگر ان کا آپس میں کافی اختلاف تھا مثلاً۔۔۔

(۱) ندوی صاحب کہتے ہیں کہ سجدوں کا رفع یدین صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز: ص ۳۶۸، ۳۶۹) جب کہ علی زئی صاحب اس سے انکاری ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۸۹)

(۲) علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ از روئے حدیث قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ (توضیح الاحکام: ج ۱ ص ۱۷۷)

جبکہ ندوی صاحب اس کے منکر ہیں۔ (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز: ص ۶۳۱)

(۳) علی زئی صاحب کا فتوی ہے کہ از روئے دلائل قربانی کے تین دن ہیں۔ (توضیح الاحکام: ج ۲ ص ۱۷۷) جب کہ ندوی صاحب چار دن قربانی کرنے کے قائل ہیں۔ (ضمیر کا بحران: ص ۲۸۰، غایۃ التحقیق فی تضحیۃ ایام التشریق)

(۴) علی زئی صاحب کی تحقیق ہے کہ چار دن قربانی کرنے کا کوئی صحابی بھی قائل نہیں۔ (علمی

مقالات: ج ۴ ص ۳۴۵) جب کہ ندوی صاحب متعدد صحابہ کرام مثلاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے چار دن قربانی کرنے کے موقف کو منسوب کرتے ہیں۔(ضمیر کا بحران: ص ۲۸۱)

(۵) ندوی صاحب نے اپنی کتاب سلفی تحقیقی جائزہ میں بار بار وحید الزمان کو امام اہلحدیث کہا ہے۔(دیکھئے: سلفی تحقیق جائزہ: ص ۶۳۵، ۸۳۱ وغیرہ) جب کہ علی زئی صاحب وحید الزمان کو امام اہلحدیث تو کجا سرے سے اہلحدیث ہی نہیں مانتے۔(دین میں تقلید کا مسئلہ: ص ۵۹، علمی مقالات: ج ۳ ص ۴۵۳)

(۶) علی زئی صاحب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف حدیثیں بھلا دینے کے الزام کو گستاخی کہتے ہیں۔(ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۳۸ ص ۶۴) جب کہ ندوی صاحب مذکورہ الزام سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر لگاتے ہیں۔(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۴۱۰)

(۷) علی زئی صاحب ابو بکر بن عیاش کو ثقہ مانتے ہیں۔(نور العینین: ص ۱۶۸ طبعہ جدید) جب کہ ندوی صاحب اسے مجروح کہتے ہیں۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۴۵۲)

(۸) علی زئی صاحب ابن خزیمہ میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔(نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام) جب کہ ندوی صاحب نے اسے صحیح کہا ہے۔(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۲۵۹)

(۹) علی زئی صاحب کے نزدیک عاصم بن کلیب ثقہ ہے۔(علمی مقالات: ج ۱ ص ۴۲۵) جب کہ ندوی صاحب کے نزدیک یہ راوی غیر معتبر ہے۔(سلفی تحقیق جائزہ: ص ۵۷۲)

(۱۰) ندوی صاحب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منی کی پاکی کو منسوب کیا تو علی زئی نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

''ندوی صاحب کی نقل کردہ عبارات میں مذکور صحابہ کرام میں سے کسی صحابی سے بھی طہارت منی کا قول ثابت نہیں ہے۔''(توضیح الاحکام: ج ۱ ص ۲۱۲)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اختلاف ان دونوں میں مثلاً علی زئی کے نزدیک حدیث نبوی ''اذا قرء فانصتوا'' صحیح ہے۔(علمی مقالات : ج۲) جب کہ ندوی صاحب اسے ضعیف کہتے ہیں۔(سلفی تحقیق جائزہ:ص ۴۷۳)

تصویر کا دوسرا رخ:

اوپر علی زئی اور ندوی کے اختلاف کی باحوالہ بحث کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے اس اختلاف کے برعکس ایک ایسے مسئلہ پر اتفاق کرلیا کہ ان کا اتفاق عام غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

عام غیر مقلدین منی کو پاک کہتے ہیں مگر ندوی اور علی زئی دونوں نے منی کے ناپاک ہونے پر اتفاق کیا۔ندوی صاحب نے ضمیر کا بحران (ص ۱۰۹) میں منی کو ناپاک کہا اور علی زئی صاحب نے توضیح الاحکام (ج ۱ ص ۲۱۲) میں ذمنی کو پلید مانا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں نے عوام الناس کے اعتراض سے بچنے کے لئے منی کی پلیدی کو تسلیم کیا ہے یا احادیث کی وجہ سے۔اگر اول صورت ہے تو اقرار کریں اور دوسری صورت ہے تو منی کے پلید ہونے پر احادیث ذکر کریں تاکہ وہ حدیثیں ہم ان غیر مقلدین کے خلاف پیش کرسکیں جواب تک منی کو پاک کہتے پھر رہے ہیں۔

آخری باتیں:

آخر میں چند مزید باتیں عرض کرکے ہم اپنی تحریر کو ختم کرتے ہیں۔

☆اس کتاب میں بحثیں خالص علمی وفنی ہیں مگر طلباء وفضلاء کرام کے لیے اس سے استفادہ مشکل نہیں لہٰذا طلباء کرام اور فضلائے عظام اس سے خوب استفادہ کریں۔

☆ندوی اور علی زئی وغیرہ غیر مقلدین اپنی اپنی تحریروں میں علمائے دیوبند کو جھوٹا جھوٹا کہنے کی رٹ لگائے رکھتے ہیں مولانا صاحب نے اس کی حقیقت کو ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ایک مضمون اپنی کتاب کے آخر میں شامل کیا ہے جس میں غیر مقلد علماء کی گواہیاں ہیں کہ اہلحدیث کہلوانے والے

لوگ جھوٹے ہیں یہ پورا مضمون والفضل ماشہدت بہ الاعداء کا مصداق ہے۔

☆ ہم مولانا صاحب کے معاونین سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنا تعاون مولانا کے ساتھ برقرار رکھیں تا کہ مولانا صاحب مزید تحقیقی کام کر سکیں۔

☆ مولانا صاحب سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس طرح کا تحقیقی کام دیگر مسائل مثلاً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، آمین آہستہ کہنا اور مسئلہ تین طلاق وغیرہ پر بھی کریں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت میرے برادر مولانا نیاز احمد اوکاڑوی صاحب کی اس تصنیفی کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں زیارت حرمین اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔ (آمین)

رب نواز عفا اللہ عنہ

تقریظ

از: محقق اہلسنت حضرت مولانا علامہ عبدالغفار ذہبی حفظہ اللہ

نائب ناظم اتحاد اہلسنت والجماعت پاکستان

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

دورحاضر میں فتنوں کی بھرمار ہے کوئی ایمان چھیننے والے ہیں اور کوئی اعمال صحیحہ میں شکوک ڈالنے والے ہیں سادہ مسلمان ان کا شکار ہیں ان اعمال صحیحہ میں ایک عمل ترک رفع یدین عند الرکوع والسجود وسوی الوتر والعیدین ہے جو دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ ان مسائل میں سے ہے جو پہلے مشروع تھا بعد میں منع، منسوخ ومتروک ہوگیا مثلاً۔۔۔۔

(نمبر۱): پہلے سجدوں میں رفع یدین تھی (کمافی النسائی: ج۱ص۱۶۵) بعد میں منسوخ ومتروک ہوگئی (کمافی صحیح مسلم: ج۱ص۱۸۱، والنسائی: ج۱ص۱۵۸، ۱۶۱)

(نمبر۲): اس کے بعد تیسری رکعت کے شروع اور دو رکعات کے درمیان میں کھڑے ہوکر رفع یدین تھی (کمافی صحیح البخاری: ج۱ص۱۰۲، وصحیح ابی داود وسنن الصغیر للبیہقی) بعد میں یہ بھی منسوخ ومتروک ہوگئی (کمافی الناسخ والمنسوخ من الحدیث لابن شاہین: ص ۱۵۳، والمنقاۃ لابن ابی الفوارس رقم: ۱۹۹۵)

(نمبر۳): قبل الرکوع وبعد الرکوع کی رفع یدین تھی۔(کمافی صحیح البخاری وصحیح مسلم) بعد میں یہ بھی منع، منسوخ ومتروک ہوگئی۔(کمافی صحیح مسلم وصحیح النسائی: ج۱ص۱۵۸، ۱۶۱ وصحیح ابی داود: ج۱ص۱۳۶، وصحیح ترمذی: ج۱ص۵۹، واخبار الفقہاء: ص ۲۱۴)

اور شروع نماز کی رفع یدین قولی وفعلی سنت ہے اور غیر معارض ہے۔

میرے اخی الصالح مولانا نیاز احمد اوکاڑوی مدظلہ نے اس پر حوب قلم اٹھایا اور تحقیق وتفتیش فرمائی اور روات کی تعدیل وتوثیق اور فریق مخالف کے اعتراضات کے علمی تحقیقی اصولی اور الزامی جوابات اور احادیث وآثار کی سندی حیثیت واضح فرمائی ہے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ

مولانا نیاز احمد اوکاڑوی صاحب کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور بیمار قلوب کے شفاء کا ذریعہ بنائے۔ (آمین ثم آمین)

دعا گو

ابوشعیب محمد عبد الغفار ذہبی تلمیذ خاص حضرت مولانا شیخ، ثقہ، ثبت، صدوق حجۃ محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

تقریظ

از: حضرت پیرجی سید مشتاق علی شاہ دامت برکاتہم، گوجرانوالہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

راقم الحروف حضرت مولانا نیاز احمد فاروقی اوکاڑوی مدظلہ کی کتاب ''تسکین العینین فی ترک رفع الیدین'' کو دیکھ کر اور بعض ابحاث پڑھ کر بہت مسرور ہوا (اور بعض قابل اصلاح امور کی طرف توجہ دلا دی ہے امید ہے کہ مولانا صاحب درست فرمالیں گے) مصنف نے بے حد محنت اور لگن سے یہ کتاب لکھی ہے۔ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ کے بعد اسماء الرجال، اصول حدیث اور دیگر علوم حدیث سے متعلقہ چیزیں اس کتاب میں دیکھنے کو ملی ہیں اس کتاب میں علمی تحقیقی اور فنی بحثیں پڑھ کر امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اللہ رب العزت مصنف کو نظر بد سے محفوظ رکھے نوجوان علماء میں اس قسم کا ذوق شوق بہت کم پایا جاتا ہے۔ کتاب پڑھنے سے مصنف کے وسعت علم کی داد دینی پڑتی ہے، مصنف ائمہ اربعہ کے اختلاف اور ان کے دلائل سے بخوبی واقف ہے اور غیر مقلدین کے علماء کی کتابوں پر بھی مصنف کی خوب نظر ہے۔ مسئلہ ترک رفع یدین پر اردو زبان میں یہ بہترین کتاب ہے۔ ہم ہر انصاف پسند آدمی کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ رئیس ندوی غیر مقلد کی کتاب ''تحقیق مسئلہ رفع یدین پر سلفی تحقیقی جائزہ'' اور مولانا نیاز احمد فاروقی اوکاڑوی مدظلہ کی کتاب کا تقابل کر کے مطالعہ کرے اس پر ہر طرح سے انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت مولانا کی اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

سید مشتاق علی

تقریظ

از: شیخ التفسیر حضرت مولانا مقصود احمد دامت برکاتہم

مدرس و مفتی جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ پاکپتن

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

بندہ نے ''تسکین العینین فی ترک رفع الیدین'' کا مسودہ دیکھا، جو اپنے عنوان پر محقق اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم ہے۔ ہر حدیث واثر کے ذیل میں رواۃ حدیث پر بحث، مستدلات اہل السنۃ کا ذکر اور ان پر وارد اعتراضات کے علمی، تحقیقی، اصولی اور الزامی جوابات نے تو اس کو خوبصورت اور جامع بنا دیا ہے۔

بندہ محقق زماں، ذہبی دوراں علامہ عبدالغفار ذہبی مدظلہ کی تقریظ سے کامل اتفاق کرتا ہے ۔۔۔۔اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس دور پرفتن میں مسلک اہل حق سے روگردانی کرنے والوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے اور فاضل نوجوان حضرت مولانا نیاز احمد فاروقی حفظہ اللہ کی اس عظیم کاوش کو امت کے اتحاد واتفاق کا زینہ بنائے۔اور مصنف اور اس کے معاونین کے لئے ذریعہ نجات بنائے، اور اللہ رب العزت محض اپنے فضل سے اس عظیم کتاب کو عوام وخواص میں مقبول فرمائے۔(آمین)

العبد الضعیف

مقصود احمد سکھیرا

تقریظ

از بقیۃ السلف حضرت مولانا قاری علیم الدین شاکر حفظہ اللہ

امام وخطیب جامع مسجد لاہوریؒ اچھرہ لاہور

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

حضرت مولانا نیاز احمد فاروقی اوکاڑوی مدظلہ نے ''تسکین العینین فی ترک رفع الیدین'' کی صورت میں ترک رفع یدین کی احادیث، آثار صحابہؓ، آثار تابعینؒ مع سندوں کے اور پھر ان پر علم اسماء الرجال کی روشنی میں تحقیق کر کے علم حدیث میں ایک نئے باب کا اضافہ فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور ہم اہل السنت والجماعت کے لئے کی گئی اس کاوش جمیلہ اور سعی جمیلہ کی قدر وعظمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

علیم الدین غفرلہ

مقدمہ

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

دین اسلام میں نماز کی بہت بڑی اہمیت ہے، اس لیے حدیث میں اس کو عماد الدین (دین کا ستون) قرار دیا گیا ہے۔ اور پھر یہ ایسی متہم بالشان عبادت ہے کہ روز قیامت سب سے پہلے سوال نماز ہی کا ہوگا۔۔

روز محشر کہ جان گداز بود
اولین پرسش نماز بود

قرآن وحدیث کے محکم اور واضح فرمودات کے پیش نظر نماز کی فرضیت اور اس کے اہم ترین عبادت ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے البتہ کیفیت ادا میں قدرے تنوع ہے یعنی نماز کے بعض افعال اور طریقے، نیز کچھ سنن وآداب کے بارے میں سنت رسول کے دائرے میں رہتے ہوئے ائمہ اہلسنت کا باہم اختلاف موجود ہے، اور محض اختلاف کا ہونا معیوب نہیں جب تک یہ حد سے تجاوز نہ کرے بلکہ اعتدال کے ساتھ ہو تو ٹھیک، ورنہ یہ فتنہ وفساد کا باعث بنتا ہے۔ نیز اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین اور شریعت میں اختلاف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عقائد ونظریات یعنی اصول میں اختلاف جو بہت زیادہ مذموم ہے۔ (۲) فروع میں اختلاف یعنی اعمال میں ائمہ اہلسنت کا گو اختلاف ہے مگر یہ قابل برداشت و مقبول ہے۔ اور نماز کے ان فروعی اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' بھی ہے جو کہ صدر اول سے تاہنوز اختلافی چلا آ رہا ہے۔ اس میں ایک طرف تو اہل السنۃ والجماعۃ الحنفیۃ والمالکیۃ ہیں، ان کا موقف یہ ہے کہ پہلے نماز میں کئی جگہ رفع یدین ہوا کرتا تھا جو متروک ہو کر صرف نماز کے شروع میں باقی رہ گیا اور اب یہی سنت ہے اور ہمیشہ اسی پر اکثر اہل اسلام کا عمل رہا ہے۔ اور دوسری طرف اہل السنۃ والجماعۃ الشافعیۃ ہیں جو اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ کے قائل و فاعل ہیں مگر مجموعی اعتبار سے ان دونوں طبقوں کا ہمیشہ یہ اختلاف علمی و اعتدالی اختلاف

کے دائرے میں رہا ہے انہوں نے ایک دوسرے کی نماز کو ''باطل'' اور ''نہیں ہوتی'' کا فتویٰ نہیں لگایا۔

لیکن عصر حاضر میں ایک ایسا طبقہ معرض وجود میں آ گیا ہے جس نے دشمنان اسلام کے اشاروں پر جہاں اہل اسلام سے اجماعی عقائد ونظریات ومسائل میں اختلاف کیا ہے وہاں پر اس طبقہ نے فروعی اختلافات میں سے خصوصاً نماز کے متعلقہ چند اختلافی مسائل کو اجماعی عقائد ونظریات و مسائل سے بھی کہیں زیادہ اچھالا، اور نماز کے ان چند اختلافی مسائل میں سے مسئلہ رفع یدین کو بھی ہوا دی اور ترک رفع یدین کے قائلین کو بدعتی، کافر اور ان کی نمازوں کو باطل، وخلاف سنت قرار دیا اور خوب پروپیگنڈہ کیا کہ ترک رفع یدین کی تائید میں ایک بھی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔ اس طبقہ کے اس رویہ سے عوام اپنی ہی نمازوں کے متعلق ذہنی انتشار کا شکار ہونے لگی اور بعض کے تو اصل نماز ہی سے برگشتہ ہونے کے خطرات منڈلانے لگے تو اس صورت حال کے پیش نظر اکابر اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) نے بھی مجبوراً قلم اٹھایا اور ترک رفع یدین کے اثبات میں کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے سابق استاذ الحدیث ثقہ وصدوق محقق حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' اور دار العلوم دیوبند کے جلیل القدر استاذ حدیث ثقہ وصدوق محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی کتاب ''تحقیق مسئلہ رفع یدین'' بطور خاص قابل ذکر ہیں، ان کتب کی اشاعت سے بہت سے حضرات کے علمی شکوک وشبہات دور ہوئے اور ملک و بیرون از ملک میں ان کا خوشگوار علمی اثر پڑا اور یہ کتب عوام الناس کے لیے بے حد مفید اور گراں قدر انمول خزانہ ثابت ہوئیں۔

اس کے برعکس مذکورہ بالا طبقہ ان کتب کے دلائل و براہین سے بوکھلا اٹھا اور اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ کافی عرصہ سے یہ شنید تھی کہ دار العلوم کے استاذ حدیث مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی کتاب کا اس گروہ کی جماعت جواب لکھا رہی ہے اور لکھنے والے جامعہ سلفیہ بنارس کے مدرس،

محقق، مدقق اور استاذ حدیث ہیں۔ ہم بھی منتظر تھے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ بالآخر خبر پہنچی کہ تحقیق مسئلہ رفع یدین کا جواب ''مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ'' نامی کتاب میں ''تحقیق مسئلہ رفع یدین پر سلفی تحقیقی جائزہ'' کے نام سے چھپ چکا ہے، مگر یہ صرف ڈھول کی آواز تھی جو اندر سے خالی ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرہ تو اک قطرہ خون نکلا

ہم اس کے مؤلف کے بارے میں بڑی حسن ظنی اور خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ان کے مدرس، محقق، مفتی، مدقق اور استاذ حدیث ہیں کوئی تو کام کی بات لکھیں گے لیکن کتاب کو دیکھ کر ہماری خوش فہمی بالکل کافور ہوگئی۔ کہ وہ صاحب تو بالکل علم سے یتیم اور تہی دامن ہیں اور ان کی کتاب میں جو کچھ ہے چار حصوں میں منقسم ہے۔

۱۔ تناقضات

۲۔ اکاذیب وافتراءات

۳۔ جہالتیں

۴۔ گھٹیا اور بازاری زبان

(۱) تناقضات

ندوی صاحب کی کتاب تناقضات کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے، چنانچہ جب کسی راوی حدیث سے ان کا مفاد وابستہ ہو تو پھر وہ اس کی ثقاہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، لیکن اگر اسی راوی کی روایت سے ان کے مفاد پر زد پڑھتی ہو تو پھر وہی راوی ان کی نظر میں ساقط الاعتبار اور ضعیف تر ہوجاتا ہے۔ اسی طرح موصوف اپنی مطلب برآری کے لیے ایک اصول وضع کرتے ہیں، مگر وہی اصول ان کو اپنے مفاد سے ٹکراتا نظر آئے تو پھر بڑی بے دردی سے اس اصول کی دھجیاں بکھیرنا شروع کردیتے ہیں۔ مثلاً......

تناقض (۱) امام ابراہیم نخعیؒ کی عَن والی روایت قابل قبول بھی اور غیر معتبر،

ضعیف، ساقط الاعتبار بھی:

ندوی نے مقدار رفع الیدین کے متعلقہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ایک روایت کو اپنے مفاد میں سمجھتے ہوئے قابل قبول قرار دیا:

چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

یہی قابل قبول ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ:ص۲۷۶)

لیکن دوسری طرف جب امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی روایت ندوی صاحب کے مسلک کیخلاف آئی تو اس نے تمام تر شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ امام موصوف کے عنعنہ کا بہانہ بنا کر اسے ضعیف اور ساقط الاعتبار قرار دے دیا۔

چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند میں واقع ابراہیم نخعی مدلس تھے۔مجہول روات سے تدلیس کرتے تھے، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص۵۸۷)

میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو

تناقض (۲) امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں بھی اور نہیں بھی:

رئیس ندوی نے ایک جگہ لکھا ہے:

تمام کے تمام محدثین کرام مع صحابہ و تابعین بشمول امام ابوحنیفہ تمام اہل الرئی کو بے حدسئ الحفظ اور خراب حافظہ والا کہتے ہیں۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص۱۳۹)

اس بیان میں رئیس ندوی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صراحتاً تابعین میں شمار کر رہا ہے، لیکن دوسری طرف وہ اس کے برعکس یہ راگ الاپتا ہے کہ:

(امام ابوحنیفہ) معمولی ترین تابعی بھی نہیں ہوئے، چہ جائیکہ مطلقاً تابعی ہوں۔(سلفی تحقیقی جائزہ:ص۸۰۶)

دروغ گورا حافظہ نباشد

تناقض (۳) صحیحین کے راویوں پر جرح کالعدم ہے بھی اور نہیں بھی:

ندوی نے اپنے پسندیدہ راویوں پر جروحات کو کالعدم قرار دینے کے لیے یہ اصول بیان کیا ہے صحیحین (بخاری ومسلم) کے راویوں پر اگر کسی قسم کی جرح موجود ہو تو وہ بقول راجح مدفوع اور کالعدم شمار ہوگی، چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

اور یہ معلوم ہے کہ صحیحین (بخاری ومسلم) کے راوی پر اگر کسی قسم کا کلام بھی وارد ہوا ہے تو وہ بقول راجح مدفوع اور کالعدم ہے۔ (اللمحات: ج2 ص ۳۱)

جبکہ دوسری طرف اس نے دوغلہ پالیسی سے کام لیتے ہوئے اپنے مسلک کے خلاف مروی احادیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے صحیحین کے متعدد راویوں پر جرح کا نشتر چلایا ہے۔

جیسے ورقاء بن عمر یشکری رحمۃ اللہ علیہ، حفص بن غیاث نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اعمش رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ، پر ندوی نے جرحی نشتر چلایا ہے۔ (دیکھئے: سلفی، تحقیقی، جائزہ: ص ۹۶۲۔ ۲۵۷۔ ۵۹۲۔ ۵۸۷۔ ۵۷۲۔ ۴۹۱۔ و ۴۲۵۔ ۲۸۷) حالانکہ یہ صحیح بخاری ومسلم کے اتفاقی راوی ہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم کے رواۃ جیسے ابوبکر بن عبداللہ النہشلی رحمۃ اللہ علیہ، عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ، لیث رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم پر بھی ندوی نے جرح کا تیشہ چلایا ہے۔ (تحقیقی جائزہ ص ۲۷۸۔ ۵۷۲، صحیح طریقہ نماز ص ۱۰۹۔ ۱۱۰)

تناقض (۴) بے سند بات مکذوب بھی اور قابل استدلال بھی:

ندوی صاحب کا یہ بھی ایک عجیب انصاف ہے کہ جب کسی امام کا کوئی قول جب ان کے مفاد کے خلاف ہو تو وہ اسے بے سند کہہ کر مکذوب قرار دے دیتے ہیں مثلاً ندوی صاحب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کو اپنے بزعم بے سند سمجھ کر اس کو رد کرنے کے لیے لکھتے ہیں کہ:

بے سند بات مکذوب ہوتی ہے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۰۴)

اسی طرح امام ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کو اپنے بزعم بے سند سمجھ کر اسے رد کرنے کے لیے لکھتے ہیں کہ:

اور بے سند بات نصوص کتاب وسنت کے مطابق مکذوب قرار دیے جانے کے لائق ہے۔

(ایضاً:۱۴۷)

لیکن دوسری طرف خود ندوی کو کوئی بے سند قول یا روایت اپنے مفاد میں مل جائے تو پھر وہ اس قول یا روایت سے بے دھڑک استدلال کرتے نظر آتے ہیں۔

مثلاً ندوی صاحب ترک رفع الیدین کی ایک روایت کو ضعیف قرار دینے کے لیے اس کے راوی عاصم بن کلیب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

امام علی بن المدینی کے بقول عاصم بن کلیب جس روایت کی نقل میں منفرد ہو وہ معتبر اور لائق حجت نہیں۔ (ملخصا سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲)

حالانکہ ندوی صاحب کے ہم مسلک ندیم ظہیر غیر مقلد کے بقول امام علی بن المدینی رحمہ اللہ سے منسوب یہ قول بے سند وغیر ثابت ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۱۱۹) مگر اس کے باوجود ندوی صاحب اس قول سے استدلال کررہے ہیں۔

اسی طرح ندوی نے اثبات رفع الیدین کے بارے میں ایک قول کو الموضوعات لابن الجوزی کے حوالے سے نقل کر کے اس سے بے دھڑک استدلال کرتے ہوئے اپنے مخالفین کے خلاف پیش کیا ہے۔ (دیکھئے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز ص ۳۳۰۔۳۳۱) حالانکہ اس قول میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بے سند لکھے ہیں ان سے اثبات رفع الیدین کے متعلقہ ایک بھی صحیح السند روایت مروی نہیں ہے۔

یہ ہے ندوی صاحب کا انصاف! کہ جب اپنی مرضی کے خلاف کوئی قول یا روایت مل جائے تو موصوف اسے بے سند کہہ کر مکذوب قرار دے دیتے ہیں، اور جب اپنی مرضی کی روایت یا قول مل جائے تو پھر موصوف سرے سے سند کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

ع جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

تناقض (۵) عبدالرحمن کی علقمہ سے مروی حدیث ضعیف بھی اور صحیح بھی:

ترک رفع الیدین کے متعلقہ ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

عاصم نے روایت مذکورہ عبدالرحمن بن الاسود سے نقل کی ہے اور عبدالرحمن نے اسے اپنے چچا علقمہ سے نقل کیا ہے اور عبدالرحمن کا سماع بتصریح منذری علقمہ سے ثابت نہیں۔ اس علت قادحہ کو رفع کرنے اور علقمہ سے عبدالرحمن کا سماع ثابت کرنے پر مفتی نزیری کے امام مصنف بذل الجہود نے بڑا زور لگایا ہے مگر اپنے اثبات مدعا میں موصوف ناکام رہے ہیں... الخ۔ (بلفظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز ص ۴۱۱۔ ۴۱۲)

یہاں پر ندوی صاحب ترک رفع الیدین دشمنی میں علقمہ سے عبدالرحمن کے عدم ثبوت سماع کا بوجہ جہالت وبغض بہانا بنا کر عبدالرحمن کی علقمہ سے مروی حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔

جبکہ دوسری جگہ ندوی صاحب نے عبدالرحمن کی علقمہ سے نقل کردہ بوقت رکوع تطبیق کے متعلقہ اپنی پسندیدہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز ص ۴۰۱)

تناقض (۶) سیدنا ابو ہریرہ ؓ کی حدیث مؤطا مالک میں ہے بھی اور نہیں بھی:

یکم مئی ۲۰۰۲ء میں لکھے ہوئے ایک مضمون میں ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کا انکار کرنے کے لیے ندوی صاحب نے لکھا کہ:

یہ روایت مؤطا امام مالک میں نہیں ہے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۸۲)

جبکہ اس سے پہلے مارچ ۲۰۰۲ء میں لکھے جانے والے مضمون میں ندوی صاحب نے اسی حدیث کے متعلق واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

یہ حدیث مؤطا امام مالک میں موجود ہے۔ (دیکھئے سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۹۳)

دروغ گورا حافظہ نباشد

تناقض (۷) سیدنا ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح بھی اور موضوع بھی:

ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کے بارے میں ندوی صاحب نے لکھا کہ:

اسے امام مالک پر بطور افتراء محمد نے چسپاں کر دیا ہے۔ (ملخصا: سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۸۲)

جس کا واضح مطلب ہے کہ یہ روایت ندوی صاحب کے نزدیک موضوع (من گھڑت وجعلی) ہے۔

جب کہ ایک دوسرے مقام پر خود ندوی صاحب ہی نے لکھا ہے کہ:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۹۳)

دروغ گورا حافظہ نباشد

تناقض (۸) صحابہ کرامؓ کے بعد والوں کا اجماع حجت بھی ہے اور نہیں بھی:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر کسی معتبر ذریعہ سے صحابہ کے بعد والوں کے اجماع کا ثبوت مل جائے تو اسے حجت مانا جا سکتا ہے۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ٦٦)

جبکہ دوسری طرف ندوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

صحابہ کے بعد کا اجماع حجت نہیں ہو سکتا، بلکہ صحابہ کے بعد کسی دینی معاملہ پر پوری امت کا اجماع ہونا محال ہے، لہٰذا صحابہ کے بعد والوں کے اجماع کا دعویٰ ہی باطل ہے۔
(سلفی تحقیقی جائزہ: ص ٦٦)

یہ ہے ندوی صاحب کا حال! کہ موصوف ایک طرف کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والوں کا اجماع حجت مانا جا سکتا ہے، جبکہ دوسری طرف یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والوں کا اجماع ہی سرے سے حجت نہیں ہے۔

زبانِ مصلحت بین کو کیوں کر قرار آئے
اِدھر کچھ اور کہتی ہے، اُدھر کچھ اور کہتی ہے

تناقض (۹) ناقل کا منقول عنہ سے سے متفق ہونا ضروری ہے بھی اور نہیں بھی:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نقل کردہ اقوال سے جان چھڑانے کے لیے ندوی صاحب نے یہ اصول بنایا ہے کہ ناقل کا منقول عنہ سے متفق ہونا ضروری نہیں جب تک ناقل نے بالصراحت کچھ نہ کہا ہو چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

ان حضرات نے صرف ابن معین والی ایک روایت امام ابوحنیفہ کی توثیق میں نقل کر دی ہے اور ناقل کا منقول عنہ سے متفق ہونا ضروری نہیں، جب کہ بالصراحت انہوں نے توثیق نہ کی ہو۔
(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۴۸)

جبکہ دوسری طرف ندوی صاحب نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر احناف دشمنی میں بالجزم ناقل کے منقول عنہ سے متفق ہونے پر استدلال کیا ہے حالانکہ ان میں اکثر و بیشتر دیگر جگہوں پر ناقل کے منقول عنہ کے خلاف ہونے کی صراحت موجود ہے۔ مثلاً ......

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اہلسنت والجماعت کے ایک جلیل القدر امام کے بارے میں اپنی بعض کتب میں لکھا ہے کہ اسے امام ابن عدی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، تو رئیس ندوی نے حافظ موصوف کی نقل کو ہی ان کا نظریہ قرار دے دیا اور کہا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی یہ امام ضعیف ہے (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۴۷ وغیرہ) حالانکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر صراحتاً اس امام کی توثیق کو راجح اور اس کے خلاف جرح کو غیر مؤثر قرار دیا ہے۔

اسی طرح مذکورہ امام کے بارے میں ہی تمہید شرح مؤطا (ج ۲ ص ۲۷۲) میں منقول بعض مجہول حضرات کی جرح ''سیٔ الحفظ'' کو ندوی صاحب نے بالجزم حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ قرار دیا۔ (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۹۱ وغیرہ) حالانکہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

دوسری کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں صراحتاً اس امام کو عندالجمہور ثقہ قرار دیا ہے، اور جارحین کو مفرط اور متجاوز الحد کہا ہے۔

الغرض ندوی صاحب مسلکی مفاد میں قلابازیاں کھاتے ہوئے کبھی تو ناقل کے منقول عنہ سے متفق ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں اور کبھی نہیں۔

تناقض (۱۰) امام ثوریؒ کی عَن والی روایت ساقط الاعتبار بھی اور صحیح بھی:

رئیس ندوی صاحب نے ترک رفع یدین کی ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے معنعن نقل کی ہے، جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲)

اس بیان میں ندوی صاحب امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل دوسرے متعدد مقامات پر ندوی نے اپنی پسندیدہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو صحیح قرار دے رکھا ہے مثلاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مقدار رفع الیدین کے متعلقہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک معنعن روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ قابل قبول ہے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۶)

اسی طرح سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلقہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک معنعن روایت کو بھی صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۲۵۹)

تناقض (۱۱) ابوحنیفہؒ صدوق بھی اور کذاب بھی:

رئیس ندوی نے لکھا ہے کہ:

موصوف ابوحنیفہ عمداً وقصداً کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائز: ص ۱۶۲)

اس بیان میں ندوی نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ لیکن اس کے بالمقابل دیگر متعدد مقامات پر رئیس ندوی نے تمام شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بڑا جھوٹا لکھا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے

کہ:

ہم گزشتہ عبارات میں ان تینوں (حماد، اسماعیل اور ابوحنیفہ) کا بہت زیادہ ضعیف غیر ثقہ بلکہ کذاب وافاک ہونا بیان کر آئے ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۵۱)

سچ ہے:

بے حیاء باش وہر آنچہ خواہی کن

تناقض (۱۲) مرجوع مسلک کی طرف کسی کا انتساب افتراء پردازی بھی اور صدق بیانی بھی:

رئیس ندوی صاحب نے ایک طرف تو یہ اصول لکھا ہے کہ:

جس مسلک سے کوئی امام رجوع کر لیتا ہے اس کی طرف اس کا انتساب علی الاطلاق ممنوع و محظور ہے، بلکہ اس کا وہ مسلک ماننا ضروری ہے، جس کی طرف اس نے رجوع کر لیا ہے۔
(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۳۰۴)

لیکن اس کے بالمقابل رئیس ندوی نے اپنی اسی کتاب ''مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ'' میں علی الاطلاق متعدد حضرات کی طرف ایسے چیزیں منسوب کی ہیں، جن سے وہ رجوع کر چکے ہیں۔ مثلاً اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف الزام تراشی کرتے ہوئے متعدد جگہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ جہمی المذہب اور عقیدہ خلق قرآن کے معتقد تھے۔ (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۲۶۔۲۲۷۔۲۲۹ وغیرہ) حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کبھی بھی جہمی مذہب اور عقیدہ خلق قرآن کے معتقد نہیں ہوئے اور اگر بالفرض کسی زمانے میں ہوئے بھی ہوں تو ندوی ہی کے بقول اس سے رجوع کر چکے تھے۔

چنانچہ ندوی نے اپنی دوسری کتاب میں لکھا ہے کہ:

جس موقف کو موصوف (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ن) نے آخری زندگی میں اختیار کیا اور اسی پر فوت ہوئے وہ عدم خلق قرآن کا عقیدہ ہے...... یہ بیان بھی صحیح نہیں کہ عقیدہ مذکورہ

اور جہمی مذہب پر امام صاحب کی وفات ہوئی ... امام صاحب کی آخری زندگی کے اختیار کردہ موقف کا اعتبار کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے کہا: ''لم یصح عندنا ان ابا حنیفة کان یقول القرآن مخلوق'' یعنی ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں کہ عقیدہ مذکورہ امام صاحب کا مذہب تھا۔ (اللمحات: ج ۲ ص ۴۵۔۴۶)

ندوی نے مزید لکھا ہے کہ:

بعض روایات میں ہے کہ امام صاحب جہم کو بھی کافر کہنے لگے تھے، صحیح بات یہ ہے کہ امام صاحب نے آخرکار عقیدہ مذکورہ سے رجوع کرلیا تھا۔ (ایضاً: ج ۲ ص ۴۳)

تناقض (۱۳) جماعت غیر مقلدیت مخلص بھی اور غیر مخلص بھی:

رئیس ندوی نے لکھا ہے کہ:

جماعت اہل حدیث کی حق کی خاطر مخلصانہ جاں بازی اور موازنہ دفاع و عادل وثقہ ومعتبر ہونے پر مہر نبوت لگی ہوئی ہے۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۶۳۴)

اس بیان میں تو ندوی صاحب جماعت غیر مقلدیت کی تعریف میں ڈونگرے برساتے ہوئے اسے مخلص اور جاں باز وغیرہ کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل دوسری جگہ اس کے غیر مخلص، بے حس اور عیاش وغیرہ ہونے کا رونا روتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

ہر چہار جانب سے سلفی حضرات کے مطالبے ہونے لگے کہ ان دیوبندی کتابوں کی خبر لی جائے مگر میں بیمار تھا اور اب بھی ہوں، میرے پاس ان دیوبندی کتابوں کی خبر لینے کے لیے مراجع بھی نہیں تھے۔ سلفی حضرات تو اس طرح کے مطالبات بندہ خاکسار سے کرتے رہتے ہیں، مگر میری بدحالی، پریشانی، اور مطلوبہ کتب والی ضرورت پر ذرہ برابر دھیان نہیں دیتے، خود بڑے عیش وعشرت کی زندگی گزارتے اور بینک بیلنس کے چکر میں رہتے ہیں، میری حالت پر وہ کیسے توجہ دیں؟ میں نے کئی حضرات سے مطالبہ کیا کہ کچھ کتابیں اس سلسلے میں عنایت فرمائیں، مگر کسی نے ایک بھی کتاب نہیں دی، اور جامعہ سلفیہ کے کتب خانہ تک زینے پار کر کے اپنی بیماری کے

سبب جانہیں سکتا، اور مکتبہ جامعہ سلفیہ بنارس مجھے اپنے کمرہ میں کوئی بھی کتاب لانے کا روادار نہیں ہوسکتا۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۶۶۴ ۔ ۶۶۵)

تناقض (۱۴) سیرت معاویہؓ نامی کتاب مسلک غیر مقلدیت کی ترجمان بھی اور نہیں بھی:

رئیس ندوی نے سیرت معاویہؓ نامی ایک کتاب کو مسلک غیر مقلدیت کی ترجمان قرار دیتے ہوئے ایک طرف تو لکھا کہ:

اس کتاب میں امیر معاویہ کی طرف سے اچھا خاصہ دفاع بھی ہے، اسے پڑھ کر اکاذیب پرست دیوبند خصوصاً ان کے پیدا کردہ ابوبکر غازی پوری کی قیادت میں فرقہ مقلدہ غازی پورہ امیر معاویہ اور ان جیسے صحابہ کی بابت اہل حدیث کا موقف معلوم کر سکتے ہیں۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۶۴۰)

اس بیان میں ندوی نے سیرت معاویہؓ نامی کتاب کو مسلک غیر مقلدیت کی ترجمان کہا ہے۔ لیکن دوسری طرف ندوی نے اپنے اس بیان کی یہ کہہ کر بیخ کنی کر ڈالی کہ:

ہمیں کتاب امیر معاویہ کے ہر لفظ سے اتفاق نہیں ہے۔ (ایضا: ص ۶۴۰)

اب غیر مقلدیت کے احباب ہی بتائیں کہ جب سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ نامی کتاب کے ہر لفظ سے انہیں اتفاق ہی سرے سے نہیں ہے تو پھر یہ کتاب مسلک غیر مقلدیت کی ترجمان کیسے بن گئی؟

تناقض (۱۵) اجماع امت حجت نہ ماننے کا اقرار بھی اور انکار بھی:

رئیس ندوی نے لکھا کہ:

صحابہ کے بعد کا اجماع حجت نہیں ہوسکتا۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۶۶)

ندوی نے مزید لکھا کہ:

کسی کے افضل ہونے پر اجماع صحابہ غیر مسلم ہے۔(ایضاً:ص ۶۵۸)

ان عبارات سے واضح ہے کہ ندوی صاحب اجماع کی حجیت کے منکر ہیں۔لیکن دوسری طرف ندوی نے تمام شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لکھ مارا ہے کہ:

اہل حدیث پر اجماع حجت نہ ماننے کا دیوبندی الزام خالص افتراء ہے۔(ایضاً:ص ۶۵۶)

جن کو جھوٹ بولنے سے عار نہیں
ان کے مذہب کا کوئی اعتبار نہیں

تناقض (۱۶) اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت جائز بھی اور نا جائز بھی:

ندوی نے مطلب برآری کے لیے ایک جگہ تو لکھا کہ:

کسی کے افضل ہونے پر اجماع صحابہ غیر مسلم ہے۔(تحقیقی جائزہ:ص ۶۵۸)

لیکن دوسری طرف اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

اجماع صحابہ کی مخالفت کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔(ایضاً:۲۹۶)

تناقض (۱۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف لب کشائی بھی اور لب کشائی سے انکار بھی:

ندوی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف متعدد مقامات پر لب کشائی کی ہے، مثلاً......

ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ:

جنگ جمل میں حضرت علی کے خلاف لڑنے والے خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ کا بھی باغی ہونا لازم آتا ہے، یہ بات کہہ دینے والے نواب وحید الزمان اور پوری جماعت اہل حدیث کے خلاف دیوبندیہ کی شوریدہ سری کیا معنی رکھتی ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۵۸۶)

ایک دوسری جگہ اس نے لکھا ہے کہ:

اور یہ معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے خلاف ام المؤمنین عائشہ نے جنگ جمل کی قیادت و جنگ آزمائی کی، جب کہ عورتوں کو جنگ کرنے اور زمام قیادت سنبھالنے سے نصوص میں منع کیا گیا ہے۔(ایضاً:ص٦٨٦)

ایک اور جگہ اس نے لکھا کہ:

حضرت عائشہ نے نص نبوی کے خلاف تحریک چلائی...الخ۔(ایضاً:ص ٧٨٣)

ان بیانات میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بذات خود ندوی نے لب کشائی کی ہے۔لیکن اس کے بالمقابل ندوی نے یہ دعویٰ بھی کر رکھا ہے کہ:

اہل حدیث حضرات عائشہ پر کوئی حرف گیری نہیں کرتے۔(ایضا:ص٦٨٦)

بے حیا باش و ہر آنچہ خواہی کن

تناقض (١٨) ابوعیاش زید کو امام اعظمؒ نے مجہول کہا بھی ہے، اور نہیں بھی:

رئیس ندوی نے لکھا ہے:

قرون ثلاثہ ہی کا جابر جعفی تھا، جسے امام ابوحنیفہ نے خود کذاب کہا اور زید ابی عیاش کو مجہول کہہ کر ان کی روایت رد کر دی۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:١٩٧)

اس بیان میں ندوی نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعیاش زید کو مجہول قرار دیا ہے۔لیکن اس کے بالمقابل دیگر متعدد جگہوں پر تمام شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ندوی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ابوعیاش زید کو مجہول قرار دینا بسند صحیح سرے سے ثابت ہی نہیں ہے، مثلاً اپنے مخالفین کو چیلنج بازی کرتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

ہم کو ابوحنیفہ تک پہنچنے والی کوئی بھی ایسی سند نہیں نظر آتی کہ انہوں نے ابوعیاش زید کو مجہول کہا، لہٰذا چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہونے والے فرقہ دیوبندیہ کے زعماء و علماء سمجھے جانے والے حضرات کسی معتبر سند کے ساتھ جو امام ابوحنیفہ تک پہنچتی ہو ثابت کریں کہ واقعی امام ابوحنیفہ نے ابوعیاش کو مجہول کہا ہے۔(ایضاً:ص١٥٦)

ندوی نے مزید لکھا کہ:

ابن الجوزی نے وہ معتبر سند بیان نہیں کی، جس سے معلوم ہو کہ واقعی ابو حنیفہ نے ابو عیاش زید کو مجہول کہا ہے۔ (ایضاً: ص ۱۶۰)

آپ خود ہی اپنے جور و جفا پر ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تناقض (۱۹) امام حماد بن ابی سلیمان ضعیف بھی اور قابل استدلال بھی:

امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ندوی نے لکھا ہے کہ:

وہ ضعیف ہیں، کثیر الغلط والخطاء و مختلط ہونے کے سبب وہ غیر معتبر ہیں ... حماد بن سلیمان کو صاحب طبقات ابن سعد نے ضعیف قرار دیا اور ''میزان'' میں کہا کہ انہیں اعمش نے کذاب وغیرہ ثقہ کہا۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۴۸۔۱۴۹)

بلکہ دوسری طرف ندوی نے متعدد مقامات پر مسلکی حمایت میں حماد مذکور کی باتوں کو دلیل بنایا ہے، مثلاً ندوی نے ایک جگہ لکھا کہ:

امام ابو حنیفہ کے استاذ خاص حماد اور دوسرے استاذ حکم بن عتیبہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ ''اذا لمس فعلیہ الوضوء''، یعنی عورت کو مرد کا چھونا ناقض وضو ہے۔ (صحیح طریقہ نماز: ص ۱۴۲)

اسی طرح ایک روایت کے بارے میں ندوی نے ہی لکھا ہے کہ:

حماد سے بسند صحیح یہ بھی مروی ہے ... الخ۔ (ایضاً: ص ۱۴۳)

ندوی کے انصاف کو داد دیجئے! وہ ایک طرف تو امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ کو ضعیف، کثیر الخطاء والغلط، مختلط، غیر معتبر اور غیر ثقہ وغیرہ قرار دے رہا ہے، جبکہ دوسری طرف وہ ان کی باتوں کو دلیل بھی بنا رہا ہے، اور ان سے مروی روایت کو صحیح بھی کہہ رہا ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

تناقض (۲۰) لیث بن ابی سلیم کی روایت کردہ حدیث مکذوب بھی اور حسن بھی:

رئیس ندوی نے اپنے مسلک کے خلاف مروی ایک حدیث کو ساقط الاعتبار ثابت کرنے کے لیے اس کے راوی "لیث بن ابی سلیم" کے بارے میں لکھا:

لیث بن ابی سلیم بھی موسیٰ بن طلحہ والی روایت کے بنیادی راوی عبدالرحمن بن عبداللہ مسعودی کی طرح آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے عام اہل علم نے اس کی صراحت کر دی ہے حافظ ابن حبان نے تمام اہل علم کی باتوں کا حاصل بیان کرتے ہوئے کہا: موصوف لیث آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، اور سندوں کو الٹ پلٹ دیتے اور مرسل وغیر مرفوع روایت کو مرفوع ومتصل کر کے بیان کر دیا کرتے تھے ثقات کی طرف ان حدیث کو منسوب کر دیتے تھے جو ان کی بیان کردہ نہیں ہوتی تھیں موصوف کو امام یحییٰ قطان وعبدالرحمن بن مہدی وابن معین واحمد نے متروک قرار دیا ہے۔ ...

(حافظ ابن حجر) نے لکھا کہ لیث بہت زیادہ مختلط ہو گئے تھے اور موصوف کی بیان کردہ احادیث میں مختلط وغیر مختلط روایات کی تمیز نہیں ہو سکی لہٰذا متروک قرار دیے گئے۔ معلوم ہوا کہ عقل وحوش و ہواس کھو دینے والے مرفوع القلم راوی کی عالم حواس باختگی میں بیان کردہ مکذوب بات کو حدیث نبوی کہہ کر مفتی نزیری اور ان کے ہم مزاج تقلید پرست لوگوں نے دین وایمان بنالیا ہے۔ جب مفتی نزیری کی اس مستدل روایت کے بنیادی راوی لیث مرفوع القلم عقل وخرد اور ہوش وحواس سے محروم تھے تو انہوں نے اپنی بیان کردہ اس روایت کی جو سند بیان کی ہے یعنی "طلحہ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ" وہ ظاہر ہے کہ مکذوب محض ہے ویسے عالم حواس باختگی میں لیث کبھی طلحہ کے باپ دادا کا نام مصرف بن عمرو بن کعب بتلاتے کبھی کچھ اور۔ اور جس طلحہ کے نام سے لیث یہ روایت بیان کرتے وہ اگر واقعی مصرف بن عمرو کے لڑکے ہیں تو ثقہ ہیں، ورنہ طلحہ کوئی فرضی شخص ہے جسے عالم حواس باختگی میں لیث نے اپنی اس بیان کردہ حدیث کا راوی کہہ دیا ہے۔ اور جو صورت حال بھی ہو اس سند کا بنیادی راوی چونکہ مختلط ہے اس لیے یہ روایت مکذوب محض ہے مصرف کے جس

باپ و دادا کی سند سے یہ روایت مروی ہے ان کے نام لینے میں اختلاط کے شکار لیث مضطرب البیان بھی ہیں جس کے سبب ان کی تعیین نہیں ہوسکتی اور یہ صورت حال میں اس روایت کے مکذوب و ساقط ہونے کے لیے واضح دلیل ہے کیونکہ اضطراب بذات خود علت قادحہ ہے اور لیث اختلاط کے ساتھ اضطراب کے وصف سے بھی متصف ہیں۔ (صحیح طریقہ نماز: ص۱۰۹۔۱۱۰)

ملاحظہ فرمائیں! ندوی نے اپنے مسلک کے خلاف مروی حدیث کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے اس کے راوی کا کتنا بتنگڑ بنایا یہاں تک کہ اس کی نقل کردہ حدیث کو مکذوب (جھوٹی) کہہ ڈالا۔ لیکن اس کے برعکس مسئلہ قرات کے بارے میں اسی راوی لیث بن ابی سلیم کی ایک حدیث کی تحسین کرتے ہوئی ندوی نے لکھا کہ:

پہلے والی حدیث کی سند میں لیث بن ابی سلیم کی متعدد ائمہ کرام نے توثیق کی ہے اور متعدد نے تجریح کی ہے، اس لیے وہ حسن ہے۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص۳۳۸)

ملاحظہ فرمائیں! جب لیث کی روایت ان کے خلاف ہو تو پھر مکذوب (جھوٹی) بن جاتی ہے، لیکن اگر اسی لیث کی روایت ان کے مفاد میں ہو تو حسن قرار پاتی ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

تناقض (۲۱) مختلط راوی کی روایات مکذوب بھی اور قابل استدلال بھی:

ندوی نے اپنے مسلک سے ٹکرانے والی احادیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے یہ اصول وضع کیا ہے کہ مختلط راوی کی بیان کردہ روایت مکذوب (جھوٹی) شمار ہوگی۔ چنانچہ ایک حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

جو صورت حال بھی ہو اس سند کا بنیادی راوی چونکہ مختلط ہے اس لیے یہ روایت مکذوب محض ہے۔ (بلفظہ صحیح طریقہ نماز ص۱۱۰)

مگر دوسری طرف متعدد اپنی پسندیدہ مختلط راویوں سے مروی احادیث سے ندوی نے استدلال بھی

کر کھا ہے اور کئی ایک کی تصحیح وتحسین بھی کر رکھی ہے۔

مثلاً قرات کے بارے میں لیث بن ابی سلیم سے مروی ایک روایت کو ندوی نے حسن کہا ہے۔ (دیکھئے: تحقیقی جائزہ ص ۳۳۸) حالانکہ لیث ندوی کے بقول ہی مختلط راوی ہے۔ (دیکھئے: صحیح طریقہ نماز ص ۱۰۹۔۱۱۰)

تناقض (۲۲) امام اعمش کی عَن والی احادیث ضعیف، ساقط الاعتبار بھی اور صحیح بھی:

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی عَن والی احادیث کے بارے میں بھی رئیس ندوی دوغلی پالیسی پر گامزن ہے، چنانچہ ندوی نے ان کی روایت کردہ متعدد احادیث (جو ندوی کے موقف کے خلاف تھیں) کو ضعیف قرار دیا ہے، مثلاً ندوی نے ایک روایت کی صحت کا انکار کرتے ہوئے لکھا کہ:

اعمش نے اسے معنعن نقل کیا، وہ مدلس تھے، پھر یہ روایت کیونکر صحیح ہے؟

(تحقیقی جائزہ: ص ۴۹۱)

ندوی نے ایک اور حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

اس روایت کی سند میں اعمش مدلس واقع ہیں، اعمش نے اسے تدلیس ہی کے ساتھ حبیب بن ابی ثابت سے نقل کیا ہے، اس لیے یہ ساقط الاعتبار ہے۔ (تحقیقی جائزہ: ص ۵۲۵)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھا کہ:

اس کی سند میں اعمش کی تدلیس ہے، لہٰذا یہ ساقط الاعتبار ہے۔ (تحقیقی جائزہ: ص ۵۳۱)

لیکن اس کے برعکس ندوی نے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے عَن والی کئی احادیث (جو ندوی کے فہم کے مطابق ندوی کے حق میں تھیں) کو صحیح قرار دیا ہے۔

مثلاً سنن دارقطنی (ج ۱ ص ۳۳۱) کے حوالے سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک حدیث کو ندوی نے صحیح یا حسن کہا ہے۔ (دیکھئے: تحقیقی جائزہ ص ۳۶۷) حالانکہ سنن دارقطنی کے محولہ صفحات پر یہ حدیث امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے عَن کے ساتھ مروی ہے۔ اسی طرح محلی ابن

ہ م (ج ۳ ص ۴۲) کے حوالے سے رکعات وتر کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت کو ندوی نے بلحاظ سند صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: صحیح طریقہ نماز ص ۵۷۸) حالانکہ یہ روایت بھی محلیٰ کے محولہ صفحات پر امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے عن کے ساتھ مروی ہے۔

تناقض (۲۳) امام قتادہ کی عن والی روایات قابل استدلال بھی اور ضعیف بھی:

امام قتادہ رحمہ اللہ کی عن والی روایات کے بارے میں بھی ندوی دوغلی پالیسی پر گامزن ہے۔ چنانچہ ندوی نے اپنے مفاد میں سمجھتے ہوئے مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۳۰۵) کے حوالے سے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منسوب قنوت وتر کے بارے میں ایک روایت سے بالجزم استدلال کرتے ہوئے اسے اپنے مخالفین کے خلاف پیش کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح طریقہ نماز ص ۶۳۵) حالانکہ مصنف کے محولہ صفحہ پر یہ روایت امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ہے۔

لیکن اس کے برعکس ندوی نے امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے عن والی اپنی مخالف روایات کو ضعیف گردانا ہے۔ چنانچہ ترک قرات کے متعلقہ ایک روایت کو ضعیف قرار دینے کے لیے ندوی نے لکھا ہے:

ہم کہتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت میں قتادہ مدلس کی تدلیس واقع ہے۔ (تحقیقی جائزہ: ص ۴۷۶) (لہٰذا مردود ہے)۔

تناقض (۲۴) منقطع السند روایات سے استدلال صدق بیانی بھی اور کذب بیانی بھی:

ندوی نے ایک جگہ تاریخ کبیر للبخاری (ج ۸ ص ۴۲۵) سے ترک رفع یدین کی ایک صحیح صریح حدیث کے خلاف ایک روایت (جس میں ہے کہ امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کے پوچھنے پر

امام سفیان رحمہ اللہ نے ترک رفع الیدین کی حدیث کا انکار کر دیا تھا) پیش کی ہے (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۸۔۲۷۹)، یہ روایت منقطع السند ہے، کیونکہ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ روایت عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کی ہے اور عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا روایات سننا سرے سے ممکن ہی نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت منقطع السند ہے، اس کے باوجود ندوی نے ترک رفع الیدین کی صحیح حدیث کے خلاف اس روایت کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔

لیکن اس کی بے انصافی کی حد ہے کہ جب اس طرح کی کوئی منقطع السند روایت اس کے مؤقف کے خلاف ہو تو پھر وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

مثلاً ترک قرات کے متعلقہ امام علقمہ بن قیس کی ایک روایت کو اپنے بزعم منقطع السند سمجھتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

> منقطع ہونے کے باوصف علل مذکورہ کے رہتے ہوئے فرقہ دیوبندیہ کا اسے ''حسن'' کہنا اور اس پر بزعم خویش عمل کرنا اکاذیب پرستی کے علاوہ کیا ہے؟ (تحقیقی جائزہ: ص ۴۸۸)

یہ لوگ بھی غضب کے ہیں، دل پر یہ اختیار
شب موم کر لیا سحر آہن بنالیا

تناقض (۲۵) مجہول روات سے مروی احادیث مکذوب بھی اور بہت پختہ ٹھوس بھی:

رئیس ندوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا کہ:

> اس کی سند میں واقع عتبہ مجہول ہے، اور اس سے روایت کرنے والا حماد بن حسن بھی مجہول یا متروک و مجروح ہے ... یہ سب دلائل ہیں فرقہ دیوبندیہ کی مستدل روایت کے مکذوب ہونے پر......الخ۔ (تحقیقی جائزہ: ص ۷۲۳)

اس بیان میں ندوی نے روایت کی سند میں مجہول راوی ہونے کو روایت کے مکذوب (جھوٹی)

ہونے کی دلیل بنایا ہے، یعنی ندوی کے نزدیک مجہول روایت سے مروی احادیث مکذوب (جھوٹی) شمار ہوتی ہیں۔

لیکن اس کے بالمقابل دیگر متعدد جگہوں پر اپنے مسلک کی حمایت میں ندوی نے مجہول روات سے مروی روایات سے بڑے طمطراق سے استدلال کیا ہے۔

مثلاً مسند احمد (ج ا ص ۱۲) میں موجود ابن جریج کی نماز کے بارے میں ایک روایت سے ندوی صاحب نے استدلال بھی کیا ہے اور اس روایت کو صراحتاً بہت پختہ وٹھوس بھی کہا ہے۔ (دیکھئے: صحیح طریقہ نماز ص ۳۴۴) حالانکہ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

سچ ہے:

بے حیا باش وہر آنچہ خواہی کن

تناقض (۲۶) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ قابل اعتماد بھی اور ساقط الاعتبار بھی:

رئیس ندوی خوف خدا سے اس قدر عاری ہے کہ ایک طرف وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف، کذاب اور ساقط الاعتبار کہتا ہے (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۵۱۔ ۳۷۸ وغیرہ) لیکن دوسری طرف یہ بے شرم انسان ضرورت پڑنے پر آپ کی کتب وروایات سے استدلال بھی کرتا ہے۔

مثلاً ندوی نے ایک جگہ مؤطا امام محمد سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ:

امام محمد شاگرد ابی حنیفہ علوم ابی حنیفہ کی نشر واشاعت وتدوین وترویج کرنے والے ہیں انہوں نے اپنی کتاب موطا میں یہ باب قائم کر رکھا ہے'' باب قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضل''... الخ۔ (صحیح طریقہ نماز ص ۶۵۹)

ایک اور جگہ مؤطا محمد سے استدلال کرتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

ابو حنیفہ جن کی تقلید کا دم مفتی نزیری بھرتے ہیں ان کی بابت ان کے شاگرد امام محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔۔الخ۔ (صحیح طریقہ نماز ص ۲۹۷)

ایک مقام پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

امام محمد نے بروایت ابی حنیفہ اس حدیث نبوی کو نقل کیا کہ عورتوں پر نماز جمعہ فرض نہیں......الخ۔
(صحیح طریقہ نماز ص ۵۳۲)

کتاب الحجہ لامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

امام محمد بن حسن نے کہا "وقال اہل المدینۃ ۔۔۔۔۔۔الخ۔"(ایضاً:ص ۴۸۱)

اسی طرح ندوی نے اپنی دوسری کتاب "اللمحات" میں بھی کئی مقامات پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: اللمحات ج ۲ ص ۳۹۸۔۳۹۹۔ ۴۰۰۔۴۰۱۔وغیرہ)

رئیس ندوی کو شرم کیوں نہیں آتی ایک طرف وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف، کذاب اور ساقط الاعتبار گردانتا ہے، جبکہ دوسری طرف وہ شرم و حیاء کی تمام حدود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ضرورت پڑنے پر آپ کی کتب اور روایات سے استدلال بھی کرتا ہے۔

رئیس ندوی!

شرم تجھ کو مگر نہیں آتی۔

تناقض (۲۷) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قابل اعتماد بھی اور ساقط الاعتبار بھی:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ندوی دوغلی پالیسی پر گامزن ہے ایک طرف وہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف، کذاب اور ساقط الاعتبار کہتا ہے (دیکھئے: سلفی تحقیق جائزہ ص ۱۵۱ وغیرہ) لیکن دوسری طرف یہ ضرورت پڑنے پر آپ کی کتب و روایات سے استدلال بھی کرتا ہے۔

مثلاً قیام لیل کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ایک حدیث سے استدلال کرنے کے لیے ندوی نے لکھا کہ:

کتاب الآثار لابی یوسف میں ہے ''عن ابی حنیفۃ عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر......الخ''

(صحیح طریقہ نماز ص ۶۸۴)

اسی طرح ندوی نے اپنی دوسری کتاب ''اللمحات'' میں بھی کئی مقامات پر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال کیا ہے۔(مثلاً دیکھئے: اللمحات ج ۲ ص ۳۹۸ ۔ ۳۹۹ ۔ ۴۰۰ ۔ ۴۰۱۔ وغیرہ)

تیری بات کو بت حیلہ گر نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے، کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

تناقض (۲۸۔۲۹) احادیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں امام عینیؒ اور حافظ ابن ہمامؒ کے فیصلے معتبر بھی اور غیر معتبر بھی:

رئیس ندوی اپنے مطلب کے لیے امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اقوال کو اپنے مخالفین کے مقابلے میں بطور سند ذکر کرتا ہے۔

مثلاً مسئلہ آمین کے بارے میں ایک روایت کو اپنے مخالفین کے خلاف پیش کر کے ندوی نے لکھا کہ:

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد اس پر کسی قسم کا کوئی کلام کئے بغیر عینی حنفی وزیلعی حنفی وحافظ ابن حجر نے سکوت اختیار کیا جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ حدیث معتبر ہے اور اس لائق نہیں کہ اس پر کلام کیا جائے۔(صحیح طریقہ نماز ص ۲۸۹)

اسی طرح بوقت وضو تسمیہ کے متعلقہ ایک روایت کو اپنے مخالفین کے خلاف پیش کر کے ندوی نے لکھا کہ:

''قال الھیثمی والعینی الحنفی وابن الھمام الحنفی اسناد حسن'' (امام ہیثمی، علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن ہمام حنفی نے کہا کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔ن)

(صحیح طریقہ نماز ص ۸۴)

لیکن جب علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ندوی کے موقف کے خلاف مروی کسی حدیث کو صحیح یا حسن کہہ دیں تو پھر وہ ان حضرات پر جروحات کے کلہاڑے چلانا شروع کر دیتا ہے۔

مثلاً ثقہ وصدوق راویوں سے مروی ایک صحیح صریح حدیث (جو کہ ندوی کے مسلک کے خلاف تھی) کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بلحاظ سند صحیح کہا تو ندوی نے بغیر کسی معقول دلیل کے ان کی تصحیح کو رد کرتے ہوئے لکھا کہ:

> ہم کہتے ہیں کہ عینی بھی دیوبندیہ کی طرح تقلید پرست مرجیء المذہب تھے، وہ بھی اپنے تقلیدی و مرجی مذہب کی حمایت کا طریقہ فرقہ دیوبندیہ کو سکھلا گئے ہیں... روایت قطعی طور پر ساقط ہے اور عینی و دیوبندیہ کا دعویٰ جھوٹا ہے۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۳)

اسی طرح ایک اور حدیث (جو کہ ندوی کے مسلک کے خلاف تھی) کو حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا تو ندوی نے ان کی تصحیح کو رد کرتے ہوئے لکھا کہ:

> فرقہ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ ابن الہمام نے اسے "صحیح علی شرط الشیخین" اور علامہ عینی نے صحیح کہا، تو یہ دونوں حضرات بھی فرقہ دیوبندیہ جیسے تقلید پرست تھے، جن کی غلط بیانیاں مشہور و معروف ہیں۔(ایضاً: ص ۳۷۹)

آپ خود ہی اپنے جور و جفا پر ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تناقض (۳۰) مرسل احادیث مقبول بھی اور مردود بھی:

ضرورت پڑنے پر مسلکی حمایت میں متعدد مقامات پر ندوی نے مرسل احادیث سے استدلال کیا ہے۔

مثلاً مسئلہ طلاق کے بارے میں حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ایک روایت کو ندوی نے اپنے

مخالفین کے خلاف پیش کر کے اس سے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔(دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۰۷) حالانکہ اس روایت کا مرسل ہونا خود ندوی کو بھی تسلیم ہے۔

اسی طرح کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں ایک حدیث کو مرسل تسلیم کرنے کے باوجود اس سے ندوی نے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔(دیکھئے: صحیح طریقہ نماز ص ۹۲۔۹۳)

مزید برآں دعائے قنوت کے بارے میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور فجر کی سنتوں کے بارے میں امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل حدیث سے بھی ندوی نے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔(دیکھئے: صحیح طریقہ نماز ص ۱۴۱، ۲۲۰)

لیکن اس کے بالمقابل دیگر کئی جگہوں پر ندوی نے مرسل احادیث کو غیر معتبر قرار دیا ہے، مثلاً اپنے مسلک کے خلاف مروی ایک حدیث کو زبردستی مرسل قرار دیتے ہوئے ندوی نے لکھا کہ:

یہ روایت مرسل ہے جو از روئے تحقیق غیر معتبر ہوا کرتی ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ ص ۸۹۳)

تناقض (۳۱) دیوبندی مقلد بھی اور غیر مقلد بھی:

رئیس ندوی نے لکھا کہ:

ہم کہتے ہیں کہ عینی بھی دیوبندیہ کی طرح تقلید پرست ... تھے۔(سلفی تحقیق جائزہ ص ۲۸۳)

ندوی نے مزید لکھا کہ:

فرقہ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ ابن الہمام نے اسے "صحیح علی شرط الشیخین" اور علامہ عینی نے صحیح کہا، تو یہ دونوں حضرات بھی فرقِ دیوبند بندیہ جیسے تقلید پرست تھے۔(ایضاً: ص ۳۷۹)

ان بیانات میں ندوی نے تسلیم کیا ہے کہ (اہلسنت والجماعت) دیوبندی حضرات مقلد ہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل دوسری جگہ ندوی نے لکھا کہ:

دیوبندیہ و بریلویہ درحقیقت غیر مقلد ہیں۔(ایضاً: ص ۱۰۲)

ندوی نے مزید لکھا کہ:

دیوبندیہ و بریلویہ کی غیر مقلدیت مطلق العنان ہے۔(ایضاً: ص ۱۰۲)

سچ ہے:

بے حیاباش وہر آنچہ خواہی کن

تناقض (۳۲) اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل معتبر بھی اور غیر معتبر بھی:

رئیس ندوی اختلافی مسائل میں اپنی مفید مطلب مقلدین کی نقل پر تو پوری طرح اعتماد کرتا ہے۔ مثلاً ندوی ایک جگہ لکھتا ہے:

امام محمد بن علی باقر سے مروی ہے کہ'' کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان وعلی یکبر ون فی العید سبعا وخمسا'' ...... نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۹ بحوالہ عبدالرزاق والمحلیٰ لابن حزم و مشکوٰۃ مع مرعاۃ۔ (صحیح طریقہ نماز: ص ۶۵۲)

ملاحظہ کریں! یہاں ندوی تکبیرات عیدین کے اختلافی مسئلہ کے بارے میں امام زیلعی حنفی مقلد کی نقل پر اعتماد کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ندوی نے اپنی کتب میں کئی اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل پر اعتماد کیا ہے۔

لیکن دوسری طرف جب مقلدین کی نقل ندوی کے مسلک کے خلاف ہو تو پھر وہ مقلدین کی نقل کو غیر معتبر قرار دے دیتا ہے۔ چنانچہ طلاق کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ندوی نے ایک جگہ لکھا کہ:

اور مقلدین کی نقل کا اس طرح کے مسائل میں کوئی اعتبار نہیں۔

(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۳۸)

تناقض (۳۳) مدلس کی عَن والی روایت مردود بھی اور مقبول بھی:

رئیس ندوی نے لکھا ہے کہ:

مدلس کی معنعن روایات دراصل منقطع السند وساقط الاعتبار ہوتی ہیں۔

(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۴۷۳)

لیکن ضرورت پڑنے پر مسلکی حمایت میں خود ندوی نے کئی راویوں کو مدلس قرار دینے کے باوجود

ان کی عَن والی روایات سے استدلال کیا ہے، اور کئی ایک کی روایات کو تو حسن اور صحیح بھی کہا ہے، جیسا کہ گزشتہ تناقضات میں اسکی مثالیں گزر چکی ہیں۔

ندوی صاحب کے چھ سو سے زائد تناقضات میں سے یہ تینتیس تناقضات بطورِ نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔

(۲) اکاذیب

رئیس ندوی صاحب کے پانچ سو سے زائد اکاذیب وافتر اءات کی لسٹ ہمارے پاس موجود ہے، تاہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی کتاب سے بیس جھوٹ اور ان کا رد تبصرہ کے عنوان سے باحوالہ پیش خدمت ہیں:

جھوٹ نمبر ا: رئیس ندوی صاحب ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

اسے عبداللہ بن عون خراز ثقہ راوی سے احمد بن محمد براثی نے روایت کیا ہے، جو ثقہ ہے۔ ملاحظہ ہو:... طبقات الحنابلہ ج ا ص ۶۴، انساب سمعانی ج ا ص ۷۰ ... والنجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۸۱۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۷۹)

تبصرہ: امام احمد بن محمد براثی تو بلا شک وشبہ ثقہ وصدوق راوی ہیں، مگر ندوی صاحب کے مذکورہ بالا تینوں حوالے سراسر جھوٹے ہیں کیونکہ ان کی پیش کردہ مذکورہ تینوں کتابوں (طبقات الحنابلہ، انساب، النجوم الزاہرہ) کے محولہ صفحات پر امام مذکور کو ثقہ نہیں کہا گیا ملاحظہ ہو:

(۱) طبقات الحنابلہ ج ا ص ۶۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

(۲) الانساب للسمعانی ج ۲ ص ۱۲۴ برقم: ۴۱۴ مطبوعہ حیدر آباد

(۳) النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۸۱ مطبوعہ مصر

جھوٹ نمبر ۲: ترک رفع الیدین کے متعلقہ ایک صحیح السند روایت کا جب ندوی صاحب سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑھا تو اس نے بغیر کسی حوالے کے لکھ مارا کہ:

اس کی سند میں واقع ورقاء بن عمر ابو بشر الکوفی یشکری آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے۔

(بلفظہ: سلفی تحقیقی جائزہ: ص۲۶۹)

تبصرہ: یہ کہنا کہ ''ورقاء بن عمر ابو بشر کوفی یشکری آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے'' بضابطہ غیر مقلدیت جھوٹ ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک امام نے بھی ورقاء کو مختلط نہیں کہا، ہمیں تیس سے زائد کتب اسماء الرجال میں اس کا ترجمہ ملا ہے، مگر ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی اسے مختلط نہیں کہا گیا۔

جھوٹ نمبر ۳: رئیس ندوی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

اگر اسے حفص بن غیاث نخعی بھی فرض کر لیا جائے تو یہ اگرچہ کتب ستہ کے ثقہ راوی ہیں مگر انہیں امام احمد اور امام ابن سعد صاحب الطبقات نے ''کثیر التدلیس'' قرار دیا ہے، جیسا کہ تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد میں صراحت ہے۔ (بلفظہ: سلفی تحقیقی جائزہ: ص۲۵۷)

تبصرہ: رئیس ندوی صاحب کی یہ بات جھوٹ ہے۔ آپ تہذیب التہذیب لابن حجر (ج ۲ ص ۱۵۶ برقم: ۱۶۹۲) اور الطبقات الکبریٰ لابن سعد (ج ۶ ص ۳۶۲ ۳۶۳ برقم: ۲۷۰۶) اٹھا کر دیکھیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ اور حافظ ابن سعد ۲۳۰ھ نے مذکور حفص کو صرف مدلس ہی کہا ہے، کثیر التدلیس ہرگز نہیں کہا۔ لہٰذا ندوی کا یہ کہنا کہ ''امام احمد اور امام ابن سعد نے حفص کو کثیر التدلیس قرار دیا ہے'' بالکل جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۴: متعدد کتب میں مذکور ترک رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح السند روایت کا جب ندوی صاحب سے کوئی معقول جواب نہ بن سکا تو اس نے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے بغیر کسی دلیل وحوالہ کے لکھ مارا کہ:

''اس روایت میں تحریف کر کے ''ثم لا یعود'' کا لفظ الحاق کر دیا گیا ہے۔''

(تحقیقی جائزہ: ص۲۷۷)

تبصرہ: یہ بات سو فیصد جھوٹ ہے، ندوی صاحب نے اس بات پر کوئی حوالہ اور دلیل پیش نہیں کی۔ پھر یہ روایت کسی ایک کتاب میں نہیں بلکہ بیسیوں کتابوں میں ''ثم لا یعود'' کے لفظ کے ساتھ ثقہ وصدوق راویوں کی سند کے ساتھ مروی ہے۔ حتیٰ کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ حدیث امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مصنف میں اسے ''ثم لا یعود'' کے لفظ کے ساتھ تخریج فرمایا ہے اور متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتب میں صحیح کہا ہے۔ اور آج تک کسی ایک محدث و امام حتیٰ کہ کسی غیر مقلد عالم نے بھی اس حدیث میں لفظ ''ثم لا یعود'' کو محرف والحاقی نہیں کہا۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی و ابوالحسن مبارکپوری غیر مقلد نے بھی اسے ''ثم لا یعود'' کے لفظ کے ساتھ ہی نقل کیا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین: ص ۱۶۵، مرعاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۶)

جامعہ سلفیہ بنارس کے ذمہ داران کو چاہیئے کہ یا تو اس حدیث میں لفظ ''ثم لا یعود'' کا محرف والحاقی ہونا دلائل سے ثابت کریں یا پھر اپنے استاذ حدیث رئیس ندوی صاحب کے منکر حدیث ہونے کا برملا اعلان کریں۔

جھوٹ نمبر ۵: ترک رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کو مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام محمد کے حوالے سے بطریق ''محمد اخبرنا مالک ... الخ''، نقل فرمایا تھا۔ اس پر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ندوی صاحب نے لکھا کہ:

> یہ روایت مؤطا امام مالک میں ہے بھی نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالک پر بطور افتراء ※ محمد نے حسب عادت یہ روایت چسپاں کر دی۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۸۲)

تبصرہ: ندوی صاحب کی دونوں باتیں جھوٹی ہیں کیونکہ یہ حدیث مؤطا امام مالک میں موجود بھی ہے۔ (دیکھئے: مؤطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزہری: ج ۱ ص ۸۱ برقم ۲۰۸) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یقیناً بیان بھی کی ہے کیونکہ امام المحدثین محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ

اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں اکیلے و متفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی طرح ثقہ بالاجماع محدث امام ابومصعب الزہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔(دیکھئے:موطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزہری: ج ۱ ص ۸۱ برقم ۲۰۸)لہٰذا اسے بطور افتراء امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر چسپاں کرنے والی بات بھی ندوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۶: مذکورہ بالا حدیث کے متعلقہ ایک طرف تو ندوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ:

اسے امام مالک پر بطور افتراء محمد نے چسپاں کردیا۔(ملخصا:سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۲۸۲)

جس کا واضح مطلب ہے کہ یہ روایت ندوی صاحب کے نزدیک موضوع (من گھڑت وجعلی) ہے۔

جبکہ ایک دوسرے مقام پر خود ندوی صاحب ہی نے لکھا ہے کہ:

یہ حدیث صحیح ہے۔(دیکھئے:سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۹۳)

اب جماعت غیر مقلدیت کے احباب ہی بتائیں کہ ندوی صاحب کی مذکورہ دونوں باتوں میں سے کونسی بات صحیح اور کونسی جھوٹ ہے؟

تنبیہ: یادرہے کہ جماعت غیر مقلدیت کے احباب کے مطالبے پر ہی ندوی صاحب نے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شائع ہونے والے علمی و تحقیقی مقالات کا جواب (گالیوں کی صورت میں) لکھا ہے۔(دیکھئے:سلفی تحقیقی جائزہ ص ۶۶۴ وغیرہ)

جھوٹ نمبر ۷: ترک رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کا معقول جواب نہ بن سکنے کی صورت میں ندوی صاحب نے لوگوں کی آنکھوں میں یوں دھول ڈالی کہ::

امام نخعی سے اسے روایت کرنے والے ابومعشر کا نام نہیں بتلایا گیا اس کنیت والے کئی افراد امام نخعی کے معاصر اور ان سے روایت کرے والے تھے اور کئی ایک مجروح اور ساقط الاعتبار تھے۔

(سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۹۲)

تبصرہ: ندوی صاحب کا یہ بیان جھوٹ پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہم نے سترہ سے زائد کتب اسماء الرجال میں تراجم دیکھے ہیں ہمیں ان میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں صرف ان کا ایک ہی شاگرد صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی کا ثقہ وصدوق راوی ''زیاد بن کلیب التمیمی النخعی الحنظلی ''ابو معشر کی کنیت سے مشہور ملا ہے، جو کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا شاگرد ہونے کے علاوہ اس حدیث کے راوی مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا استاذ ہے۔

مجموعہ مقالات کا جواب لکھانے والے جماعت غیر مقلدیت کے احباب کو چاہیئے کہ یا تو امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے ان کے کئی ایک مجروح وساقط الاعتبار ابو معشر کی کنیت سے معروف شاگرد ثابت کریں وگرنہ ندوی صاحب کے کذاب ہونے پر دستخط کریں۔

جھوٹ نمبر ۸: رئیس ندوی صاحب ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ابراہیم نخعی سے اسے روایت کرنے والے حصین بن عبدالرحمن کو امام ابن المدینی و ... نے کہا کہ موصوف آخری عمر میں اختلاط تغیر ونسیان کے شکار ہو گئے تھے۔ پھر اس پر ندوی نے تین حوالے دیے ہیں۔

(۱) تہذیب التہذیب: ج ۲ ص ۳۲۹

(۲) میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۵۵۲

(۳) دیوان الضعفاء: ص ۶۵ (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۹۲)

تبصرہ: عرض ہے کہ آپ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۵۵۲ برقم: ۲۰۷۵) تہذیب التہذیب (ج ۲ ص ۳۲۹ برقم: ۶۵۹) اور سیر اعلام النبلاء (ج ۵ ص ۴۲۳ برقم: ۱۸۶) والمختلطین للعلائی (ج ۱ ص ۲۱ برقم: ۱۱) اٹھا کر دیکھیں ان میں صراحتاً لکھا ہے کہ دیگر اگرچہ بعض حضرات مذکور حصین کو مختلط کہتے ہیں مگر امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اسے مختلط نہیں مانتے۔

جھوٹ نمبر ۹: اہلسنت والجماعت کے جلیل القدر ثقہ وصدوق محدث و ناقد امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نے ایک روایت کو صحیح السند کہا جو کہ ندوی صاحب کے مفاد کے خلاف تھی تو ندوی صاحب نے ان کی تصحیح کو رد کرنے کے لیے بغیر کسی دلیل و حوالہ کے لکھا کہ:

عینی مرجی المذہب تھے۔ (ملخصا: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۳)

تبصرہ: اس بیان میں ندوی صاحب نے کذب بیانی سے کام لیا ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نے اپنی کتب میں فرقہ مرجیہ (ضالہ) کا شدید رد کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵۸) جب انہوں نے فرقہ مرجیہ کا رد کیا ہے تو وہ بذات خود مرجیءالمذہب کیسے ہو سکتے ہیں؟

جھوٹ نمبر ۱۰: رئیس ندوی صاحب نے بغیر کسی دلیل و حوالے کے لکھا کہ:

شاہ ولی اللہ اور ان کا خانوادہ فرقہ دیوبندیہ کی تولید سے بہت پہلے تقلید پرستی کو مفاسد و فتن کی جڑ و بنیاد قرار دے چکا ہے۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۰۵)

ندوی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تقلید کو مفاسد اور فتن کی جڑ کہا ہے۔ (ایضا: ص ۷۰۰)

تبصرہ: یہ بالکل جھوٹ اور دروغ بے فروغ ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم باحوالہ چند عبارات کے اقتباسات پیش کرتے ہیں، جن سے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑی شدت کے ساتھ تقلید (محمود) کا قائل ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۶ھ اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ:

'' ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة۔ او من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا، وفي ذالک من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الايام قصرت فيها الهمم جدا، و اشربت النفوس

والهوی واعجب کل ذی رأی برأیه" (حجۃ اللہ البالغۃ: ص ۱۵۴ ج ۱)

اس میں شک نہیں کہ ان چار مذاہب کی اب تک تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت کا یا جن کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے اجماع ہے اس لیے کہ یہ مدون ہو کر تحریری صورت میں موجود ہیں اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ بھی مخفی نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ ہمتیں بہت ہی زیادہ پست ہو چکی ہیں اور خواہشات لوگوں کی نفوس میں سرایت کر چکی ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی لکھتے ہیں کہ:

"وبالجملۃ فالتمذھب للمجتھدین سر الھمہ اللہ تعالی العلماء وتبعھم علیہ من حیث یشعرون او لا یشعرون" (الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف ص ۶۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرات مجتہدین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مذہب کی پابندی ایک راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دل میں ڈالا ہے انہیں اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید شخصی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"فاذا کان انسان جاھل فی بلاد الھند او فی بلاد ماوراء النھر ولیس ھناک عالم شافعی ولا مالکی واحنبلی ولا من کتاب من کتب ھذہ المذاھب وجب علیہ ان یقلد لمذھب ابی حنیفۃ ویحرم علیہ ان یخرج من مذھبہ لانہ حینئذ یخلع ربقۃ الشریعۃ ویبقی سدی مھم لا خلاف ما اذا کان فی الحرمین" (الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف ص ۷۱)

اور اگر کوئی جاہل انسان ہندوستان یا ماوراء النہر کے علاقے میں ہو اور اس مقام پر کوئی شافعی، مالکی

اور حنبلی عالم موجود نہ ہو اور ان مذاہب والوں کی کوئی کتاب بھی وہاں نہ مل سکے تو ایسے شخص پر صرف حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تقلید واجب ہو گی اور امام صاحب کے مذہب سے اس کا نکلنا حرام ہو گا اس لیے کہ اس صورت میں وہ شخص شریعت کی پابندی اپنے گلے سے اتار کر بالکل آزاد اور مہمل ہو جائے گا بخلاف اس کے جب کہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہو (کیونکہ وہاں چاروں مذاہب کے علماء موجود ہیں کسی سے بھی مسئلہ دریافت کر کے اس پر عمل کر سکتے ہیں۔)

شاہ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

''وبعد المئتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين بأعيالهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هوالواجب فى ذالك الزمان''(الانصاف فى بيان اسباب الاختلاف ص ۵۹)

دوسری صدی کے بعد لوگوں میں معین مجتہدین کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت ایسے لوگ بہت ہی کم تھے جو معین مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس وقت مذہب معین کی پابندی ہی واجب تھی۔

تقلید (محمود) کی تائید میں حضرت شاہ صاحب کی مذکورہ عبارات کی موجودگی میں انہیں تقلید (محمود) کا مخالف شمار کرنا جھوٹ اور دروغ بے فروغ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۱: ندوی صاحب نے بغیر کسی صریح حوالے کے لکھا ہے کہ:

حافظ ابن حجر کے نزدیک ابوحنیفہ غیر معتبر وغیرہ ثقہ و نا قابل اعتبار راوی ہیں۔

(سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۴۷)

تبصرہ: یہ بالکل کالا جھوٹ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہکے خلاف نسائی کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان

لوگوں میں سے ہیں جو پل عبور کر چکے ہیں۔ یعنی اب آپ کی توثیق ہی راجح ہے اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''توثیق ابی حنیفۃ'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ (میرے استاذ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام نسائی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

وفی الجملة ترک الخوض فی مثل هذا اولیٰ، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار یؤثر فی احدمنهم قول احد، بل هم فی الدرجة التی رفعهم الله الیها من کونهم متبوعین مقتدی بهم، فلیعتمد هذا۔ (الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر: ۲/۱۴۷ للسخاوی، حاشیه بغیة الراغب المتمنی فی ختم النسائی: ص ۶۲ للسخاوی)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل عبور کر چکے ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہوسکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنادیا ہے، لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت وثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سابق بن عبداللہ الرقی کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

لان الرقی احادیثه مستقیمة عن مطرف وابی حنیفة۔ (لسان المیزان ۳/۲)

امام رقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مطرف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے درست (صحیح) احادیث روایت کی ہیں۔

ثابت ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث درست اور صحیح ہیں، کیونکہ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث صحیح نہیں تھیں تو پھر امام سابق بن عبداللہ الرقی نے آپ سے احادیث مستقیمہ کیسے روایت کرلی ہیں؟

اور ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی، عبدالمنان نور پوری وغیرہما کے بقول اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن کہہ دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ملخصا الحدیث: ۳۲/ ۱۴: نور العینین ص ۵۳: نصر الباری ص ۱۷۲: القول المتین ص ۲۰ تعداد تراویح ص ۴۶)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث کو مستقیمہ (جو احادیث صحیحہ کے حکم میں ہیں) کہہ کر زبیر علی زئی، وعبدالمنان وغیرہما کے بقول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ثقہ قرار دے دیا ہے۔

نیز حافظ موصوف نے تہذیب التہذیب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتوصیف میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ:

ومناقب الامام ابی حنیفة کثیرة جدا فرضی اللّٰہ تعالی عنه واسکنه الفردوس آمین۔ (تهذیب التهذیب برقم: ۸۱۷)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے آمین

جھوٹ نمبر ۱۲: ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

حافظ ابن حجر نے اپنی دوسری کتاب لسان المیز ان میں بھی امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ (تحقیقی جائزہ ص ۱۴۷)

جھوٹ نمبر ۱۳: ندوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

فتح الباری شرح بخاری میں حافظ ابن حجر نے بالصراحت ابوحنیفہ کو ضعیف کہا۔(ایضاً:ص ۱۸۵)

تبصرہ: درج بالا سارا بیان جھوٹ پر مبنی ہے حافظ موصوف نے لسان المیزان اور فتح الباری میں کہیں بھی امام ابوحنیفہ کو بذات خود ضعیف نہیں کہا۔ جبکہ جھوٹ نمبر ۱۱ کے تبصرہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک امام موصوف کی توثیق ہی راجح ہے اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۴: رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

امام ذہبی نے ابوحنیفہ کو ضعیف وغیر ثقہ ومجروح کہا ہے۔

(سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۹۰)

مزید لکھتے ہیں کہ:

امام ذہبی امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ مجروح وغیرہ ثقہ کہتے تھے۔(ایضاً:ص ۱۹۰۔۱۹۱)

تبصرہ: یہ بہت بڑا جھوٹ ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت شان کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے قرار دیا، اور جیسے انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کو اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' (جس میں آپ نے صرف ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں ذکر نہیں کیا ، ایسے ہی انہوں نے اس کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

چنانچہ غیر مقلد محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب نے امام صاحب کے تزکرے میں لکھا ہے کہ:

حافظ ذہبی آپ کی جلالت شان کے بدل (دل سے) قائل ہیں، چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب ''میزان الاعتدال'' کے شروع میں فرماتے ہیں:

اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت (فروع) میں

پیروی کی جاتی ہے، کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ (تاریخ اہل حدیث: ص۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے ہیں، اور آپ ان لوگوں میں سے شمار ہوتے ہیں جن کو ضعیف اور متکلم فیہ راویوں میں ذکر کرنا غیر مناسب ہے۔

حافظ موصوف کے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ حدیث کے حالات پر ایک بے نظیر کتاب بنام ''تہذیب الکمال'' لکھی ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اختصار ''تذہیب تہذیب الکمال'' کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے متعدد ائمہ سے آپ کی توثیق نقل کی ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

قد احسن شیخنا ابو الحجاج حیث لم یورد شیئا یلزم منه التضعیف۔

(تذهیب تهذیب الکمال ۹/۲۲۵)

ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بہت اچھا کیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جس سے آپ کا ضعیف ہونا لازم آئے۔

گویا حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ پر جرح کالعدم ہے۔

نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی احادیث کو نقل کر کے ان کی اسناد کو عالی قرار دیا ہے۔

مثلاً وہ آپ کی ایک حدیث کو بہ سند روایت کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

هذا اسناده متصل عال۔

(تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۵، ترجمه امام ابو یوسف)

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

ا، ''سند عالی'' کی تعریف کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد محمد حنیف ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ند کے عالی ہونے کے معنی وہ نہیں جو عوام کے ذہن میں ہیں، یعنی یہ کہ سلسلہ روایت جس قدر مختصر ہو گا اور رواۃ کی تعداد جس قدر کم ہو گی، اسی نسبت سے اس میں علوا بھر آئے گا۔ اس کے برعکس علو سے مراد یہ ہے اس کو ایسے جلیل القدر محدث کا قرب حاصل ہے کہ جس کی ثقاہت، تثبت اور فقہ حدیث امور مسلم میں سے ہو، چاہے رواۃ کی تعداد زیادہ ہی ہو۔

اس حوالے سے یہ حقیقت بالکل آشکار ہو گئی کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت، تثبت (علم حدیث میں پختگی) اور فقاہت حدیث امور مسلم میں سے ہیں۔

۲ ید برآں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین اور حفاظ حدیث کے حالات پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے تقریباً ہر کتاب میں انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ بڑے شاندار الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

مثلاً حافظ موصوف نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کا بہترین ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز انہوں نے آپ کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے:

الامام الاعظم، فقیہ العراق۔۔۔۔الخ۔

اور آپ کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

وکان اماما، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبدًا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج۱ ص۱۲۶)

آپ امام (دین کے پیشوا) تھے، نہایت پرہیزگار تھے، عالم باعمل تھے، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے، آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

اسی طرح ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں بھی امام صاحب کا

مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور اس میں دیگر ائمہ سے آپ کے بارے میں توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ کو ان اوصاف سے یاد کیا ہے:

ابو حنیفة الامام، فقیه الملة، عالم العراق۔

(سیر اعلام النبلاء: ت۴۹۹)

اور آپ کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

وسیرته تحتمل ان تفرو فی مجلدین ورحمه۔ (ایضاً)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مستقل دو جلدوں میں ہی بیان کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ پر رحم فرمائے۔

اسی طرح حافظ موصوف نے اپنی کتاب ''العبر'' میں بھی آپ کا ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ''فقیہ العراق اور الامام'' جیسے القاب سے یاد کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وکان من اذکیاء بنی آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء۔ (العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۱۶۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، اور آپ فقہ، عبادت، ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔

جھوٹ نمبر ۱۵:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

مگر دیوبندیہ اکاذیب وتلبیسات پرست ہیں، اس لیے انہوں نے لکھا ہے کہ ''حافظ ابن عبدالبر'' تیرہویں شخص ہیں جو امام ابوحنیفہ کی ثقاہت کے قائل ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص۱۹۱)

مزید لکھتے ہیں کہ:

(حافظ ابن عبدالبر کو) موثقین ابی حنیفہ میں دیوبندیہ کا شمار کرنا، ان کے جھوٹے اور کذاب

ہونے کی واضح دلیل ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ: ۱۹۳)

تبصرہ: حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عند الجمہور ثقہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

الذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ والذین تکلموا من اھل الحدیث۔۔۔۔۔الخ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ برقم: ۲۱۱۴)

جن محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اور آپ کی توثیق وتعریف کی ہے، وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے آپ کی بابت (بلاوجہ) کلام کیا ہے۔

نیز حافظ موصوف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کو کالعدم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسد تھے جو آپ پر افتراء پردازی کرتے تھے، اور آپ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا، اہل علم کی ایک پوری جماعت نے آپ کی تعریف کی ہے، اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔(ملخصا: جامع بیان العلم وفضلہ: برقم ۲۱۰۵)

مزید برآں حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ نے نہایت صراحت کے ساتھ اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل ائمہ فن جیسے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما سے نقل کی ہے، اور جارحین کو مفرط اور متجاوز الحد قرار دیا ہے۔(دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ برقم: ۲۱۰۴ وغیرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین کے نزدیک (فی نفسہ) ثقہ ہیں اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لہٰذا حافظ موصوف کو موثقین ابی حنیفہ میں شمار کرنے والے حضرات بالکل سچے ہیں اور ندوی صاحب نے کذب وافتراء کو اپنا شیوہ وشعار بنایا ہوا ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۶: ''مکحول عن نافع بن محمود'' کی سند سے قراءت کے متعلقہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت کا دفاع کرتے ہوئے ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

مکحول بھی اگر چہ مدلس کہے گئے ہیں، لیکن اسے حافظ ابوعلی ودارقطنی وبیہقی نے تحدیث مکحول کے ساتھ نقل کیا ہے۔ کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۴۳۔ ۴۴، والمحلی لابن حزم، وسنن دارقطنی، وسنن بیہقی ۲/ ۱۶۴ وغیرہ۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۳۵۷)

تبصرہ: ندوی صاحب کا یہ بیان جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اگر چہ بذات خود کسی قابل اعتماد دلیل کے بغیر ہی مکحول کے نافع بن محمود سے سماع کے قائل ہیں۔ (دیکھئے: کتاب القراءۃ للبیہقی برقم: ۱۳۳۔ ۱۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی برقم: ۲۹۱۹) مگر انہوں نے مذکورہ کتب میں ندوی صاحب کی مستدل حدیث کسی ایک بھی ایسی قابل اعتبار صحیح ومتصل سند سے نقل نہیں کی جس میں مکحول کی نافع بن محمود سے تحدیث موجود ہو۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) کتاب القراءۃ للبیہقی (ص ۶۶ تا ۶۹) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۱۶۴ تا ۱۶۵) مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

(۳) سنن الدارقطنی (ج ۱ ص ۳۱۷ تا ۳۲۲) مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

(۴) المحلیٰ بالآثار لابن حزم (ص ۳۱۲ تا ۳۱۵ مسئلہ نمبر ۳۶۰) مطبوعہ بیت الافکار الدولیہ

جھوٹ نمبر ۱۷: ندوی صاحب بغیر کسی دلیل وحوالے کے لکھتے ہیں کہ:

دیوبندیہ بہت سارے صحابہ کو نعوذ باللہ غیر ثقہ وغیر عادل کہہ کے نصوص واجماع کی مخالفت کے مرتکب ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۶۳۸)

تبصرہ: یہ ندوی صاحب کا حضرات دیوبند پر افتراء ہے، ہمارے اکابرین اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) نے آج تک کسی ایک صحابی کو بھی غیر ثقہ وغیر عادل نہیں کہا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق

اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالواسطہ فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے جن کا اصطلاحی لقب صحابہ کرام ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ خدا اور رسول نے حیث الطبقہ اگر کسی گروہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صرف صحابہ کرام کا طبقہ ہے ان کے سوا کسی طبقہ کو من حیث القوم مقدس نہیں فرمایا کہ طبقہ کے طبقہ کی تقدیس ہو۔ مگر اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد ومرشد، راضی ومرضی، تقی القلب، پاک باطن، مستمر الطاعت، محسن وصادق، اور موعود بالجنہ فرمایا۔ پھر ان کی عمومی مقبولیت وشہرت کو کسی خاص قرن اور دور کے ساتھ مخصوص اور محدود نہیں رکھا۔ بلکہ عمومی گردانا۔ کتب سابقہ میں ان کے تذکروں کی خبر دے کر بتلایا کہ وہ اگلوں میں بھی جانے پہچانے لوگ تھے اور قرآن کریم میں ان کے مدائح ومناقب کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ پچھلوں میں بھی جانے پہچانے ہیں اور قیامت تک رہیں گے جب تک قرآن کریم رہے گا۔ زبانوں پر، دلوں میں ہر وقت کی تلاوت میں پنج وقتہ نمازوں میں، خطبات وموعظت میں، مسجدوں اور معبدوں میں، مدرسوں اور خانقاہوں میں، خلوتوں اور جلوتوں میں، غرض جہاں بھی اور جب بھی اور جس نوعیت سے بھی قرآن کریم پڑھا جاتا رہے گا، وہیں ان کا چرچا اور امت پر ان کا تفوق نمایاں ہوتا رہے گا بس بلحاظ مدح وثناء وہ امت میں یکتا و بے نظیر ہیں جن کی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اول وآخر کوئی نظیر نہیں ملتی مگر علماء دیوبند نے اپنے اس مسلک میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت عرض کیا گیا، رشتہ اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور کسی گوشہ سے بھی اس میں افراط وتفریط اور غلو کو آنے نہیں دیا۔ مثلاً وہ اس عظمت وجلالت کے معیار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو معاذ اللہ لائق مداوت سمجھیں۔ کسی کی مدح میں رطب اللسان ہوں اور العیاذ باللہ کسی کی مذمت میں یا تو انہیں سب وشتم اور قتل وغارت پر اتر آئیں اور ان کا خون بہانے میں بھی کسر نہ چھوڑیں اور یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر آجائیں۔ انہیں معصوم سمجھنے لگیں حتیٰ کہ ان میں سے

بعض میں حلول خداوندی ماننے لگیں۔ علماء دیوبند کے مسلک پر یہ سب حضرات مقدسین تقدس کے انتہائی مقام پر ہیں، مگر نبی وخدا نہیں۔ بلکہ بشریت کی صفات سے متصف، لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند ہیں، مگر عام بشر کی سطح سے بالاتر کچھ غیر معمولی امتیازات بھی رکھتے ہیں۔ جو عام تو بجائے خود ہیں، پوری امت کے اولیاء کرام بھی ان مقامات پر نہیں پہنچ سکے۔ یہی وہ نقطہ اعتدال ہے جو حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں علماء دیوبند نے اختیار کیا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرف صحابیت اور صحابیت کی بزرگی میں یکساں ہیں۔ البتہ ان میں باہم فرق مراتب بھی ہے، لیکن یہ فرق چونکہ نفس صحابیت کا فرق نہیں اس لیے اس سے نفس صحابیت کی محبت وعقیدت میں بھی فرق نہیں پڑھ سکتا۔ پس اس مسلک میں ''**الصحابة كلهم عدول**'' (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل تھے) کا اصول کارفرما ہے جو اس دائرہ میں اہلسنت والجماعت کے مسلک کا جو بعینہ مسلک علماء دیوبند ہے اولین سنگ بنیاد ہے۔

(مسلک علمائے دیوبند ص ۲۰ تا ۲۲)

جھوٹ نمبر ۱۸: ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

تمام اہل حدیث کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سجدہ تعظیمی کا حکم دیا۔
(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۹۳۰)

تبصرہ: ندوی صاحب کا یہ بیان سراسر جھوٹ ہے، قرآن کریم میں ہے کہ: ''**واذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس ابى واستكبر وكان من الكافرين**'' (اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ: آدم کو سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا، اور متکبرانہ رویہ اختیار کیا اور کافروں میں شامل ہوگیا۔ (البقرہ: آیت نمبر ۳۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کے

لئے سجدہ (تعظیمی) کا حکم فرشتوں اور ابلیس لعین) کو دیا تھا، نہ کہ عصر حاضر میں معرض وجود میں آنے والے فرقہ غیر مقلدیت کو۔

جھوٹ نمبر ۱۹: ندوی صاحب نے بغیر کسی دلیل وحوالے کے لکھ مارا ہے کہ:

خنزیران دیوبندیہ کے یہاں پاک ہے۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۱۶۶)

تبصرہ: یہ بھی ندوی صاحب کا حضرات دیوبند پر افتراء ہے، اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) میں سے کسی نے بھی خنزیر کو پاک نہیں لکھا۔ اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) کے ہاں خنزیر نجس العین یعنی ایسا ناپاک ہے کہ اس کی ذات ہی سرے سے مجسم نجاست ہے جسے پاک نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

خنزیر نجس العین ہے اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔(ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ج ۶ ص ۳۲۳، تحت سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس کے بعد حیوانات کی ایک خاص نوع (یعنی خنزیر) کی تحریم کا ذکر کیا۔ جس کی بے انتہاء نجاست خوری اور بے حیائی مشہور عام ہے۔ شاید اسی لیے شریعت حقہ نے دم (خون) کی طرح اس کو نجس العین قرار دیا۔(تفسیر عثمانی ا ص ۲۲۶)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

خنزیر بالکل ناپاک ہے۔ اسی لیے اس کے سب اجزاء نجس اور حرام ہیں ایسا نجس نجس العین کہلاتا ہے۔(معارف القرآن ج ۳ ص ۴۷۴)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

حیوانات میں سے شریعت نے صرف خنزیر کو نجس العین قرار دیا ہے قرآن کریم میں ہے ''فانہ رجس'' پس خنزیر نجاست ہے، لہٰذا اس کا گوشت، ہڈیاں، کھال، کھر وغیرہ ایک ایک چیز نجاست غلیظہ ہے اگر زندہ خنزیر چھوٹے حوض یا تالاب میں صرف پاؤں رکھ دے بلکہ بالٹی میں خنزیر کے ایک دو بال بھی گر جائیں تو پانی نجس ہو جاتا ہے۔ (آئینہ غیر مقلدیت: ص ۱۷۲)

جھوٹ نمبر ۲۰: شرح معانی الآثار میں ''ابوجعفر الطحاوی حدثنا ابن ابی داود قال ثنا احمد بن یونس... الخ'' کی سند سے مروی ترک رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے متعلقہ ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہم کہتے ہیں کہ روایت مذکورہ کے راوی ابن ابی داود پر بڑا کلام ہے حتیٰ کہ بعض نے انہیں کذاب کہا اور امام الدیوبندیہ کوثری نے بھی انہیں کذاب اور ساقط الاعتبار کہا۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۸۱)

تبصرہ: ندوی صاحب کی یہ بات سو فیصد جھوٹ ہے، کیونکہ ہمیں جن جن کتب اسماء الرجال میں اس روایت کے راوی امام ابو اسحاق ابراہیم بن ابی داود سلیمان بن ابی داود البرلسی الاسدی الصوری المعروف بابن ابی داود رحمۃ اللہ علیہم ۲۷۰ھ کا ترجمہ ملا ہے، ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی اسے کذاب نہیں کہا گیا اور نہ ہی اس پر کسی امام کی کوئی مفسر جرح موجود ہے، حتیٰ کہ تانیب الخطیب سمیت شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کسی کتاب میں اس پر جرح نہیں کی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں سات سے زائد کتب رجال میں اس کو صراحتاً ثقہ لکھا ہوا ہے۔

(۳) جہالتیں

مثلاً ۔۔۔۔

(۱) ''الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ عن عباد بن الزبیر'' کی سند سے مروی ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے رئیس ندوی نے لکھا کہ:

اس میں حفص بن غیاث نامی راوی مجہول ہے۔(ملخصا: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۷۲)

حالانکہ علم اسماء الرجال کا ایک عام طالبعلم بھی بخوبی جانتا ہے کہ حفص بن غیاث کے نام کے دو راویوں میں سے مذکورہ سند میں واقع حفص سے مراد صحیح بخاری، صحیح مسلم وسنن اربعہ کے ثقہ و صدوق راوی ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ النخعی القاضی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں جو کہ امام ابوعلی الحسن بن ربیع البورانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی محدثین کے استاذ ہیں، اور امام ابوعبداللہ محمد بن ابی یحییٰ سمعان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر متعدد ائمہ محدثین کے شاگرد ہیں۔مگر ندوی نے ازروئے جہالت اس سے مجہول راوی مراد لے لیا ہے۔

(۲) ''**اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق عن الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ عن عباد بن الزبیر**'' کے طریق سے مروی ایک حدیث کے بارے میں ندوی نے لکھا کہ:

اس روایت میں حفص کا استاذ جسے شیخ الحدیث کہا گیا ہے، وہ ''محمد بن ابی یحییٰ'' ہیں،، ان کی بھی تعیین نہیں ہوسکی۔۔۔۔۔الخ۔(تحقیقی جائزہ ص ۲۷۲)

تبصرہ: اس روایت کی سند میں ''محمد بن ابی یحییٰ'' سے سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے ثقہ وصدوق راوی ''ابوعبداللہ محمد بن ابی یحییٰ سمعان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ'' مراد ہیں۔جو کہ سیدنا عباد بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور مشہور محدث ''ابوعمر حفص بن غیاث النخعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

۱۔ تہذیب الکمال للمزی (ج ۷ ص ۵۷ برقم ۱۴۱۵۔ج ۲۷ ص ۲ برقم: ۵۶۹۶)

۲۔ غنیۃ الملتبس ایضاح الملتبس (ج ا ص ۹۷ ۳ برقم ۵۴۵)

۳۔ تہذیب التہذیب (ج ۹ ص ۵۲۳ برقم ۸۵۶)

معلوم ہوا کہ رئیس ندوی کو اسماء الرجال کی مشہور ومعروف کتب بھی دیکھنی نہیں آتی ہیں۔

(۳) رئیس ندوی نے ایک جگہ لکھا کہ:

امام بخاری اپنی (تاریخ کبیر ۸/۴۲۵) میں لکھتے ہیں:'' **قَالَ ابن مهدی ذکرت لسفیان عَن اَبی بکر عَن عاصم بن کلیب ان علیا کان یرفع یدیه ثم لایعود، فانکره** ''یعنی امام عبدالرحمن بن مہدی نے امام سفیان بن عیینہ سے زیر بحث حدیث کی بابت پوچھا تو انہوں نے اس کا انکار کردیا۔(تحقیقی جائزہ ص۲۷۸۔۲۷۹)

تبصرہ: عرض ہے کہ ندوی کی مستدل روایت میں سفیان سے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں جیسا کہ ندوی کے ہم مسلک زبیر علی زئی نے بھی سفیان ثوری ہی مراد لیے ہیں۔(دیکھئے: نورالعینین ص ۱۶۵) مگر ندوی نے از راہ جہالت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سمجھ لیے ہیں۔

(۴) مصنف ابن شیبہ میں'' **حدثنا معاویة بن هشیم عن سفیان عن مسلم الجهنی قال کان ابن ابی لیلی** '' کے طریق سے مروی ایک حدیث کے بارے میں ندوی نے لکھا کہ:

دراصل اس روایت کی سند مجہول ہے اس کا کوئی راوی معروف نہیں۔

(سلفی تحقیقی جائزہ ص۵۹۷)

تبصرہ: یہ ندوی کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس روایت کے چاروں راویوں میں سے کوئی بھی غیر معروف نہیں ہے۔

چنانچہ اس کے پہلے راوی''امام ابوالحسن معاویہ بن ہشام القصار رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داود اور تعلیقاً صحیح بخاری'' کے ثقہ راوی ہیں۔

دوسرے راوی''امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ'' کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں۔

تیسرے راوی''ابوفروہ مسلم بن سالم الجہنی رحمۃ اللہ علیہ'' صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن

ابی داود، سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی کے ثقہ وصدوق راوی ہیں۔

پانچویں راوی ''امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ'' کتب صحاح ستہ کے ثقہ وصدوق تابعی راوی ہیں۔

(۵) رئیس ندوی نے لکھا کہ:

''لیس بالقوی'' بھی قادح ترین جروحات میں سے ہے۔

(ملخصاً: تحقیقی جائزہ ص ۱۸۰)

تبصرہ: ندوی نے ہی بذات خود لکھا ہے کہ ''لیس بذاک القوی'' تجریح مبہم ہے (ایضاً: ص ۲۶۸) اور توثیق ثابت کے بالمقابل تجریح مبہم غیر مقبول ہے۔ (ایضاً: ص ۲۳۱) اب علم سے یتیم اور تہی دامن رئیس ندوی پارٹی سے ہی پوچھا جائے کہ جو تجریح تمہارے بقول توثیق ثابت کے مقابلے میں سرے سے قبول ہونے کی ہی حیثیت نہیں رکھتی وہ قادح ترین جروحات میں سے کیسے بن گئی؟

(۶) رئیس ندوی نے لکھا کہ:

حافظ ابن الجوزی تو حافظ خطیب سے عمر میں کہیں مقدم ہیں۔

(سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۷۷)

تبصرہ: ندوی کا حافظ ابن الجوزی کو حافظ خطیب سے عمر میں کہیں مقدم کہنا بہت بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۵۹۷ھ میں انہوں نے وفات پائی، جب کہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۲ھ کو پیدا ہوئے اور انہوں نے ۴۶۳ھ کو وفات پائی، اس سے معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں کہیں مقدم ہیں۔

(۷) رئیس ندوی ایک روایت کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

ہم کہتے ہیں جس مصنف ابن ابی شیبہ سے فرقہ دیو بندیہ نے یہ روایت نقل کی، اس میں اس کی

پوری سند یہ ہے ”**حدثنا الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس**“ زہیر کی تعیین نہیں ہوسکی اس لیے بمنزلہ مجہول ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ ص۴۹۱۔۴۹۲)

تبصرہ: اس روایت کی سند میں زہیر سے مراد صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے مشہور (فی نفسہ) ثقہ وصدوق امام ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ بن حدیج الجعفی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ جو کہ امام ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے استاذ حدیث تھے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال للمزی برقم ۲۰۱۹۔ ۲۳۲/۴) معلوم ہوا کہ ندوی علم اسماء الرجال سے اس قدر جاہل ہے کہ اسے کتب صحاح ستہ کے مشہور ومعروف راویوں کا بھی تعین کرنا نہیں آتا۔ مگر اس کے باوجود ندوی نے دعویٰ کر رکھا ہے کہ کوئی سند بھی لاؤ میں تین منٹ میں اس کی اسنادی کیفیت و حیثیت واضح کردوں گا۔ (دیکھئے: اللمحات ج۱ ص ۶۴)

یہ چند نمونے اس کی دلیل ہیں کہ رئیس ندوی صاحب نے علوم دینیہ خصوصاً اسماء الرجال کے فن میں ٹانگ اڑانے کی بے جا سعی کی ہے، مگر درحقیقت وہ اس کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔

(۴) گھٹیا اور بازاری زبان

رئیس ندوی نے علماء حقہ کے خلاف گندی اور بازاری زبان استعمال کرنے میں تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی مات دے دی ہے، لیکن ہم اپنی اس کتاب میں قارئین کے سامنے خالصتاً علمی مباحث رکھنا چاہتے ہیں اس لیے ندوی کی طرف سے دی جانے والی گالیوں کو نقل کر کے ہم قارئین کو خواہ مخواہ تشویش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے۔ تاہم ثبوت کے طلبگار حضرات مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ کا صفحہ نمبر ۱۳۷۔ ۱۰۰۔ ۹۸۔ ۱۰۵۔ ۱۳۷۔ ۱۴۶۔ ۱۵۷۔ ۳۵۳۔ ۶۳۴۔ ۸۲۳ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض ندوی صاحب کی مذکورہ کتاب ”مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ“ تناقضات، اکاذیب وافتراءات اور گالیوں وغیرہ کا ایک زبردست مجموعہ ہے۔

زیر نظر کتاب ”تسکین العینین فی ترک رفع الیدین“ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، میں

جہاں ہم نے مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحقیق مسئلہ رفع یدین'' میں درج شدہ والی احادیث اور آثار پر رئیس ندوی صاحب کی طرف سے کیے جانیوالے اعتراضات کے دندان شکن جوابات درج کر دیے ہیں وہاں پر زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' کی غلطیوں اور علمی مغالطوں کو اجاگر کر کے ان کا بھی رد کر دیا ہے۔ نیز حضرات علماء اور طلباء کو بفضلہ تعالیٰ اس میں کئی ٹھوس اور جدید علمی اور تحقیقی بحثیں نظر آئیں گی جن سے علمی مغالطے اور جہل مرکب کافور ہوگا۔

جن حضرات نے اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ کسی بھی طرح سے تعاون فرمایا ہے، میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ فجزاھم احسن الجزاء۔ حق تعالیٰ شانہ اس حقیر کی کوشش کو قبول فرما کر عوام الناس کے لیے نافع اور راقم الحروف، اس کے والدین، اساتذہ اور مشائخ کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

نیاز احمد غفرلہ

{بسم اللہ الرحمن الرحیم}

باب اوّل

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور

ترک رفع یدین

{بسم اللہ الرحمن الرحیم}

{احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تحقیق کے آئینے میں}

ندوی جھوٹ نمبر ا:

قارئین! شیخ القرآن والحدیث، الامام الثقہ، حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقالہ "تحقیق مسئلہ رفع یدین" میں لکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ بقیہ مقامات پر نہیں کرتے تھے (یعنی چھوڑ گئے تھے)، متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو نقل فرمایا ہے۔ (دیکھئے: مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۸۴) اس کے جواب میں آل غیر مقلدیت کا مفتی رئیس ندوی لکھتا ہے کہ:

ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات نہیں نقل کرتا جس کا دیوبندیہ دعویدار ہیں یہ محض صحابہ پر افترائے دیوبندیہ ہے۔

(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۹۲)

الجواب:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں کہ:

حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبدالله (بن مسعود) الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة، وفى الباب عن البراء بن عازب قال ابوعيسى حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح، وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة۔

ترجمہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ پس سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھائی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین کے باب میں حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے، اور (مذکورہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اور اس رفع یدین کے چھوڑنے کے قائل بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ اور (جلیل القدر ثقہ محدث) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اہل کوفہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (سنن ترمذی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ)

تخریج:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱) مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۳۷

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۱

(۳) سنن النسائی: ۱۰۲۶، 1058

(۴) سنن الترمذی: ۲۵۷

(۵) سنن ابی داود: ۷۴۸

(۶) مسند احمد بن حنبل: ۳۶۸۱، ۴۲۱۱

(۷) شرح معانی الآثار: ۱۳۴۹

(۸) المحلی بالآثار: ۲۴۲

(۹) سنن الکبریٰ للنسائی: ۶۴۹

(۱۰) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۳۱

(۱۱) مختصر الاحکام للطوسی: ج ۲ ص ۱۰۳

(۱۲) تاریخ بغداد: ۶۱۲۸

(۱۳) المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۶۰

(۱۴) جامع المسانید لابن کثیر: ج ۲۷ ص ۲۶۱

(۱۵) اتحاف الخیرۃ المھر ۃ: ج ۱۰ ص ۳۹۲

(۱۶) التمہید لابن عبدالبر: ج ۹ ص ۲۱۵

(۱۷) تیسیر الوصول: ج ۱ ص ۳۲۶

(۱۸) نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۳۹۴

(۱۹) التحقیق فی مسائل الخلاف: ج ۱ ص ۳۳۲

(۲۰) معرفۃ السنن وال آثار: ج ۲ ص ۴۹۷

فوائد:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کی مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل باتیں ثابت اور واضح ہوئیں۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ حسن صحیح ہے۔

تنبیہ:

سنن الترمذی میں ''حسن'' کے ساتھ ''صحیح'' کا لفظ ''سنن الترمذی'' کے قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس نسخہ کے متعلق ل غیر مقلد احمد شاکر لکھتا ہے کہ:

''**وھی نسخۃ جیدۃ یغلب علیھا الصحۃ و خطؤھا قلیل**'' کہ یہ نسخہ عمدہ ہے جس میں صحت غالب اور خطاء کم ہے۔ اس نسخہ کی کتابت ''۳ رجب ۷۲۶ھ'' کو مکمل ہوئی ہے۔ (مقدمہ شرح ترمذی ج ۱ ص ۱۲۔ b دار الحدیث القاہرہ) اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں

احادیث کے اختتام پر دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ کے بقول دائروں میں نقطے اصل نسخے سے مراجعت کے بعد لگائے جاتے ہیں۔(ملخصا: اختصار فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، الجامع فی اخلاق الراوی ج ۱ ص ۲۷۳) اس سے معلوم ہوا کہ دار الکتب المصریہ کی لائبریری کا قلمی سنن الترمذی کا یہ عمدہ اور نفیس نسخہ سنن ترمذی کے اصل نسخے سے مراجعت شدہ ہے۔

احمد محمد شاکر غیر مقلد نے بھی اس نسخے میں ''حسن'' کے بعد ''صحیح'' کے لفظ کا موجود ہونا ذکر کیا ہے۔ نیز ثقہ بالا جماع محدث ابو محمد بدر الدین محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ اور محمد صدیق نجیب آبادی نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔(ملخصا شرح ہدایہ للعینی ج ۱ ص ۳۶۶ و شرح سنن ابی داود للعینی ج ۳ ص ۱۴۳ رقم :۷۲۹، انوار المحمود شرح ابی داود ج ۱ ص ۲۵۸ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۱۰۵) اسی طرح سنن ترمذی کے متعدد نسخوں مثلاً۔۔۔۔

(۱) نسخہ علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ:

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۲۵۷۔۲۶۴)

(۲) نسخہ عبد اللہ بن سالم البصری رحمۃ اللہ علیہ:

(حاشیہ نصب الرایہ: ج ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵)

(۳) نسخہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

(شرح سفر السعادۃ)

(۴) نسخہ شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ:

(شرح ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

(۵) نسخہ ابن عساکر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

(ایضاح ج ۲ ص ۴۰)

وغیرہ میں ترک رفع یدین کا باب بھی موجود ہے۔آل غیر مقلدیت میں سے احمد محمد شاکر،شعیب الارناوط اور زہیر الشاویش نے بھی سنن ترمذی میں ترک رفع یدین کے باب کے موجود ہونے کا اقرار کیا ہے۔(شرح ترمذی ج ۱ ص ۴۰،حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴) مگر صد افسوس! آل غیر مقلد محمد جوناگڑھی نے سنن ترمذی میں ترک رفع یدین کے باب اور عطاء اللہ غیر مقلد نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کا انکار کر رکھا ہے۔(ملاحظہ ہو دلائل محمدی ص ۹۳ حصہ دوم مطبوعہ ۱۳۵۲ھ و تعلیقات سلفیہ ج ۱ ص ۱۰۳)

(۲)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع یدین کی روایت مروی ہے۔

(۳)۔۔۔ترک رفع یدین بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک ہے۔

(۴)۔۔۔اہل کوفہ جن میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل ہیں ترک رفع یدین پر متفق ہیں۔

سند کی تحقیق:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کی واضح شہادت کے بعد اب حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ہے، کنیت ابوعیسیٰ اور وطن کی نسبت ''بوغی'' اور ''ترمذی'' ہے، علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد شہر ''مرو'' کے باشندے تھے پھر خراسان کے شہر ''ترمذ'' میں منتقل ہو گئے، جو دریائے جیحوں کے کنارے ایک مشہور شہر تھا اس شہر سے بڑے بڑے علماء و محدثین پیدا ہوئے،

اس لئے اس کو ''مدینۃ الرجال'' کہا جاتا تھا، اس شہر سے چند فرسخ کے فاصلہ پر ''بوغ'' نامی قصبہ آباد تھا امام ترمذی ۲۰۹ھ میں اسی قصبہ میں پیدا ہوئے، اسی لئے ان کو ''بوغی'' بھی کہتے ہیں۔ اور ترمذی بھی لیکن چونکہ بوغ، ترمذ کے مضافات میں واقع تھا اس لئے ترمذی کی نسبت زیادہ مشہور ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم کے لئے ''حجاز، مصر، شام، کوفہ، خراسان، اور بغداد'' وغیرہ کے سفر کئے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ حدیث سے علم حاصل کیا۔ جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بوداود بجستانی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن المثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ، ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ، قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ، محمود بن غیلان رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں عقل وخرد کی آنکھیں کھولی تھیں اس وقت ہر طرف حدیث کا ذوق وشوق عام تھا، قدرتی طور پر ان کی بھی توجہ اسی فن کی طرف مبذول ہوئی، لیکن اس کے ساتھ ان کو علم تفسیر سے بھی فطری لگاؤ تھا، فقہ سے بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی علم تفسیر میں ان کی سمجھ بوجھ کا اندازہ ان احادیث اور آثار سے ہوتا ہے جو انہوں نے ابواب تفسیر میں قرآنی آیات کے سلسلے میں جمع کی ہیں ان کے فقہی ذہن اور استنباط مسائل کے سلسلے میں لوگ ان کی جامع کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں جسے صرف احادیث ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فقہی کتاب بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں مختلف ائمہ کے مذاہب و دلائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بقول امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ کے متفق علیہ، ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۸۷) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وعدالت پر پوری امت کا اجماع ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی، اور اپنے وطن ترمذ ہی میں ۲۷۹ھ میں انتقال فرما گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(۲) امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ

امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ صحیح مسلم وسنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ

بالا جماع راوی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً:

(۱) امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ صدوق (سچا) قرار دیتے ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی ج ۳۰ ص ۳۱۲)

(۲) امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۶۶۹)

(۳) امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ کو ''**الکوفی الحافظ احمد العباد، الحافظ القدوۃ الزاھد شیخ الکوفۃ، الامام الحجۃ القدوۃ**'' وغیرہ لکھتے ہیں۔ (تاریخ اسلام ج ۵ ص ۱۲۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۶۵)

(۴) امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو معانی الاخیار ج ۳ ص ۱۸۶)

(۵) امام احمد بن عبداللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ ان کو ''الحافظ الصالح'' لکھتے ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۱۴)

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲۵ھ بھی ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۷۴)

(۳) امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تیسرے راوی امام ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح الکوفی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں۔ متعدد ائمہ حضرات نے ان کی مدح و ثناء اور تعدیل وتوثیق فرمائی ہے مثلاً...

(۱) امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸ ۷۴ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں "**الامام الحافظ الثبت محدث العراق**" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۳ رقم ۲۸۴)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں " **ثقة حافظ عابد** " (تقریب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۴)

(۳) امام ابوعبداللہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں "**وكان ثقة مامون عالماً رفيعاً كثير الحديث حجة**"

(الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۶۵)

(۴) امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں "**ثقة امام متفق عليه**"

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ج ۲ ص ۵۷۰)

(۵) حافظ ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ آپ کی ثقاہت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۴۴ رقم ۶۶۸)

(۶) حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں " **ثقة عابد صالح اديب من حفاظ الحديث**"

(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۴۶۴ رقم: ۱۷۶۹)

(۷) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں "**ما رايت افضل من وكيع... ويفتي بقول ابي حنيفة**" کہ میں نے امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی افضل شخص نہیں دیکھا ہے، اور امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۳۷ رقم ۸۶۹۹،

مغانی الاخیار ج ۳ ص ۱۳۶ رقم ۲۵۰۶)

(۸) حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں ''**کان یفتی برای ابی حنیفة وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً**'' کہ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی سب حدیثیں ان کو یاد تھیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ حدیثیں امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تھیں۔(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۴۹ طبع مصر وفی طبعۃ ج ۲ ص ۱۰۸۲ رقم ۲۱۰۹ باب ماجاء فی ذم القول فی دین... الخ)

فائدہ:

یاد رہے آل غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری نے ازراہ تعصب بغیر کسی دلیل کے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، اور ٹھوس حوالوں کو مسخ کرتے ہوئے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہوجایا کرتا تھا، نہ یہ کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور رائے پر فتویٰ دیتے تھے (محصلہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۷) لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے اس لیے کہ اگر انکار اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے مطابق ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ''**یفتی کرائی ابی حنیفة وکقول ابی حنیفة**'' لیکن الفاظ ''**برائی ابی حنیفة وبقول ابی حنیفة**'' ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ الغرض امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور قول پر فتویٰ دیتے تھے (یعنی ان کے مقلد تھے) مذکورہ بالا ٹھوس حوالوں کے مقابلے میں منکرین تقلید (محمود) لاکھ جتن کریں وہ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کو

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کی صف سے ہرگز نہیں نکال سکتے۔

(۴) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم وسنن اربعہ وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ ایک جلیل القدر امام اور ناقد ہیں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی ثناء و مدح توثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً...

(۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں "**الامام شیخ الاسلام سید الحفاظ، شیخ الاسلام، امام الحفاظ سید العلماء العاملین فی زمانہ**" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۰، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۸۲)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں" **ثقة حافظ فقیه عابد امام حجة**" (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۴۴ رقم ۲۴۴۵)

(۳) امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں امیر المومنین تھے۔

(ملخصاً تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۱ رقم ۱۹۸)

(۴) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں"**وکان ثقة مامونا ثبتاً کثیر الحدیث حجة**" (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۷۱)

(۵) امام ابوالحسن عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں" **ثقة کوفی رجل صالح زاهد عابد ثبت فی الحدیث**"

(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۱۹۰ رقم ۵۷۱)

(۶) حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں"**وکان اماماً من**

انمة المسلمین و علماً من اعلام الدین مجمعاً علی امامته بحیث یستغنی عن تزکیته مع الاتقان و الحفظ و المعرفة و الضبط و الورع و الزهد'' (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۵۴ رقم ۴۷۶۳)

(۷) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ فرماتے ہیں کہ حلال وحرام کا علم رکھنے والا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (طبقات الفقہاء للشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۸۴)

(۸) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ آپ کی جلالت قدر پر علماء کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۲۲ رقم ۲۲۴)

(۹) علامہ ابو العباس ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث و دیگر علوم میں امام تھے آپ کی ثقاہت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے۔ (وفیات الاعیان ج ۲ ص ۳۸۶ رقم ۲۶۶)

(۱۰) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں کہ ''شیخ الاسلام ابو عبداللہ الثوری الفقیہ الکوفی سید اھل زمانہ علماً و عملاً'' (الوافی بالوفیات ج ۱۵ ص ۱۷۴ رقم ۳)

(۱۱) العلامۃ الفھامۃ الشیخ المحدث عبدالقادر بن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۵ھ لکھتے ہیں ''وھو احد الائمۃ المجتھدین و من اقطاب الاسلام و ارکان الدین و من اکابر التابعین جمع بین الفقه و الحدیث و الزھد و الورع و العبادۃ'' (الجواہر المضیۃ: ج ۱ ص ۵۴۶)

(۱۲) حافظ ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں'' و کان سفیان اماماً من ائمة المسلمین و علماً من اعلام الدین مجمعاً علی امامته

مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع" (مغانی الاخیار ج۱ ص۷۱۴ رقم ۷۷۸)

(۵) امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پانچویں راوی امام عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ صحیح مسلم، سنن اربعہ، سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی ہیں۔ (ملخصاً صحیح بخاری ج۲ ص۸۶۸) ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے فرمایا" ثقة "(تاریخ الثقات ج۱ ص۲۴۲ رقم ۷۴۳)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت لی ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج۲ ص۸۶۸) اور بقول آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں تعلیقاً جس راوی سے روایت لیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہوتا ہے (مقالات ج۱ ص۴۲۱) فلھذا بقول علی زئی امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) راوی ہے۔

(۳) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں" وكان ثقة يحتج به "کہ ثقہ ہے اس سے دلیل پکڑی جائے گی۔ (الطبقات الکبریٰ ج۶ ص۳۴۱)

(۴) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح میں ان سے روایات لی ہیں (ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج۲ ص۱۴، ۴۱۴۔ ۱۹۷۔ ۳۵۰) جو کہ بقول آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج۱ ص۴۳۲)

(۵) امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب اہل کوفہ میں سب سے افضل ہے۔ (تہذیب الکمال للمزی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۳ ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ وتہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۶ رقم ۸۹)

(۶) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں "**لا باس بحدیثه**" کہ اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل للرازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۶ ص ۳۵۰ رقم ۱۹۲۹)

(۷) امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں "**صالح**" (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۶ ص ۳۵۱)

(۸) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ لکھتے ہیں "**من متقنی الکوفیین**" کہ عاصم بن کلیب متقن (ثقہ) کوفیوں میں سے ہے۔ (مشاہیر علماء الامصار ج ۱ ص ۲۶۰ رقم ۱۳۰۵)

(۹) امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ لکھتے ہیں "**ثقة مامون**" (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۱۵۰ رقم ۸۳۳)

(۱۰) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں "**ثقة**" (تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳ ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ وتہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

(۱۱) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں "**ثقة**" (ایضاً)

(۱۲) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں "**ثقة۔ وکان فاضلاً عابداً۔ صدوق**" (المغنی ج ۱ ص ۳۲۱ رقم ۲۹۹۲، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۶۶۷ رقم ۱۲۶، دیوان الضعفاء ج ۱ ص ۲۰۴ رقم ۲۰۳۹، ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق ج ۱ ص ۱۰۴ رقم ۱۷۰) نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مروی احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے (مثلاً ملاحظہ ہو تلخیص

مستدرک ج ۴ ص ۲۴۵)

(۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں "صدوق ... الخ" (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۸۶)

(۱۴) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں "فاضل عابد" (ملخصاً الوافی بالوفیات ج ۱۶ ص ۳۲۶)

(۱۵) امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۸ھ کہتے ہیں "ثقۃ مامون" (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

(۱۶) امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ نے امام عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایات لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: صحیح ابن خزیمہ رقم: ۲۲۷۴ـ ۲۱۷۳ـ ۲۱۷۲ـ ۷۱۴ـ ۷۱۳ـ ۶۹۸ـ ۶۹۷ـ ۶۹۰ـ ۶۴۲ـ ۶۴۱ـ ۶۲۹ـ ۴۲۶ـ ۵۹۵ـ ۵۹۴ـ ۴۸۰ـ ۴۵۷ـ وغیرھم۔ اور عاصم پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں امام ابن خزیمہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں جس راوی سے روایت بیان کریں اور جرح نہ کریں وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہوتا ہے اور وہ روایت بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۷۴ ص ۱۸، مقالات ج ۱ ص ۵۲۸) فلہٰذا بقول علی زئی امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ وصدوق راوی ہے۔

(۱۷) امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ نے عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب المنتقیٰ (صحیح ابن الجارود) میں روایتیں لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: المنتقیٰ رقم: ۱۹۶ـ ۲۰۲ـ ۲۰۸ وغیرھم۔

اور آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کا المنتقیٰ میں عاصم سے روایت لینا ہی امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب کے ثقہ

ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصا مقالات ج ا ص ۴۷۰)

(۱۸) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "اسنادہ جید" کہ اس کی سند عمدہ ہے۔(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۲۴) جو کہ بقول زبیر علی زئی صاحب حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب کے جید الحدیث (یعنی ثقہ و صدوق) ہونے کی دلیل ہے۔(مقالات ج ا ص ۴۲۳)

(۱۹) حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ اسے ثقہ اور صدوق لکھتے ہیں۔(البدر المنیر ج ۳ ص ۶۰۱، ج ۵ ص ۲۹۶)

(۲۰،۲۱) حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الاحادیث المختارہ میں اور حافظ ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے مستخرج ابی عوانہ میں عاصم کی روایات لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: الاحادیث المختارہ رقم: ۱۶۷۔۲۷۰۔۴۷۰۔۸۵۔۸۶۔۸۷۔ وغیرھم، مستخرج ابی عوانہ رقم: ۱۴۱۹۔۱۴۹۲۔۸۶۴۷۔۸۶۴۸ وغیرہم

جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصا مقالات ج ا ص ۴۰۷)

(۲۲) امام احمد بن ابی بکر البوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں "هذا اسناد صحيح رجاله ثقات" کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی عاصم بن کلیب وغیرہ ثقہ ہیں (مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ ج ا ص ۱۱۳ رقم ۳۳۶ باب الاشارۃ فی التشہد)

(۲۳) حافظ ابوالحسن نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں "ورجاله ثقات" کہ اس کے راوی عاصم بن کلیب وغیرہ ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۸ رقم ۱۰۷۷۸، باب الدیات فی الاعضاء وغیرھا)

(۲۴) امام احمد بن عبداللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ نے ''خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال'' میں عاصم بن کلیب کو ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۱۸۳) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی توثیق نقل کی ہے اور کوئی جرح نقل نہیں کی جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول خزرجی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۵۹)

(۲۵) امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ نے عاصم بن کلیب سے احادیث روایت کی ہیں۔ (کمافی تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳ ص ۵۳۹ رقم ۳۰۲۴ و ج ۱۲ ص ۴۸۲ رقم ۲۷۳۹) اور زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں (مقالات ج ۱ ص ۴۳۲) فلھذا بقول علی زئی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم مذکور ثقہ ہے۔

(۲۵ تا ۵۰) درج ذیل ائمہ محدثین نے عاصم بن کلیب کی بیان کردہ احادیث کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے۔

(۱) امام ابو الحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ: **قال هذا اسناد ثابت صحيح۔ واسناده صحيح۔**

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۷ رقم ۱۲۸۲ والعلل الواردۃ ج ۵ ص ۲۷۲)

(۲) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: **قال هذا حديث حسن صحيح**

(سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۷۹ رقم ۲۹۲ باب کیف الجلوس فی التشہد ورقم ۱۷۸۶)

(۳) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ: **قال هذا حديث صحيح على شرط مسلم**

(مستدرک حاکم رقم ۸۱۴۔۸۱۵۔۸۲۶ وغیرھم)

(۴) امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ: **قال ھذا حدیث صحیح** (شرح السنہ للبغوی: ج ۱۲ ص ۷۰ باب موضع الخاتم)

(۵) امام ابوعلی حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: قال حسن (مختصر الاحکام للطوسی: ج ۱ ص ۳۰۱)

(۶) امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ: قال ھذا الخبر صحیح۔ (المحلی لابن حزم: ج ۴ ص ۵۷ مسئلہ ۴۴۲)

(۷) حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ: قال اقرب الی الصحۃ لعدالۃ رواتہ۔ (بیان الوھم والایھام ج ۳ ص ۳۶۷)

(۸) حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ: قال ان رجال ھذا الحدیث علی شرط مسلم (الجوھر النقی ج ۲ ص ۷۸)

(۹) حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ: عندہ حدیث صحیح۔ (ملخصا شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶۷)

(۱۰) امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ: عندہ حدیث صحیح وقال فلا یسال عنہ للاتفاق علی الاحتجاج بہ۔ (ملخصا شرح سنن ابی داود ج ۳ ص ۳۴۱)

(۱۱) حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: عندہ حدیث صحیح (ملخصا التعریف الاخبار رقم ۱۶۷)

(۱۲) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ: قال ان یکون صحیحا (تھذیب السنن ج ۱ ص ۳۶۸)

(۱۳) علامہ عابد سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ: عندہ حدیث صحیح (مواھب اللطیف: ص ۹۵۲)

(۱۴) امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ: قال باسناد جید علی شرط مسلم (ارشاد الساری باب التسمیۃ علی الذبیحۃ)

(۱۵) حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: قال لحدیث علی رضی اللہ عنہ اذا صح۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۵)

(۱۶) محدث شیخ ھاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ: عندہ حدیث صحیح۔ (کشف الرین ص ۵٦)

(۱۷) حافظ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: عندہ حدیث صحیح۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲)

(۱۸) حافظ ابو علی نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ: صحح سنن النسائی۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام از علی زئی ص ۵۲)

(۱۹) حافظ ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳٦۵ھ: صحح احادیث سنن النسائی۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲: از علی زئی)

(۲۰) حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ: (ایضاً)

(۲۱) امام عبد الغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ: (ایضاً)

(۲۲) امام ابو یعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴٦ھ: (ایضاً)

(۲۳) امام ابو علی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ ؟: (ایضاً)

(۲۴) امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴٦۳ھ: (ایضاً)

(۲۵) امام محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ: صحح حدیثہ (عقود الجواھر المنیفۃ ج ۱ ص ۱۰۲)

اور زبیر علی زئی صاحب نے یہ بات کئی جگہوں پر لکھی ہے کہ:

اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ملخصا نور العینین

ص ۵۳، نصر الباری ص ۱۷۲، القول المتین ص ۲۰، ماہنامہ الحدیث ۳۲/ ۱۴، جزء رفع الدین تحریفات علی زئی ص ۱۴)

چونکہ مذکورہ بالا پچیس محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے عاصم بن کلیب سے مروی روایتوں کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے فلہذا زبیر علی زئی صاحب کے بقول عاصم مذکوران کے نزدیک ثقہ و صدوق (صحیح الحدیث) راوی ہے۔

نوٹ:

درج ذیل علماء غیر مقلدین نے بھی عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ یا اس کی احادیث سے استدلال کیا ہے یا صراحتاً اس کو ثقہ وغیرہ لکھا ہے۔

(۱) داود ارشد (تحفہ حنفیہ ص ۱۲۲ ناشر دار الکتب السلفیہ لاہور)

(۲) ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی (نماز مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷۳، انصار السنہ پبلیکیشنز)

(۳) (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۳۰۹ تقسیم کار فاروقی کتب خانہ)

(۴) خالد گرجاکھی (صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۶ ناشر ادارہ احیاء السنہ)

(۵) فاروق الرحمن یزدانی (۔۔۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ص ۲۷۹ ناشر ادارہ تحفظ اسلام)

(۶) ثناء اللہ امرتسری (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۷۔ ۷۸، ناشر مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور)

(۷) عبداللہ روپڑی (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۶۱ ۴ شائع کردہ ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

(۸) صادق سیالکوٹی (صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸ نعمانی کتب خانہ لاہور)

(۹) ابو الحسن مبشر احمد ربانی (آپکے مسائل اور انکا حل ج ۱ ص ۱۲۵ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

(۱۰) عبد الرحمن عزیز (صحیح نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۱۴۸ ط۔ دار الاندلس لاہور)

(۱۱) عبد المتین میمن (حدیث نماز ص ۵۸)

(۱۲) شفیق الرحمن (نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۱۴۴ ط۔ دار السلام)

(۱۳) زبیر علی زئی (مقالات ج ۱ ص ۴۲۶۔۴۲۵، ماہنامہ الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۲۱)

(۱۴) ثناء اللہ ضیاء (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۱۲، ۱۳ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

(۱۵) ارشاد الحق اثری (تعلیق مسند السراج ص ۲۴ رقم ۹۷)

(۱۶) قاضی شوکانی (نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۶۰، ج ۱ ص ۱۵۸)

(۱۷) شعیب الارناوط (حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

(۱۸) زہیر الشاویش (ایضاً)

(۱۹) ناصر الدین البانی (تعلیقات مشکوٰۃ رقم ۸۰۹)

(۲۰) رئیس ندوی (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز ص ۳۹۴)

(۲۱) ابو الحسن سیالکوٹی (الظفر المبین ص ۳۳۳، ط۔ مکتبہ محمدیہ)

(۲۲) ندیم ظہیر غیر مقلد (ماہنامہ الحدیث ص ۸ ش نمبر ۱۱۹)

(۶) عبد الرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ م ۹۹ھ

حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چھٹے راوی ’’ابو حفص عبد الرحمن بن الاسود بن یزید بن قیس النخعی الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ‘‘ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ وسنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ

باالا جماع راوی ہیں۔ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ عبدالرحمن بن الاسود کو "ثقۃ فی الحدیث" لکھتے ہیں۔(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۸۸ رقم ۹۳۲)

(۲) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں "ثقة" (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۵ ص ۲۰۹)

(۳) حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ عبدالرحمن کے متعلق لکھتے ہیں "من العلماء العاملین، وکان فقیھاً عابداً ثقة فاضلاً، کان من المتھجدین العباد" (الکاشف ص ۶۲۱ رقم ۳۱۴۱، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۱۱۳۰، سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۱)

(۴) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں " ثقة " (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱)

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ بھی عبدالرحمن کو "ثقہ" لکھتے ہیں۔(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۳۶ رقم ۳۸۰۳)

(۷) علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ

ساتویں راوی امام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ وسنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالا جماع تابعی راوی ہیں متعدد ائمہ حضرات نے ان کی مدح وثناء اور تعدیل وتوثیق فرمائی ہے مثلاً...

(۱) امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے علقمہ بن قیس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔(ملخصاً تاریخ الثقات ج ۱ ص ۳۳۹ رقم ۱۱۶۱)

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں " ثقة من اھل الخیر " (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۶ ص ۴۰۴ رقم ۲۲۵۸)

(۳) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں" ثقة " (ایضاً)

(۴) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں" **الفقيه المشهور...... وكان فقيهاً اماماً مقرئاً طيب الصوت بالقرآن ثبتاً حجةً، كان فقيهاً اماماً بارعاً طيب الصوت بالقرآن ثبتاً فيما ينقل صاحب خير وورع، فقيه الكوفة وعالمها ومقرئها الامام الحافظ المجود المجتهد الكبير ابو شبل** " (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۶۸۳ رقم ۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۹ رقم ۲۴، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۱۶ رقم ۳۸۲)

(۵) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں " **وكان فقيهاً مقرئاً طيب الصوت ثبتاً حجة** " (الوافی بالوفیات ج ۲۰ ص ۴۸)

(۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ م ۳۲ھ

آٹھویں راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا شجرہ نسب" عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر" ہے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چھٹا نمبر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں طرف ہجرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

اور یہ بات تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ آفتاب نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت تھے بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہ تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی انہی حضرات میں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) اور فرمایا جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود رضی

اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔ (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹) اور فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۵۹) سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) مشہور تابعی شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتا۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹) یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علیٰ رؤس الاشہاد فرمایا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی دوسرا الٰہ نہیں قرآن کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شان نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔ اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم قرآن کیلئے ارسال کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۴۷) آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آکر بیمار ہوئے اور ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ رقم ۴۹۴۵ وحلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۴)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ:

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تحقیق کے نام پر انکار کرتے ہوئے خصوصاً رئیس ندوی غیر مقلد و زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس پر مختلف بلا دلیل لایعنی اور فاسد اعتراضات بوجہ جہالت و بغض وارد کیے ہیں ہم ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہیں بعض روایات میں ''**فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اوّل مرة**'' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ جیسے'' **فرفع یدیه اوّل مرة، فلم یرفع یدیه الا مرة، فلم یرفع یدیه الا مرة واحدة، ولم یرفع یدیه الا مرة، فرفع یدیه اوّل مرة ثم لم یرفع . . . الخ**'' کے ساتھ منقول ہیں۔ (ملاحظہ ہو سنن ترمذی ج ا ص ۹۰، سنن نسائی ج ا ص ۱۵۸، سنن ابی داود ج ا ص ۱۱۶، سنن کبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۷۸، مدونۃ الکبریٰ ج ا ص ۱۶۰، سنن کبریٰ للنسائی ج ا ص ۳۵۱ وغیرہ) اور بعض روایات میں لفظ'' **ثم لا یعود**'' اور اس کے روایت بالمعنی لفظ'' **ثم لم یعد**'' کے ساتھ منقول ہیں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ'' **فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اوّل مرة**'' اور ان کے روایت بالمعنی الفاظ ترک رفع یدین پر واضح نص اور دال ہیں اہلسنت والجماعت احناف کا دعویٰ ترک رفع یدین ان الفاظ سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے اور بندہ کا استدلال بھی'' **فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اوّل مرة**'' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ سے ہے اور بندہ کی طرف سے نقل کردہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ'' **ثم لم یعود، ثم لم یعد**'' کے الفاظ سے خالی ہے اور ہمارا دعویٰ ترک رفع یدین لفظ'' ثم لا یعود'' کے بغیر بھی ثابت ہے۔ فلھذا بعض حضرات سے ثم لا یعود کی زیادتی کا اعتراض ہمارے خلاف پیش کرنا غلط ہوگا (اگرچہ باصول حدیث ثم لا یعود کی زیادتی والا اعتراض بھی بالکل غلط، باطل و مردود ہے) کیونکہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اہلسنت والجماعت احناف کا دعویٰ ترک رفع یدین لفظ ثم لا یعود کے بغیر بھی'' **فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اوّل مرة**'' اور اس کے

روایت بالمعنی الفاظ سے واضح طور پر ثابت ہے۔(والحمد للہ علی ذلک)

زبیر علی زئی دھوکہ نمبر ا:

آل غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے: سب سے پہلے عرض ہے کہ ثم لا یعود، الا فی اوّل مرۃ اور الامرۃ واحدۃ وغیرہ الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے اور انہیں الفاظ پر محدثین کرام نے جرح کی ہے (بلفظہ تحقیقی مقالات ج ۴ ص ۲۷۳، b۔ مکتبہ اسلامیہ، انوار الطریق ص ۹۱، b۔ مکتبہ الحدیث حضرو)

الجواب:

اوّلاً۔۔۔عرض ہے کہ آگے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات میں تفصیل سے آرہا ہے کہ بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی جرح صرف لفظ ثم لا یعود پر ہے اور باقی حدیث کے الفاظ ''**فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ**'' وغیرہ اور سند بالکل صحیح ہے۔زبیر علی زئی کا بغیر کسی دلیل وحوالے کے بعض محدثین کی لفظ ثم لا یعود پر موجود جرح کو تمام الفاظ حدیث پر فٹ کرنا محض ہوائی قلعہ فتح کرنا ہے اگر زبیر علی زئی صاحب علمی استعداد رکھتے ہیں تو ذرا ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم سے ''**اِلاَّفی اوّل مرۃ، اِلاَّمرۃ واحدۃ**'' وغیرہ الفاظ پر اعتراض ثابت کر کے دکھائیں وگرنہ چپ سادھ کر گھر میں بیٹھے رہیں۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات درج کردی جائیں تاکہ زبیر علی زئی صاحب کے اعتراض کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔

(۱) حافظ محمد بن ابی بکر المعروف ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث روى باربعة الفاظ احدها قوله فرفع يديه فى اوّل مرة ثم لم يعد والثانية فلم يرفع يديه الا مرة، الثالثة فرفع يديه فى اوّل مرة لم يذكر سواها والرابعة فرفع يديه مرة واحدة والا دراج ممكن فى قوله ثم لم يعد

واما باقیاہ فاما ان یکون قدروٰی بالمعنیٰ واما ان یکون صحیحاً۔

(تهذیب السنن ج ۱ ص ۸۶۳)

کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے اوّل'' فرفع یدیه فی اوّل مرة ثم لم یعد'' کے الفاظ کے ساتھ دوم ''فلم یرفع یدیه الا مرة'' سوم ''فرفع یدیه فی اوّل مرة'' چہارم'' فرفع یدیه مرة واحدة'' اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدرج ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی تمام الفاظ حدیث روایت بالمعنی کے طور پر ہیں اور وہ اسی طرح صحیح ہیں۔

(۲) ثقہ بالاجماع محدث جمال الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ حافظ ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والذی عندی انه صحیح وانما النکر فیه علی وکیع زیادة ثم لا یعود.....
وکذالک قال الدار قطنی انه حدیث صحیح الا هذه اللفظة وکذالک قال احمد بن حنبل وغیره۔

(نصب الرایه ج ۱ ص ۳۹۴، ط۔ مکتبہ حقانیہ پشاور)

کہ میرے نزدیک حدیث ابن مسعود بالکل صحیح ہے اور انکار صرف وکیع کے الفاظ ثم لا یعود کی زیادتی کا ہے اسی طرح امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات بھی یہی فرماتے ہیں کہ لفظ ثم لا یعود کے بغیر حدیث ابن مسعود دیگر تمام الفاظ کے ساتھ صحیح ہے۔

(۳) حافظ علی بن محمد المعروف ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ لکھتے ہیں:

کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میرے نزدیک لفظ ثم لا یعود کے علاوہ اس کے راویوں کے عادل ہونے کی وجہ سے اقرب الی الصحۃ (صحیح) ہے اسی طرح امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے (ملخصاً بیان الوهم والایهام

الوالعینین فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۵۶۳ تا ۶۳ ۷رقم ۹۰۱۱ ،b۔ دار طیبہ)

(۴) امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں:

و اسناده صحيح و فيه لفظة ليست بمحفوظة... الخ۔

(العلل الواردة ج ۵ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اسکے متن میں موجود لفظ ثم لا یعود غیر محفوظ ہے (یعنی امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث لفظ ثم لا یعود کے علاوہ بالکل صحیح ہے)۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اعتراض صرف لفظ ثم لا یعود پر ہی ہے۔ اور باقی حدیث کی سند اور تمام الفاظ بالکل صحیح ہیں فلھذا زبیر صاحب کا بعض محدثین کی لفظ ثم لا یعود پر موجود جرح کو تمام الفاظ حدیث پر فٹ کرنا محض فریب اور دھوکہ ہے۔

ثانیاً۔۔۔ سنن نسائی کی روایت میں ''اوّل مرة'' اور ''ثم لم یعد'' دونوں الفاظ اکٹھے موجود ہیں ان دونوں الفاظ کا اکٹھا ایک ہی ساتھ وارد ہونا بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ دونوں الفاظ مختلف ہیں سنن نسائی کی روایت ملاحظہ ہو۔

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله قال اَلاَ اخبركم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اوّل مرة ثم لم يعد۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۸)

الغرض اس روایت سے واضح ہو گیا کہ لفظ ثم لم یعد اور لفظ اوّل مرة کو ایک کہنا غلط ہے نیز اگر ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے تو زبیر صاحب ہی بتائیں کہ پھر یہ دونوں الفاظ ایک ہی

روایت ثم، ایک ہی ساتھ اکٹھے کیسے استعمال ہو گئے؟

ثالثاً۔۔۔۔پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مدرج پر لکھی جانیوالی وہ تمام کتب جو فقط اسی عنوان پر ہی لکھی گئی ہیں کہ فلاں حدیث کے متن میں فلاں الفاظ راوی کی زیادتی ہیں یا فلاں الفاظ زائد ہیں اب اگر صرف ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی پر اعتراض کی وجہ سے بقول زبیر علی زئی صاحب کے ساری حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی تمام الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دے دی جائے تو پھر یہ (مدرج پر لکھی جانیوالی تمام کتب) فضول و بے فائدہ قرار پائیں گی۔افسوس ہے کہ زبیر صاحب اور ان کے رفقاء مسلکی تعصب میں مدہوش ہو کر کیا کیا کہہ جاتے ہیں؟

{حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات}

اعتراض نمبر ۱:

غیر مقلد رئیس ندوی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عاصم نے روایت مذکورہ عبدالرحمن بن اسود سے نقل کی ہے اور عبدالرحمن نے اسے اپنے چچا علقمہ سے نقل کیا ہے اور عبدالرحمن کا سماع بتصریح منذری علقمہ سے ثابت نہیں۔ (تلخیص السنن للمنذری)

اس علت قادحہ کو رفع کرنے اور علقمہ سے عبدالرحمن کا سماع ثابت کرنے پر مفتی نزیری کے امام مصنف بذل المجہود نے بڑا زور لگایا ہے مگر اپنے اثبات مدعا میں موصوف ناکام رہے ہیں۔ (بلفظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۴۱۱۔۴۱۲)

الجواب:

آل غیر مقلدیت کے مفتی کا یہ اعتراض کتب اسماء الرجال و کتب حدیث اور اصول حدیث سے بے علمی پر مبنی ہے ورنہ ایسا فضول و بے جان اعتراض نہ کرتے۔

اوّلاً۔۔۔۔تو حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ (بشرط ثبوت) جن کے غلط قول کا سہارا لے کر

ندوی صاحب شور مچا رہے ہیں ان کی شخصیت ہی سرے سے غیر مقلدین کے ہاں فن جرح وتعدیل میں کچھ زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے ناصر الدین البانی غیر مقلد (جن کو ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی صاحب نے محدث العصر، امام المحدثین اور محقق امام قرار دیا ہے۔ (حاشیہ عبادات میں بدعات ص ۱۲۸، ماہنامہ الحدیث ش ۲ ص ۳۵) نے حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کو ائمہ جرح و تعدیل کی صف سے خارج کر دیا ہے۔

چنانچہ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الترغیب میں ایک حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہیں تو اس پر ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتا ہے:

و اسنادہ ضعیف فیہ عنعنۃ الولید بن مسلم و عبیداللہ بن ابی بردۃ ولم یوثقہ احد حتی ولا ابن حبان فلا یغتر بقول المنذری۔

(تحقیق مشکوۃ: ج ۱ ص ۸۷)

اس کی سند ضعیف ہے اس میں ولید بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا عنعنہ ہے اور عبیداللہ بن ابی بردہ کی (ائمہ جرح وتعدیل میں سے) کسی نے توثیق نہیں کی حتی کہ ابن حبان نے بھی نہیں۔ لہٰذا منذری کے قول سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

اب جب امام منذری رحمۃ اللہ علیہ بقول فرقہ غیر مقلدیت کے محدث العصر، امام المحدثین اور محقق امام، اہل فن رجال میں سے نہیں ہیں تو پھر فرقہ غیر مقلدیت کے مفتی رئیس ندوی صاحب ان کے قطعی غلط قول کو کیوں پیش کر رہے ہیں؟

نیز ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی صاحب بھی امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کو ائمہ جرح و تعدیل میں سے نہیں سمجھتے، چنانچہ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی تصحیح کی جو کہ علی زئی کے مؤقف کے خلاف تھی اس لیے علی زئی نے امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصحیح کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا:

ابن جریج مدلس کی یہ روایت عن سے ہے، اور عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ (غیر صحیح میں)

مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ابن جریج کی تدلیس کے باوجود حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کا ''رواته ثقات اثبات'' کی وجہ سے اسے صحیح کہنا بھی نا قابل فہم ہے۔مدلس کے عن اور عدم تصریح سماع کے باوجود اس کی تصحیح کیونکر صحیح ہو سکتی ہے؟ (ماہنامہ الحدیث ۳۲/۱۵)

علی زئی صاحب کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں اس قدر گئے گزرے ہیں کہ عام طالب علموں کی صف میں بھی شامل ہونے کے قابل نہیں ہیں، کیونکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے حالانکہ یہ بات زبیر علی زئی جیسے علم سے تہی دامن شخص کو بھی معلوم ہے اب جب کہ غیر مقلدین کی نظر میں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقام ہے تو پھر وہ یہاں (بشرط ثبوت) ان کے قطعی غلط قول کو پیش کرنے سے شرما کیوں نہیں رہے؟

آہ! شرم ان کو مگر نہیں آتی

ثانیاً۔۔۔متقدمین ومتاخرین تقریباً تمام ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کی علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ روایات صحیح ومتصل ہیں اختصار کے پیش نظر چند ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اسماء حاضر خدمت ہیں جنہوں نے عبدالرحمن کی علقمہ سے روایات کی تصحیح وغیرہ فرما رکھی ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م۲۷۹ھ قال: **حدیث حسن صحیح۔**

(سنن ترمذی: رقم ۲۵۳ باب ماجاء فی التکبیر عند الرکوع)

(۲)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م۳۸۵ھ قال: **هذا اسناد ثابت صحیح۔**

(سنن دارقطنی: رقم ۱۲۸۲)

(۳)۔۔۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م۴۰۵ھ قال: **هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم۔**

(مستدرک حاکم: ج ۱ ص ۳۲۶ رقم ۸۱۵)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ قال: علی شرط مسلم۔

(تلخیص مستدرک حاکم: ج ۱ ص ۳۴۶ رقم ۸۱۵)

(۵)۔۔۔ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ قال: **هذا حديث حسن صحيح۔**

(شرح السنہ: رقم ۶۱۲ باب مایجزی الامی والعجمی من القراءۃ)

(۶)۔۔۔حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۱ھ قال: **هذا حديث صحيح۔**

(معجم الشیوخ ج ۱ ص ۴۰۹ رقم ۴۹۴)

(۷)۔۔۔امام ابو علی حسن بن علی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ قال: **حسن۔**

(مختصر الاحکام للطوسی: ج ۱ ص ۳۰۱)

(۸)۔۔۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ قال: **هذا الخبر صحيح۔**

(المحلی لابن حزم: ج ۴ ص ۵۷ مسئلہ نمبر ۴۴۲)

(۹)۔۔۔حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ قال: **اقرب الی الصحة۔**

(بیان الوھم والایھام ج ۳ ص ۳۶۷)

(۱۰)۔۔۔حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۹ھ قال: **ان رجال هذا الحديث على شرط مسلم۔**

(الجوھر النقی ج ۲ ص ۸۷)

ان جلیل القدر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلے میں (بشرط ثبوت) حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کا بادلیل قول باطل ومردود ہے۔

ثانیاً۔۔۔ثقہ بالاجماع تابعی عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ م ۹۹ھ کا ثقہ تابعی علقمہ بن قیس

رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ سے لقاء و سماع ممکن ہے کیونکہ عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۶ھ، امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ وغیرہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے امام اسماعیل بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کی زیارت کی ہے۔

نیز امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول خود سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پایا ہے اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ (ملخصا تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۶ ص ۵۳۰ رقم ۳۷۵۸) الغرض عبدالرحمن بذاتِ خود کبیر تابعی ہونے کے علاوہ جلیل القدر کبار تابعین کے استاذ ہیں اور ان کا امام علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے سماع اور لقاء دونوں ممکن ہیں (کیونکہ جب امام عبدالرحمن نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پایا ہے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو تو بطریق اولیٰ پایا ہے)۔ اور ان کا علقمہ سے سماع اور لقاء دونوں کا ممکن ہونا ہی بقول علمائے غیر مقلدین کے اتصال سند کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ بقول غیر مقلدین سند کے اتصال کے لئے راوی اور مروی عنہ کے درمیان امکان لقاء اور امکان سماع ہی ضروری ہے ثبوت لقاء یا ثبوتِ سماع ضروری نہیں۔

چنانچہ غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتا ہے:

باقی رہا یہ اعتراض کہ مکحول کا سماع محمود سے ثابت نہیں عدم ثبوت صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ صحت حدیث کیلئے صرف استاد اور شاگرد کی ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہے عدم ثبوت سے نفی لازم نہیں آتی۔

(خیر الکلام: ص ١٦٧)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے:

اور اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ اتصال سند کے لئے امکان لقاء ہی کافی ہے جیسا کہ امام مسلم نے کہا ہے۔

(توضیح الکلام ج ٢ ص ٥٩١)

عبدالرحمن مبارکپوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

کہ اتصال سند کے لئے معاصرت شرط ہے اور معاصرت کا مطلب عندالمحدثین یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہو۔

(ابکار المنن ص ١٤٥، ١٤٦)

لہذا جب عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سماع اور ملاقات دونوں ممکن ہیں اور یہی اتصال سند اور صحت حدیث کے لئے ندوی صاحب کے اکابرین کے بقول کافی ہے تو اب اگر بالفرض عبدالرحمن کے علقمہ سے سماع کا ثبوت نہ بھی ہو تو تب بھی اس حدیث کی سند متصل اور صحیح ہے مگر افسوس ہے کہ ندوی صاحب اور ان کے رفقاء مسلکی تعصب میں مدہوش ہو کر اپنے بڑوں کی تحریرات سے اعلان بغاوت کرتے ہوئے عدم ثبوت سماع کو علت قادحہ قرار دے رہے ہیں۔

رابعاً۔۔۔۔امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ مدلس نہیں تھے (فیما اعلم) اور غیر مقلدین کے نزدیک اگر راوی مدلس نہ ہو اور راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات اور سماع ممکن ہو تو اب اگر راوی صیغہ عن کے ساتھ روایت بیان کرے تو اس راوی کا یہ عنعنہ اتصال پر محمول ہوگا اور اس راوی کا عنعنہ ہی دلیل سماع ہوگا۔ چنانچہ زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد ایک جگہ محمد بن عبداللہ الصفار کا ابو اسماعیل السلمی سے سماع اور ملاقات ثابت کرنے کیلئے فیض الرحمان ثوری غیر مقلد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(محمد بن عبداللہ الصفار) مدلس نہیں تھے لہٰذا ان کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔

(ملخصا نور العینین ص ۱۲۰، ۱۲۱)

فلفظ از بیر صاحب کے اصول کی روشنی میں ہم بھی بطور الزامی جواب کے کہتے ہیں کہ امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ مدلس نہیں تھے لہٰذا ان کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔

خامسا۔۔۔۔حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ اور امام عبیداللہ بن علی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۰ھ دونوں حضرات تحریر فرماتے ہیں:

"سمع اباہ و علقمۃ بن قیس"

کہ امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم اور (اپنے چچا) امام علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث سنی ہیں۔

(المتفق والمفترق ج ۳ ص ۱۴۸۷ رقم ۸۱۴ تجرید الاسماء والکنٰی ج ۲ ص ۴۷)

نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۱ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ، حافظ ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ، حافظ ابن منجویہ رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ وغیرہم نے صراحت فرما رکھی ہے کہ عبدالرحمن نے علقمہ سے احادیث روایت کی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔تاریخ اسلام: ج ۲ ص ۱۱۳۰ رقم ۱۲۸

(۲)۔۔۔۔سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۱۱ رقم ۸

(۳)۔۔۔۔الجرح والتعدیل للرازی: ج ۵ ص ۲۰۹ رقم ۹۸۶

(۴)۔۔۔۔تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۳۴ ص ۲۲۵ رقم ۳۷۶۱

(۵)۔۔۔۔تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۱۴۰ رقم ۲۸۸

(۶)۔۔۔۔مغانی الاخیار للعینی: ج ۲ ص ۱۷۳ رقم ۱۴۵۳

(۷)۔۔۔۔رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: ج ۲ ص ۱۰۴ رقم ۱۲۵۹ وغیرہم

سادساً۔۔۔۔مسند احمد بن حنبل میں بسند صحیح عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کا علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے سماع اور لقاء ثابت ہے مسند کی سند ملاحظہ ہو:

حدثنا یحییٰ بن آدم حدثنا عبداللہ بن ادریس املاہ عَلَیَّ من کتابہ عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود حدثنا علقمۃ عن عبداللہ قال علمنا۔۔۔۔الخ۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۷ ص ۸۷ رقم ۳۹۷۴)

لیجئے۔۔۔! مسند احمد کی اس صحیح السند روایت نے تو غیر مقلدیت کے زیر بحث اعتراض کے غبارے سے ساری ہوا ہی نکال دی۔ اس واضح تصریح سماع کے باوجود اب بھی اگر کوئی غیر مقلد عدم سماع والا اعتراض کرتا ہے تو اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال میں کرانا چاہیے۔

نیز غیر مقلدین کے نزدیک مستند رسالہ جزء رفع یدین میں بھی سماع کی تصریح موجود ہے سند ملاحظہ ہو:

حدثنا الحسن بن ربیع حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود حدثنا علقمۃ ان عبداللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔الخ۔

(جزء رفع یدین: رقم ۳۲)

لہٰذا بالتحقیق والیقین ثقہ تابعی عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کا علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بلا شک وشبہ ثابت ہے اور رئیس ندوی صاحب کا اعتراض باطل ومردود ہے۔

ندوی جھوٹ نمبر ۲:

پھر رئیس ندوی صاحب کا دوغلا پن ملاحظہ کریں کہ وہ یہاں تو ترک رفع یدین کی دشمنی میں علقمہ سے عبدالرحمن کے عدم ثبوت سماع کا بوجہ جہالت وبغض بہانا بنا کر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دے رہے ہیں (حالانکہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ عبدالرحمن کا علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے

سماع بسند صحیح ثابت ہے)، جبکہ دوسری جگہ امام عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کی علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ بوقت رکوع تطبیق کے متعلقہ اپنی پسندیدہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

چنانچہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

اس بات کو ناظرین کرام ذہن نشین رکھتے ہوئے صحیح سند کے ساتھ مروی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں ''**ان عبداللّٰہ بن مسعود قال علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلٰوۃ۔۔۔۔الخ**''

(بلفظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۴۰۱)

قارئین کرام۔۔۔! آپ کتب حدیث اٹھا کر دیکھیں ان میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ جس کو ندوی صاحب صحیح قرار دے رہے ہیں وہ عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ کی سند کے ساتھ ہے مثلاً دیکھئے۔۔۔

(۱)۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ: ج ا ص ۲۴۰ رقم ۱۸۸

(۲)۔۔۔سنن ابی داود: ج ا ص ۱۹۹ رقم ۷۴۷

(۳)۔۔۔سنن النسائی: ج ا ص ۱۲۱ رقم ۱۰۳۱

(۴)۔۔۔المنتقی لابن الجارود: ج ا ص ۵۹ رقم ۱۹۶

(۵)۔۔۔صحیح ابن خزیمہ: ج ا ص ۳۰۱ رقم ۵۹۵

(۶)۔۔۔سنن الدارقطنی: ص ۱۲۸۱ رقم ۱۲۸۱

(۷)۔۔۔مستدرک حاکم: ج ا ص ۳۴۶ رقم ۸۱۵

(۸)۔۔۔السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۱۱۲ رقم ۲۵۳۲

(۹)۔۔۔العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: ج ا ص ۳۰۷ رقم ۷۱۴

(۱۰)۔۔۔مسند احمد بن حنبل: ج ۷ ص ۸۲ رقم ۳۹۷۴

یہ ہے فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب کا حال کہ اگر عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی علقمہ سے حدیث ان کی مرضی کے مطابق ہو تو اس کی تصحیح کرتے ہیں اور اگر اسی عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ حدیث ان کی مرضی کے خلاف آجائے تو اس کی تضعیف کرتے ہیں جیسا کہ ندوی صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے بتائیں کہ یہ دو پیمانے کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ جبکہ ندوی صاحب کے بقول ہی علمی تضاد کذاب اور وضاع ہونے کی دلیل ہے (ملاحظہ ہو سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۸۶۵) فلھذا ندوی صاحب اپنی ہی تحریرات کی روشنی میں کذاب اور افتراء پرداز ہیں۔

مزید لطف کی بات یہ ہے کہ مذکورہ تطبیق کے متعلقہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کردہ کے بعد ندوی صاحب نے ''جزء رفع الیدین ص ۹۱، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۸، العلل للامام احمد ج ۱ ص ۱۱۷، کا حوالہ پیش کیا ہے (ملاحظہ ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز: ص ۴۰۱) جبکہ ان تینوں کتب کے مذکورہ صفحات پر عبدالرحمن کے علقمہ سے سماع کی واضح تصریح موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ رئیس ندوی صاحب کے علم میں بھی تھا کہ عبدالرحمن کا علقمہ سے سماع بسند صحیح ثابت ہے مگر یہاں ترکِ رفع یدین دشمنی میں علقمہ سے عبدالرحمن کے سماع کا انکار کر دیا۔ یہ ہے رئیس ندوی صاحب کا انصاف!

تیری زلف میں ٹھہری، تو حسن کہلائی
وہی تیرگی جو میرے، نامہ سیاہ میں تھی

اعتراض نمبر ۲:

زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے معنعن نقل کی ہے جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔ (ملاحظہ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲) یہی اعتراض عبدالرحمن غیر مقلد اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو التنکیل ج ۲ ص ۲۷۷، نور

العینین ص ۱۳۴)

الجواب:

اولاً۔۔۔مدلس راویوں کے مختلف طبقات ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کی طبقاتی تقسیم کے مطابق پہلے اور دوسرے طبقہ کے مدلسین کی معنعن روایات (تخصیصات کے علاوہ) بالکل صحیح وقابل حجت ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں اور چونکہ طبقہ ثانیہ کے مدلس راویوں کی بیان کردہ معنعن احادیث صحیح وقابل حجت ہوتی ہیں۔ اس لئے اصول کے مطابق سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن زیر بحث حدیث بالکل صحیح ہے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا الزام باطل ومردود ہے۔اس اصولی ضابطہ کے بعد محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم عرب محققین اور فریق مخالف کے ہم مسلک مستند علماء غیر مقلدین کے اسماء کی باحوالہ ایک فہرست حاضر خدمت ہے۔جنہوں نے صراحتاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے طبقہ کا مدلس قرار دیا ہے یا طبقات المدلسین کا اقرار کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ:

(طبقات المدلسین: ص ۱۳۱، النکت: ج ۲ ص ۶۳۹)

(۲)۔۔۔امام ابوزرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲۶ھ:

(کتاب المدلسین: ص ۵۲)

(۳)۔۔۔برھان الدین الحلبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۱ھ:

(التبیین لاسماء المدلسین:

ص ۲۱)

(۴)۔۔۔حافظ صلاح الدین العلائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۱ھ:

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل: ص ۱۳۰)

(۵)۔۔۔طاہر بن صالح السمعونی الجزائری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۳۸ھ:

(توجیہ النظر: ص۲۵۱)

(۶)۔۔۔۔۔حافظ ابن حزم الظاھری الاندلسی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م۴۵۶ھ:

(ایضاً)

(۷)۔۔۔۔شیخ حماد بن محمد الانصاری:

(اتحاف ذوی الرسوخ: ص ۳)

(۸)۔۔۔۔عبدالعزیز بن محمد قاسم غماری:

(شرح منظوم الذھبی: ص ۴)

(۹)۔۔۔۔مسفر بن عزم اللہ الدمنی:

(تدلیس فی الحدیث ص: ۲۶۴)

(۱۰)۔۔۔۔شیخ صالح بن سعید عومار الجزائری:

(التدلیس واحکامہ: ص۱۵۱، ۱۴۸، ۱۵۰)

(۱۱)۔۔۔۔دکتور ناصر بن حمد الفہد:

(منہج المتقدمین)

(۱۲)۔۔۔۔عواد الحسین الخلف:

(روایات المدلسین فی صحیح بخاری: ص۱۷۰)

(۱۳)۔۔۔۔محمد بن علی اللولوی:

(فانظر الجلیس الانیس)

(۱۴)۔۔۔۔احمد بن علی سیر المبارکی:

(فانظر تعریف اھل التقدیس)

(۱۵)۔۔۔۔عاصم بن عبداللہ القریوتی:

(طبقات المدلسین: ص ۳۲)

(۱۶)۔۔۔۔رفعت فوزی:

(المدلسین حاشیہ ص ۱۲ نمبر ۵۲)

(۱۷)۔۔۔۔نافذ حسین:

(ایضاً)

(۱۸)۔۔۔۔یحییٰ شفیق:

(التبیین لاسماء المدلسین بتحقیق یحییٰ: ص ۲۸)

(۱۹)۔۔۔۔عبدالرؤوف غیر مقلد:

(الاعتصام ص ۱۴۰، ۱۶۰، ۱۹۹۰ء)

(۲۰)۔۔۔۔عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلدم ۱۳۵۳ھ:

(مقالات اثریہ: ص ۲۴۵)

(۲۱)۔۔۔۔بدیع الدین شاہ راشدی غیر مقلد:

(نشاط العبد بجہر ربنا ولک الحمد: ص ۸۱، خطبات راشدی: ص ۶۴)

(۲۲)۔۔۔۔محمد یحییٰ گوندلوی غیر مقلد:

(خیر البراہین: ص ۲۶)

(۲۳)۔۔۔۔محب اللہ راشدی غیر مقلد:

(تسکین القلب المشوش باعطاء التحقیق فی تدلیس الثوری والاعمش: ص ۳۰۴، ہفت روزہ الاعتصام ص ۱۹ جون ۱۹۹۳ء)

(۲۴)۔۔۔۔عبداللہ روپڑی غیر مقلد:

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۴۶۸)

(۲۵)۔۔۔۔ارشاد الحق اثری غیر مقلد:

(توضیح الکلام: ج ۱ ص ۷۵۹، مقالات اثریہ ص: ۲۵۴)

(۲۶)۔۔۔محمد خبیب غیر مقلد:

(مقالات اثریہ: ص ۲۱۴)

(۲۷)۔۔۔عبدالرؤف عبدالحنان غیر مقلد:

(القول المقبول: ۲/ ۲۸)

ثانیاً۔۔۔تقریباً سو فیصد محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے عملاً امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو قبول کیا ہے اختصار کے پیش نظر چند محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے حاضر ہیں جنہوں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو صحیح قرار دیا ہے یا ان سے استدلال کیا ہے۔ نیز یاد رہے بقول ارشاد الحق اثری غیر مقلد اور محمد گوندلوی غیر مقلد کے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا کسی حدیث کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً التحقیق الراسخ: ص ۸۸، توضیح الکلام: ج ۱ ص ۲۰۶) فلھذا بقول غیر مقلدین محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو نقل کر کے استدلال کرنا اور جرح نہ کرنا ان کی صحت کی دلیل ہے اب حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: **قال هذا حديث حسن صحيح۔**

(سنن ترمذی: رقم ۳۳۸۰، ۸۵۹، ۳۸۸۸، ۳۵۵۱، ۲۹۹۵)

(۲)۔۔۔امام ابو عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ: **قال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين۔**

(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲۸، ۲۱۱، ۱۵۲، ۲۳۳ رقم ۹۰، ۱۷۴، ۳۷۳، ۴۴۷، وغیرہ)

(۳)۔۔۔حافظ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ: **قال ايضاً۔**

(تلخیص مستدرک حاکم: ایضاً)

(۴) ۔۔۔۔حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ: **قال وھذا سند جید، حدیث علی شرط مسلم۔**

(الجوہر النقی: ج ۱ ص ۲۵۴ وج ۲ ص ۷۸ حیدر آباد دکن)

(۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ: **قال واسنادہ صحیح۔**

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۶ وفی طبعۃ ج ۴ ص ۲۰۳ قولہ باب الوصال)

(۶)۔۔۔۔امام حافظ ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ: **قال وھو الصحیح: وھذا اصح۔**

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱ ص ۸۹، ج ۴ ص ۲۹)

(۷)۔۔۔۔امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ: **قال صحیح، وھذا اسناد صحیح۔**

(سنن الدارقطنی: ج ۱ ص ۲۰۷ رقم ۵۲۵ وج ۲ ص ۲۲۲ رقم ۲۲۳۶)

(۸)۔۔۔۔حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ: **قال ھذا الخبر صحیح۔**

(المحلی بالآثار: ج ۴ ص ۵۷ مسئلہ نمبر ۴۴۲)

(۹)۔۔۔۔امام ابوعلی حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: **قال حسن۔**

(مختصر الاحکام: ج ۱ ص ۱۰۳)

(۱۰)۔۔۔۔ حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ: **قال اقرب الی الصحۃ۔**

(بیان الوھم والایھام: ج ۱ ص ۳۶۷)

(۱۱)۔۔۔۔حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ: **عندہ حدیث صحیح۔**

(ملخصا شرح سنن ابن ماجہ: ص ۱۴۶۷)

(۱۲)۔۔۔۔امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ: **ایضاً۔**

(ملخصا شرح سنن ابی داود: ج ۳ ص ۳۴۱)

(۱۳)۔۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: ایضاً:

(التعریف الاخبار: رقم ۱۶۷)

(۱۴)۔۔۔۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ: **قال ان یکون صحیحا۔**

(تہذیب السنن: ج ۱ ص ۳۶۸)

(۱۵)۔۔۔۔ حافظ ابو علی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ: **صحح سنن النسائی۔**

(مسئلہ فاتحہ خلف الامام از علی زئی: ص ۵۲)

(۱۶)۔۔۔۔حافظ ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ: ایضاً:

(ایضاً)

(۱۷)۔۔۔۔حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ: ایضاً:

(ایضاً)

(۱۸)۔۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ: ایضاً:

(ایضاً)

(۱۹)۔۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ: ایضاً:

(ایضاً)

(۲۰)۔۔۔۔امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ: ایضاً:

(ایضاً)

(۲۱)۔۔۔۔امام ابوبکر الخطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: ایضاً:

(ایضاً)

(۲۲)۔۔۔۔امام بزار رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۲ھ: **قال وھذا الحدیث حسن الاسناد۔**

(مسند البزار: ج ۱ ص ۱۹۴)

(۲۳)۔۔۔۔امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ: **قال باسناد صحیح علی شرط مسلم۔**

(خلاصۃ الاحکام: ج ۱ ص ۳۰۵ رقم ۸۷۸)

(۲۴)۔۔۔۔امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ: **قال باسناد حسن۔**

(شرح القسطلانی ج ۲ ص ۶۸ رقم ۷۲۸)

(۲۵)۔۔۔۔امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ: **استدل بہ۔**

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم ۳۴۷۳)

(۲۶)۔۔۔۔حافظ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۵ھ: ایضاً:

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۴)

(۲۷)۔۔۔۔امام ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۰۶ھ: ایضاً:

(جامع الاصول ج ۶ ص ۶۱۵ رقم ۳۸۸۰)

(۲۸)۔۔۔۔امام ابو العباس شہاب الدین البوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ: ایضاً:

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ: رقم ۱۲۱۴)

(۲۹)۔۔۔۔امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۰ھ: ایضاً:

(جامع البیان: ج ۲۳ ص ۲۰۳)

(۳۰)۔۔۔امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۰ھ: ایضاً:

(تفسیر البغوی: ج ۶ ص ۳۵)

(۳۱)۔۔۔امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۱ھ: ایضاً:

(تفسیر القرطبی: ج ۱۷ ص ۳۶۳)

(۳۲)۔۔۔امام علاؤالدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۱ھ: ایضاً:

(تفسیر الخازن: ج ۴ ص ۲۵۳)

(۳۳)۔۔۔امام شمس الدین محمد بن احمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۷ھ: ایضاً:

(السراج المنیر: ج ۴ ص ۲۱۶)

(۳۴)۔۔۔امام ضیاءاندین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ: ایضاً:

(الاحادیث المختارۃ: ج ۱۰ ص ۲۷۰)

(۳۵)۔۔۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: ایضاً:

(سنن النسائی: رقم ۱۲۲۱، ۲۲۶۴، ۲۴۵۸، ۴۵۸۷، ۵۴۰۰، ۲۴۶۶، ۴۹۴۲، ۵۴۰۰، ۵۵۷۰۰، ۵۷۰۳، ۵۷۰۶)

(۳۶)۔۔۔امام حافظ ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ: ایضاً:

(سنن ابی داؤد: رقم ۴۴۸، ۵۵۳، ۶۷۶، ۹۲۸، ۱۶۲۶)

(۳۷)۔۔۔امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: ایضاً:

(شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۵۴)

(۳۸)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ: ایضاً:

(صحیح ابن حبان: رقم ۳۶۲۶، ۱۳۵۹، ۲۱۹۴)

(۳۹)۔۔۔۔حافظ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ: ایضاً:

(صحیح ابن خزیمہ: رقم ۱۹۰۴، ۲۰۰)

(۴۰)۔۔۔۔امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۳ھ: ایضاً:

(سنن ابن ماجہ: رقم ۹۰، ۴۰۲۲، ۱۶۲)

ثالثاً۔۔۔بطور الزامی جواب کے عرض ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کے بقول امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے دو متابع موجود ہیں۔ چنانچہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یرویه عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة، حدث به الثوری عنه ورواه ابوبکر النهشلی عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه وعلقمة عن عبدالله، وکذالک رواه ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله، واسناده صحیح۔۔۔۔الخ۔

(العلل الواردة: ج۵ ص ۱۷۲ رقم ۸۰۴)

کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے "**عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة**" کی سند سے روایت کیا ہے اور امام ابوبکر النہشلی نے "**عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه وعلقمة عن عبدالله**" کی سند سے اور امام ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے "**عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبدالله**" کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔۔۔الخ۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام ابوبکر النہشلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے اور یہ دونوں (امام ابوبکر النہشلی، اور امام عبداللہ بن ادریس) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متابع ہیں اور بقول زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد کے اگر مدلس راوی کی متابعت ثابت ہوجائے تو تدلیس کا الزام ختم ہوجاتا ہے اور اس کی متابعت والی روایت بالکل صحیح شمار ہوتی ہے۔

چنانچہ غیر مقلد زبیر صاحب لکھتے ہیں:

مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہوجائے تو اس کی روایت قوی ہوجاتی ہے۔ (بلفظہ نور العینین: ص ۱۳۹)

زبیر صاحب ایک دوسری جگہ مزید لکھتے ہیں:

مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہوجاتا ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۳۷)

لہٰذا بقول امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس حدیث میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متابع موجود ہیں اس لئے بقول زبیر صاحب اس حدیث پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا الزام باطل ومردود ہے۔

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱:

زبیر علی زئی صاحب امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ متابعات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ حوالہ بالکل بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (بلفظہ تحقیقی مقالات: ج ۳ ص ۳۲۵)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔زبیر علی زئی صاحب کا یہ بھی ایک عجیب انصاف ہے کہ کسی امام کا کوئی قول جب ان کے مفاد کے خلاف ہو تو وہ اس کی سند کا مطالبہ کرتے ہیں یا پھر اس قول کو یہ کہہ کر رد کردیتے ہیں کہ

یہ قول اس امام کی مطبوعہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔لیکن خود ان کو اس طرح کا کوئی بے سند قول اگر اپنے مفاد میں مل جائے تو پھر زبیر صاحب اس قول کو لچر قسم کی تاویلوں سے قابل استدلال قرار دے دیتے ہیں۔

مثلاً علی زئی بحوالہ حافظ ابن حجر تاریخ عباس الدوری کے حوالے سے ایک بے سند روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ روایت عباس الدوری کی تاریخ میں نہیں ملی، لیکن بغیر قوی دلیل کے حافظ ابن حجر کی نقل کو رد کرنا محل نظر ہے۔

(ماہنامہ الحدیث ص ۱۹، ش نمبر ۱۱)

اسی طرح زبیر علی زئی نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں حافظ عثمان بن سعید الدارمی کا ایک قول بحوالہ حافظ ابن رجب نقل کیا ہے، اور چونکہ یہ قول حافظ عثمان بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سوالات عثمان بن سعید الدارمی'' میں موجود نہیں ہے، اس لئے زبیر صاحب نے یہ تاویل کردی کہ:

سوالات عثمان بن سعید الدارمی کا مطبوعہ نسخہ مکمل نہیں۔

(ماہنامہ الحدیث: ص ۱۹ ش نمبر ۲۱)

نیز علی زئی صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقہ امام ابوسعد سمعانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۶۲ھ کا ایک قول بحوالہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بے سند نقل کر کے لکھتے ہیں:

یہ عبارت الانساب للسمعانی کے پانچ جلدوں والے نسخے سے گر گئی ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ص ۷، ش نمبر ۴۳)

سبحان اللہ! کیا خوب انصاف ہے کہ جب اپنی مرضی کے خلاف کوئی قول منقول ہو تو پھر سند اور اصل کتاب دکھانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور جب اپنی مرضی کا قول مل جائے تو پھر نہ سند کی

ضرورت رہتی ہے، اور نہ ہی اصل کتاب کی، بلکہ اپنی شرمندگی پر پردہ ڈالنے کیلئے بلا ثبوت یہ دعویٰ کر دیا جاتا ہے کہ یہ قول مطبوعہ کتاب سے گر گئی ہے۔

ع جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

ثانیاً۔۔۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ متابعت امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب العلل میں پیش کی ہے اور کتاب العلل کا بنیادی مقصد ہی کسی حدیث میں مخفی علتیں بیان کرنا ہے۔ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تمام متقدمین و متاخرین محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کسی مقام پر اس حدیث کی علت میں یہ نہیں لکھا کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث عاصم بن کلیب سے نقل کرنے میں تدلیس سے کام لیا ہے، خصوصاً امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت، ثقاہت، اور جلالت شان کے تو خود علی زئی صاحب بھی معترف ہیں۔

چنانچہ زبیر صاحب امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تمام محدثین آپ کی امانت ثقاہت اور جلالت شان پر متفق ہیں، قاضی شیخ الاسلام ابو الطیب طاہر بن عبداللہ الطبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۵۰ھ) نے فرمایا:

''کان الدارقطنی امیر المؤمنین فی الحدیث'' کہ حدیث میں دارقطنی امیر المؤمنین تھے۔ (تاریخ بغداد: ۱۲/ ۳۶ وسندہ صحیح)

حافظ عبدالغنی بن سعید نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانے میں حدیث پر بہترین کلام کرنے والا قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۲/ ۳۶ وسندہ صحیح)

اللہ تعالیٰ نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کو بے پناہ حافظہ عطاء کیا تھا۔ جیسا کہ کتب تاریخ میں صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً دیکھئے النبلاء (۱۶/ ۴۵۶)

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے (مشہور امام برقانی سے پوچھا: کیا ابو الحسن الدارقطنی (اپنی) کتاب العلل آپ کو زبانی لکھواتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں!۔ (تاریخ بغداد ۱۲/ ۳۷)

کتاب العلل کی گیارہ جلدیں چھپ چکی ہیں اور مزید جلدیں چھپ رہی ہیں۔ یہ فن حدیث کے مشکل ترین علم میں عظیم الشان کتاب ہے جسے حافظ امام دارقطنی نے زبانی لکھایا ہے۔(یہ کتاب اب سولہ جلدوں میں مطبوع ہے۔والحمدللہ)

معلوم ہوا کہ اپنے دور میں وہ روئے زمین پر سب سے بڑے حافظ تھے۔اسی وجہ سے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر عظیم پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔دیکھئے النبلاء ۱۶/ ۴۵۵

(بلفظہ تحقیقی مقالات: ج ۳ ص ۴۴۳، ۴۴۴)

اب امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ متابعات کو رد کرنا خود علی زئی صاحب کے ہی اصولوں کی روشنی میں غلط ہے کیونکہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ علل حدیث کے ماہر محدث ہیں اور زبیر صاحب باقاعدہ کسی دینی ادارے کا فاضل نہ ہونے کی وجہ سے علم حدیث سے بالکل جاہل ہیں۔

ان کے مقابلے میں زبیر علی زئی جیسے اناڑی کی بات کی کیا وقعت رہ جاتی ہے کیونکہ زبیر نے یہ خود لکھا ہے کہ:

جس طرح جوہر کے بارے میں جوہری، طب کے بارے میں طبیب، انجن کے بارے میں انجینئر وغیرہ کی بات تسلیم کی جاتی ہے، اسی طرح حدیث کے بارے میں بھی اہل الحدیث (محدثین) کی بات ہی حجت ہے۔فن میں فن والے کی ہی بات مانی جاسکتی ہے، دوسرے کی نہیں۔

(ماہنامہ الحدیث ص ۸، ش نمبر ۲)

نیز جس طرح علی زئی صاحب نے اپنی ایک مرضی کی بے سند روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ ''بغیر کسی قوی دلیل کے حافظ ابن حجر کی نقل کو رد کرنا محل نظر ہے۔(الحدیث ش نمبر ۱۱ ص ۱۹) اسی طرح ہم بھی یہاں بطور الزام کے کہتے ہیں کہ اناڑی علی زئی کا علل حدیث کے ماہر امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ متابعات کو بغیر کسی قوی دلیل کے رد کرنا محل نظر ہے۔

رابعاً۔۔۔یہ بات تو خود زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد کو بھی تسلیم ہے کہ متعدد راویوں نے امام

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنوی متابعت کر رکھی ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

(امام سفیان، ناقل) ثوری کی معنوی متابعت حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶ وغیرہ۔

(بلفظہ نور العینین: ص ۴۸)

اوراں غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب کے بقول معنوی متابعت سے تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔

چنانچہ رئیس ندوی غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے:

البتہ بقیہ مدلس ہیں اور اس روایت میں تدلیس موجود ہے جو معنوی متابع سے دور ہو جاتی ہے۔

(بلفظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۱۳۸)

نیز خود علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۳۷)

لیجئے ...! ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا جواب خود معترضین کی عبارات سے ہی ہو گیا۔

خامسا۔۔۔اتمام حجت کے طور پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اب چند شواہد حاضر خدمت ہیں۔

شاہد نمبر ۱:

حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبد اللہ قال حدثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع قبل الرکوع وبعدہ

فذكرت ذلک لابراهيم فغضب وقال رأه هو لم يره ابن مسعود رضی الله عنه ولا اصحابه۔

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کی مرفوع حدیث بیان فرما رہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے عرض کردی تو وہ غصہ ہو گئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں نے چھوڑتے بھی دیکھا ہے)۔

(شرح معانی الآثار: ج ا ص ۱۶۲، b۔ مکتبہ حقانیہ ملتان)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصری توثیق حاضر ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام احمد بن داؤد رحمۃ اللہ م ۲۸۲ھ

امام ابوعبداللہ احمد بن داؤد بن موسیٰ البصری السدوسی المکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالقاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، دولابی رحمۃ اللہ علیہ، امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے استاذ ہیں آپ کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام جمال الدین المعروف ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: **"وکان ثقة اقام بمصر وتوفی بها"**

(المنتظم فی تاریخ الملوک: ج ۱۲ ص ۳۴۶)

(۲)۔۔۔امام عبدالرحمن بن احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۷ھ فرماتے

ہیں: ''ثقة توفی فی صفر''

(تاریخ ابن یونس: ج۲ ص ۲۳)

(۳)۔۔۔۔حافظ ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م۸۵۵ھ ابن یونس کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں'' ثقة''

(مغانی الاخیار: ج۱ ص۲۹ رقم ۴۵)

(۴)۔۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م۸۷۹ھ فرماتے ہیں: '' ثقة''

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستة: ج۱ ص ۳۳۳)

(۲) امام مسدد بن مسرھد رحمۃ اللہ علیہ م۲۲۸ھ

امام مسدد بن مسرھد بن مسربل البصری الاسدی رحمۃ اللہ علیہ بخاری، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن النسائی و سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہیں، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ''ثقة''

(تاریخ الثقات للعجلی: ج۱ ص ۴۲۵ رقم ۱۵۶۰)

(۲)۔۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م۲۴۱ھ فرماتے ہیں: '' صدوق''

(الجرح والتعدیل للرازی: ج۴ ص ۴۳۸)

(۳)۔۔۔۔امام حافظ ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م۲۳۳ھ فرماتے ہیں: ''ثقة ثقة''

(تاریخ اسلام: ج۵ ص ۷۰۰ رقم ۴۲۳)

(۴)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م۲۷۷ھ کہتے ہیں: '' ثقة''

(الجرح والتعدیل: ج۸ ص ۴۳۸ رقم ۱۹۹۸)

(۵)۔۔۔۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م۷۴۸ھ لکھتے ہیں: '' الحافظ، الحافظ

الحجۃ۔۔۔احد اعلام الحدیث''

(المعین فی طبقات المحدثین ج ا ص ۹۱ رقم ۱۰۱۳ تاریخ اسلام ج ۵ ص ۷۰۰ رقم ۴۲۳ سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۵ ارقم الترجمہ ۱۷۴۵)

(۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' ثقة حافظ ''

(تقریب ج ا ص ۵۲۸)

(۳) امام خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ

امام خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن یزید الطحان رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں ائمہ رجال سے آپ کی ثقاہت حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:'' ثقة حافظ''

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۰ رقم ۱۸۷)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:''الحافظ الامام۔۔ و کان عالماً صالحاً قانتاً للہ، الحافظ الامام الثبت ''

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۹۱، سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۷۷)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:''ثقة صالحاً فی دینه''

(تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۱۰۰ رقم ۱۸۷)

(۴)۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:'' ثقة صحیح الحدیث''

(ایضاً)

(۵)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:'' ثقة''

(ایضاً)

(۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' ثقة ثبت''

(تقریب التھذیب ج ۱ ص ۱۸۹ رقم ۱۶۴۷)

(۴) امام حصین بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ

امام حصین بن عبد الرحمن السلمی ابو الہذیل الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔آپ کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:'' ثقة ثبت فی المدینة''

(تاریخ الثقات للعجلی: ج ۱ ص ۱۲۲ رقم ۲۹۸)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:''الثقة المامون من کبار اصحاب الحدیث''

(الجرح والتعدیل للرازی: ج ۳ ص ۱۹۳ رقم ۸۳۷)

(۳)۔۔۔امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:'' ثقة''

(ایضاً)

(۴)۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:'' ثقة فی الحدیث''

(ایضاً)

(۵)۔۔۔امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۴ھ فرماتے ہیں:''ثقة''

(ایضاً)

(٦)۔۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: " الثقۃ "

(تاریخ اسماء الثقات: ج ۱ ص ٦۵)

(۷)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ تحریر فرماتے ہیں: " ثقۃ حجۃ۔ و کان ثقۃ حافظاً عالی السند ۔ ثقۃ حجۃ حافظاً عالی السند۔ الحافظ الحجۃ المعمر "

(الکاشف ج ۱ ص ۳۳۸ رقم ۱۱۲۸، تاریخ اسلام ج ۳ ص ٦۳۳ رقم ۵۱، تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۱۰۸، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۴۲۲)

(۸)۔۔۔۔حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷٦۴ھ لکھتے ہیں: " و کان ثقۃ حافظاً عالی السند "

(الوافی بالوفیات ج ۱۳ ص ۵۹ رقم ۲)

(۵) امام عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱٦ھ

امام عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق الجملی المرادی ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۱)۔۔۔۔ان کے متعلق امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں: " ثقۃ " (تہذیب الکمال: ج ۲۲ ص ۲۳۴)

(۲)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صدوق ثقۃ "

(تہذیب الکمال: ج ۲۲ ص ۲۳۴)

(۳)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ تحریر فرماتے ہیں: " احد الاعلام الحفاظ۔ و کان ثقۃ ثبتاً اماماً۔ الامام القدوۃ الحافظ ۔ احد الائمۃ الاعلام "

(تاریخ اسلام: ج ۳ ص ۲۹۰ رقم ۲۱۱، تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۹۱ رقم ۱۰۵، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۵۰۲ رقم ۶۸۹)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ''ثقۃ عابد''

(تقریب التھذیب: ج ۱ ص ۴۲۶)

(۶) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ

امام ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود بن عمرو بن ربیع النخعی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر ثقہ بالاجماع تابعی ہیں ان کی ثناء و مدح اور توثیق و تعدیل کے حوالے تابعین کے آثار میں آرہے ہیں۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔ نیز امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ تمام احادیث محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حکماً متصل ہیں جیسا کہ اس پر مفصل بحث آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحت آرہی ہے۔ فلھذا باصول محدثین اس کی سند بالکل صحیح اور متصل ہے۔

شاہد نمبر ۲:

حدثنا معاذ بن المثنی ثنا مسدد ثنا خالد ثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ قبل الرکوع وبعدہ فذکرت ذلک لابراھیم فغضب وقال رآہ ولم یرہ ابن مسعود و اصحابہ۔

(المعجم الکبیر لطبرانی: ج ۵ ص ۳۸۷ رقم ۱۷۴۷۸)

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن

وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کی مرفوع فعلی حدیث بیان فرمارہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی (تابعی رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کردی تو وہ غصہ ہوئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (رفع یدین چھوڑتے ہوئے) نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے چھوڑتے دیکھا ہے)۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کے راوی ابوالمثنی معاذ بن مثنی بن معاذ العنبری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۸۸ھ کو امام ابو یعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ، امام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج ۲ ص ۵۳۰، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۸۳۷ رقم ۵۳۹) اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ''**ثقۃ جلیل، ثقۃ متقن**'' (تاریخ اسلام ج ۶ ص ۸۳۷ رقم ۵۳۹، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰ ص ۵۱۵ رقم ۲۴۷۵) اور اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ فلھذا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح اور حکما متصل ہے۔

شاہد نمبر ۳:

حدثنا محمد النضر الازدی ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن حصین قال ذکر عمرو بن مرۃ عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رفع یدیہ للصلاۃ قال حصین فقال ابراھیم: ما ادری لعل وائلا لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر ذلک الیوم فکیف حفظہ؟ ولم یحفظہ عبداللہ واصحابہ، ھو اعلم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر عبداللہ فانما کان

یرفع یدیہ افتتاحاً۔

(المعجم الکبیر لطبرانی: ج۵ ص ۳۸۷ رقم ۱۷۴۷۷)

امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے نماز میں رفع یدین کرنا نقل کیا۔ امام حصین بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس دن کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہیں کیا۔ اورانہوں نے اس کومحفوظ کرلیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب نے محفوظ نہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں کہ رفع یدین صرف شروع نماز میں ہی ہے (یعنی اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کوایک دن دیکھ کرمحفوظ فرما سکتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمکے ساتھ مسلسل رہنے والے ہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین چھوڑنے والے عمل کوبطریق اولیٰ محفوظ فرمایا ہے)۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کے راویوں میں سے امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ اورامام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزر چکا اور بقیہ روایت کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام محمد بن نضر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۱ھ

امام محمد بن احمد بن النضر بن عبداللہ بن مصعب الازدی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر محدث تھا۔

(۱)۔۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ اسے ثقہ کہتے ہیں۔

(کتاب الثقات ج٦ ص ١٥٣ رقم ١٥٧٢٩)

(٢)۔۔۔۔امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ثقہ کہتے ہیں۔

(تاریخ اسلام ج٦ ص ١٠٠٩ رقم ٣٦٩)

(٣)۔۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ٨٧٩ھ ثقہ کہتے ہیں۔

(الثقات ج١ ص ١٩٤ رقم ٩٣٣٠٤)

(٤)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٨ھ لکھتے ہیں۔'' وکان ثقۃ ''

(العبر: ج١ ص ٤٢١)

(٥)۔۔۔۔حافظ ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ١٠٨٩ھ فرماتے ہیں:''وکان اماماً حافظاً ثقة من الرؤسا''

(شذرات الذھب: ج٣ ص ٣٨٥)

(٢) امام معاویہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ م ٢١٤ھ

(١)۔۔۔۔معاویہ بن عمرو بن المھلب بن عمرو البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ٢٤١ھ فرماتے ہیں:''صدوق ثقة''

(تہذیب التہذیب ج١٠ ص ٢١٦ رقم ٣٩٦)

(٢)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:'' الامام الحافظ الصادق''

(سیر اعلام النبلاء: ج١٠ ص ٢١٤ رقم ٥٣)

(٣)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:''ثقة''

(تقریب التہذیب ج١ ص ٨٣٥)

(٤)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ٢٧٧ھ فرماتے ہیں:''ثقة''

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۳۸۶)

(۳) امام زائدہ بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

امام ابو الصلت زائدہ بن قدامہ الثقفی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ باالاجماع راوی ہیں۔ان کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔امام ابو الحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ''**ثقة**

(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۱۶۳ رقم ۴۵۲)

(۲)۔۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ''**ثقة صاحب سنة**''

(الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۶۱۳ رقم ۲۷۷۷)

(۳)۔۔۔۔امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۴ھ فرماتے ہیں: ''**صدوق من اهل العلم**''

(ایضاً)

(۴)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ''**ثقة حجة صاحب سنة۔ و کان اماماً حجة صاحب سنة واتباع۔ الامام الحجة۔ الامام الثبت الحافظ**''

(الکاشف ج ۱ ص ۴۰۰ رقم ۱۶۰۸، تاریخ اسلام ج ۴ ص ۳۶۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۸، سیر اعلام ج ۷ ص ۶۲)

(۵)۔۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: ''**من الاثبات الائمة**''

(تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۳۰۷)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح اور حکما متصل ہے۔

شاہد نمبر ۴:

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط و عبد الوهاب بن عیسیٰ بن ابی حیة قالا نا اسحاق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰة قال اسحاق به ناخذ فی الصلوٰة کلها۔

(سنن دارقطنی: ج ۱ ص ۳۹۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ (ثقہ بالا جماع جلیل القدر محدث) اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔

شاہد نمبر ۵:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبد الله لا یرفع یدیه فی شیء من الصلوٰة الا فی الافتتاح۔

ترجمہ: (ثقہ تابعی) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۴، b۔ مکتبہ حقانیہ)

شاہد نمبر ۶:

حدثنا وكيع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهيم عن عبدالله انه كان يرفع يديه؟ فی اول مايستفتح ثم لايرفعهما۔

بے شک سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

شاہد نمبر ۷:

اخبرنا سفيان الثوری قال حدثنا حصين عن ابراهيم عن عبدالله بن مسعود انه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلٰوة۔

(كتاب الحجة: ج ۱ ص ۹۷)

بے شک سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین فرماتے تھے۔

شاہد نمبر ۸:

عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سالت ابراهيم عن ذالک فقال يرفع يديه اول مرة۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷ رقم ۲۵۳۵)

امام حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے (ثقہ تابعی) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز

میں رفع یدین کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۹:

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اوّل شیء ثم لا یرفع بعد۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱ رقم ۲۵۳۳)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۰:

حدثنا اسحاق بن ابراھیم عن عبدالرزاق عن حصین عن ابراھیم ان ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اوّل شیء ثم لا یرفع بعد۔

(المعجم الکبیر لطبرانی: ج ۸ ص ۱۹۴ رقم ۹۱۹۵)

بلاشک وشبہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۱:

عبدالرزاق عن ابن عیینة عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود مثله۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱ رقم الحدیث ۲۵۳۴)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۲:

حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن ابراھیم عن عبداللہ بن مسعود انه کان اذا دخل الصلاة رفع یدیه ثم لا یرفع بعد ذالک۔

(المعجم الکبیر لطبرانی: ج۸ ص ۱۹۴ رقم ۹۱۹۷)

بلا شک وشبہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تنبیہ:

شاہد نمبر ۵ تا ۱۲ کی روایات کے راویوں کی تحقیق آثار صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آثار کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کم وبیش بارہ شواہد موجود ہیں اور یہ اصول تو خود زبیر غیر مقلد کو بھی تسلیم ہے کہ شواہد کی بنیاد پر تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے اور وہ روایت قوی شمار ہوتی ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۳۷)

اسی طرح ایک جگہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو اپنے بزعم زبیر صاحب نے شواہد کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے۔ (ملخصا تسہیل الوصول ص ۱۱۲ رقم ۱۲۸) فلھذا اصول کے مطابق زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا الزام شواہد کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔

ثانیا۔۔۔خود فرقہ غیر مقلدیت کے محققین نے متعدد مقامات پر امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی عنعنہ کے ساتھ بیان فرمائی ہوئی احادیث کو یا تو صراحتاً صحیح قرار دیا ہے یا احتجاج کیا ہے یا اہلسنت کے خلاف پیش کی ہیں مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو برا مت کہو۔ ان میں سے ایک کا ایک گھڑی کھڑے ہونا تم میں سے کسی کی عمر بھر کی نیکی سے بہتر ہے۔

اس اثر کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے حسن قرار دیا ہے حالانکہ اس اثر کی سند ''سفیان عن نسیر'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ہے۔ (ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ بتحقیق ناصر الدین البانی ص ۴۴ رقم ۱۶۲)

(۲)۔۔۔سنن ابن ماجہ میں ''سفیان عن الاسود بن قیس۔۔۔۔الخ'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت ملائکہ کے لئے چھوڑ دیتے (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرشتے چلا کرتے تھے) اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی ص ۶۰ رقم الحدیث ۲۴۶)

(۳)۔۔۔سنن ابن ماجہ میں ''سفیان عن ابی اسحاق عن ابی حیۃ۔۔۔الخ'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی اثر میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھجور کے عوض ڈول کھینچتا تھا اور یہ شرط ٹھہرالیتا تھا کہ عمدہ کھجوروں لوں گا۔ اس اثر کو البانی غیر مقلد نے حسن قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی ص ۴۱۷ رقم الحدیث ۲۴۴۷)

(۴)۔۔۔سنن ابن ماجہ میں ''سفیان الثوری عن سلیمان الشیبانی۔۔۔الخ'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کرلوں؟ تو فرمایا جی ہاں....! اس حدیث کو البانی غیر مقلد نے صحیح الاسناد لکھا ہے۔ (ایضاً ص ۴۹۲ رقم الحدیث ۲۹۰۴)

(۵)۔۔۔سنن ابن ماجہ میں ''سفیان عن خالد الحذاء۔۔۔الخ'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے دو تسمے تھے دوہرے۔ اس حدیث کو البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ایضاً ص ۶۰۲ رقم ۳۶۱۴)

(۶)۔۔۔۔سنن ابی داود میں ''سفیان بن سعید عن ابن عقیل ... الخ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح پانی کی اس تری سے کیا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں بچی ہوئی تھی۔اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے حسن قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد بتحقیق الالبانی ص ۲۶ رقم الحدیث ۱۳۰)

(۷)۔۔۔۔سنن ابی داؤد میں ''سفیان الثوری عن ابی فزار۔۔۔الخ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اونچی اونچی مساجد بنانے کا حکم نہیں ہوا ہے۔۔۔الخ۔اس حدیث کو البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دے رکھا ہے۔(ایضاً ص ۸۴ رقم الحدیث ۴۴۸)

(۸)۔۔۔۔سنن ابی داود میں ''سفیان عن عبدالرحمن بن عابس ... الخ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں بہت زیادہ کیڑے مکوڑے اور درندے ہیں (مجھے ان سے نقصان کا خطرہ ہے اس لئے آپ مجھے نابینا ہونے کی وجہ سے مکان میں نماز پڑھنے کی اجازت عطاء فرمادیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر ارشاد فرمایا کیا تم حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو؟ پس تم مسجد میں ہی نماز ادا کرنے آؤ۔اس حدیث کو البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔(ایضاً ص ۱۰۳ رقم ۵۵۳)

(۹)۔۔۔۔سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک ضعیف باطل ومردود روایت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔اس حتمی ضعیف ومردود روایت کو محمد داود ارشد غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ملخصا تحفہ حنفیہ :ص ۱۲۲) حالانکہ یہ ضعیف روایت ''سفیان عن عاصم بن کلیب ۔۔۔الخ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ہے (دیکھئے صحیح ابن خزیمہ :ص ۲۱۶ رقم ۴۷۹)

تنبیہ:

یادر ہے سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلقہ مذکورہ روایت ہمارے نزدیک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف نہیں ہے بلکہ یہ روایت ہمارے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ضعیف، کثیر الخطاء، برے حافظے والے راوی اور دیگر کئی وجوہات کی بنیاد پر ضعیف ہے۔

(۱۰) نمبر ۹ والی ضعیف ومردود روایت کو ابوحمزہ عبدالخالق غیر مقلد نے اہلسنت کے خلاف پیش کیا ہے۔(ملخصا نماز مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم :ص ۲۷۳ ۔b انصار السنہ پبلیکیشنز)

(۱۱)۔۔۔۔سنن ابی داود میں ''سفیان عن ابی مالک الاشجعی ۔۔۔الخ ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں نہ غرار ہونا چاہیے اور نہ سلام......الخ اس حدیث کو البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو سنن ابی داود بتحقیق الالبانی ص ۱۶۱ رقم ۹۲۸)

(۱۲)۔۔۔۔سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۳۶۱۹ ''سفیان عن عبداللہ بن دینار......الخ ''سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث کو شعیب الارناوط غیر مقلد وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو سنن ابی ماجہ بتحقیق شعیب ج ۴ ص ۶۰۸ رقم ۳۶۱۹)

(۱۳)۔۔۔۔نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت سے غیر مقلدین کے مشہور و معروف فتاویٰ علمائے حدیث میں بھی استدلال کیا گیا ہے۔(دیکھئے فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۳۰۹)

(۱۴)۔۔۔۔سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر ۱۶۲۶ ''سفیان عن حکیم بن جبیر۔۔۔الخ ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث کو البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد ص ۲۸۲ رقم ۱۶۲۶)

(۱۵)۔۔۔۔''سفیان عن خالد۔۔۔الخ ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۳۶۱۴ کی سند کو شعیب غیر مقلد وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۶۰۵)

(۱٦)۔۔۔نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت سے خالد گرجاکھی غیر مقلد نے استدلال کیا ہے۔(دیکھئے صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵٦ ناشر ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجرانوالہ)

(۱۷)۔۔۔"سفیان عن ابن جریج۔۔۔الخ"یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر ۱۸۸۳ کو ناصر الدین غیر مقلد نے حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد بتحقیق الالبانی ص ۳۲٦ رقم ۱۸۸۳)

(۱۸)۔۔۔"سفیان عن ابی اسحاق...الخ"یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث کو شعیب غیر مقلد نے حسن قرار دیا ہے۔(دیکھئے سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب ج ۴ ص ۸۸ رقم ۲۸۰۹)

(۱۹)۔۔۔نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو فاروق الرحمن یزدانی غیر مقلد نے اہلسنت کے خلاف پیش کیا ہے۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ص ۲۷۹)

(۲۰)۔۔۔"سفیان عن عبدالرحمن بن عیاش......الخ"یعنی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر ۱۹۳۵ کو البانی غیر مقلد نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔(سنن ابی داؤد ص ۳۴۷ رقم ۱۹۳۵)

(۲۱)۔۔۔نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے اہلحدیث کا مذہب: ص ۷۷۔۷۸)

(۲۲)۔۔۔"سفیان عن ابی اسحاق......الخ"یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۲۴۴۷ کی سند کو شعیب غیر مقلد نے حسن قرار دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب ج ۳ ص ۵۱۳ رقم ۲۴۴۷)

(۲۳)۔۔۔"سفیان عن حنظلۃ ......الخ"یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن ابی داود کی حدیث نمبر ۳۳۴۰ کو ناصر الدین غیر مقلد نے صحیح کہا ہے۔(سنن ابی

داود: ص ۲۰۶)

(۴۴) مذکورہ بالانمبر ۹ والی حتمی ضعیف و مردود روایت کوسفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے باوجود عبداللہ روپڑی امرتسری غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے فتاوی اہلحدیث ج ا ص ۴۶۱، b۔ادار؟ احیاء٭ السن؟ سرگودھا)

(۲۵)۔۔۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک ضعیف باطل و مردود روایت میں جرابوں پر مسح کا ذکر ہے اس ضعیف روایت کو البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دے رکھا ہے (سنن ابی داود بتحقیق الالبانی ص ۱۳ رقم ۱۵۹) حالانکہ یہ روایت ''سفیان الثوری عن ابی قیس......الخ'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد: رقم ۱۵۹)

(۲۶)۔۔۔مذکورہ بالانمبر ۲۵ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو عبدالرحمن عزیز غیر مقلد نے اپنی کتاب ''صحیح نماز نبوی'' میں اہلسنت کے خلاف پیش کیا ہے، اور اس سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے صحیح نماز نبوی ص ۵۰، b۔دارالاندلس لاہور) جبکہ اس کتاب کے شروع میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں صرف اور صرف احادیث صحیحہ وحسنہ سے مدد لی گئی ہے۔ (دیکھئے ص ۱۸)

(۲۷)۔۔۔''سفیان عن الزبیر بن عدی......الخ'' یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ممانعت تکلم فی الصلوٰۃ کے متعلقہ سنن نسائی کی حدیث نمبر ۱۲۲۰ کو ناصر الدین غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سنن النسائی بتحقیق الالبانی ص ۱۹۹ رقم ۱۲۲۰)

(۲۸)۔۔۔مذکورہ نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت سے صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸، b۔نعمانی کتب خانہ لاہور) نیز یاد رہے صادق سیالکوٹی کی مذکورہ کتاب صلوٰۃ الرسول کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے عصر حاضر میں نماز کے موضوع پر فرقہ غیر مقلدیت کی مشہور کتاب قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ علمیہ ص ۶۸۹، b۔مکتبہ اسلامیہ)

(۲۹)۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۲۵ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے تسہیل الوصول ص ۱۲۲ رقم ۱۲۸، ط۔نعمانی کتب خانہ لاہور)

(۳۰)۔۔۔''سفیان عن ابی اسحاق ...الخ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۲۰۱۷ کو شعیب غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب ج ۳ ص ۱۷۹، ۱۸۰، رقم ۲۰۱۷)

(۳۱)۔۔۔''سفیان عن الاوزاعی......الخ''یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن النسائی کی حدیث نمبر ۲۲۶۴ کو البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔(سنن النسائی بتحقیق الالبانی ص ۳۵۶ رقم ۲۲۶۴)

(۳۲)۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔(تسہیل الوصول ص ۱۹۹ رقم ۶۸۲، ط۔نعمانی کتب خانہ لاہور)

(۳۳)۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۲۵ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت سے صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے بھی استدلال کیا ہے۔(دیکھئے صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۴، ط۔نعمانی کتب خانہ لاہور)

تنبیہ:

مذکورہ بالا نمبر ۲۵ والی جرابوں پر مسح کے متعلقہ روایت ہمارے نزدیک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کی وجہ سے نہیں بلکہ دیگر علل قادحہ کی وجہ سے ضعیف ہے، تفصیل کے لئے ''شیخ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، الامام الثقہ، المتقن الحجہ، المحدث الفقیہ'' منیر احمد منور صاحب کی معروف کتاب ''جرابوں پر مسح کا شرعی حکم'' ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۴)۔۔۔''سفیان عن الاسود بن قیس......الخ'' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۲۴۶ کی سند کو شعیب غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔(سنن ابن ماجہ بتحقیق

شعیب ج ا ص ۱٦٦ ا رقم ۲۴٦)

(۳۵)۔۔۔۔''سفیان عن عاصم بن کلیب ......الخ'' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن سنن النسائی کی حدیث نمبر ۲۴۵۸ کو ناصر الدین غیر مقلد نے صحیح کہا ہے۔(سنن نسائی ص ۳۸۳ رقم ۲۴۵۸)

(۳٦)۔۔۔۔''سفیان عن نسیر ......الخ'' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۱٦۲ کی سند کو شعیب غیر مقلد نے قوی کہا ہے۔(ابن ماجہ ج ا ص ۱۱۲ رقم ۱٦۲)

(۳۷ تا ۴۵)۔۔۔۔ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سنن النسائی کی حدیث نمبر ۴۵۸۷۔۵۴۰۰۔۵۵۷۷۔۵۷۲۲ اور سنن ترمذی کی حدیث نمبر ۲۸۸۰۔۲۹۹۵۔۳۳۸۰۔۳۵۵۱۔۴۱۵ کو صحیح قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو سنن ترمذی و نسائی بتحقیق الالبانی)

(۴٦ تا ۴۹)۔۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو ابو الحسن مبشر احمد ربانی، عبد الرحمن عزیز، عبد المتین میمن جونا گڑھی، رئیس ندوی غیر مقلد نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے! آپ کے مسائل اور انکا حل از مبشر احمد ربانی ج ا ص ۱۲۵، صحیح نماز نبوی کتاب و سنت کی روشنی میں از عبد الرحمن عزیز ص ۱۴۸، حدیث نماز از عبد المتین میمن جونا گڑھی ص ۵۸، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز از رئیس ندوی: ص ۲۵۹)

(۵۰)۔۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت سے ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد نے بھی استدلال کیا ہے۔(دیکھئے! نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۱۴۴، b۔دار السلام)

(۵۱)۔۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۲۵ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کو شعیب غیر مقلد نے بھی صحیح کہا ہے۔(دیکھئے سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب ص ۳۵۲ رقم ۵۵۹)

(۵۲)۔۔۔۔ابو الحسن سیالکوٹی غیر مقلد نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی

قیاس کے متعلقہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منسوب قول سے استدلال کیا ہے۔(دیکھئے الظفر المبین ص ۴۲، b۔مکتبہ محمدیہ)

(۵۳)۔۔۔۔رئیس ندوی غیر مقلد نے داءعضال کے متعلقہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت کی سند کو معتبر و صحیح کہا ہے۔(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۱۷۳)

(۵۴)۔۔۔۔مذکورہ بالا نمبر ۹ والی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی حدیث سے ابوالحسن سیالکوٹی غیر مقلد نے بھی استدلال کیا ہے۔(الظفر المبین:ص ۳۳۳)

(۵۵)۔۔۔۔رفع یدین کی مقدار کے متعلقہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کو رئیس ندوی غیر مقلد نے قابل قبول قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۲۷۶)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

قارئین کرام۔۔۔!بندہ کے پاس پانچ سو سے زیادہ ایسے مقامات محفوظ ہیں جہاں غیر مقلدین کے محققین نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو قبول کیا ہے۔آپ ہمارے پیش کردہ مذکورہ بالا چند مقامات کو ہی سامنے رکھ کر فرقہ غیر مقلدیت کے دوغلا پن اور اس کے مکروہ فریب کا اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ جب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی معنعن روایت ان کے کسی مسئلے کی دلیل ہو تو اس روایت کو فرقہ غیر مقلدیت کے اکابر و اصاغر آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے ہیں۔گویا اس وقت غیر مقلدین کے نزدیک بوجہ تدلیس سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔اور جب کوئی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایت ان کے مسلک کے خلاف ہو تو پھر فرقہ غیر مقلدیت کے محققین اس روایت کو بوجہ عنعنۃ الثوری رحمۃ اللہ علیہ ضعیف کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

ندوی جھوٹ نمبر ۳:

مثلاً رئیس ندوی غیر مقلد ترکِ رفع یدین دشمنی میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق تو کہتا ہے کہ:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے معنعن نقل کی ہے، جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲) کیونکہ یہ حدیث ان کے مؤقف کے خلاف ہے، مگر جب اسی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''سینے پر ہاتھ باندھنے، مقدار رفع یدین'' کے متعلقہ معنعن روایات رئیس ندوی صاحب کے حق میں آئیں تو پھر آنکھیں بند کر کے ندوی صاحب نے ان روایات کو صحیح قرار دے دیا ملاحظہ ہو۔

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ص ۲۵۹

(۲) مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۶

اس سے معلوم ہوا رئیس ندوی صاحب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کے بارے میں مسلکی حمایت میں متناقض، متضاد، اور دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں اور علمی تضاد رئیس ندوی صاحب کے نزدیک جھوٹ شمار ہوتا ہے۔ (ملخصاً تحقیقی جائزہ: ص ۸۹۴) اسی لئے ندوی اصول کے مطابق بطورِ الزام کے ندوی تضاد کو جھوٹ شمار کیا گیا ہے۔

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۲:

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کے بارے میں زبیر صاحب اسی ندوی دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ (سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ) کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ (نور العینین: ص ۱۲۱)

مگر دوسری طرف جب امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی عن والی کوئی روایت اس کے حق میں ہو تو پھر آنکھیں بند کر کے امام موصوف کے عنعنہ کو قبول کر لیتا ہے۔ مثلاً ''سنن النسائی'' کی حدیث نمبر ۱۰۷۱، جس کی سند میں امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ عن سے روایت کر رہے ہیں، کو زبیر علی زئی نے صحیح قرار دینے کے لئے لکھا ہے:

اسے ابن الترکمانی اور ابن السکن نے صحیح کہا ہے۔ (تخریج نماز نبوی ص:۲۳۶)، اسی طرح ''جرابوں پر مسح، اور سینے پر ہاتھ باندھنے'' کے متعلقہ بھی امام موصوف کی معنعن روایتوں کو بھی حافظ موصوف نے صحیح کہا ہے۔(تسہیل الوصول:ص ۱۲۲، ۱۹۹، رقم ۱۲۸، ۲۸۶)

نیز زبیرعلی زئی صاحب نے ایک مقام پر مقدار رفع یدین کے متعلقہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن ایک روایت کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''اصح'' یعنی صحیح ترین قرار دیا ہے۔(دیکھئے: نورالعینین :ص ۱۶۳) یہ ہے ان غیر مقلدین کا انصاف!

یہ ٹھہرے ہیں دین کے رہنما اب　　ان کا لقب ہے اہلحدیث اب

سابعاً۔۔۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ترک رفع یدین کی زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لفظ ثم لا یعود کی زیادتی کا اعتراض وارد کیا ہے، ان حضرات کا صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر اعتراض کرنا بھی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے الزام کو رفع کرتا ہے، کیونکہ زبیر صاحب کے بقول ''اگر راوی اپنے اس استاد سے (جس سے اس کی ملاقات معاصرت اور سماع ثابت ہے) وہ روایت (عن وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ) بیان کرے جسے اس نے (اپنے استاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے، اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوگی تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے (ملخصاً ماہنامہ الحدیث:ص ۲۳ ش نمبر ۳۳) تدلیس کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ راوی نے اگر حقیقتاً اپنے استاد سے حدیث نہ سنی ہو تو اس کا نام تدلیس ہے۔

مگر زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ وغیرھما نے تصریح فرما رکھی ہے، کہ یہ حدیث امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اپنے استاد ''امام عاصم بن کلیب'' سے نقل کی ہے، مگر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث میں ''ثم لا یعود'' کی زیادت نقل فرماتے ہیں اور ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نقل نہیں فرماتے، محدثین عظام

رحمۃ اللہ علیہم کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے۔

وگرنہ اگر امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے تو پھر محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کا لفظ ثم لا یعود پر اعتراض بالکل غلط و مردود ہے، اور اگر بفرض محال اس اعتراض کی کوئی بنیاد ہے تو پھر تدلیس کا اعتراض باطل و مردود ہے۔ (یاد رہے اہلسنت کا دعویٰ ترک رفع یدین لفظ ثم لا یعود کے بغیر بھی لفظ ''فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی مرۃ'' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ سے صراحتاً ثابت ہے) فلھذا ائمہ محدثین کے مذکورہ اعتراض سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے، اور اس حدیث پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا الزام باطل و مردود ہے۔

ثامنا۔۔۔ باسند مروی ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تدلیس کرنے سے شرماتے تھے۔(ملخصا: الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی: ج ۳ ص ۸۸۷، التعدیل والتجریح: برقم ۱۳۵۱، اکمال تہذیب الکمال: ۲۰۷۷، تہذیب التہذیب: ۲۰۰) جس سے معلوم ہوا کہ امام ثوری رحمہ اللہ سے خصوصاً امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی روایات سماع پر محمول ہوتی ہیں اور حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ثوری رحمہ اللہ سے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے (دیکھئے: سنن النسائی: ۱۰۲۶)۔ لہٰذا یہ حدیث بھی سماع پر محمول ہے اور غیر مقلدین کا اعتراض غلط و مردود ہے۔

خبیب احمد غیر مقلد کی ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم پر کذب بیانی:

خبیب احمد غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے:

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں روایات کے علاوہ دیگر مرویات میں بھی تدلیس کی ہے۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث ہے: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھلاؤں؟ انہوں نے نماز کی ادائیگی کی۔ اور

رفع یدین صرف پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کیا۔ (ترمذی ص:۲۵۷)اس حدیث کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ضعیف گردانا ہے۔تفصیل کے لئے محترم المقام مولانا زبیر حفظہ اللہ کی کتاب ''نور العینین'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔(بلفظہ مقالات اثریہ:ص ۲۹۴۔۲۹۵ ناشر ادارۃ العلوم الاثریہ)

الجواب:

اولاً۔۔تو عرض ہے کہ ہم زیر بحث حدیث پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے اعتراض کے جوابات ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے اصولوں کی روشنی میں تفصیل سے عرض کر آئے ہیں، ان جوابات سے قطع نظر متقدمین ومتاخرین ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی ایک بھی محدث نے اس حدیث پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا اعتراض نہیں کیا ہے، اور نہ ہی امام موصوف کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف گردانا ہے(فیما اعلم) ہمارے علم کے مطابق اس حدیث پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا اعتراض ائمہ محدثین کے اصولوں سے بغاوت کرتے ہوئے سب پہلے عبدالرحمن معلمی غیر مقلد نے کیا ہے۔ (دیکھئے التنکیل ج ۱ ص ۲۰)، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی عاصم بن کلیب سے اس حدیث کی سماعت اور تحدیث پر خارجی اور داخلی دلائل کا ایک انبار موجود ہے۔جس کی وجہ سے متقدمین ومتاخرین محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف نہیں قرار دیا۔مگر مذکورہ بالا بیان میں فرقہ غیر مقلدیت کے محقق خبیب احمد نے بغیر کسی دلیل وحوالہ کے ائمہ محدثین پر جھوٹ جڑ دیا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف گردانا ہے۔

دنیا کے تمام غیر مقلدین کو ہمارا چیلنج ہے چاہے وہ عرب کے ہوں یا عجم کے، کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کے متعلقہ حدیث صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے، اگر اس حدیث پر صراحتاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا اعتراض کسی محدث سے ثابت

کردیں تو بندہ اپنی زیر طبع کتاب ''آل غیر مقلدیت کے پانچ سو جھوٹ'' سے مذکورہ خبیب صاحب کے جھوٹ کو نکال دے گا، وگرنہ یاد رہے خبیب احمد صاحب کے محترم المقام زبیر صاحب جھوٹ کی مذمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کی باچھیں چیری جارہی ہیں یہ عذاب اس لئے ہورہا تھا کہ وہ شخص جھوٹ بولتا تھا۔ (بلفظہ تین سو جھوٹ: ص ۵)

ثانیاً۔۔۔نور العینین کا بندہ نے مطالعہ کیا ہے مگر اس کتاب میں بھی خبیب احمد صاحب کے محترم المقام زبیر صاحب کسی ایک محدث سے بھی اس حدیث پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا اعتراض ثابت نہیں کر سکے۔ ہاں! البتہ زبیر صاحب کے بارے میں خبیب احمد صاحب تضاد بیانی ودوغلی پالیسی پر ضرور گامزن ہیں، کیونکہ خبیب احمد غیر مقلد نے ایک جگہ صراحتاً لکھا ہے:

کہ زبیر صاحب احادیث کی تصحیح اور تعلیل میں جمہور متقدمین کی بالخصوص اور جمہور متاخرین کی بالعموم مخالفت کر رہے ہیں۔

(ملخصاً: مقالات اثریہ: ص ۳۶۶)

مگر دوسری طرف مذکورہ بالا مقام پر خبیب احمد صاحب احادیث کی تصحیح اور تعلیل میں جمہور متقدمین کی بالخصوص اور جمہور متاخرین کی بالعموم مخالفت میں تحریر کی ہوئی زبیر صاحب کی ہی کتاب ''نور العینین'' کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہوئے اس کے مطالعہ کو مفید قرار دے رہے ہیں، محض مسلکی تعصب میں خبیب احمد صاحب!

ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر
چال سب چلتے ہیں مگر بندہ پرور دیکھ کر

اعتراض نمبر ۳ اور رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۴:

رئیس ندوی غیر مقلد حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مگر اسے معتبر قرار دینے سے یہ بات مانع ہے کہ اس کا دارومدار عاصم بن کلیب جرمی پر ہے، جو

بقول امام ابن المدینی اور عام ائمہ کرام جس روایت کی نقل میں منفرد ہو وہ معتبر اور لائق حجت نہیں (عام کتب رجال، ترجمہ عاصم بن کلیب)۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۵۷۲)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ بندہ نے متعدد کتب میں امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ دیکھا ہے مگر سوائے امام ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک غیر ثابت قول کے کسی ایک محدث سے بھی یہ منقول نہیں کہ اس نے امام موصوف کی منفرد روایات کو غیر معتبر اور نا قابل حجت قرار دیا ہو۔(فیما اعلم) مثلاً دیکھئے۔۔۔

(۱)۔۔۔تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰ رقم ۳۵۷۳

(۲)۔۔۔تقریب التہذیب ص ۳۲۲ رقم ۳۰۷۵

(۳)۔۔۔الکاشف ج ۲ ص ۴۷ رقم ۲۵۴۰

(۴)۔۔۔میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۲ رقم ۴۰۶۹

(۵)۔۔۔التاریخ الکبیر للبخاری: ج ٦ ص ۴۸۷ رقم ۳۰٦۳

(٦)۔۔۔تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳ ص ۵۳۷ رقم ۳۰۲۴

(۷)۔۔۔خلاصہ تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۰

(۸)۔۔۔الجرح والتعدیل للرازی: ج ٦ ص ۳۴۹ رقم ۱۹۲۹

(۹)۔۔۔معرفۃ الثقات للعجلی: ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۷۴۳

(۱۰)۔۔۔لسان المیزان ج ۷ ص ۲۵۳ رقم ۳۴۱۷

(۱۱)۔۔۔الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ٦ ص ۳۴۱

(۱۲)۔۔۔تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۱۵۰ رقم ۸۳۳

(۱۳)۔۔۔الوافی بالوفیات ج ۵ ص ۸۱۳

(۱۴)۔۔۔العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد ج ۱ ص ۱٦۱ رقم ۲۱

(۱۵)۔۔۔۔تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۵ ص ۲۶۳

جبکہ راقم الحروف حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند کی تحقیق کے ذیل میں غیر مقلدین کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں پچاس محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم سے امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کی مطلقاً توثیق ثابت کر چکا ہے، حتی کہ آل غیر مقلدیت کے محققین نے بھی امام موصوف کو عندالجمہور ثقہ وصدوق اور قابل حجت راوی قرار دیا ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

عاصم بن کلیب اوران کے والد کلیب دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

(تحقیقی مقالات: ج ۱ ص ۴۲۵، ۴۲۶، ماہنامہ الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۲۱)

ثناء اللہ ضیاء غیر مقلد لکھتا ہے:

دیگر ماہرین فن عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات کو بغیر کسی شرط کے حجت تسلیم کرتے ہیں۔

(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟ ص ۲۱)

ندیم ظہیر غیر مقلد لکھتا ہے:

عاصم بن کلیب جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق اور قابل حجت راوی ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۸ ش نمبر ۱۱۹)

الغرض مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ عام ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مطلقاً بغیر کسی شرط کے ثقہ وصدوق اور قابل حجت راوی ہے اور مذکورہ بالا بیان میں آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے بغیر کسی حوالے کے ائمہ محدثین پر ندوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔راقم الحروف کے علم کے مطابق امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب قول (کہ اگر عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہوں تو پھر حجت نہیں) کو سب سے پہلے نقل کرنے والے حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ ہیں، (دیکھئے الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی

: ج ۲ ص ۷۰ رقم ۱۷۶۰) اور انہیں یہ قول کس واسطے سے پہنچا؟ اس کی کوئی سند نہیں ہے، لہٰذا امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ قول بے سند ہے بندہ کو جتنی کتب میں بھی یہ قول ملا ہے ان میں اس کی کوئی سند موجود نہیں ہے مثلاً دیکھئے۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی: ج ۲ ص ۷۰ رقم ۱۷۶۰

(۲)۔۔۔۔المغنی للذہبی: ج ۱ ص ۳۱۲ رقم ۲۹۹۲

(۳)۔۔۔۔دیوان الضعفاء للذھبی: ج ۱ ص ۲۰۴ رقم ۲۰۳۹

(۴)۔۔۔۔ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق للذہبی: ج ۱ ص ۱۰۴ رقم ۱۷۰

(۵)۔۔۔۔میزان الاعتدال للذہبی: ج ۲ ص ۳۵۶ رقم ۴۰۶۴

(۶)۔۔۔۔تہذیب التہذیب لابن حجر: ج ۵ ص ۵۶ رقم ۸۹

(۷)۔۔۔۔نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۵۸ رقم ۱۴۸

(۸)۔۔۔۔عون المعبود ج ۷ ص ۳۵۶ رقم ۲۷۹۹

(۹)۔۔۔۔مرعاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۱۰۱

(۱۰)۔۔۔۔نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۵۴

اور علمائے غیر مقلدین کے بقول بے سند جرح وتعدیل معتبر نہیں ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

حافظ ذہبی ہوں یا حافظ ابن حجر یا کوئی اور بے سند جرح وتعدیل معتبر نہیں ہے۔

(تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۴۵۶)

یہ صاحب ایک جگہ مزید لکھتے ہیں:

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بے سند بات حجت نہیں ہے تو امام ترمذی کی بے سند بات کس شمار و قطار میں ہے؟ (ایضاً: ج ۳ ص ۴۵۷) بے سند بات حجت نہیں ہوتی۔ (ایضاً ج ۳ ص ۴۵۸)

زیلعی، ابن عبدالبر، قاسم بن قطلو بغا اور الجزائری وغیرھم کے بے سند و بے ثبوت حوالے مردود

ہیں۔(ایضاً ج ۳ ص ۴۶۲)

ندیم ظہیر غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے:

امام علی بن المدینی کا قول بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔(ماہنامہ الحدیث:ص ۹ ش نمبر ۱۱۹)

فلھذا امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند کے ساتھ امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ پر ''لا یحتج بہ ؟ اذا انفرد'' (عاصم بن کلیب منفرد ہوتو پھر حجت نہیں) کی جرح خود علمائے غیر مقلدین کے اصولوں کی روشنی میں ثابت نہیں ہے۔

ثالثاً۔۔۔فرقہ غیر مقلدیت کے محقق ندیم ظہیر غیر مقلد نے بھی صراحت کررکھی ہے کہ امام موصوف کے متعلقہ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب قول بے سند وغیر ثابت ہے۔

چنانچہ ندیم ظہیر غیر مقلد کہتا ہے:

رہا مسئلہ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تو وہ ابھی تک باسند صحیح ہمیں کسی کتاب میں نہیں ملا۔(ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۱۱۹)

ندیم ظہیر غیر مقلد مزید لکھتا ہے:

اس (امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول) کی کوئی سند نہیں ہے لہٰذا امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے......عام بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ وصدوق اور قابل حجت راوی ہے،اوران پر تفرد کا اعتراض بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے،فرض محال اگر یہ ثابت بھی ہوتا تو جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہونے کی وجہ سے یہ لائق التفات نہیں تھا۔(ملخصًا ماہنامہ الحدیث ص ۹،۱۱ ش نمبر ۱۱۹)

رابعاً۔۔۔حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند کی تحقیق کے ذیل میں فریق مخالف کے مسلمات کی روشنی میں ہم پچاس ائمہ محدثین سے باحوالہ امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کا ثقہ،صدوق و حسن الحدیث وغیرہ ہونا ثابت کر چکے ہیں،اختصار کے پیش نظر امام موصوف کو ثقہ وصدوق وحسن

الحدیث وغیرہ کہنے والے ان محدثین کے اسماء حاضر خدمت ہیں۔

(۱)۔۔۔۔حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی م ۲۶۱ھ

(۲)۔۔۔۔امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ

(۳)۔۔۔۔امام ابوعبداللہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ

(۴)۔۔۔۔امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ

(۵)۔۔۔۔امام ابوداود سلیمان بن الاشعث رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ

(۶)۔۔۔۔امام احمد بن عبداللہ بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ

(۷)۔۔۔۔امام ابوحاتم محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ

(۸)۔۔۔۔امام محمد بن حبان الدارمی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ

(۹)۔۔۔۔امام ابوحفص ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ

(۱۰)۔۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ

(۱۱)۔۔۔۔حافظ ابوعبدالرحمن النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ

(۱۲)۔۔۔۔حافظ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ

(۱۳)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ

(۱۴)۔۔۔۔امام صلاح الدین الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ

(۱۵)۔۔۔۔امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۸ھ

(۱۶)۔۔۔۔حافظ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ

(۱۷)۔۔۔۔امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ

(۱۸)۔۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ

(۱۹)۔۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ

(۲۰)۔۔۔۔حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ

(۲۱)۔۔۔۔حافظ ابوعوانہ م ۳۱۶ھ

(۲۲)۔۔۔۔امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ

(۲۳)۔۔۔۔حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ

(۲۴)۔۔۔۔حافظ خزرجی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ

(۲۵)۔۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ

(۲۶)۔۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ

(۲۷)۔۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ھ

(۲۸)۔۔۔۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ

(۲۹)۔۔۔۔امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ

(۳۰)۔۔۔۔امام ابوعلی حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ

(۳۱)۔۔۔۔حافظ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ

(۳۲)۔۔۔۔حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ

(۳۳)۔۔۔۔حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ

(۳۴)۔۔۔۔حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ

(۳۵)۔۔۔۔حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ

(۳۶)۔۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ

(۳۷)۔۔۔۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ

(۳۸)۔۔۔۔حافظ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ

(۳۹)۔۔۔۔حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ

(۴۰)۔۔۔۔حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ

(۴۱)۔۔۔۔شیخ ھاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۲)۔۔۔حافظ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۳)۔۔۔حافظ ابوعلی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۴۴)۔۔۔حافظ ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ

(۴۵)۔۔۔حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ

(۴۶)۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ

(۴۷)۔۔۔امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ

(۴۸)۔۔۔حافظ ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۴۹)۔۔۔حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ

(۵۰)۔۔۔امام زبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ

الغرض امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً سو فیصد ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہے، اور درج ذیل ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے صراحت فرما رکھی ہے، کہ ثقہ راوی کا تفرد و زیادتی قابل قبول ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ:

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۲۴ و مستدرک ج ۱ ص ۱۹۸،

۱۳۱)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ:

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۷)

(۳)۔۔۔امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ:

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۶ رقم ۱۴۸۳)

(۴)۔۔۔امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ:

(الاول من کتاب التمییز ص ۵۰ رقم ۵۹)

(۵)۔۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ:

(کتاب العلل الصغیر آخر الجامع طبع دار السلام ص ۸۹۹)

(۶)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ:

(نزھۃ النظر ص ۴۶ و مع شرح ملا علی القاری ص ۳۱۵)

(۷)۔۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ:

(البدر المنیر ج ۱ ص ۶۱۵، ج ۳ ص ۶۲، ج ۳ ص ۵۴۵)

(۸)۔۔۔۔حافظ ملغطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ:

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۱

ص ۶۷۰)

(۹)۔۔۔۔حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ:

(تہذیب السنن ج ۱ ص ۲۶)

(۱۰)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ:

(تلخیص مستدرک ج ۱ ص ۹۱ رقم ۱۰۰)

نیز علمائے غیر مقلدین نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ ثقہ وصدوق راوی کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

ثقہ وصدوق راوی کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

(تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۷۶ ناشر مکتبہ اسلامیہ)

زبیر علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس کی عدم متابعت چنداں مضر نہیں ہے۔

(مقالات ج ۱ ص ۳۱۶)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے:

لیجئے جناب! محمد بن حمیر کی اس روایت کو جس میں وہ منفرد ہے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔۔۔لہٰذا تفرد کا بہانہ بنا کر بھی محمد بن حمیر کی روایت کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں۔

(تنقیح الکلام ص ۵۳،۵۶)

ناصر الدین البانی کہتا ہے:

''**ان تفرد الثقة بالحديث لا يعتبر علة**'' کہ حدیث میں ثقہ راوی کا تفرد علت (قادحہ) نہیں سمجھا جاتا۔

(السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج ۱۴ ص ۲۴۶)

ندیم ظہیر غیر مقلد لکھتا ہے:

ثقہ راوی کا تفرد مضر نہیں ہے۔۔۔۔۔جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہونے کی وجہ سے یہ لائق التفات نہیں تھا۔

(ماہنامہ الحدیث ص۹۔۱۱ ش نمبر ۱۱۹)

فالھذا بالتحقیق والیقین اگر بالفرض امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب قول ثابت بھی ہو جائے تو تب بھی عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کے ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے اس کا تفرد مضر نہیں ہے، اور اس کی بیان کردہ حدیث غیر مقلدین کے مسلمہ اصول کی روشنی میں قابل احتجاج ہے، اور امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بشرط ثبوت لائق التفات نہیں ہے۔

خامسا۔۔۔بطور الزامی جواب کے عرض ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد، ندیم ظہیر غیر مقلد، ثناء اللہ ضیاء غیر مقلد نے تسلیم کر رکھا ہے کہ امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۲۶، ۴۲۵، الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۲۱، نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟ ص ۲۱، الحدیث ص ۸ ش نمبر ۱۱۹) اور زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک جمہور کی توثیق کے بعد ہر قسم کی جرح مردود ہوتی ہے، چنانچہ زبیر صاحب اپنی مرضی کے ایک راوی کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمہور کی توثیق کے بعد ہر قسم کی جرح مردود ہوتی ہے چاہے لوگ اسے جرح مفسر کہتے پھریں۔

(مقالات ج ۱ ص ۳۳۹)

فلھذا جب زبیر علی زئی اینڈ پارٹی کے نزدیک جمہور کی توثیق کے بعد جرح مفسر بھی مردود ہے تو پھر امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ پر امام ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غیر مفسر غیر مبین السبب جرح جمہور کی توثیق کے بعد بطریق اولیٰ باطل ومردود ہے۔

سادساً۔۔۔۔بفرض محال امام موصوف پر علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح ثابت ہو تو تب بھی عرض ہے کہ زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرنے میں امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ دیگر متعدد راویوں نے امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کی (معنوی) متابعت کر رکھی ہے، اور اس حدیث کے متعدد شواہد موجود ہیں (جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے)۔ نیز اس حدیث کی تائید دیگر ترک رفع یدین کی احادیث صحیحہ (جو کہ اپنے اپنے مقام پر آ رہی ہیں) سے بھی ہو رہی ہے، اس لئے عاصم مذکور اس روایت میں دیگر محدثین کی طرح (بشرط ثبوت) امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول کے مطابق بھی قابل حجت ہیں۔

سابعاً۔۔۔۔فرقہ غیر مقلدیت کے محققین حسب سابق امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی متناقض، متضاد اور دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ ایک طرف تو ترکِ رفع یدین دشمنی میں امام موصوف کو قابل احتجاج نہیں گردانتے، جبکہ دوسری طرف درج ذیل علمائے غیر مقلدین نے امام موصوف کی اپنی مرضی کے موافق روایت سے احتجاج بھی کر رکھا ہے، اور اکثر نے تو صراحتاً صحیح بھی قرار دے رکھا ہے۔

(۱)۔۔۔۔داود ارشد غیر مقلد

(تحفہ حنفیہ ص ۱۲۲ ناشر دار الکتب السلفیہ لاہور)

(۲)۔۔۔۔ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی غیر مقلد

(نماز مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷۳)

(۳)۔۔۔۔فتاویٰ علمائے حدیث

(ج ۴ ص ۳۰۹ تقسیم کار فاروقی کتب خانہ)

(۴)۔۔۔۔خالد گرجاکھی غیر مقلد

(صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۶ ناشر ادارہ احیاء السنہ)

(۵)۔۔۔۔فاروق الرحمن یزدانی غیر مقلد

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف: ص ۲۷۹ ناشر ادارہ تحفظ اسلام)

(۶)۔۔۔۔ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد

(اہل حدیث کا مذہب: ص ۷۷، ۷۸)

(۷)۔۔۔۔عبداللہ روپڑی غیر مقلد

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۴۶۱ شائع کردہ ادارہ احیاء السنہ)

(۸)۔۔۔۔صادق سیالکوٹی غیر مقلد

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸ نعمانی کتب خانہ لاہور)

(۹)۔۔۔۔ابوالحسن مبشر احمد ربانی غیر مقلد

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۱۲۵ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

(۱۰)۔۔۔۔عبدالرحمن عزیز غیر مقلد

(صحیح نماز نبوی کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۱۴۸)

(۱۱)۔۔۔۔عبدالمتین میمن غیر مقلد

(حدیث نماز ص ۵۸)

(۱۲)۔۔۔۔شفیق الرحمن غیر مقلد:

(نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۱۴۴، b۔ دارالسلام)

(۱۳)۔۔۔۔زبیر علی زئی غیر مقلد

(تسہیل الوصول ص۱۹۹)

(۱۴)۔۔۔ثناء اللہ ضیاء غیر مقلد

(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟ ص ۱۲، ۲۱)

(۱۵)۔۔۔ارشاد الحق غیر مقلد

(تعلیق مسند السراج ص ۶۴ رقم ۹۷)

(۱۶)۔۔۔قاضی شوکانی غیر مقلد

(نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۵۸، ج ۸ ص ۱۶۰)

(۱۷)۔۔۔شعیب الارناوط غیر مقلد

(حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

(۱۸)۔۔۔زہیر الشاویش غیر مقلد

(ایضاً)

(۱۹)۔۔۔ابوالحسن سیالکوٹی غیر مقلد

(الظفر المبین: ص ۳۳۳)

(۲۰)۔۔۔رئیس ندوی غیر مقلد

(صحیح طریقہ نماز ص ۲۵۹، ۳۹۴)

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۵:

نیز رئیس ندوی غیر مقلد نے اپنے پسندیدہ راویوں کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے یہ اصول بیان کیا ہے کہ صحیحین (بخاری و مسلم) کے راویوں پر اگر کسی قسم کی جرح موجود ہو تو وہ بقول راجح مدفوع اور کالعدم شمار ہوگی، چنانچہ اس نے لکھا ہے:

اور یہ معلوم ہے کہ صحیحین (بخاری و مسلم) کے راوی پر اگر کسی قسم کا کلام بھی وارد ہوا ہے تو وہ بقول راجح مدفوع اور کالعدم ہے۔

(اللمحات ج ۲ ص ۱۳، ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس)

یہاں ندوی صاحب بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح کو کالعدم قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف دوغلی پالیسی سے کام لیتے ہوئے ترکِ رفع یدین دشمنی میں ''تعلیقاً صحیح بخاری و اصولاً صحیح مسلم و سنن اربعہ'' کے ثقہ بالا جماع راوی امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک غیر ثابت جرح کو مدفوع و کالعدم قرار دینے کی بجائے اس جرح کو معتبر قرار دے رہا ہیں (ملخصا جائزہ: ص ۵۷۲) جو کہ ندوی صاحب کا مسلک کی حمایت میں واضح تضاد ہے، اور تضاد کو ندوی صاحب کذب بیانی کہتے ہیں۔ (ملخصا جائزہ: ص ۸۹۴)

زبان مصلحت بین کو کیونکر قرار آئے
اِدھر کچھ اور کہتی ہے، اُدھر کچھ اور کہتی ہے

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۳:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب نے اپنی مرضی کے مجروح راویوں کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے ایک اصول بنایا ہے کہ جمہور کی توثیق کے بعد راوی پر جرح مفسر بھی مردود ہے، چنانچہ اس نے لکھا ہے: جمہور کی توثیق کے بعد ہر قسم کی جرح مردود ہوتی ہے چاہے لوگ اسے جرح مفسر کہتے پھریں۔ (بلفظہ مقالات ج ۳ ص ۳۴۹)

جبکہ دوسری جگہ زبیر صاحب نے تضاد بیانی سے کام لیتے ہوئے ترکِ رفع یدین کے بغض میں سیدنا حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر (جو کہ اتفاقی طور پر عند الجمہور ثقہ وصدوق محدث ہیں) جرحی نشر چلایا ہے۔ (دیکھئے نور العینین: ص ۱۳۴ تا ۱۳۹)

تیری بات کو بت حیلہ گر نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے، کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۶:

رئیس ندوی لکھتا ہے: بقول امام ابن المدینی۔۔۔۔ (عاصم بن کلیب) جس روایت

کی نقل میں منفرد ہو وہ معتبر اور لائق حجت نہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲)

تبصرہ:

ہم ماقبل میں تفصیل کے ساتھ عرض کر آئے ہیں کہ ندوی صاحب کے مستدل قول کے متعلق ندیم ظہیر غیر مقلد نے صراحت کر رکھی ہے کہ امام موصوف کے متعلقہ علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب قول بے سند و غیر ثابت ہے (کمامر) اور ندوی صاحب کے بقول بے سند بات مکذوب ہوتی ہے، (تحقیقی جائزہ: ص ۲۰۴) اور مکذوبہ روایت سے استدلال کرنے والا بھی کذاب ہیں۔(ملخصا ایضا: ص ۲۰۸) فلھذا ندوی صاحب اپنی ہی تحریرات کی روشنی میں کذاب پرست ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

زبیر علی زئی غیر مقلد حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت مجمل ہے، اگر اس کو عام تصور کیا جائے تو پھر تارکین رفع الیدین کا خود اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (بلفظہ نور العینین: ص ۱۳۹)

الجواب:

اوّلاً۔۔۔عرض ہے کہ یہ صرف ہیرا پھیری کے سواء کچھ نہیں، اگر ہم وتر اور عیدین میں رفع یدین کر کے اس روایت پر عمل نہیں کرتے، تو جناب عیدین اور وتر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ترک ثابت نہیں۔ اس کے علاوہ چونکہ باقی عمومی نمازوں میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین کا ترک ثابت ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ اس پر گواہ ہیں فلھذا جہاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے ہیں وہاں ہم بھی کرتے ہیں، اور جہاں وہ نہیں کرتے ترک

فرمائے تھے وہاں ہم بھی نہیں کرتے۔

ثانیاً۔۔۔۔ پھر زبیر صاحب کی جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں بات عام نمازوں کی ہو رہی ہے نہ کہ خاص عیدین اور وتروں کی۔ مگر زبیر صاحب خواہ مخواہ خاص عیدین و وتروں کی نماز کو درمیان میں زیر بحث لا رہے ہیں۔

ثالثاً۔۔۔۔ وتروں میں بعد از رکوع عام دعا کی طرح غیر مقلدین جو ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ کیا اس کے بارے میں زبیر علی زئی اینڈ پارٹی کے پاس کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث ہے؟ اگر ہے تو جناب ذرا پیش کرو۔ ورنہ فضول شور مچانا بند کرو۔

اعتراض نمبر ۵:

غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے:

یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ (ثبوت ذکر کے بعد) عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔

(نور العینین: ص ۱۴۰)

الجواب:

فتنہ غیر مقلدیت کے تمام محققین خدمت حدیث کا لبادہ اوڑھ کر حدیث کے انکار کی مہم چلانے بیٹھے ہیں۔ اور صحیح حدیث کو رد کرنے کے لئے فضول بہانے تراش رہے ہیں۔ وگرنہ ہماری بیان کردہ روایت سے صرف عدم ذکر بلکہ وضاحت موجود ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کیا پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔ جیسا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ لہٰذا یہ صرف تک بندی ہے جو صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے تلاش کی گئی ہے۔ ورنہ حدیث صحیح اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی کثرت کا اس پر خیر القرون سے ہی عامل پیرا ہونا بھی اس حدیث کو تسلیم کرنے کی طرف راغب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شتر بے مہار محققین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

زبیرعلی زئی تضاد نمبر ۴:

نیز زبیرعلی زئی صاحب ایک طرف تو یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔ (نور العینین :ص ۱۴۰) جبکہ دوسری جگہ زبیر صاحب نے عبدالرحمن مبارکپوری کی بقیہ بن ولید پر کئی گئی جرح کو منسوخ قرار دیتے ہوئے لکھا:

خود محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ کا ذکر کیا ہے، یا سنن الترمذی میں بقیہ کا ذکر آیا ہے، مگر انہوں نے بذات خود اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی جرح ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی کی رُو سے منسوخ ہے۔ (بلفظہ مقالات: ج ۲ ص ۱۷۳)

ملاحظہ فرمائیں۔۔۔! کہ عبدالرحمن مبارکپوری نے بقیہ بن ولید پر القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید میں جرح کی ہے جو کہ ثبوت ہے، اس کے بالمقابل تحفۃ الاحوذی میں بقول زبیر صاحب بقیہ بن ولید کا بار بار نام آیا، مگر عبدالرحمن مبارکپوری نے جرح نہیں کی۔ اور یہ جرح نہ کرنا عدم ذکر ہے، زبیر صاحب نے اپنے اصول کے مطابق یہاں عدم ذکر کو نفی ذکر نہ سمجھنے کی بجائے دوغلی پالیسی سے کام لیتے ہوئے نفی ذکر سمجھ کر جرح کو منسوخ قرار دے دیا۔

اسی طرح زبیر صاحب اخبار الفقہاء والمحدثین کو مشکوک ثابت کرنے کے لئے اپنی کتاب نور العینین میں لکھتے ہیں:

جدید دور کے یہ حوالے اس کی قطعی دلیل نہیں ہیں کہ یہ کتاب محمد بن حارث کی ہی ہے، قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (نور العینین :ص ۲۰۸)

حالانکہ قدیم علماء کا ذکر نہ کرنا عدم ذکر ہے جو کہ زبیر صاحب کے ضابطہ کے مطابق نفی ذکر کی دلیل نہیں، مگر یہاں پر بھی زبیر صاحب متضاد پالیسی پر چلتے ہوئے مسلکی حمایت میں عدم ذکر کو نفی ذکر قرار دے رہے ہیں۔

جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

تنبیہ:

یاد رہے قدیم محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار الفقہاء والمحدثین کا ذکر کیا ہے تفصیل حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر اعتراضات کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ٦:

زبیر صاحب لکھتے ہیں:

سفیان کی حدیث میں نفی ہے۔اور صحیحین وغیرھما کی متواتر احادیث میں اثبات ہے یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثباتِ نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

(نور العینین ص ۱۴۰)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ اگر آپ مثبت پر عمل کرنے کے دعویٰ میں سچے ہیں تو پھر مکمل عمل کریں کیونکہ جس طرح بوقت رکوع رفع الیدین کی روایات مثبت ہیں،اسی طرح سجدوں اور ہر اونچ نیچ وغیرہ پر رفع الیدین کرنے کی روایات بھی تو مثبت ہیں۔آپ کا رکوع کے وقت رفع یدین کے اثبات والی روایات کو لے لینا اور سجدوں کی رفع یدین اور اونچ نیچ پر رفع یدین کے اثبات والی روایات کو چھوڑ دینا اخذ بالمثبت نہیں۔فلھذا اگر بفرض محال ہم نے مثبت کو ترک کیا ہے تو پھر آپ بھی سجدوں اور دیگر مقامات پر رفع یدین کے اثبات والی روایات کو ترک کر کے تارک مثبت ہو۔

ثانیاً... عبدالتواب ملتانی غیر مقلد رفع الیدین بین السجدتین کی روایات کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

'' **تعارضت فیہ روایات الفعل والترک والاصل العدم** '' کہ سجدوں میں رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی روایات باہم متعارض ہوگئی ہیں،اور اصل بات یہ ہے کہ سجدتین میں رفع یدین نہ ہو۔(حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۱۸۴ بحوالہ نور الصباح ج۱ ص ۱۲۶)

اسی طرح ہم بھی بطور الزام کے کہتے ہیں'' **تعارضت فیہ روایات الفعل و الترک فی الرفع عندالرکوع وعند رفع الراس من الرکوع والاصل العدم** '' کہ رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی روایات باہم متعارض ہوگئی ہیں، اور اصل بات یہ ہے کہ رفع یدین نہ ہو۔

ثالثاً۔۔۔اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔لیکن کب؟ اثبات نفی پر اس وقت مقدم ہوگا جبکہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو جس کی نفی کی جارہی ہے۔اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو (جیسا کہ اس جگہ ہے) تو اثبات اور نفی کا حکم برابر ہوگا ترجیح غیر سے طلب کی جائے گی۔(ملخصا: نورالانوار ص ۱۹۷) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہمیشہ رہے اور شاذ و نادر ہی آپ سے جدا ہوئے۔حتی کہ لوگ انہیں اہل بیت میں سے گمان کرتے تھے۔فلھذا چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں مکمل علم تھا اس لئے مذکورہ اصول یہاں نہیں چلے گا۔

رابعاً۔۔۔مثبت کو نفی پر مقدم کرنے کا اصول اس صورت میں ہے'' **اذا کان الروایتان فی قصۃ واحدۃ ووقت واحد واذا کانتا فی حادثات مختلفۃفاذا یرجح احد الجانبین من قرینۃ خارجیۃ** '' کہ جب دونوں روایات (مثبت و نافی) ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہونے والے ایک ہی واقعہ کے متعلق ہوں، اور جب وہ دونوں روایات حوادثات مختلفہ کے متعلقہ ہوں تو پھر یہ اصول جاری نہیں ہوگا۔اور ترجیح غیر سے طلب کی جائے گی۔اور یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی نماز نہیں پڑھی ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری زندگی میں مختلف اوقات میں مختلف نمازیں ادا فرمانے کے بکثرت واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں۔اس لئے مثبت کو نفی پر مقدم کرنے کا اصول یہاں جاری نہیں ہوگا۔کیونکہ اثبات اور نفی کی روایات حادثات مختلفہ کے متعلق ہیں۔

نیز اگر زبیر علی زئی پارٹی اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو عرض ہے کہ بعض روایات

میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا اثبات ہے۔ (مثلاً دیکھئے بخاری رقم ۲۲۴) اور دیگر بعض روایات میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی نفی ہے (مثلاً دیکھئے سنن ترمذی رقم ۱۲) اب اگر فرقہ غیر مقلدیت کا ہی کوئی شخص کھڑے ہوکر پیشاب کرنا شروع کردے، اور اپنے اس عمل پر بطور دلیل کے اثبات کی روایات پیش کرے اور نفی کی روایات کو یہ کہہ کر رد کردے کہ میری مستدل روایات میں اثبات ہے اور تمہاری پیش کردہ روایات میں نفی ہے اور یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے، لہٰذا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا سنت یا اولیٰ ہے، تو زبیر علی زئی پارٹی اس شخص کو کیا جواب دے گی؟

خامساً۔۔۔ظرافت طبع کے طور پر عرض ہے کہ اثبات کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اثبات اور مثبت اس کو کہا جاتا ہے جو ایک امر جدید اور امر حادث کو ثابت کرے۔ اس معنی کے اعتبار سے ہم زیر بحث مسئلہ میں اثبات والے ہیں اور غیر مقلدین نفی والے ہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رفع یدین کرتے تھے اور بعد میں چھوڑ دیا تھا، ہم ترک رفع یدین کا اثبات کرنے والے ہیں لہٰذا ہم مثبت ہوئے اور غیر مقلدین ترک رفع یدین کی نفی کرنے والے ہیں، فلھذا غیر مقلدین نافی ہوئے، اور مذکورہ مثبت کو نفی پر مقدم قرار دینے والے ضابطہ کے پیش نظر ترکِ رفع یدین کی اثبات والی روایات کو ہی ترجیح ہوگی۔

اعتراض نمبر ۷:

نور حسین گرجاکھی غیر مقلد لکھتا ہے:

کہ (حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب۔ ناقل) شیخ محی الدین ابن عربی شافعی صاحب فتوحات مکیہ کے ہاں یہ ہے کہ تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین ایک بار کیا بار بار نہیں کیا۔ (قرۃ العینین: ص ۸۸) یہی توجیہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے رئیس ندوی غیر مقلد نے بھی نقل کی ہے۔
(دیکھئے سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۷۵)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ رئیس ندوی صاحب کے بقول ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ غالی مقلد ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ ص۵۳۸، ۵۳۷) اور ندوی صاحب نے صراحتاً لکھا ہے کہ اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں (ایضاً ص۵۳۸) الغرض جب غیر مقلدین کے نزدیک اختلافی مسائل میں مقلدین کی محض نقل کا ہی اعتبار نہیں ہے تو پھر زیر بحث مسئلہ میں مذکورہ بالا ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مقلد کی ایک غلط و مردود تاویل کا سہارا لے کر غیر مقلدین نے آخر کیوں شور مچارکھا ہے؟

نیز رئیس ندوی صاحب کے نزدیک تقلید شرک کفر ناجائز اور حرام ہے (تحقیقی جائزہ ص۸۲۱)، اور تقلید کرنے کی وجہ سے ندوی صاحب کے نزدیک ابن عربی کافر مشرک اور حرام کاری کے مرتکب قرار پاتے ہیں، نیز غیر مقلد زبیر علی زئی نے تو باحوالہ صراحتاً ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہا ہے (ملخصا: فتاویٰ علمیہ ج۱ ص۶۶، ۶۷)

الغرض غیر مقلدین ایک طرف تو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر و شرک کی گردان پڑھتے نہیں تھکتے، اور دوسری طرف ترک رفع یدین دشمنی میں ایک غلط تاویل کا سہارا لینے کے لئے ان کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج

احتیاج ست واحتجاج ست احتیاج

ثانیاً۔۔۔ ہماری مستدل روایات میں وضاحت موجود ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کیا اور پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔ جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات میں صراحت ہے، ان واضح اور صاف احادیث کے مقابلے میں مذکورہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تاویل ''تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ'' کے طریق سے ہونے کی وجہ سے بالکل غلط باطل و مردود اور ناقابل التفات ہے۔

ثالثاً۔۔۔(۱) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ نے "**باب من لم یذکر الرفع الا عند الافتتاح**" میں (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۷۸)

(۲)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے "**باب لم یذکر الرفع عند الرکوع**" (سنن ابی داؤد رقم ۷۴۸) میں۔

(۳)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے "**باب ترک ذلک** (عند الرکوع ناقل)" "**باب الرخصة فی ترک ذلک**" (سنن النسائی رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸) میں۔

(۴)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ھ نے "**باب من لم یرفع یدیه الا فی اول مرة**" (شرح ترمذی از احمد شاکر ج ۲ ص ۴۰) میں۔

(۵)۔۔۔حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۷ھ نے "**باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذالک رفع ام لا**" میں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۱)

(۶)۔۔۔امام سحنون بن سعید المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ نے "**باب رفع الیدین فی الرکوع والاحرام**" (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۹) میں۔

(۷)۔۔۔امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ نے "**باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود**" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸)

میں ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا مذکورہ بالا محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بعد الافتتاح ترک رفع یدین کی دلیل ہے، ان جلیل القدر رجال علم حضرات کے مقابلے میں صوفی منش بزرگ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی باطل تاویل کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

نیز علی زئی اصول کے مطابق بھی مذکورہ تاویل مردود ہے۔ کیونکہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

م ۶۳۸ھ سے پہلے حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ امام سحنون بن سعید المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۵ھ غیرہم حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ترک رفع یدین بعد الافتتاح کے متعلق قرار دے چکے ہیں (کمامر) اور غیر مقلد علی زئی صاحب کے بقول پہلے والے حضرات کے مقابلے میں بعد والوں کی بات سننے کے ہی قابل نہیں ہوتی۔ (ملخصا نور العینین ص ۱۳۷) فلھذا باصول علی زئی مذکورہ پہلے والے ائمہ محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلے میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح حدیث کے واضح الفاظ کے خلاف تاویل باطل سننے کے ہی سرے سے قابل نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۸:

غیر مقلدین کی طرف سے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ بھی زور وشور سے کیا جاتا ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہا ہے۔ مثلاً (دیکھئے نور العینین : ص ۱۳۰)

جواب اوّل:

ہم ماقبل میں تفصیل سے عرض کر آئے ہیں کہ زیر بحث حدیث پر بعض حضرات کے اعتراض کا بنیادی محور صرف لفظ ثم لا یعود ہے اور باقی حدیث کو '' فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ '' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اور اہلسنّت والجماعت احناف کا دعویٰ ترک رفع یدین لفظ ثم لا یعود کے بغیر '' فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ '' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ سے صراحتاً ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے بعض حضرات سے لفظ ثم لا یعود پر زیادتی کا اعتراض علمائے اہلسنّت کے خلاف پیش کرنا باطل و مردود ہے۔ (اگرچہ باصول حدیث ثم لا یعود کی زیادتی کا اعتراض بھی غلط ہے) نیز اگر معترضین کے اعتراضات کا اصول حدیث و اسماء الرجال کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو معترضین کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں ان اعتراضات کی کوئی ٹھوس

حیثیت ثابت نہیں ہوتی۔ جس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ زیر بحث حدیث پر اعتراضات محض مسلکی تفاوت کی پیداوار ہیں۔ ویسے بھی مسلکی تفاوت کی بنیاد پر اصول وضوابط کے خلاف وارد کئے جانے والے اعتراضات کی علمی وتحقیقی دنیا میں کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ اس لئے مسلکی تفاوت کی بنیاد پر اصول وضوابط کے خلاف ترک رفع یدین کی احادیث پر اعتراضات بالکلیہ مردود وغیر مقبول ہیں۔ یہ بات تو غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ مخالفت اور اصول میں ترجیح اصولوں اور ضابطوں کو ہی ہوتی ہے چنانچہ غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے:

اصول اور مخالفت میں ہمیشہ اُصول کو ترجیح ہوتی ہے۔ (مقالات ج ۴ ص ۲۳۱)

ہوسکتا ہے کہ کسی غیر مقلد کا بلڈ پریشر تیز ہی نہ ہوجائے اس لئے اب بغیر کسی تاخیر کے زیر بحث حدیث پر بعض حضرات کی جروحات کا اصول حدیث واسماء الرجال کی روشنی میں جائزہ حاضر خدمت ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۱ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے نور العینین ص ۱۳۰ پر نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔۔امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کی سند ذرا ملاحظہ فرمائیں:۔

''**حدثنا بذالک احمد بن عبدة الآملی ثنا وهب بن زمعة عن سفیان بن عبدالملک عن عبدالله بن مبارک**'' (سنن ترمذی ج1 ص ۹۰) بطور الزام کے عرض ہے کہ فریق مخالف کے اصولوں کی روشنی میں اس سند میں امام ترمذی کے استاذ احمد بن عبدہ غیر موثق ہیں آٹھویں صدی تک کسی محدث نے اس کی توثیق نہیں کی (فیما اعلم) سوائے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے انہوں نے اس کو صدوق کہا ہے۔ (دیکھئے الکاشف ج ۱ ص ۲۳) مگر حافظ ذہبی

رحمۃ اللہ علیہ کا احمد بن عبدہ کو صدوق کہنا غیر مقلدین حضرات کو کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ان کے نزدیک راوی کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ چنانچہ ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد صاحب کہتے ہیں کہ:

صدوق کا لفظ مراتب تعدیل میں نہایت گھٹیا درجہ کا ہے۔ (انارۃ المصابیح: ص ۳۹)

ناصر الدین البانی غیر مقلد ایک راوی کے بارے میں لکھتا ہے:

''۔۔۔من اهل الصدق ذلک لایکفی یسحتج بحدیثه حتی ینضم الیه الضبط و الحفظ و ذلک ممالم یثبت فی حقه'' کہ یہ راوی اہل صدق میں سے ہے لیکن یہ ان کی حدیث کے قابل احتجاج ہونے کے لئے کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ ضبط اور حفظ نہ ملے ہوں۔ اور یہ دونوں چیزیں مذکور راوی کے حق میں ثابت نہیں ہیں۔ (سلسلہ احادیث الضعیفہ ۶۶۵ / 1)

نیز صدوق کا مطلب ہے کہ یہ شخص سچا ہے، اور زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

کہ کتنے ہی سچے اشخاص حافظے کی وجہ سے ضعیف تھے۔ (نور العینین: ص ۱۶۱)

لہٰذا ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا احمد بن عبدہ کو صدوق کہنا اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہے، نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸ ۴۷ ھ متاخرین ائمہ رجال میں سے ہیں اور احمد بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ متقدم رواۃ میں سے ہیں، اور غیر مقلدین کے نزدیک متقدم راویوں کے بارے میں متاخر ائمہ رجال کی آراء غیر مقبول ہیں، چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (جن کی تعریف وتوثیق میں غیر حاسد تمام بڑے بڑے متقدمین ومتاخرین محدثین اور فقہاء رطب اللسان ہیں کی حضرت اقدس مفتی مہدی حسن صاحب نے جب متاخر ائمہ کرام حافظ محمد بن عبداللہ المعروف صاحب المشکوٰۃ م ۷۴۱ ھ ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۰۵ ھ وغیرھما سے تعریف وتوثیق نقل کی تو فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب سے برداشت نہ ہوئی، اس لئے ندوی صاحب نے عام حضرات کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے لکھا:

دیوبندی یہ ضرور بتلائیں کہ امام غزالی وامام ابوحنیفہ کے درمیان صدیاں حائل ہیں، پھر کس معتبر سند سے انہیں امام ابوحنیفہ کے وہ اوصاف معلوم ہوئے، جن کا ذکر دیوبندیہ نے بحوالہ احیاء العلوم کیا ہے؟۔۔۔۔ہم کہتے ہیں کہ امام ابن خلکان وامام ابوحنیفہ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، پھر کس معتبر وصحیح سند سے انہیں مذکورہ اوصاف ابی حنیفہ معلوم ہوئے؟ یہ بھی دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی میں سے ہے۔۔۔۔صاحب مشکوۃ کو کیسے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ علومرتبت اور وفور علم والے تھے؟ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۲۰)

غیر مقلدین حضرات کی ستم ظریفی ملاحظہ کریں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جن کا زاہد، متقی پرہیز گار اور عبادت گزار ہونا اجماع امت اور روایات متواترہ سے ثابت ہے، اور جن کی تعریف و توثیق میں تمام غیر حاسد متقدم محدثین اور فقہاء بھی رطب اللسان ہیں) کے بارے میں متاخر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے تعریفی وتوثیقی اقوال کو درمیان میں صدیاں حائل ہونے کا فضول بہانہ بنا کر مردود قرار دے رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مسلکی حمایت میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو قبول کر رکھا ہے، حالانکہ احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہکی آٹھویں صدی تک کسی بھی متقدم ومتاخر محدث نے صراحتاً توثیق وتعریف نہیں کی ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ بھی حائل ہے، مگر اس کے باوجود حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو قبول کر رکھا ہے۔ واعجبا۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گر چہ تم سے ستمگر پہلے

المختصر غیر مقلدین کے اصولوں کی روشنی میں احمد بن عبدہ غیر موثق ہی ہے، اور غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے بقول غیر موثق راوی کی روایت باطل مردود ہوتی ہے (دیکھئے ماہنامہ الحدیث ص ۱۶ ش نمبر ۷۴، القول المتین ص ۲۸) فلھذا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ بالا جرح باصول غیر مقلدین بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

ثانیا۔۔۔کتب حدیث میں ترک رفع یدین سے متعلقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختلف احادیث موجود ہیں مثلاً۔۔۔

ایک تو زیر بحث ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں'' **قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ** '' کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۵)، اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھی ہے، اور رفع یدین کے بغیر اپنی اس پڑھی ہوئی نماز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قرار دیا ہے، اس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث کہا جاتا ہے۔ اور ہمارا اصل استدلال اسی حدیث سے ہے۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں'' **عن عبداللہ عن النبی ﷺ انہ کان یرفع یدیہ فی اوّل تکبیرۃ ثم لایعود** '' کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پختہ بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث ہے کہ اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ صراحتاً قولاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ترک رفع یدین بتارہے ہیں۔

الغرض ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بعض احادیث فعلی ہیں اور بعض احادیث قولی ہیں، اور مذکورہ بالا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث پر ہے نہ کہ فعلی پر، اور ہمارا استدلال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث سے ہے۔ فلھذا قولی حدیث کے متعلقہ جرح کو ہماری مستدل فعلی حدیث پر فٹ کرنا غلط ہے۔

زبیرعلی زئی دھوکہ نمبر ۲:

غیر مقلد زبیرعلی زئی لکھتا ہے:

بعض لوگوں نے ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کو عصر جدید میں اس حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے مگر درج ذیل ائمہ حدیث وعلمائے کرام نے ابن مبارک کی جرح کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اس متنازعہ روایت کے متعلق قرار دیا ہے۔ ا: ترمذی (بلفظہ نور العینین: ص ۱۳۰)

تبصرہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کو ہرگز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث کے متعلق قرار نہیں دیا، یہ زبیر صاحب کا محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ سنن ترمذی کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

'' قال عبداللہ بن المبارک قد ثبت حدیث من یرفع یدیہ و ذکر حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ''ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اوّل مرۃ '' حدثنا بذالک احمد بن عبدۃ الآملی ثنا وھب بن زمعۃ عن سفیان بن عبدالملک عن عبداللہ ابن المبارک۔ حدثنا ھنادنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وھو قول

سفیان و اهل الکوفة۔‘‘(سنن ترمذی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ)

سنن ترمذی کی مندرجہ بالا عبارت میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث ’’ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا فی اوّل مرۃ ‘‘ پر ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح نقل فرمانے کے بعد اس جرح کی سند نقل کی ہے، اور اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث کو باسند نقل فرمانے کے بعد اس فعلی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ فعلی حدیث کے مطابق بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام (جلیل القدر ثقہ محدث) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ انداز تحریر صراحتاً بتا رہا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح قولی حدیث پر ہے نہ کہ فعلی حدیث پر کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جرح قولی حدیث پر نقل کی ہے اور اس کے بعد فعلی حدیث کو باسند ذکر فرما کر اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اگر ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح فعلی حدیث پر ہوتی تو پھر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عادت معروفہ کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث کو نقل فرمانے کے بعد متصل ہی اس حدیث پر جرح نقل فرما دیتے۔ جس طرح امام موصوف نے فعلی حدیث کو نقل فرمانے کے بعد متصل ہی اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ فلھذا بالتحقیق والیقین امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ جرح قولی حدیث پر ہے۔ نہ کہ فعلی پر۔ اور زبیر صاحب پر زبیر صاحب کا ہی نقل کردہ شعر بالکل صادق آتا ہے کہ:

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں سورج کا بھلا کیا قصور ہے

دیگر حوالہ جات کا جواب:

زبیر صاحب نے مذکورہ جرح کو فعلی حدیث کے متعلق قرار دینے والوں میں حافظ ابن الجوزی

رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ وغیرھم کو بھی شمار کیا ہے۔(دیکھئے نور العینین: ص ۱۳۰)

لیکن عرض ہے کہ اگر بفرض محال ان حضرات نے مذکورہ جرح کو فعلی حدیث کے متعلق کہا بھی ہو تو تب بھی یہ تمام حوالہ جات خود زبیر صاحب کے اپنے ہی اصول کی روشنی میں سننے کے ہی قابل نہیں ہیں، کیونکہ ان حضرات سے بہت پہلے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ اور حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کو قولی حدیث کے متعلق قرار دے چکے ہیں (ملخصا سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۶، رقم ۱۱۵) اور زبیر صاحب کے بقول پہلے والے حضرات کے مقابلے میں بعد والوں کی بات سننے کے قابل ہی نہیں ہوتی (ملخصا نور العینین ص ۱۳۷) فلھذا بقول علی زئی امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کے مقابلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ وغیرہما کے حوالے سرے سے سننے کے ہی قابل نہیں ہیں۔

نیز مذکورہ جرح کا اصل ماخذ سنن ترمذی ہی ہے اور مذکورہ حضرات نے تقریباً سنن ترمذی سے ہی جرح کو نقل کیا ہے جب اصل ماخذ میں ہی یہ جرح قولی روایت پر ہے تو اصل ماخذ کی موجودگی ہی نقل کا کیا اعتبار ہے؟

ثالثاً۔۔۔۔ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح فعلی روایت پر ہے یا قولی پر اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ بغیر کسی دلیل کے صحیح سند و متن کے ساتھ موجود حدیث کو کسی کے محض غیر ثابت کہنے سے حقیقتاً اس حدیث کا غیر ثابت ہونا ہرگز لازم نہیں آتا، جب تک اس حدیث کے غیر ثابت ہونے پر کوئی قوی دلیل نہ مل جائے۔

اگر بفرض محال زیر بحث حدیث عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں نہیں تھی یا ان کو سرے سے پہنچی ہی نہیں تھی یا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے، تو یہ کوئی عیب یا عجیب بات نہیں ایسی غلطی کا لگ جانا انسانی فطرت میں داخل ہے، علم محیط تفصیل کلی صرف خاصہ خداوندی ہے، اس کے علاوہ

کوئی بڑے سے بڑا محدث وفقیہ بھی غلطی اور خطاء※ سے مبرا نہیں، کتب حدیث وغیرہ میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک محدث کہتا ہے کہ فلاں حدیث ثابت نہیں یا فلاں بات ثابت نہیں، حالانکہ وہ حدیث صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہوتی ہے۔حتی کہ فریق مخالف کی کتابوں میں بھی اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، ہم عام قارئین کی تشفی کے لئے کتب حدیث و فریق مخالف کی کتابوں سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر ا:

کتب حدیث میں باسند موجود ہے کہ حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**الامام ضامن والمؤذن مؤتمن۔۔۔الخ**'' کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امانتدار ہے۔۔۔الخ۔

اس حدیث کے متعلق سنن ترمذی میں ہے کہ سیدنا امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ فرماتے ہیں: ''**لم یثبت حدیث ابی صالح عن ابی ھریرۃ ولا حدیث ابی صالح عن عائشہ فی ھذا**'' کہ ابوصالح کی امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵)، جبکہ ناصر الدین البانی، احمد محمد شاکر غیر مقلد نے اس حدیث کو صحیح (ثابت) اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے حسن قرار دے رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔المشکاۃ بتحقیق الالبانی (۶۶۳)

(۲) ۔۔۔۔الارواء بتحقیق الالبانی (۲۱۷) بحوالہ ضعیف و صحیح سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۰۷، رقم ۲۰۷

(۳)۔۔۔۔شرح سنن الترمذی از احمد شاکر ج ۱ ص ۳۹۹، رقم ۲۰۷، b۔دار الحدیث القاھرہ

(۴)۔۔۔۔سنن ابی داؤد بتحقیق وتخریج علی زئی ج ا ص ۴۲۴ رقم ۵۱۷

مثال نمبر ۲:

شیخ ثقہ محدث فقیہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ (جن کا مقام مبارکپوری غیر مقلد سے کئی گنا زیادہ ہے) نے نماز فجر کی سنتوں کی قضاء کے متعلقہ ایک روایت کو غیر ثابت قرار دیا ہے۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۳۲۵)

لیکن عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''**قد ثبت هذا الحديث**'' کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ا ص ۳۲۵)

مثال نمبر ۳:

غیر مقلد زبیر علی زئی اخبار الفقہاء والمحدثین میں موجود ترک رفع یدین کی ایک حدیث کے راوی عثمان محمد کے متعلق لکھتا ہے:

عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔ (نور العینین ص ۲۰۶)

حالانکہ اسی اخبار الفقہاء والمحدثین کے ص ۱۰۳ و ص ۱۰۵ پر عثمان بن محمد کا تعین صراحتاً ''عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرۃ'' موجود ہے۔

مثال نمبر ۴:

غیر مقلد زبیر علی زئی، عیسیٰ بن جاریہ پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے قول جرح کے متعلق لکھتا ہے:

کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند کے ساتھ منکر الحدیث یا متروک کی جرح ثابت نہیں۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۱۶، ش نمبر ۴۷)

بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے صراحتاً اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروکین'' میں عیسیٰ بن جاریہ کو ''منکر'' کہا ہے، جس کا مطلب حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ جیسے محدثین اور غیر مقلد نذیر رحمانی نے منکر الحدیث بیان کیا ہے۔ (ملخصا

الکامل ج ٦ ص ٢٣٦ ۴ رقم ٢ ٠ ١٣ ، میزان الاعتدال ج ٣ ص ١١ ٣ ، انوار المصابیح ص ١١٢)

مثال نمبر ۵:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاۃ والمحدثین کا نام تو ملتا ہے، مگر اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا۔ اور قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (نور العینین ص ٢٠٧، ٢٠٨)

حالانکہ محمد بن حارث کی کتابوں میں امام ابو محمد بن حزم الاندلسی م ۴۵٦ھ، امام ابو عمر ابن عبد البر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴٦٣ھ، امام ابو محمد الحمیدی م ۴٨٨ھ، امام احمد بن یحییٰ الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵٩٩ھ وغیرہم قدیم علماء نے بھی اخبار الفقہاء والمحدثین کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو:

(١) ۔۔۔جذوۃ المقتبس: ص ٧ ۴

(٢) ۔۔۔بغیۃ الملتمس ص: ٦١

(٣) ۔۔۔جذوۃ المقتبس: ص ٧ ۴

مثال نمبر ٦:

غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابوبکر بن عیاش کی تمام روایات صحیح بخاری میں متابعۃً ہیں۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ٣١، ونور العینین ص ١٨٦، ١٨٢، ١٨١، ١٨٧)

حالانکہ امام ابوبکر عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری میں کئی روایات اصالۃً بھی موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے: صحیح بخاری ج ١ ص ١٨٦، ٢٧۴، ۴٠٢، ۴٩٦، ج ٢ ص ٦۵۵، ٧٢۵، ٧۴٨

مثال نمبر ٧:

''شیخ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، المتقن، الحجۃ، المحدث الفقیہ'' محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قراءت خلف الامام کے متعلقہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی طرف

منسوب ایک ضعیف روایت کو مضطرب قرار دیا ہے، ارشاد الحق اثری غیر مقلد اس اضطراب کا جواب دیتے وقت خصوصاً حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عموماً دیگر احناف پر ہٹ کرتے ہوئے اپنے چیلوں کو خوش کرنے کے لئے لکھتا ہے:

اس حدیث میں اضطراب کا راز کھلا تو صرف حضرات علماء احناف پر آخر کیوں؟ آپ ہی اپنی کج بینی پر غور کریں۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۳۵۵)

حالانکہ اس حدیث میں اضطراب کا ذکر صرف علماء احناف نے ہی نہیں کیا بلکہ علماء مالکیہ وغیرہ نے بھی اس حدیث پر اضطراب کا حکم لگایا ہے، چنانچہ حافظ ابن عبدالبر المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ تحریر فرماتے ہیں:

ومثل هذا الاضطراب لايثبت فيه عند اهل العلم بالحديث وليس فى هذا الباب مالا مطعن فيه من جهة الاسناد۔

(التمهيد ج ۴ ص ۴۴۸)

مثال نمبر ۸:

غیر مقلد ارشاد الحق اثری ترک قراءت خلف الامام کے متعلقہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح صریح حدیث کے غیر مدرج جملہ ''فانتھی الناس'' کے متعلق لکھتا ہے:

کہ محدثین سابقین بالاتفاق اسے زہری کا قول کہتے ہیں اور عموماً علمائے احناف محض مسلکی حمایت میں اسے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں۔ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۴۷۳)

حالانکہ کئی محدثین سابقین حنفی وغیر حنفی مثلاً امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ، امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ، امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۹ھ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۳ھ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ، امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ، وغیرہم نے فانتھی الناس کا جملہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو:

۱۔۔۔۔موطا امام مالک: ص ۶۹

۲۔۔۔۔مؤطا امام محمد: ص ۹۵

۳۔۔۔۔مسند احمد بن حنبل: ج ۲ ص ۳۰۱، ۳۰۲

۴۔۔۔۔مسند الحمیدی: ج ۲ ص ۴۲۳

۵۔۔۔۔سنن ابن ماجہ: ص ۶۱

۶۔۔۔۔سنن ترمذی: ج ۱ ص ۱۷

۷۔۔۔۔سنن النسائی: ج ۱ ص ۱۴۶

۸۔۔۔۔طحاوی ج ۱ ص ۱۵۸ وغیرہم

مثال نمبر ۹:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

''**لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم**'' کہ جمع تقدیم کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں۔

(ابوداؤد مع عون المعبود ج ۱ ص ۴۶۸)

لیکن قاضی شوکانی غیر مقلد جمع تقدیم کی تائید میں روایات نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

''**وقد عرفت ان بعضها صحیح و بعضها حسن و ذلک یرد قول ابی داؤد لیس فی جمع التقدیم حدیث قائم**'' کہ تمہیں معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کچھ احادیث صحیح اور کچھ حسن درجہ کی ہیں اس سے امام ابوداؤد کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ جمع تقدیم کے لئے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۲۸، بحوالہ حی علی الصلوٰۃ ص ۱۳۷)

الغرض۔۔۔۔علم محیط تفصیل کلی خاصہ خداوندی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی بڑے سے بڑا محدث بھی علم کلی نہیں رکھتا اور نہ ہی غلطی و خطاء سے مبرا ہے، جیسا کہ آپ اس کی متعدد مثالیں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ،

حافظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ، جیسے جلیل القدر جبال علم محدثین ایک حدیث کو اپنے علم کی بنیاد پر غیر ثابت کہتے ہیں، جبکہ علمائے غیر مقلدین کے بقول وہ حدیث صحیح سند ومتن کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، زبیر علی زئی صاحب بسا اوقات مسلکی حمایت میں کئی چیزوں کے ثبوت کا انکار کر جاتے ہیں، جبکہ وہ چیزیں نا قابل تردید دلائل سے ثابت ہوتی ہیں، اسی طرح اگر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہکو نہ پہنچی ہو یا ان کے علم میں نہ ہو اور اسی بنیاد پر انہوں نے بفرض محال اسے غیر ثابت کہہ دیا ہو تو یہ کونسا عیب ہے؟ جب حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح سند ومتن کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس حدیث کو صحیح سند ومتن کے ساتھ ثابت ہو جانے کی وجہ سے ثابت وحجت مانا جائے، اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح کو مردود قرار دیا جائے مگر

خرد کا نام جنوں، جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

رابعاً۔۔۔ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ بالا جرح (کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے) غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، چنانچہ محمد گوندلوی غیر مقلد (جن کو زبیر علی زئی غیر مقلد صاحب، شیخ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، الامام الثقہ۔۔۔الخ۔ وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ (الکواکب الدریہ ص ۷) خیر الکلام میں لکھتے ہیں:

اگر جرح مفسر نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتی اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ۔۔۔یہ حدیث ثابت نہیں۔۔۔اور اس کی وجہ بیان نہ کرے۔۔الخ۔

(خیر الکلام ص ۴۴)

محمد گوندلوی غیر مقلد صاحب کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ بغیر وجہ بیان کیے کسی محدث کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ثابت نہیں غیر مفسر جرح ہے۔ ائمہ محدثین وفقہاء نے صراحت فرما رکھی ہے کہ غیر مفسر غیر مبین السبب جرح قابل قبول نہیں ہوتی مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ٦٧٦ھ فرماتے ہیں'' **ولا یقبل الجرح الا مبین السبب**'' کہ غیر مبین السبب جرح قبول نہیں کی جائے گی۔

(تقریب مع التدریب ص۲۶۹)

(۲)۔۔۔۔قاضی ابو الطیب طاہر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:'' **لا یقبل الجرح الا مفسرا**۔۔۔۔الخ۔کہ جرح قبول نہیں کی جائے گی مگر مفسر۔

(الکفایہ ج۱ ص ۳۳۸،رقم ۲۷۷،سندہ صحیح)

(۳)۔۔۔۔حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

''**وهذا القول هو الصواب عندنا واليه ذهب الائمةمن حفاظ الحديث ونقاده مثل محمدبن اسماعيل البخاری ومسلم بن الحجاج النيسابوری وغيرهما**'' کہ حفاظ حدیث اور ائمہ ناقدین جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما اس طرف گئے ہیں کہ غیر مفسر جرح قابل قبول نہیں،اور ہمارے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔

(الکفایہ ج۱ ص ۳۳۸،رقم ۲۷۷)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ م ٦٤٣ھ لکھتے ہیں:

'' **ان الجرح لایثبت الا اذا فسر سببه**'' کہ جب تک جرح کا سبب بیان نہ کردیا جائے جرح ثابت نہیں ہوتی۔

(مقدمہ ابن صلاح ص ٦١)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ٧٧٤ھ لکھتے ہیں کہ:

جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے جب جرح مفسر ہو۔۔۔۔الخ۔

(اختصار علوم الحدیث مترجم ص۵۹)

(۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

'' **فلایقبل الا مبین السبب مفسراً** '' کہ جرح صرف اور صرف مبین السبب مفسر ہی قبول کی جائے گی۔

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۵۴۳)

(۷)۔۔۔امام المحدثین حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

'' **فان الجرح لایثبت الا مفسراً** '' کہ جمہور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مبین السبب مفسر جرح ہی ثابت قرار پاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۸۲)

(۸)۔۔۔علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

'' **فلایقبل التجریح الا مفسراً** '' کہ جرح تو صرف مفسر ہی قبول ہے۔(ارشاد الساری: ج ۱ ص ۲۱)

(۹)۔۔۔حافظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ ہی بھی یہی کہتے ہیں۔ (مرقات ج ۱ ص ۱۷)

(۱۰)۔۔۔علامہ عبد العزیز بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۳۰ھ فرماتے ہیں:

'' **اما الطعن من ائمۃ الحدیث فلایقبل مجملاً ای مبهماً بان یقول هذا الحدیث غیر ثابت۔۔۔من غیر ان یذکر سبب الطعن و هو مذهب عامة الفقهاء و المحدثین** '' کہ ائمہ حدیث کا کسی حدیث پر غیر مفسر اعتراض جیسے ان کا کسی حدیث کو بغیر کسی دلیل و سبب کے غیر ثابت کہنا قابل قبول نہیں اکثر فقہاء و محدثین کا یہی مذہب ہے۔۔۔الخ۔(کشف الاسرار ج ۳ ص ۶۸، بحوالہ حاشیہ جامع الاصول ج ۱ ص ۱۲۷)

(۱۱)۔۔۔امام ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''ولا یقبل الا مفسراً۔۔۔۔۔۔والجرح لا یقبل الا مفسراً ''کہ جرح قبول نہیں ہوتی مگر مفسر۔

(البدر المنیر ج ۲ ص ۱۷۳، ۳۸۱، الحدیث السادس والثلاثون، الحدیث التاسع والعشرون)

(۱۲)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ھذا غیر مفسر فلایضر ''کہ یہ جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے ضرر رساں نہیں ہے۔

(تاریخ اسلام: ج ۱۷ ص ۳۶۰، رقم ۴۳۵)

(۱۳)۔۔۔۔علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' ھو الصحیح المشھور ''کہ صحیح و مشہور مذہب یہ ہے کہ غیر مفسر جرح قابل قبول نہیں۔(شرح الالفیۃ ج ۱ ص ۳۰۰)

(۱۴)۔۔۔۔علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں:

'' واما الجرح فانه لایقبل الا مفسراً مبین سبب الجرح۔۔۔۔ولان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدھم الجرح بناءً علی ما اعتقده جرحاً ولیس بجرح فی نفس الامر فلابد من بیان سببه لیظھرا ھو قادح ام لا؟''

(الرفع والتکمیل: ص ۸۰)

کہ بہرحال جرح نہیں قبول کی جاسکتی مگر مفسر مبین السبب ... اس لئے کہ جرح کے اسباب میں لوگوں کے مختلف نظریات ہیں بسا اوقات کوئی محدث اپنے نظریہ کی بنیاد پر جرح کرتا ہے، حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح سرے سے جرح ہی نہیں ہوتی، اس لئے جرح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ سبب جرح موجب جرح ہے یا نہیں۔

نیز متعدد علمائے غیر مقلدین نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ غیر مفسر جرح قابل قبول نہیں۔

چنانچہ محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتا ہے:

اگر جرح مفسر نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ... یہ حدیث ثابت نہیں ... اور اس کی وجہ بیان نہ کرے (اس صورت میں یہ جرح مقبول نہ ہوگی) اکثر فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے۔ (بلفظہ خیر الکلام ص ۴۴)

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے:

کہ جرح مبہم مضر نہیں ہے۔ (ملخصا ابکار المنن ص ۸۰)

نذیر رحمانی غیر مقلد لکھتا ہے:

غیر مفسر اور مبہم جرحوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ (انوار المصابیح ص ۱۳۸)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے:

غیر مفسر جرح قابل قبول نہیں۔ (توضیح الکلام ص ۴۳۸)

اثری صاحب ایک جگہ مزید لکھتے ہیں:

اس پر جو معمولی کلام ہے غیر مفسر ہونے کی بناء پر مردود ہے۔ (پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ ص ۱۸۸)

غیر مقلد رئیس ندوی لکھتا ہے:

تجریح مبہم غیر مقبول ہے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۳۱)

ایک مقام پر زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

امام الساجی کا قول ''لایتابع علی حدیثه'' مبہم و غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۳۱۶)

الغرض مذکورہ بالا ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور فریق مخالف کے مستند علماء کے اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ غیر مفسر غیر مبین السبب جرح بالکلیہ غیر مقبول ہوتی ہے، فلھذا ابالتحقیق اگر بفرض

محال مذکورہ بالا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح ثابت بھی ہو تو تب بھی ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور فریق مخالف کے مستند علماء کے بقول یہ جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔

خامسا۔۔۔۔اگر بفرض محال سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث پر ہی ہے تو تب یہ جرح منسوخ ومرجوع ہے، کیونکہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ جرح ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگرد سفیان بن عبدالملک نے نقل کی ہے۔(دیکھئے سنن ترمذی ج1 ص۹۰)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جرح اوّل عمر میں کی تھی (شاید ان کے پاس یہ حدیث کسی ضعیف طرق سے پہنچی ہو یا سرے سے باسند پہنچی ہی نہ ہو اور اسی وجہ سے انہوں نے اعتراض کیا ہو)، مگر جب یہی حدیث صحیح سند کے ساتھ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو مل گئی تو امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ حدیث اپنے متاخر چھوٹے شاگرد سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھائی و بیان کی ہے اور اس حدیث پر ذرا برابر بھی اعتراض نہیں کیا۔(دیکھئے سنن النسائی ج۱ ص۱۴۱)اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعتراض سے رجوع فرما لیا تھا۔

نیز جو شخص کسی حدیث کے ضعیف ہونے سے واقف ہو مگر اس کے باوجود وہ شخص اس ضعیف حدیث کو بغیر کسی رد کے بطور جزم بیان کرے تو وہ شخص غیر مقلدین کے نزدیک بہت بڑا مجرم اور ناجائز کام کا ارتکاب کرنے والا شمار ہوتا ہے۔(دیکھئے ماہنامہ الحدیث ص۱۵ ش نمبر۱۰۹)

غیر مقلدین کو اپنے اس خود ساختہ اصول کے مطابق ماننا پڑے گا کہ یہ حدیث ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح و قابل حجت ہے، کیونکہ امام موصوف نے یہ حدیث اپنے متاخر شاگرد کو بغیر کسی رد و اعتراض کے بطور جزم بیان فرمائی ہے۔(دیکھئے سنن نسائی ج۱ ص۱۴۱)ورنہ بصورت دیگر باصول غیر مقلدین لازم آئے گا کہ امام موصوف نے زیر بحث حدیث کو بغیر کسی رد و اعتراض

کے بیان کر کے بہت بڑے جرم اور ناجائز کام کا ارتکاب کیا ہے۔

اعتراض:

فرقہ غیر مقلدیت کا محقق زبیر علی زئی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتا ہے:

مجھے الکاشف اور تہذیب التہذیب میں یہ حوالہ نہیں ملا کہ سفیان بن عبدالملک امام ابن المبارک کے قدیم السماع شاگرد تھے۔۔۔۔الخ۔(مقالات ج ۴ ص ۲۷۰)

الجواب:

جناب زبیر علی زئی صاحب آنکھوں میں سرمہ ڈال کر تعصب کا کچرا نکالو اور درج ذیل عبارت کو پڑھو اور پھر بتاؤ کہ سفیان بن عبدالملک امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قدیمی شاگرد ہے یا نہیں؟

(۱)۔۔۔۔سفیان بن عبدالملک کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال مات قبل المئتین و کذا ارخہ ابو علی محمد بن علی بن حمزۃ المرزی وزاد کان متقدم السماع '' (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۱۹ رقم ۵۷۸۲)

حافظ موصوف مزید لکھتے ہیں:

''سفیان بن عبدالملک المروزی من کبار اصحاب ابن المبارک ثقۃ من قدماء العاشرۃ مات قبل المئتین''

(تقریب التہذیب ص ۲۷۸ رقم ۲۴۴۸)

(۲)۔۔۔۔حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۲ھ مذکور سفیان کے بارے لکھتے ہیں:

''ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات وقال ہو والبخاری وابو علی محمد بن علی بن حمزۃ المروزی مات قبل المئتین زاد ابو علی وکان متقدم السماع ''(تہذیب الکمال ج ۱۱ ص ۱۷۴، رقم ۲۴۱۰)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

’’ اصحاب ابن المبارک القدماء سفیان یعنی ابن عبدالملک۔۔۔الخ‘‘

(سوالات ابی داؤد لاحمد بن حنبل: ج ۱ ص ۵۹ ۳ رقم ۵۶۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مذکور سفیان کے متعلق تو کہتے ہیں کہ’’ **من کبار اصحاب ابن المبارک ثقۃ من قدماء العاشرۃ**‘‘ جبکہ دوسری طرف سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ’’ **ثقۃ من العاشرۃ**‘‘ (تقریب ص ۲۹۵ رقم ۲۶۹۹)

نیز سفیان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۰ھ سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، جبکہ سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تقریباً ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۴۰ھ میں ہے، بظاہر اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سفیان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگرد ہیں اور سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ متاخر شاگرد ہیں، مگر مذکورہ بالا تمام ٹھوس حوالہ جات کو مسخ کرتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب سفیان بن عبدالملک کے قدیمی ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کا انکار کرنے چلے تھے۔

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں سورج کا بھلا کیا قصور ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

غیر مقلد زبیر علی زئی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث کے مضعفین میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے، اور اس پر تین حوالے پیش کیے ہیں۔

(۱)۔۔۔کتاب الام ج ۷ ص ۲۰۱ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ

(۲)۔۔۔السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۸۱

(۳)۔۔۔فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰، (دیکھئے نور العینین ص ۱۳۱)

زبیرصاحب کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت ملاحظہ ہو:

پہلے حوالے کی حقیقت:

قارئین کرام! زبیرصاحب کا پہلا حوالہ سوفیصد مردود ہے۔آپ کتاب الام اٹھا کر دیکھیں (ج ۷ ص ۲۰۱) اس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی صریح جرح سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔لہٰذا زبیرعلی زئی اینڈ پارٹی کا غیر صریح حوالے کی بناء پر لوگوں کو دھوکہ دینا درست نہیں۔

لطیفہ: بندہ زبیرعلی زئی صاحب کے مسئلہ رفع یدین پر لکھے جانے والے مختلف مضامین کی ورق گردانی کررہا تھا کہ اچانک زبیرصاحب کی ایک تحریر پر نظر پڑی جس میں زبیرصاحب نے تسلیم کیا ہے کہ کتاب الام میں صراحتاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث پر کوئی جرح موجود نہیں ہے۔چنانچہ اس نے لکھا ہے:

کہ روایت مذکورہ پر امام شافعی کی جرح کتاب الام میں اشارتاً موجود ہے۔(مقامات ج ۴ ص ۲۷۳)

الغرض مذکورہ حوالے میں زبیرصاحب نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ زیر بحث حدیث پر کتاب الام میں کوئی صریح جرح موجود نہیں ہے،لیکن تعجب ہے کہ علی زئی جیسا نام نہاد محقق بھی محض غلو اور اپنے باطل ومردود مسلک کی حمایت میں ایسے غیر صریح حوالے کی بناء پر اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث پر اعتراض کرنے چلا ہے۔

یہ لوگ بھی غضب کے ہیں دل پر یہ اختیار
شب موم کرلیا سحر آہن بنالیا

دوسرے حوالے کی حقیقت وزبیرعلی زئی دھوکہ نمبر ۳:

زبیرصاحب کے پیش کردہ دوسرے حوالے کے متعلق بھی عرض ہے کہ آپ سنن الکبریٰ للبیہقی رحمۃ

اللہ علیہ (ج ۲ ص ۸۱) اٹھائیں، وہاں پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غیر ثابت جرح سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایات پر موجود ہے نہ کہ زیر بحث سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر۔

مگر زبیر صاحب نے مذکورہ کتاب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایات پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غیر ثابت جرح کو زیر بحث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر فٹ کر دیا ہے، جو کہ زبیر صاحب کا واضح دھوکہ ہے۔

آپ اپنے جور و جفا پہ خود ہی ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!

علماءِ کرام کے لئے سنن الکبریٰ للبیہقی کی اصل عبارت حاضر ہے:

''قال الزعفرانی قال الشافعی فی القدیم ولا یثبت عن علی وابن مسعود یعنی ماروواعنهما من انهما کانا یرفعان ایدیهما فی شئی من الصلوٰة الا فی تکبیرة الافتتاح۔'' (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۸۱)

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۶:

نیز سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ و سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایات کے متعلقہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے والے حسن بن محمد بن الصباح ابو علی الزعفرانی ہیں، اور زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس جرح کو نقل کرنے والے امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، امام ابو علی زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۵۹ھ یا ۲۶۰ھ میں ہے، جبکہ امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۸۴ھ میں اور وفات ۴۵۸ھ میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو علی زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ایک سو تیئس یا ایک سو چوبیس سال بعد امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ہیں، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ تک مذکورہ جرح کی سند نامعلوم ہونے کی وجہ سے منقطع ہے، لہٰذا یہاں پر

زبیر صاحب ترک رفع یدین دشمنی میں منقطع السند جرح کو قبول کر رہے ہیں۔
جبکہ دوسری طرف اپنی مرضی کے خلاف جروحات کو زبیر علی زئی صاحب نے سند کے انقطاع کی وجہ سے مردود قرار دیا ہے۔
چنانچہ زبیر علی زئی صاحب امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
بقول آجری ابوداؤد م ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور بقول آجری عن ابی داود: عبداللہ بن سالم ۱۷۹ھ کو فوت ہوا یعنی اس کی وفات کے تئیس سال بعد ابوداؤد پیدا ہوئے۔لہٰذا انہیں یہ قول کس طرح معلوم ہوا؟ سند کے انقطاع کی وجہ سے اس قول کی نقل مردود ہے۔(القول المتین ص ۲۰)
زبیر علی زئی کی بددیانتی کی انتہاء ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف جرح کو یہ کہہ کر ٹال رہا ہے کہ اس جرح کی سند منقطع ہے۔لہٰذا یہ قول سند کے منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔لیکن دوسری طرف یہ بدبخت مذکورہ بالا مقام پر ترک رفع یدین دشمنی میں منقطع السند جرح کا سہارا لے رہا ہے، حالانکہ یہاں تو امام ابوعلی زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پورے ایک سو تئیس یا ایک سو چوبیس سال کا انقطاع ہے،تو پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح کس طرح قابل استدلال ہو سکتی ہے؟

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

زبیر علی زئی دھوکہ نمبر ۴:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:
حسن بن محمد الزعفرانی تک بیہقی کی صحیح سند السنن الکبریٰ میں موجود ہے۔(ج ا ص ۲۶) لہٰذا زرقانی سے شافعی تک سند کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(بلفظہ مقالات ج ۴ ص ۲۷۳)

سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۶ پر امام زعفرانی تک امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھی کی ہڈیوں سے انتفاع کے متعلقہ قول کی ہے، نہ کہ زیر بحث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کی جبکہ زبیر صاحب سے مطالبہ امام زعفرانی تک امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح کی سند کا مطالبہ کیا گیا ہے، نہ کہ ہڈیوں سے انتفاع کے متعلقہ قول کے۔ یہ ہے فرقہ غیر مقلدیت کے محقق کا حال۔ کہ زبیر صاحب سے مطالبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح کی سند کا کیا گیا، مگر جب زبیر صاحب کو اس کی سند نہ مل سکی تو اس بدبخت نے اپنی بے شرمی پر پردہ ڈالنے کے لئے ہڈیوں سے انتفاع کے متعلقہ قول کی امام زعفرانی تک بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند پیش کر کے عام قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونک دی۔

علماء کرام سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۶ کی سند و متن ملاحظہ فرمائیں:

(کما اخبرنا) ابو عبداللہ الحافظ انا ابو الولید الفقیہ ثنا مو?مل بن الحسن ثنا الحسن بن محمد الزعفرانی عن الشافعی نا ابراھیم ابن محمد عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر انہ کرہ ان یدھن فی عظم فیل و فی موضع آخر انہ کان یکرہ عظام الفیل۔

جن کو جھوٹ بولنے سے عار نہیں
ان کے مذہب کا کوئی اعتبار نہیں

تیسرے حوالے کی حقیقت وزبیر علی زئی تضاد نمبر ۷:

زبیر صاحب نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح پر تیسرا حوالہ فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰ کا پیش کیا ہے، فتح الباری کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

''واحتجوا ایضاً بحدیث ابن مسعود انہ رأی النبی ﷺ یرفع یدیہ عندالافتتاح ثم لایعود اخرجہ ابو داؤد وردہ الشافعی بانہ لم یثبت''

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۰،b۔قدیمی کتب خانہ

۱ اپی)

یہ صاحب کے پیش کردہ اس تیسرے حوالے میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ بر ح کی سند موجود نہیں ہے، مگر اس کے باوجود زبیر صاحب اس بے سند جرح سے استدلال کرر ہے ہیں، جبکہ دوسری طرف زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

حافظ ذہبی ہوں یا حافظ ابن حجر یا کوئی اور بے سند جرح وتعدیل معتبر نہیں ہے جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بے سند بات حجت نہیں ہے تو امام ترمذی کی بے سند بات کس شمار و قطار میں ہے؟۔۔۔۔ بے سند بات حجت نہیں ہوتی۔ (مقالات ج ۳ ص۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸) اس مقام پر زبیر صاحب کا قول خود زبیر صاحب پر ہی پوری طرح صادق آرہا ہے کہ:

قوم شعیب علیہ السلام کی طرح زبیر صاحب کے لینے اور دینے کے پیمانے بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔

نیز ہم ماقبل میں عرض کرآئے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ غیر ثابت جرح سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایات پر مروی ہے، مگر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو فتح الباری میں تسامح ہوا ہے، اورانہوں نے مذکورہ جرح کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت پر جاری فرمادیا ہے، جو کہ حافظ موصوف کی خطاء وغلطی ہے، یادر ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایات پر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحث آرہی ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر بسند صحیح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی صریح جرح ثابت نہیں ہے۔ فلھذا امام موصوف کے نام پر دھوکہ دینا مردود ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب نے زیر بحث حدیث کے جارحین میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا

ہے۔(دیکھئے نورالعینین ص ۱۳۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔امام علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ اور ثقہ بالا جماع محدث جمال الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے بحوالہ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ صراحت فرمارکھی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ''لفظ ثم لا یعود'' پر اعتراض کیا ہے، اور باقی تمام حدیث کو'' **فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ** ''اوراس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ (ملخصاً: بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۳۶۷ رقم ۱۱۰۹، نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۴) نیز امام موصوف نے'' **فلم یرع یدیہ الا مرۃ** ''اوراس کے روایت بالمعنی الفاظ کو خود اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۵۰۵، ۵۷۲) اور قاضی شوکانی غیر مقلد کے نزدیک مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۰) الغرض امام موصوف کو اعتراض صرف لفظ ثم لا یعود پر ہے اور باقی ''**فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ** ''اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہیں، اور ہمارا استدلال بھی لفظ ثم لا یعود کے بغیر''**فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ** ''اوراس کے روایت بالمعنی الفاظ سے ہے۔

لہٰذا امام موصوف کا نام لے کر لوگوں کو دھوکہ دینا درست نہیں اور نہ انہوں نے اس روایت ومتن کو ضعیف کہا ہے، اگر زبیر صاحب اصل الفاظ لکھ دیتے تو لوگوں کو اصل حقیقت کا پتہ چل جاتا لہٰذا صرف حوالہ دینے میں ہی عافیت سمجھی۔ اللہ دھوکہ بازوں سے محفوظ رکھے، امام موصوف تو اس حدیث کو صحیح کہنے والوں میں سے ہیں جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ م ۲۴۱ھ نے اعلان فرمارکھا ہے کہ:

''جب کسی حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ہوں اور محدثین اس حدیث پر جرح بھی

کریں تو خوب جان لو کہ وہ حدیث صحیح ہی ہوگی۔"

(ملخصاً: الکفایہ فی علم الروایہ: ج۱ ص ۱۴۲، باب ترک الاحتجاج بمن غلب علی حدیثہ الشواذ۔۔۔۔الخ۔)

ثانیاً۔۔۔۔اس حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ نقل کرنے میں امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ثم لم یعد کی زیادتی نقل کرنے میں ان کی متابعت کر رکھی ہے۔(دیکھئے سنن النسائی ج۱ ص۱۵۸) لہٰذا باصول محدثین اس حدیث پر ثم لا یعود کی زیادتی کا اعتراض بھی غلط ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ سے منسوب جرح کی حقیقت و علی زئی تضاد نمبر ۸:

زبیر علی زئی زیر بحث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوع فعلی کے متعلق لکھتا ہے:

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا" **ھذا خطأ یقال وھم الثوری فقد رواہ جماعۃ عن عاصم وقالوا کلھم ان النبی ﷺ افتتح فرفع یدیہ ثم رکع فطبق وجعلھا بین الرکبتین ولم یقل احد ماروی الثوری**" یہ حدیث خطاء ہے، کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اٹھائے، پھر رکوع کیا، اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔(نور العینین ص:۱۳۱)

جواب اوّل:

علل الحدیث کی مذکورہ بالا عبارت کا ذرا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں: امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وسالت ابی عن حدیث رواہ الثوری عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ ان النبی ﷺ قام فکبر فرفع یدیہ ثم لم یعد قال ابی ھذا خطأ یقال وھم فیہ الثوری۔۔۔۔ الخ''

(علل الحدیث ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴، رقم ۲۵۸)

علل الحدیث کی عبارت کے اس ابتدائی حصہ سے واضح ہوگیا کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث پر ہے۔ نہ کہ فعلی پر۔ آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جس روایت میں مروی لفظ ثم لم یعد کو وہم قرار دیا ہے وہ روایت اور ہے اور جس روایت سے ہم نے استدلال کیا ہے وہ اور ہے، مگر زبیر صاحب نے العلل کی عبارت کے ابتدائی حصہ کو حذف کر کے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی (یعنی کسی اور) روایت پر موردو اعتراض کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی (یعنی ہماری مستدل) حدیث پر فٹ کر دیا ہے، جو کہ زبیر صاحب کا کھلم کھلا دھوکہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

جوابِ ثانی:

اگر زبیر علی زئی پارٹی امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اعتراض کو ہماری مستدل مرفوع فعلی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہی فٹ کرنے پر مصر ہے تو عرض ہے کہ ہماری درج ذیل اصولی معروضات پر غور فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یقال وھم فیہ الثوری'' کہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں ثم لم یعد کی زیادتی نقل کرنے میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وہم ہوا ہے۔

لیکن یہ کہنے والا کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ جھوٹا ہے یا سچا ہے؟ اس کا کوئی پتہ نہیں۔ الغرض امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر ثم لم یعد کی زیادتی کا اعتراض کرنے والا شخص مجہول العین ہے اور زبیر علی زئی صاحب نے کئی مقالات پر صراحت فرما رکھی ہے کہ جارح مجہول کی جرح غیر معتبر باطل و مردود ہوتی ہے مثلاً۔۔۔

نعیم بن حماد پر جرح کا جواب دیتے ہوئے زبیر صاحب لکھتے ہیں:
اس قول کے باطل و ساقط ہونے کی تیسری دلیل جارح کا مجہول ہونا ہے۔ جس شخص کا اپنا اتا پتا معلوم نہیں اس کی جرح کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ (الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۴۹)
اسی طرح زبیر علی زئی اپنے ایک پسندیدہ راوی محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں محدث برقانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے اساتذہ سے نقل کردہ جرح کا رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:
اس جرح میں استادنا معلوم ہیں۔ (الحدیث ص ۲۵ ش نمبر ۴۴)
لہٰذا بقول علی زئی امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مجہول شخص کے قول کی بنیاد پر جلیل القدر ثقہ بالاجماع محدث امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (جن کو خود امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ شعبہ سے بھی بڑا حافظ کہتے ہیں علل ج ۲ ص ۱۸۱) پر وہم کا بغیر کسی قوی دلیل کے اعتراض قائم کرنا باطل و مردود ہے۔

(۲)۔۔۔مذکورہ اعتراض قائم کرنے میں امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ خود وہم کا شکار ہیں۔ کیونکہ امام موصوف فرماتے ہیں: **فقد رواہ جماعۃ عن عاصم۔۔۔الخ**۔ کہ عاصم بن کلیب سے ایک جماعت نے تطبیق والی حدیث نقل کی ہے۔
جبکہ عاصم مذکور سے تطبیق والی حدیث عبداللہ بن ادریس کے علاوہ کسی نے بھی نقل نہیں کی ہے۔

بندہ کو جن جن کتب میں تطبیق والی حدیث عاصم مذکور کے طریق سے ملی ہے، ان تمام کتب میں حدیث تطبیق عاصم سے صرف اور صرف عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے ہی نقل کی ہے مثلاً دیکھئے۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۲ رقم ۲۵۴۱

(۲)۔۔۔۔الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ج ۱ ص ۸۴

(۳)۔۔۔۔سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۱۹۹ رقم ۷۴۷

(۴)۔۔۔۔سنن الدارقطنی: ج ۲ ص ۱۳۷ رقم ۱۲۸۱

(۵)۔۔۔۔سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۲۱۱ رقم ۲۳۵۲

(۶)۔۔۔۔معرفۃ السنن والآثار: ج ۲ ص ۳۴۸ رقم ۳۳۷۶

(۷)۔۔۔۔مسند احمد بن حنبل: ج ۳ ص ۸۳ رقم ۳۹۷۴

(۸)۔۔۔۔سنن الکبریٰ للنسائی: ج ۱ ص ۳۲۱ رقم ۱۰۳۱

(۹)۔۔۔۔سنن النسائی: ج ۲ ص ۱۸۴ رقم ۱۰۳۱

(۱۰)۔۔۔۔المنتقی لابن الجارود: ج ۱ ص ۵۹ رقم ۱۹۶

(۱۱)۔۔۔۔صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۰۱ رقم ۵۹۵

(۱۲)۔۔۔۔مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۴۶ رقم ۸۱۵

(۱۳)۔۔۔۔تحفۃ الاشراف للمزی: ج ۳ ص ۳۰۶ رقم ۳۹۰۷

الغرض امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ اعتراض قائم کرنے میں بذاتِ خود وہم خطاء و غلطی کا شکار ہیں۔

(۳)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ عاصم مذکور سے ایک جماعت نے حدیث تطبیق روایت کی ہے، مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ امام موصوف کا نرا وہم ہے۔ کیونکہ عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کو ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے

علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔لہٰذا جب امام موصوف کے اعتراض کی بنیاد ہی غلطی خطاء وہم پر مبنی ہے،تو پھر اس خطاء وغلطی پر مبنی بنیاد کی بناء پر قائم کیا جانے والا مذکورہ اعتراض کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

(۴)۔۔۔۔امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث پر ترجیح دینا بھی غلط ہے کیونکہ امام ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث اور ہے اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث اور ہے۔امام ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث تطبیق کے بارے میں ہے اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ترک رفع یدین کے متعلقہ ہے،اس میں تطبیق کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔

(۵)۔۔۔۔اگر بالفرض ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ایک ہی ہو تو تب بھی غیر مقلدین کے بقول امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر ترجیح وفوقیت حاصل ہوگی۔کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں (ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ) چھ توثیقی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔(دیکھئے تقریب التہذیب ص ۲۷۸ رقم ۲۴۴۵) اور عبداللہ بن ادریس کے حق میں (ثقہ فقیہ عابد) تین توثیقی کلمات کہے ہیں۔(تقریب ص ۳۳۰ رقم ۳۲۰۷) اور غیر مقلدین کے نزدیک جس راوی کے حق میں توثیقی کلمات زیادہ منقول ہوں اس کی روایت اس راوی پر جس کے حق میں توثیقی کلمات کم منقول ہوں راجح ہوتی ہے (دیکھئے تعداد تراویح از عبدالمنان نور پوری ص ۱۶) لہٰذا غیر مقلدین کے اس ضابطہ کے پیش نظر سیدنا وامامنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر ترجیح حاصل ہے۔

(۶)۔۔۔۔اگر بالفرض ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ و ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ایک ہی ہو تو بھی بطور الزام کے عرض ہے کہ عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ترک رفع یدین کا عدم ذکر ہے،اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ترک رفع یدین کا ذکر ہے۔لہٰذا ابن ادریس

رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ترک رفع یدین کے عدم ذکر کی وجہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر وہم کا اعتراض قائم کرنا غلط ہے۔ کیونکہ زبیر صاحب کے بقول عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہوتا۔

(نور العینین ص ۱۴۰)

نیز امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں ثم لم یعد کے الفاظ نقل فرما کر امام ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی مخالفت نہیں کی ہے (کہ ثم لم یعد کے الفاظ کو ان کا وہم قرار دیا جا سکے) بلکہ ایک زیادتی نقل فرمائی ہے اور درج ذیل ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے صراحت فرما رکھی ہے کہ ثقہ وصدوق راوی کا تفرد وزیادتی قابل قبول ہوتی ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ:

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۲۴ و مستدرک ج ۱ ص ۱۹۸، ۱۳۱)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ:

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۷)

(۳)۔۔۔امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ:

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۶ رقم ۱۴۸۳)

(۴)۔۔۔امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ:

(الاول من کتاب التمییز ص ۵۰ رقم ۵۹)

(۵)۔۔۔امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ:

(کتاب العلل الصغیر آخر الجامع طبع دار السلام ص ۸۹۹)

(۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ:

(نزہۃ النظر ص ۴۶ و مع شرح ملا علی القاری ص ۳۱۵)

(۷)۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ:

(البدر المنیر ج ۱ ص ۶۱۵، ج ۳ ص ۶۲، ج ۳ ص ۵۴۵)

(۸)۔۔۔۔حافظ ملغطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ:

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۷۰)

(۹)۔۔۔۔حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ:

(تہذیب السنن ج ۱ ص ۲۶)

(۱۰)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ:

(تلخیص مستدرک ج ۱ ص ۹۱ رقم ۱۰۰)

نیز علمائے غیر مقلدین نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ ثقہ وصدوق راوی کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

ثقہ وصدوق راوی کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

(تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۷۶ ناشر مکتبہ اسلامیہ)

زبیر علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس کی عدم متابعت چنداں مضر نہیں ہے۔

(مقالات ج ۱ ص ۳۱۶)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے:

لیجئے جناب! محمد بن حمیر کی اس روایت کو جس میں وہ منفرد ہے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔۔۔لہذا تفرد کا بہانہ بنا کر بھی محمد بن حمیر کی روایت کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں۔ (تنقیح الکلام ص ۵۳،۵۶)

ناصر الدین البانی کہتا ہے:

''ان تفرد الثقة بالحديث لا يعتبر علة'' کہ حدیث میں ثقہ راوی کا تفرد علت (قادحہ) نہیں سمجھا جاتا۔

(السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج ۱۴ ص ۲۴۶)

ندیم ظہیر غیر مقلد لکھتا ہے:

ثقہ راوی کا تفرد مضر نہیں ہے ۔۔۔۔جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہونے کی وجہ سے یہ لائق التفات نہیں تھا۔

(ماہنامہ الحدیث ص۹۔۱۱ ش نمبر ۱۱۹)

(۷)۔۔۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ترک رفع یدین کی حدیث نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول امام ابوبکر النھشلی ، امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ اس کے متابع ہیں۔ (العلل الواردۃ: ج ۵ ص ۱۷) نیز زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام موصوف کی معنوی متابعت تو حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے۔ (نور العینین ص ۴۸) اور ہم اس کتاب میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے متعدد شواہد بھی پیش کر چکے ہیں۔لہٰذا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر وہم کا اعتراض غلط ہے۔

(۸)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض صرف لفظ ثم لا یعود پر ہے اور ہم ماقبل میں تفصیل سے عرض کر آئے ہیں کہ اہلسنت والجماعت احناف کا دعویٰ ترک رفع یدین ثم لا یعود کے بغیر فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ سے صراحتاً ثابت ہے۔لہٰذا ثم لا یعود کے اعتراض کو اہلسنت کے خلاف پیش کرنا غلط ہے (اگرچہ باصول محدثین یہ اعتراض بھی غلط ہے)۔

(۹)۔۔۔بطور الزام عرض ہے کہ بذاتِ خود امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام ابوبکر قفال رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ترک رفع یدین پر عامل تھے اور امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ترک رفع یدین پر ہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (ملخصاً اختلاف العلماء ص ۴۸ حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۹۶) اور محمد خبیب احمد غیر مقلد نے صراحت کر رکھی ہے کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کسی حدیث کے مطابق فتویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ (مقالات اثریہ ص ۱۷۴) لہٰذا ثابت ہوا کہ خبیب صاحب کے بقول امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترک رفع

بدین والی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق فتویٰ دینا امام موصوف کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

جوابِ ثالث:

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ علمائے غیر مقلدین کے بقول جرح میں انتہائی متشدد و متعنت ہیں، چنانچہ عبدالرحمن مبارکپوری، ارشاد الحق اثری، عبدالرحمن المعلمی، حنیف ندوی، محمد گوندلوی وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے ان کی جرح کو ان کے تشدد کی وجہ سے باطل قرار دیا ہے ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔۔ابکار المنن :ص ۱۵۲

(۲)۔۔۔۔توضیح الکلام:ص ۳۲

(۳)۔۔۔۔التنکیل ج۱ص ۳۵۰

(۴)۔۔۔۔مطالعہ حدیث ص ۷۸

(۵)۔۔۔۔التحقیق الراسخ:ص ۷۸

(۶)۔۔۔۔خیر الکلام:ص ۲۲۶

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے تو یہ بھی صراحت کی ہے کہ:

''**فکم من رجال الصحیحین قد ضعفهم**'' صحیح بخاری وصحیح مسلم کے کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن کو ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہہ دیا ہے۔

(ابکار المنن ص ۱۵۳)

زبیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ لفظ ثم لا یعود کی زیادتی کے خلاف امام موصوف کی مذکورہ جرح نقل کرنے سے پہلے صحیح بخاری وصحیح مسلم کے ان راویوں کی روایات پر خط تضعیف کھینچ ڈالیں کہ جن پر امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کی ہے۔ دیدہ باید۔

خلاصۃ التحقیق:

ہماری مستدل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ

کی جرح ثابت نہیں۔ ہاں البتہ امام موصوف نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع قولی حدیث کے لفظ ثم لا یعود پر اعتراض کیا ہے مگر باصول محدثین یہ اعتراض مردود ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ سے منسوب جرح کی حقیقت وعلی زئی

دھوکہ نمبر ۵:

زبیر علی زئی لکھتا ہے:

الامام الدارقطنی نے اسے غیر محفوظ قرار دیا۔ (نور العینین: ص ۱۳۱)

الجواب:

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

"واسنادہ صحیح وفیہ لفظۃ لیست بمحفوظۃ ذکرھا ابو حذیفۃ فی حدیثہ عن الثوری وھی قولہ ثم لم یعد"

(العلل الواردۃ: ج ۵ ص ۱۷۲ رقم ۸۰۴)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس واضح وصاف عبارت سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اور صرف لفظ ثم لا یعود غیر محفوظ ہے۔ اور باقی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ "فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ صحیح ہے۔ مگر زبیر صاحب نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے امام موصوف کے صرف اور صرف ایک لفظ ثم لا یعود پر کی ہوئی جرح کو پوری حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر فٹ کر دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف تو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لفظ ثم لا یعود کے بغیر صحیح قرار دینے والوں میں سے ہیں نہ کہ ضعیف کہنے والوں میں۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ، حافظ علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ اور ثقہ بالاجماع محدث جمال الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے بھی بحوالہ ابن القطان الفاسی

رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرمارکھی ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔ (الدرایۃ ج ۱ ص ۱۵۰ بیان الوہم والایھام ج ۳ ۳۶۷ رقم ۱۱۰۹، نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۷۴) اللہ پاک دھو کے بازوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

زبیرعلی زئی تضاد نمبر ۹:

نیز یہاں پر ترک رفع یدین دشمنی میں زبیر صاحب نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی لفظ ثم لا یعود کے متعلقہ ''غیر محفوظ'' کی جرح کو بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے پوری حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پرفٹ کر کے بلا چوں وچراں قبول کرلیا ہے۔ جبکہ دوسری طرف قراءت خلف الامام کے متعلقہ اپنی مرضی کی ایک روایت کا دفاع کرتے ہوئے زبیر صاحب لکھتے ہیں:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، تو عرض ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، جبکہ اس حدیث کے تمام راوی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثقہ ہیں تو اسے کس دلیل کی بنیاد پر غیر محفوظ قرار دیا جا سکتا ہے؟

(بلفظہ مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۴۴ و فی طبعہ ص ۲۲)

سبحان اللہ! جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، زبیر علی زئی کی پسندیدہ پوری روایت کو غیر محفوظ قرار دیں تو زبیر صاحب اس جرح کو غیر مفسر کہہ کر رد کردیتے ہیں، لیکن جب کوئی محدث ان کی مخالف روایت کے لفظ ثم لا یعود کو غیر محفوظ کہہ دے تو پھر زبیر علی زئی آنکھیں بند کر کے اس جرح کو قبول کر لیتا ہے:

ایک جا رہتے نہیں بدنام عاشق کہیں
شام کہیں صبح کہیں، صبح کہیں شام کہیں

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے:

حافظ ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ میں کہا ہے:

'' **هو فی الحقیقة اضعف شئی یعول علیه لان له عللاً تبطله** '' یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔ (التلخیص الحبیر ج۱ ص ۲۲۲ ح ۳۲۸ البدر المنیر ج ۳ ص ۴۹۴)

جوابِ اوّل و زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۰:

کتاب الصلوٰۃ کے حوالے سے مذکورہ اعتراض نقل کرنے والے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ، و حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے صدیوں بعد پیدا ہوئے ہیں، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الصلوٰۃ نام کی کوئی کتاب اس وقت دنیا کے کسی خطے میں بھی موجود نہیں ہے (فیما اعلم) اور جب تک اصل کتاب موجود نہ ہو زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک نقل معتبر نہیں ہوتی اور اس کتاب سے نقل شدہ حوالہ مردود و ناقابل استدلال ہوتا ہے۔

چنانچہ حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی کتاب نصب الرایہ میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''غرائب حدیث مالک'' سے نقل کیا کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ ائمہ حفاظ میں شمار کیا ہے تو زبیر علی زئی نے احناف دشمنی میں حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نقل کو ناقابل قبول قرار دینے کے علاوہ اصل کتاب کو دیکھے بغیر ان پر خیانت کا الزام بھی لگا دیا کہ انہوں نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو کانٹ چھانٹ کر نقل کیا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے:

نصب الرایہ للزیلعی میں امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے ایک قول کانٹ چھانٹ کر نقل کیا گیا ہے جب تک اصل کتاب ''غرائب مالک'' یا اس سے منقول پوری عبارت نہ دیکھی جائے، اس مبتور (آدھ کٹے) قول سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ (الحدیث ص ۱۸ ش نمبر ۷)

نیز لکھتا ہے:

یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے۔۔۔۔اصل کتاب غرائب مالک موجود نہیں ہے تاکہ زیلعی کے دعوے کی تصدیق کی جاسکے۔(الحدیث ص ۲۷ ش نمبر ۵۵)

اسی طرح امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ نے اپنی کتاب ''اتحاف الخیرۃ المھرۃ''میں امام احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ کی مسند سے ایک حدیث بہ سند نقل کی ہے۔یہ حدیث چونکہ زبیر صاحب کے مردود مؤقف کے خلاف تھی، اس لئے علی زئی نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی اس نقل کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

احمد بن منیع کی اصل کتاب کہیں بھی نہیں ملی، اور بوصیری اس کی وفات کے صدیوں بعد پیدا ہوا تھا۔

(نصر الباری ص ۴۷)

الغرض زبیر صاحب کے نزدیک اصل کتاب کی غیر موجودگی میں اس کتاب سے نقل کردہ حوالہ ناقابل استدلال وغیر معتبر ہوتا ہے۔لہٰذا حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کتاب الصلوٰۃ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ کے اس کتاب سے منقولہ مذکورہ بالا حوالہ زبیر صاحب کے بقول ناقابل استدلال وغیر معتبر ہے۔

نیز زبیر صاحب کے مذکورہ بالا اعتراض سے قارئین کرام نے یہ اندازہ بھی بخوبی لگالیا ہوگا کہ موصوف کس قدر متناقض متضاد اور دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ جب کوئی محدث دوسرے کسی محدث کی کتاب سے حوالہ نقل کرے اور کتاب کی تصریح بھی کردے کہ میں نے یہ حوالہ فلاں کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ حوالہ زبیر صاحب کے جھوٹے مسلک کی بیخ کنی کررہا ہوتو پھر زبیر صاحب مسلکی حمایت میں اس حوالہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، لیکن اس کے برعکس جیسے ہی زبیر صاحب کو ترک رفع یدین کی حدیث کے خلاف مذکورہ بالا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ حوالہ ملا تو چونکہ یہ حوالہ بظاہر زبیر صاحب کے مفاد میں تھا اس لئے موصوف نے اصل

کتاب کا مطالبہ کیے بغیر ہی آنکھیں بند کر کے اس حوالہ کو قبول کرلیا۔ حالانکہ کتاب الصلوٰۃ کا کوئی اتا پتا زبیر صاحب کو بھی معلوم نہیں ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جوابِ ثانی:

اگر بفرض محال مذکورہ جرح ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت بھی ہو تو تب بھی زبیر صاحب کے نزدیک سرے سے حافظ موصوف ہی مختلف فیہ محدث ہیں۔

چنانچہ زبیر صاحب لکھتے ہیں:

حافظ ابن حبان ابوحاتم البستی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محدثین کرام کے درمیان اختلاف تھا ابوالفضل احمد بن علی بن عمرو السلیمانی، یحییٰ بن عمار، ابواسماعیل الہروی، ابوعلی النیسابوری، محمد بن طاہر المقدسی اور عبدالصمد بن محمد بن صالح نے ان پر جرح کی بلکہ سلیمانی نے انہیں کذابین میں شمار کر کے ابوحاتم سہل بن السری الحافظ سے نقل کیا لاتکتب عنہ فانہ کذاب اس سے حدیث نہ لکھو کہ وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا، ناقل) ہے۔ (بلفظہ الحدیث ص ۱۷ ش نمبر ۵۹)

جوابِ ثالث:

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ علمائے غیر مقلدین کے بقول جرح میں انتہائی متشدد ہیں۔

چنانچہ حافظ موصوف کی ایک راوی پر جرح کا جواب دیتے ہوئے مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے:

''واما قول ابن حبان المذکور غیر قادح فانہ متعنت ومسرف بالجرح ''

کہ امام ابن حبان کا مذکورہ قول قابل قدح (مضر) نہیں ہے کیونکہ وہ متعنت (متشدد) ہیں، اور جرح میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے ہیں۔ (ابکار المنن: ص ۲۳۶)

زبیر علی زئی لکھتا ہے:

علماء نے ابن حبان کو متشدد قرار دیا ہے۔ (الحدیث ص ۲۰ ش نمبر ۵۹)

محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتا ہے:

کہ وہ متشدد ہیں۔ (خیر الکلام ص ۱۷۳)

گوندلوی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مزید لکھتا ہے:

'' ابن حبان ربما جرح الثقة حتى كان لايدرى مايخرج من راسه '' (التحقیق الراسخ ص ۷۹)

کہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات ثقہ راوی پر بھی جرح کرجاتے ہیں، یہاں تک کہ گویا وہ جانتے ہی نہیں کہ اس (ثقہ راوی) کے سر سے کیا نکالنا چاہتے ہیں۔

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے:

امام ابن حبان جرح میں متشدد ہیں۔۔۔۔امام ابن حبان کا تشدد معروف ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۴۷۴، ۴۸۰)

نذیر رحمانی غیر مقلد بھی حافظ موصوف کو متشدد گردانتا ہے۔ (انوار المصابیح ص ۱۱۴)

اور متعدد علمائے غیر مقلدین مثلاً عبد الرحمن مبارکپوری، عبد الرحمن المعلمی، محمد گوندلوی، حنیف ندوی، ارشاد الحق اثری وغیرہ نے متشدد امام کی جرح کو اس کے تشدد وتعنت کی وجہ سے باطل ومردود قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔۔ابکار المنن: ص ۱۵۲

(۲)۔۔۔۔التنکیل: ج ۱ ص ۳۵۰

(۳)۔۔۔۔مطالعہ حدیث: ص ۸۷

(۴)۔۔۔۔خیر الکلام: ص ۲۲۶

(۵)۔۔۔۔التحقیق الراسخ: ص ۸۷

(۶)۔۔۔۔توضیح الکلام: ج ۱ ص ۳۳۲

لہٰذا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کا

علمائے غیر مقلدین کے مذکورہ بالا اقتباسات کے بعد خود بخود باطل و مردود ہونا اظہر من الشمس ہے۔

جوابِ رابع:

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، اور محمد گوندلوی، عبدالرحمن مبارکپوری، نذیر رحمانی، ارشاد الحق اثری، رئیس ندوی، زبیر علی زئی وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے صراحت کر رکھی ہے کہ غیر مفسر جرح مردود ہوتی ہے۔ (دیکھئے خیر الکلام ص ۴۴، ابکار المنن ص ۸۰، انوار المصابیح ص ۱۳۸، توضیح الکلام ص ۴۳۸، پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ ص ۱۸۸، مقالات ج ۱ ص ۳۱۶)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے اور امام موصوف سے اعتراض یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے لمبی حدیث سے اور یہ اس لفظ پر صحیح نہیں۔ (ملخصا نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)

الجواب الاوّل:

اولاً۔۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے چند چیزیں ذہن نشین کرلیں تاکہ اگلی بات سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

(۱)۔۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد کو کم و بیش تقریباً (۳۵) پینتیس مرتبہ اپنے شاگردوں کو املاء کروایا ہے ان میں امام موصوف کے بعض شاگرد قدیم ہیں اور بعض متاخر ہیں۔

(۲)۔۔۔۔امام موصوف سے درج ذیل ان کے شاگردوں نے سنن ابی داود روایت کی ہے۔

۱۔۔۔۔امام ابوالحسن علی بن حسن بن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۸ھ

۲۔۔۔۔ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرملی الوراق رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۰ھ

۳۔۔۔ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن ابن الاشنانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔۔۔ابو بکر احمد بن سلمان النجاد الفقیہ م ۳۴۸ھ

۵۔۔۔ابو سعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۱ھ

۶۔۔۔ابو بکر محمد بن بکر بن عبدالرزاق بن داسۃ التمار رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۶ھ

۷۔۔۔ابو علی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۳۳ھ

ان میں ابتدائی تین امام موصوف کے قدیم اور باقی آخری چار متاخر شاگرد ہیں۔

(۳)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابو علی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی م ۳۳۳ھ کو محرم ۲۷۵ھ میں سنن ابی داود املاء کروائی تھی، اور شوال ۲۷۵ھ میں ہی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا گویا امام لولوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام موصوف سے ان کے وفات والے سال سنن کا سماع کیا ہے۔ (لہٰذا حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ متاخر و جدید ہے)، نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگردوں کے نسخوں میں عموماً اور نسخہ ابن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ میں خصوصاً امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا روایات پر کلام ملتا ہے، لیکن امام موصوف نے اپنے وفات والے سال جب سنن ابی داؤد اپنے متاخر شاگرد حافظ ابو علی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۳۳ھ کو املاء کروائی تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد روایات پر اپنی کئی ہوئی جروحات سے رجوع کرتے ہوئے انہیں حذف کروادیا۔ (دیکھئے حاشیہ سیر اعلام النبلاء از شعیب ارناؤط ج ۳ ص ۲۰۶، مقدمہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۸، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۵ ص ۳۰۷، شرح سنن ابی داؤد للعینی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۳۴، التقیید لابن نقطہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۳۳، فتاویٰ حدیثیہ ج ۱ ص ۴۰، ملتیٰ العیبۃ ج ۵ ص ۲۴۱، النکت ج ۱ ص ۳۴۲، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۵۹، حاشیہ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲)

لہٰذا امام موصوف کے دیگر شاگردوں کے نسخے منسوخ اور حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ ان کے لئے ناسخ ہے، اس لئے جو جرح امام موصوف کے متاخر شاگرد حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں

موجود نہ ہو وہ منسوخ متصور ہوگی۔

(۴)۔۔۔۔سنن ابی داؤد کے متعدد قلمی مخطوطے ہیں مثلاً۔۔۔۔

۱۔۔۔۔نسخہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔۔۔۔نسخہ جامعۃ الازہر نمبر ا

۳۔۔۔۔نسخہ جامعۃ الازہر نمبر ۲

۴۔۔۔۔نسخہ سالم بن عبداللہ البصری رحمۃ اللہ علیہ

۵۔۔۔۔نسخہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔۔۔۔نسخہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔۔۔۔نسخہ میدومی

۸۔۔۔۔نسخہ الیونینۃ

۹۔۔۔۔نسخہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (مکتبہ محمودیہ)

(۱۰)۔۔۔۔نسخہ یوسف بن محمد بن خلف رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱)۔۔۔۔نسخہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نسخہ مذکورہ بالا تمام قلمی نسخوں سے زیادہ معتبر و قابل اعتماد ہے اس نسخہ کے اصل میں مالک سلطان احمد بن سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ نسخہ نہایت قابل اعتبار ضابط و جید ہے، سلطان ملک المحسن نے اس نسخہ کو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ سے تقابل کر کے نقل کیا تھا، اس نسخہ پر متعدد ائمہ محدثین کی سماعت ثبت ہیں، نیز سلطان ملک المحسن رحمۃ اللہ علیہ نے ابن طبرز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اس نسخہ کو پڑھا تھا تاریخ نسخ اس نسخہ کی ۶۰۳ھ ہے، بہر حال یہ نسخہ مذکورہ بالا تمام قلمی نسخوں سے زیادہ قابل اعتماد و معتبر ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔مذکورہ گذارشات کے بعد عرض ہے کہ سنن ابی داؤد کے مذکورہ بالا گیارہ قلمی نسخوں میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح سرے سے موجود ہی نہیں ہے، حتی کہ سنن ابی

داؤد کے متداول و معمول بھا نسخوں میں بھی نہیں ہے۔ہاں البتہ حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ جرح نسخہ ابن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔(شرح سنن ابی داؤد ج ۵ ص ۱۴۶۷) مگر حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بھی قابل اعتبار قدیمی نسخہ لولوی میں یہ جرح موجود نہیں ہے(فیما اعلم) اور ہم قبل میں عرض کر چکے ہیں امام لولوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے وفات والے سال سنن کا ان سے سماع کیا تھا اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وفات والے سال کئی جروحات سے رجوع فرماتے ہوئے ان جروحات کو حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ سے حذف کروادی تھیں اور حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ سنن کے دیگر تمام نسخوں کے لئے ناسخ ہے،لہٰذا حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بھی قابل اعتبار قدیمی نسخہ لولوی میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ جرح کا موجود نہ ہونا،اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس اعتراض سے رجوع فرمالیا تھا اور رئیس ندوی غیر مقلد نے صراحت کررکھی ہے کہ جس چیز سے کوئی امام رجوع کرلیتا ہے،پھراس امام کی طرف اس چیز کا انتساب علی الاطلاق ممنوع و محظور ہے۔(تحقیقی جائزہ ص ۳۰۴) لہٰذا مذکورہ بالا اعتراض سے امام موصوف کے رجوع فرمالینے کے بعد ان کی طرف اس اعتراض کی نسبت کرنا غلط باطل و مردود ہے۔

الجواب الثانی:

اولاً۔۔۔اگر بفرض محال امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعتراض سے رجوع نہ بھی کیا ہو تو بھی امام موصوف کا یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ بظاہر ان کے اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ زیر بحث حدیث کسی لمبی حدیث کا حصہ ہے،حالانکہ یہ حدیث کسی بھی لمبی حدیث کا حصہ نہیں ہے،کتب حدیث میں جہاں بھی یہ حدیث منقول ہے بس اتنی سی ہی ہے جتنی ہم نے نقل کی ہے،اگر یہ کسی لمبی حدیث کا حصہ ہوتی تو وہ لمبی و مفصل حدیث کتب احادیث کے ذخیرہ میں سے کم از کم کسی ایک کتاب میں تو ضرور منقول ہوتی جبکہ کتب احادیث ایسی روایت سے بالکل خالی ہیں۔فلھذا اس

حدیث کو کسی لمبی حدیث کا حصہ کہنا امام موصوف کا نرا وہم ہے۔
نیز بالفرض اگر یہ حدیث کسی لمبی حدیث کا حصہ بھی ہو تو محض کسی لمبی حدیث کا حصہ ہونے کی وجہ سے اس حدیث کے لفظ ثم لا یعود کو ضعیف کہنا محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اصول کے خلاف ہے، کیونکہ اصول حدیث کا مشہور و معروف ضابطہ ہے کہ اختصار حدیث و تقطیع حدیث کرنا جائز ہے، اور اختصار حدیث و تقطیع حدیث کرنے سے متن حدیث ضعیف نہیں ہوتا ہے حوالہ جات کے لئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔التقریب مع التدریب: ص ۳۹۳
(۲)۔۔۔تدریب الراوی: ص ۳۹۳
(۳)۔۔۔التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح: ج ۱ ص ۲۲۸
(۴)۔۔۔المقنع فی علوم الحدیث: ج ۱ ص ۳۷۷
(۵)۔۔۔مقدمہ ابن صلاح: ص ۱۰۷
(۶)۔۔۔الباعث الحثیث: ص ۱۳۹
(۷)۔۔۔فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث: ج ۳ ص ۱۵۸
(۸)۔۔۔شرح نخبۃ الفکر لملا علی القاری: ج ۱ ص ۴۹۶
(۹)۔۔۔شرح الفیۃ العراقی: ج ۱ ص ۵۱۱
(۱۰)۔۔۔توجیہ النظر الی اصول الاثر: ج ۲ ص ۷۰۵
(۱۱)۔۔۔اسبال المطر علی قصب السکر: ج ۱ ص ۲۹۳
(۱۲)۔۔۔تحریر علوم الحدیث: ج ۱ ص ۲۸۸
(۱۳)۔۔۔قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث: ج ۱ ص ۲۲۵
(۱۴)۔۔۔الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث: ج ۱ ص ۱۴۹
(۱۵)۔۔۔شرح الاثیوبی علی الفیۃ السیوطی فی الحدیث: ج ۲ ص ۶۶

مزید یہ کہ اگر تقطیع حدیث واختصار حدیث فریق مخالف کے نزدیک وجہ ضعف ہے تو پھر فریق مخالف کو چاہیے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی وغیرہ کی تمام تقطیع واختصار کی ہوئی احادیث پر خط تضعیف کھینچ ڈالیں تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ بالا عبارت میں بھی اعتراض صرف لفظ ثم لا یعود پر ہے اور ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ترک رفع یدین ثم لا یعود کے بغیر بھی فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ سے صراحتاً ثابت ہے۔

امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب نے امام یحییٰ بن آدم کو بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے: نور العینین: ص ۱۳۳)

الجواب:

امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ سے جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر منقول نہیں ہے۔ اگر امام موصوف سے جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی منقول ہوتا تو زبیر صاحب وہ لفظ ضرور درج کرتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب انتہائی غیر معتبر وغیر مستند رسالہ جزء رفع یدین میں تو صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ امام یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں تطبیق کے متعلقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث دیکھی اس تطبیق والی حدیث میں لم یعد نہیں تھا۔ اور امام موصوف کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں لم یعد نہیں ہے۔ کیونکہ ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث تطبیق وغیرہ کے بارے میں ہے اس میں ترک رفع یدین کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے تو اس میں لم یعد کو تلاش کرنا ہی سرے سے فضول ہے۔ ترک رفع یدین کے بارے میں تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ہے جو کہ اسانید صحیحہ کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے۔ الغرض امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ سے جرح

کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کے متعلقہ حدیث پر ثابت نہیں ہے۔لہٰذا امام موصوف کو زیر بحث حدیث کے مضعفین میں شمار کرنا غلط ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر علی زئی صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے۔اور اس پر تین حوالے پیش کیے ہیں۔(۱) جزء رفع یدین: ۳۲،(۲) التلخیص الحبیر ۱/ ۲۲۲،(۳) المجموع شرح المھذب: ۳/ ۴۰۳۔(نور العینین: ص ۱۳۳)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔اصل کتاب جزء رفع یدین ہی ہے دوسری کتابوں میں تو اس سے بات نقل کی گئی ہے۔ لیکن جزء رفع یدین کتاب خود غیر معتبر و غیر مستند ہے کیونکہ اس کتاب کے بنیادی راوی محمود بن اسحاق الخزاعی غیر موثق ہیں اسلام کی چار صدیوں میں کسی ایک محدث نے بھی اس کی صراحتا توثیق نہیں کی۔(فیما اعلم) حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس راوی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

اس کی توثیق بطریق محدثین آج تک ثابت نہیں ہو سکی، پیر بدیع الدین راشدی المعروف پیر جھنڈا اور ان کے بڑے بھائی پیر محب اللہ شاہ راشدی بھی اس کی توثیق ثابت نہ کر سکے پھر فیصل آباد عدالت میں جب ان سے اس راوی کی توثیق پوچھی گئی تو ان کے تقریباً ۱۲ علماء جو وہاں موجود تھے جن میں مولوی اشرف سلیم اور مولوی صدیق سرگودھوی بھی تھے وہ بھی ثابت نہ کر سکے، دنیا پور کے مناظرے میں طالب زیدی نے اس راوی کی توثیق پر مناظرے کی فتح وشکست کا مدار رکھا مگر وہ اس کو ثابت نہ کر سکا اور ذلت آمیز شکست کے ساتھ وہاں سے بھاگا زبیر علی زئی سب کے پاس پھر ا مگر اس کی توثیق نہ مل سکی۔۔۔۔۔الخ۔

(مترجم جزء القراءۃ: ص ۱۴،۱۵)

باقی یہ بات کہ محمود بن اسحاق الخزاعی کی ایک حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حسن کہا

ہے تو اس حوالہ سے بھی اس کی توثیق ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ حافظ ابن حجر نے دوسندوں کا ذکر کر کے حدیث کو حسن کہا ہے۔(بحوالہ ترویح العینین :ص ۱۶۰)اور اگر بالفرض حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن الحدیث کہا ہوتو بھی حافظ موصوف کا اسے حسن الحدیث کہنا غیر مقلدین کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ متاخرین ائمہ رجال میں سے ہیں اور محمود بن اسحاق الخزاعی متقدم رواۃ میں سے ہیں،اور غیر مقلدین کے نزدیک متقدم راویوں کے بارے میں متاخر ائمہ رجال کی آراء غیر مقبول ہیں۔چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (جن کی تعریف وتوثیق میں غیر حاسد تمام بڑے بڑے متقدمین ومتاخرین محدثین اور فقہاء رطب اللسان ہیں) کہ حضرت اقدس مفتی مہدی حسن صاحب نے جب متاخر ائمہ کرام جیسے حافظ محمد بن عبداللہ المعروف صاحب المشکوٰۃ م ۱۴۷ھ،ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی م ۵۰۵ھ وغیرہما سے تعریف وتوثیق نقل کی تو غیر مقلدین کے محقق رئیس ندوی صاحب سے برداشت نہ ہوئی،اس لئے ندوی صاحب نے عام حضرات کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے لکھا:

دیوبندی یہ ضرور بتلائیں کہ امام غزالی وامام ابوحنیفہ کے درمیان صدیاں حائل ہیں،پھر کس معتبر سند سے انہیں امام ابوحنیفہ کے وہ اوصاف معلوم ہوئے جن کا ذکر دیوبندیہ نے بحوالہ احیاء العلوم کیا ہے؟۔۔۔۔ہم کہتے ہیں کہ امام ابن خلکان وامام ابوحنیفہ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے پھر کس معتبر وصحیح سند سے انہیں مذکورہ اوصاف ابی حنیفہ معلوم ہوئے؟ یہ بھی دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی میں سے ہے۔صاحبِ مشکوٰۃ کو کیسے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ علوم مرتبت اور وفورِ علم والے تھے؟

(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص ۲۱۴،۲۱۵،۲۲۰)

ثانیاً۔۔۔۔پھر جزء رفع یدین کے مذکورہ مقام پر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی موجود نہیں ہے بلکہ وہاں پر تو صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ نے یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ میں نے ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں تطبیق کے متعلقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث دیکھی اس میں لم یعد نہیں تھا۔اور ہم ماقبل میں

عرض کر چکے ہیں کہ امام موصوف کا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں لم یعد نہیں ہے۔ کیونکہ امام موصوف کی حدیث تطبیق وغیرہ کے بارے میں ہے اس میں ترک رفع یدین کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس لئے اس میں لم یعد کو تلاش کرنا فضول ہے۔ ترک رفع یدین کے متعلق تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ہے۔ لہٰذا نہ یہ جرح ہے اور نہ ہی یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص: ۱۳۳)

الجواب:

حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں ذکر کرنا سراسر دھوکہ ہے۔ کیونکہ لفظ ثم لا یعود کے علاوہ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حافظ ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ حافظ موصوف فرماتے ہیں:

”والحدیث عندی لعدالۃ رواتہ اقرب الی الصحۃ“ (بیان الوہم والایہام: ص ۳۶۷)

کہ یہ حدیث عادل راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے میرے نزدیک صحیح ہے۔

لہٰذا حافظ موصوف کا نام لے کر دھوکہ دینا درست نہیں کیونکہ یہ تو اس حدیث کو صحیح کہنے والوں میں سے ہیں نہ کہ ضعیف کہنے والوں میں۔

حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ و امام اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ

وغیرہما سے منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب نے حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ، امام اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کو بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مضعفین میں شمار کیا ہے۔(دیکھئے نور العینین ص: ۱۳۴)

الجواب:

حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ وامام اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما سے منسوب جرح غیر مفسر غیر مبین السبب ہے۔ اور درج ذیل ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور علمائے غیر مقلدین نے صراحت کر رکھی ہے کہ غیر مفسر غیر مبین السبب جرح قابل قبول نہیں ہوتی، لہٰذا ان حضرات کی یہ جرح قبول نہیں۔

(۱)۔۔۔۔حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ:

(تقریب مع التدریب: ص ۲۶۹)

(۲)۔۔۔۔قاضی ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

(الکفایہ ج ۱ ص ۳۳۸، رقم ۲۷۷)

(۳)۔۔۔۔حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ:

(ایضاً)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ:

(مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ:

(مترجم اختصار علوم الحدیث: ص ۵۹)

(۶)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ:

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۵۴۳)

(۷)۔۔۔۔حافظ محمود بن احمد رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ:

(عمدۃ القاری: ج ا ص ۲۸)

(۸)۔۔۔۔علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ:

(ارشاد الساری: ج ا ص ۲۱)

(۹)۔۔۔۔حافظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ:

(مرقات: ج ا ص ۱۷)

(۱۰)۔۔۔۔علامہ عبد العزیز بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۳۰ھ:

(کشف الاسرار بحوالہ حاشیہ جامع الاصول: ص ۱۲۷)

(۱۱)۔۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ:

(البدر المنیر: ج ۲ ص ۱۷۳)

(۱۲)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ:

(تاریخ اسلام: ج ۱۷ ص ۳۶۰، رقم ۴۳۵)

(۱۳)۔۔۔۔علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ:

(شرح الالفیہ: ج ا ص ۳۰۰)

(۱۴)۔۔۔۔علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۴ھ:

(الرفع والتکمیل: ص ۸۰)

(۱۵)۔۔۔۔محمد گوندلوی غیر مقلد:

(خیر الکلام: ص ۴۴)

(۱۶)۔۔۔۔عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد:

(ابکار المنن: ص ۸۰)

(۱۷)۔۔۔۔نذیر رحمانی غیر مقلد:

(انوار المصابیح: ص ۱۳۸)

(۱۸)۔۔۔۔ارشاد الحق اثری غیر مقلد:

(توضیح الکلام: ص ۴۳۸)

(۱۹)۔۔۔۔رئیس ندوی غیر مقلد:

(تحقیقی جائزہ: ص ۲۳۱)

(۲۰)۔۔۔۔زبیر علی زئی غیر مقلد:

(مقالات ج ۱ ص ۳۱۶)

امام محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۴ھ سے منسوب جرح کی حقیقت و زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۱:

نصب الرایہ للزیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے زبیر صاحب نے امام محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مضعفین میں شمار کیا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۳۴)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔تو عرض ہے کہ حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جرح امام محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رفع یدین سے نقل کی ہے۔ اور حافظ مروزی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب کہیں نہیں پائی گئی (فیما اعلم) اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک کسی محدث کا کسی کتاب سے نقل کردہ حوالہ اصل کتاب کی غیر موجودگی میں ناقابل استدلال وغیر معتبر ہوتا ہے۔ (دیکھئے نصر الباری ص ۴۷، ماہنامہ الحدیث ص ۱۸ ش نمبر ۷) مگر مذکورہ بالا مقام پر زبیر صاحب نقل سے استدلال کر رہے ہیں جو کہ زبیر صاحب کی مسلکی حمایت میں واضح دوغلی پالیسی ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔امام محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح صرف لفظ ثم لا یعود پر ہے اور

باقی لفظ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ حدیث ان مسعود رضی اللہ عنہ پر امام موصوف کو کوئی اعتراض نہیں ہے، اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ترک رفع یدین ثم لا یعود کے علاوہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ سے صراحتاً ثابت ہے، نیز لفظ ثم لا یعود کی زیادتی پر بھی اعتراض غلط ہے کیونکہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ یہ لفظ نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے مزید یہ کہ یہ زیادتی ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ بالاتفاق قابل قبول ہے۔

حافظ دارمی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۸۰ھ و حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کی حقیقت وزبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۲:

حافظ دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی زبیر صاحب نے جارحین میں شمار کیا ہے۔
(دیکھئے نور العینین: ص ۱۳۳)

الجواب:

حافظ دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غیر مفسر غیر مبین السبب جرح بے سند ہے اس جرح کی دنیا کی کسی کتاب میں بھی سند نہیں ہے۔ (فیما اعلم) اور زبیر صاحب نے کئی مقامات پر صراحت کر رکھی ہے کہ بے سند جرح و تعدیل قابل قبول نہیں ہے۔

چنانچہ زبیر صاحب لکھتے ہیں:

بلا سند جرح و تعدیل معتبر نہیں ہے۔ حافظ ذہبی ہوں یا حافظ ابن حجر یا کوئی اور بے سند جرح و تعدیل معتبر نہیں ہے۔ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بے سند بات حجت نہیں ہے تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی بے سند بات کس شمار و قطار میں ہے؟ بے سند بات حجت نہیں ہوتی۔ (مقالات ج ۲ ص ۴۵۶ تا ۴۵۸)

اسی طرح زبیر صاحب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے متعلقہ ایک واقعہ کا جواب

دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے شاہ رفیع الدین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ (بلفظہ نور العینین: ص ۳۶)

قارئین کرام!

یہ ہے فرقہ غیر مقلدیت کے محقق زبیر صاحب کا انصاف! کہ جب کسی بات سے زبیر صاحب کے مؤقف پر زد پڑ رہی ہو تو زبیر صاحب عدم سند کا بہانہ بنا کر اس بات کو جعلی و سفید جھوٹ اور غیر معتبر کہہ دیتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف جب کسی بے سند بات سے زبیر صاحب کو کچھ فائدہ کی توقع ہو تو پھر موصوف اس بے سند بات کو بھی قبول کر لیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حافظ دارمی رحمۃ اللہ علیہ و حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غیر مفسر باطل و مردود بے سند جرح کو قبول کر رکھا ہے۔ اب جو لوگ خود جھوٹ اور دوغلی پالیسی میں سرتا پا غرق ہوں اور آئے روز ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم پر نت نئے جھوٹ باندھ رہے ہوں کیا ان کو بھی یہ زیب دیتا ہے کہ وہ علماء اہلسنت والجماعت کو تقلید پرستی کے طعنے دیں؟

دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں، تم سا احمق دنیا میں کوئی بشر نہیں۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جمہور محدثین کرامؒ و فقہاء کرامؒ:

قارئین کرام! یہ تھیں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کی گئی مبہم، غیر متعلق باطل و مردود جرحیں، جن کے تسلی بخش جوابات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ہم مختلف ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے اس حدیث کی تصحیح و تحسین نقل کرتے ہیں۔ نیز ہم ان ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا بھی تذکرہ کریں گے جنہوں نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔

(۱)۔۔۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں ''**حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح**'' کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ)

(۲)۔۔۔۔ حافظ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں '' **ان هذا الخبر صحيح** '' کہ بلاشک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(المحلی شرح المحلی ج ۴ ص ۵۸ مسئلہ نمبر ۴۴۲)

(۳)۔۔۔۔ امام ابوعلی حسن بن علی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ فرماتے ہیں ''**حديث ابن مسعود حسن**'' کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

(مختصر الاحکام ج ۲ ص ۱۰۳ رقم ۲۴۷)

(۴)۔۔۔۔ امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ کہتے ہیں '' **والحديث عندى لعدالة رواته اقرب الى الصحة** '' کہ یہ حدیث چونکہ عادل راویوں سے مروی ہے اس لئے میرے نزدیک اقرب الی الصحۃ (صحیح) ہے۔ (بیان الوہم والایہام: ج ۳ ص ۳۶۷)

(۵)۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں ''**واسناده صحيح۔۔۔۔الخ**'' کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔

(العلل الواردہ: ج ۵ ص ۱۷۲، رقم ۸۰۴، الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰، نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۴، اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۷)

(۶)۔۔۔۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ کہتے ہیں کہ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔

(ملخصاً تہذیب السنن مع مختصر السنن ج ۱ ص ۳۶۸)

(۷)۔۔۔۔ امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ اور ثقہ بالاجماع محدث حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے بحوالہ حافظ فاسی رحمۃ اللہ علیہ صراحت فرما رکھی ہے کہ لفظ ثم لا یعود کے علاوہ باقی تمام حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو (الا فی اول مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے

ساتھ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۳۶۷ رقم ۱۱۰۹، نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۴) جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ م ۲۴۱ھ نے اعلان فرما رکھا ہے کہ:

جب کسی حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ہوں اور محدثین اس حدیث پر جرح بھی کریں تو خوب جان لو کہ وہ حدیث صحیح ہی ہوگی۔

(ملخصا: الکفایہ فی علم الروایہ: ج ۱ ص ۱۴۲، باب ترک الاحتجاج بمن غلب علی حدیثہ الشواذ۔۔۔الخ۔)

(۸)۔۔۔الامام الثقہ، المتقن الحجہ، المحدث الفقیہ الاصولی، المعتدل الناقد، علاء الدین بن علی بن عثمان المارد ینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۵ھ اس حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر فریق مخالف کے اعتراضات کے مفصل جوابات دیے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

'' **والحاصل ان رجال هذا الحديث على شرط مسلم** '' کہ حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم کی شرط پر ہیں (یعنی ثقہ ہیں)۔

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸)

(۹)۔۔۔امیر المؤمنین فی الحدیث امام ثقہ متقن حجہ ناقد معتدل حافظ ابوجعفر احمد بن محمد المصری الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین پر شرح معانی الآثار میں استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۲) اور امام موصوف نے مذکورہ کتاب کی ابتداء میں صراحت فرما رکھی ہے کہ میں نے اس کتاب میں اپنے نزدیک صحیح روایات سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصا: ص ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۰)۔۔۔۔حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ م ۷۰۲ھ بھی اس حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں" **عاصم بن کلیب اخرج له مسلم وعبدالرحمن بن الاسود ایضا اخرج له مسلم وھو تابعی وثقه ابن معین وعلقمة فلایسئل عنه للاتفاق علی احتجاج به**" کہ اس حدیث کے راوی عاصم بن کلیب سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں حدیث تخریج فرمائی ہے۔ اسی طرح عبدالرحمن سے بھی (لہٰذا ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں) ویسے بھی امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اور علقمہ بالاتفاق حجت ہے۔ (نصب الرایہ: ج ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵) نیز حافظ موصوف نے اس حدیث پر دیگر اعتراضات کے بھی جوابات دیے ہیں۔

(۱۱)۔۔۔۔حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام المحدثین حافظ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ بھی زیر بحث حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح مانتے ہیں۔ چنانچہ معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" وھذا اختلاف یؤدی الی طرح القولین والرجوع الی صحة الحدیث لورودہ عن الثقات"

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۶)

حدیث کی تعلیل میں یہ اختلاف دونوں قولوں کے ساقط ہونے اور صحت حدیث کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کے ثقہ راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے۔

(۱۲)۔۔۔۔حافظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ نے بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانا ہے۔

(ملخصا: الموضوعات الکبریٰ ص ۵۴ ۳ مرقات ج ۳ ص ۳۲۸)

تنبیہ:

زبیرعلی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ابوعلی النیسا بوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید، ابویعلیٰ الخلیلی، ابوعلی ابن السکن اور ابوبکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ سنن نسائی میں موجود ہے۔ لہٰذا بقول علی زئی یہ حدیث درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی صحیح ہے:

(۱۳)۔۔۔۔امام ابوعلی النیسا بوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۱۴)۔۔۔۔امام ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ

(۱۵)۔۔۔۔حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ

(۱۶)۔۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ

(۱۷)۔۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ

(۱۸)۔۔۔۔امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۱۹)۔۔۔۔امام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ

زبیرعلی زئی تضاد نمبر ۱۳:

زبیرعلی زئی غیر مقلد نے اپنے وضعی مسلک کی تائید میں وارد ''سنن النسائی'' کی ایک روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سنن نسائی کو صحیح قرار دینے والے جن ائمہ کے نام گنوائے ہیں، ان میں سے امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ کا نام بھی لیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ (دیکھئے مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص ۵۲) جبکہ دوسری طرف اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ابن السکن کے قول کا حوالہ معلوم نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰)

اور بقلم خود یہ بھی تحریر کیا ہے کہ:

ظاہر ہے کہ بے سند و بے حوالہ بات مردود و باطل ہے۔ (الحدیث ص ۱۵ ش نمبر ۳۶)

معلوم ہوا زبیر صاحب دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں۔ کہ جب کوئی بے حوالہ بات زبیر صاحب کے مفاد میں ہو تو پھر موصوف بلا چوں و چرا اسے قبول کر لیتے ہیں، اور اگر اس کے خلاف ہو تو اسے

بے حوالہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

(۲۰)۔۔۔۔زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسند احمد میں بھی موجود ہے،اورزبیرعلی زئی غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔(ملخصا ص ۴۳ ش نمبر ۵۰ ماہنامہ الحدیث) لہٰذا بقول علی زئی یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہونے کی وجہ سے حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۱)۔۔۔۔الامام الثقہ المتقن الحجہ، المحدث الفقیہ، الناقد المعتدل المنصف حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ لکھتے ہیں کہ:'' **فعلی هذا یکون حدیثاً صحیحاً** '' کہ اسی بناء پر یہ حدیث صحیح ہے۔(شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۶۸)

(۲۲)۔۔۔۔زبیر علی زئی غیر مقلد نے (مستدرک حدیث صلاۃ التسبیح ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۱۱۹۲ کے حوالے سے) لکھا ہے کہ امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ کے نزدیک سنن نسائی صحیح ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اس سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی میں موجود ہونے کی سے وجہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بقول علی زئی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۳)۔۔۔۔امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔(ملخصا: مترجم جزء رفع یدین: ص ۷۵ برقم ۳۲)

تنبیہ: ہمارے نزدیک جزء رفع یدین غیر معتبر وغیر مستند کتاب ہے، مگر چونکہ فریق مخالف کے نزدیک یہ معتبر کتاب ہے اس لئے بطور الزام کے اس کتاب کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

(۲۴)۔۔۔۔زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

حافظ ابوطاہر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا مشرق ومغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔(بلفظہ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

اس سے ثابت ہوا کہ کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد) میں

ے سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہونے کی وجہ
ے بقول علی زئی حافظ ابوطاہر السلفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث مشرق ومغرب کے علماء
ئے ہاں اتفاقی طور پر صحیح ہے۔

(۲۵)۔۔۔۔الامام الثقہ، الناقد المعتدل المنصف قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م۸۷۹ھ بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔ (دیکھئے التعریف الاخبار قلمی برقم ۱۶۷)

(۲۶)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م۸۵۲ھ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو فتح الباری میں ذکر فرما کر سکوت اختیار کیا ہے اور بذاتِ خود اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی۔ (دیکھئے فتح الباری ج۲ ص۲۸۰، b۔ قدیمی کتب خانہ کراچی) اور متعدد علماء غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ حافظ ابن حجر کا کسی حدیث کو ''فتح الباری'' میں ذکر کر کے اس پر جرح نہ کرنا ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتا ہے:

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ میں اس شرح (فتح الباری) میں جو حدیث لاؤں گا وہ صحیح ہوگی یا حسن (شہادت القرآن: ص۲۳۶) عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد ایک حدیث (جس پر حافظ موصوف نے سکوت کیا ہے اور جرح نہیں کی) کے ذیل میں لکھتا ہے:

''ذکرہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وھو حسن عندہ علی ما اشترط فی اوائل مقدمۃ فتح الباری۔۔۔۔الخ'' کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ذکر (کر کے اس پر سکوت) کیا ہے، جو کہ ان کے نزدیک اس حدیث کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے مقدمہ فتح الباری کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے۔
(ابکار المنن ص۴۵)

اسی طرح ایک اور حدیث کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

'' وسکت (ابن حجر) عن حدیث وائل وحدیث ھلب فلو کانا ایضاً

ضعيفين عنده لبين ضعفهما ولانه قال فی اوائل مقدمةفتح الباری ــــ.الخ''

کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری میں) حضرت وائل رضی اللہ عنہ اور حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ذکر کر کے ان پر سکوت کیا ہے، اور اگر یہ دونوں احادیث ان کے نزدیک ضعیف ہوتیں تو وہ ضرور ان کا ضعف بیان کرتے۔ کیونکہ انہوں نے مقدمہ فتح الباری میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حوالہ سابق ص:١٠٦)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح (یعنی فتح الباری۔ ناقل) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سکوت کیا ہے۔ (توضیح الکلام ج ١ ص ٢١٧)

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب نور پوری غیر مقلد کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے عقبہ بن عامر کے اثر کو فتح الباری میں ذکر فرما کر سکوت فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کی شرط کے اعتبار سے یہ اثر ان کے نزدیک کم از کم حسن تو ضرور ہے۔ (نور العینین ص ١٤٥ حاشیہ نمبر ١)

لہٰذا ثابت ہوا کہ بقول علماء غیر مقلدین حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

زبیر علی زئی تضاد نمبر ١٤:

زبیر علی زئی صاحب حسب عادت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سکوت کے متعلق بھی متضاد اور متناقض پالیسی پر گامزن ہیں کہ جب کوئی روایت ان کے مفاد میں ہو تو پھر غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب اس روایت پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سکوت کو ہی اس روایت کے کم از کم حسن ہونے کی دلیل گردانتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے کہ زبیر صاحب نے اپنے مؤقف کی تائید میں مروی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لئے عبد المنان نور پوری غیر مقلد کے حوالہ سے لکھا:

کہ حافظ ابن حجر نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو فتح الباری میں نقل فرما کر سکوت فرمایا ہے۔لہٰذا ان کی شرط کے اعتبار سے یہ اثر ان کے نزدیک کم از کم حسن تو ضرور ہے۔(نور العینین ص ۱۴۵ حاشیہ نمبر ا و فی طبعۃ ص ۱۷۱)

لیکن دوسری طرف اگر کوئی روایت ان کے مسلک کے خلاف جاتی ہو تو پھر موصوف محض مسلکی حمایت میں اس روایت کو حسب عادت حسن قرار دینے سے مکر جاتے ہیں۔

چنانچہ زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ:

تحقیق یہ ہے کہ فتح الباری (اور التلخیص الحبیر) میں حافظ ابن حجر کا سکوت حدیث کے حسن یا صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔۔۔۔فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا کسی حدیث یا روایت پر سکوت کرنا اس کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل نہیں۔(ماہنامہ الحدیث ص ۹ ۔ ۱۳ ش نمبر ۷۴)

زبیر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سکوت (چاہے فتح الباری اور یا کوئی دوسری کتاب) حجت نہیں ہے۔(تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۴۹) ہمارے نزدیک ابوداؤد، نسائی، منذری اور ابن حجر عسقلانی وغیرہم کا سکوت حجت نہیں ہے یہ سکوت نہ صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ حسن ہونے کی۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲)

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۵:

ماقبل میں نقل کیا جا چکا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک ابوداؤد، نسائی، منذری، ابن حجر عسقلانی وغیرہ کسی محدث کا بھی سکوت حجت نہیں ہے۔(ملخصا فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) جبکہ دوسری جگہ زبیر علی زئی صاحب نے مسئلہ تدلیس میں درج ذیل ائمہ کرام کے سکوت سے دلیل پکڑی ہے۔

(۱)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ:

(ملخصا تحقیقی مقالات ج ۴ ص ۱۷۰)

(۲)۔۔۔۔امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۸ھ:

(ایضاً ج ۴ ص ۱۷۱)

(۳)۔۔۔۔امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۴ھ:

(ایضاً ج ۴ ص ۱۷۲)

(۴)۔۔۔۔امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ:

(ایضاً ج ۴ ص ۱۷۲)

(۵)۔۔۔۔امام ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ:

(ایضاً)

(۶)۔۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ:

(ایضاً ص ۱۷۳۔ ۱۷۴)

(۷)۔۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ: (ایضاً)

(۸)۔۔۔۔حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۶ھ: (ایضاً)

(۹)۔۔۔۔زکریا بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۶ھ: (ایضاً: ۱۷۵)

(۱۰)۔۔۔۔حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ (ایضاً) وغیرہم

زبان مصلحت بین کو کیونکر قرار آئے
اِدھر کچھ اور کہتی ہے اُدھر کچھ اور کہتی ہے

(۲۷)۔۔۔۔الامام الثقہ، المتقن الحجہ، المحدث الناقد المعتدل المنصف، امیر المومنین فی الحدیث ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ بھی ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔ (دیکھئے شرح سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۴۱ تا ۳۴۳ رقم ۷۲۹)

(۲۸)۔۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنن نسائی میں ذکر کیا ہے اور بالجزم اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے سنن نسائی رقم

۱۰۲۶، ۱۰۵۸) اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی سنن میں کسی حدیث کو محض ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ اس نے ایک روایت کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

عرض ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح ہے۔ (بلفظہ توضیح الکلام: ص ۳۴۷)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ارشاد الحق اثری کے بقول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔

(۲۹)۔۔۔۔امام عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۴ھ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنداً صحیح کہتے ہیں۔ (التعلیق الممجد علی مؤطا محمد: ص ۱۹)

(۳۰)۔۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے مذکورہ حدیث کو سنن ابی داؤد میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد رقم ۷۴۸) اور امام موصوف کا اس حدیث پر سکوت اختیار کرنا ہی اثری غیر مقلد کے بقول ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۶:

زبیر علی زئی غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

صحیح یہ ہے کہ ابوداؤد کا سکوت حسن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۴۰ ش نمبر ۵۱)

ہمارے نزدیک ابوداؤد۔۔۔۔کا سکوت حجت نہیں ہے۔ یہ سکوت نہ صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ حسن ہونے کی۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲)

لیکن دوسری طرف زبیر صاحب نے اسی سکوت ابی داؤد کا سہارا لیتے ہوئے اپنی مرضی کی ایک روایت کے راوی مشرح بن ھاعان کو ثقہ ثابت کرنے کیلئے لکھا ہے کہ:

ابوداؤد نے اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (نور العینین: ص ۱۷۱)

الغرض سکوت ابی داؤد زبیر صاحب کے مفاد میں ہو تو موصوف اسے قابل حجت گردانتے ہیں اور اگر خلاف ہو تو حسب عادت حجت ماننے سے مکر جاتے ہیں۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

(۳۱)۔۔۔ الامام الثقہ، المتقن الحجہ، المحقق الناقد المعتدل محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ:

'' **رواہ الثلاثۃ وھو حدیث صحیح** ''اصحاب ثلاثہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے اس کو روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۱۰۹)

(۳۲)۔۔۔ الامام الثقہ المتقن ابومحمد علی بن زکریا المنبجی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

'' **وھذا حدیث حسن** '' کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج ۱ ص ۲۳۱)

(۳۳)۔۔۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ بھی صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصا اللالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۸)

(۳۴)۔۔۔ سید ہاشم عبداللہ یمانی المدنی شرح ترمذی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ:

'' **وھذا الحدیث یعنی حدیث ابن مسعود صححہ ابن حزم وغیرہ من الحفاظ وھو حدیث صحیح وماقالوہ فی تعلیلہ لیس بعلۃ** '' کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم اور دیگر کئی محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقتاً علت نہیں۔ (حاشیہ الدرایہ فی تخریج الہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱)

(۳۵)۔۔۔علامہ عبدالقادر الارناؤط صاحب لکھتے ہیں کہ:

''واسنادہ صحیح ''اس کی سند صحیح ہے۔(حاشیہ جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۲)

(۳۶)۔۔۔علامہ طاہر محمد دردیری کہتے ہیں کہ یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔(تخریج احادیث المدونہ ج ۱ ص ۴۰۳)

(۳۷)۔۔۔امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''حدیث حسن'' یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔(مختصر منذری ج ۱ ص ۳۶۷)

(۳۸)۔۔۔محدث شیخ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۵۴ھ صحیح کہتے ہیں۔(کشف الرین: ص ۵۶)

(۳۹)۔۔۔الامام الثقہ ،المتقن الحجہ السید محمد مرتضیٰ الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ نے سنن ترمذی کے حوالہ سے اسے حسن لکھا ہے۔(عقود الجواہر المنیفہ: ص ۵۸)

(۴۰)۔۔۔الامام الثقہ الحافظ خلیل احمد سہارنفوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۴۶ھ نے صحیح مانا ہے۔(ملخصا بذل المجہود: ج ۴ ص ۴۲۶)

(۴۱)۔۔۔المحدث الناقد ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''وھذا اسناد صحیح، رجالہ رجال الصحیحین غیر سوید وھو ثقۃ ''(اعلاء السنن ج ۳ ص ۶۰۔۶۱)

(۴۲)۔۔۔المحدث الناقد الشیخ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ صحیح مانتے ہیں۔(فتح الملہم: ج ۲ ص ۱۲)

(۴۳)۔۔۔المحدث الکبیر الشیخ زکریا المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن حزم کے حوالہ سے صحیح لکھا ہے۔(اوجز المسالک ج ۲ ص ۸۸)

(۴۴)۔۔۔محقق حسن سلیم اسد صاحب لکھتے ہیں کہ:

'' اسنادہ صحیح '' کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔(حاشیہ مسند ابی یعلی الموصلی برقم ۵۳۰۲)

(۴۵)۔۔۔۔المحدث الکبیر الشیخ عابد المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ صحیح مانتے ہیں۔(مواھب اللطیفہ قلمی ص ۲۵۹)

(۴۶)۔۔۔۔وصی احمد سورتی صحیح کہتے ہیں۔(التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی :ص ۳۰۵)

(۴۷)۔۔۔۔محدث عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ بھی تصحیح کے قائل ہیں۔(ذب ذبابات الدراسات ج ۱ ص ۲۰۸،۲۰۹)

(۴۸)۔۔۔۔ الامام الثقہ، المحدث الکبیر، الناقد الحافظ انورا لکشمیری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۵۰ھ کہتے ہیں کہ:

''وھذا اسناد صحیح'' کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔(نیل الفرقدین ص ۶۴)

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۷:

ماقبل میں نقل کیا جاچکا ہے کہ ''مسند ابی یعلی الموصلی'' اور ''مسند الحمیدی'' کے محقق ومحشی حسین سلیم اسد دارانی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سنداً صحیح کہا ہے۔اسی حسین سلیم اسد دارانی نے ''مسند ابی یعلی الموصلی'' کی تحقیق میں ایک روایت کی تصحیح وتضعیف میں زبیر علی زئی غیر مقلد کے مؤقف کے خلاف مؤقف اختیار کیا تو زبیر علی زئی نے سرے سے ان کو محققین کی صف سے ہی نکال دیا اور ان کے بارے میں لکھا:

حسین سلیم اسد جو کہ تحقیق حدیث میں ضعیف ونا قابل اعتبار ہے۔(الحدیث ص ۱۳ ش ۴)

لیکن اس کے برعکس جب موصوف کی ایک حدیث کے متعلقہ تحقیق کو زبیر علی زئی نے اپنے مفاد میں سمجھا تو پھر زبیر علی زئی نے ان کو محققین کی صف میں شامل کرتے ہوئے لکھا:

حسین بن سلیم اسد الدارانی (الشامی) کی تحقیق سے شائع شدہ ''مسند حمیدی'' میں فلا یرفع کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کا اثبات ہے۔۔۔۔ حسین الدارانی کے نسخے میں حدیث مذکور کی سند ومتن پیش خدمت ہے......الخ۔(نور العینین ص ۲۱۸)

اسی طرح غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

مسند ابی یعلی کے محقق حسن سلیم اسد نے لکھا ''اسنادہ ضعیف'' اس کی سند ضعیف ہے۔(الحدیث ص ۳۳،ش ۴۵)

الغرض جب حسین سلیم صاحب زبیر علی زئی کے مؤقف کے خلاف کچھ لکھ دیں تو وہ زبیر صاحب کے نزدیک تحقیق حدیث میں ضعیف و ناقابل اعتبار ہوجاتے ہیں۔لیکن اگر اس کے مؤقف کی موافقت میں لکھ دیں تو پھر تحقیق حدیث میں اس کے نزدیک ثقہ وقابل اعتبار بن جاتے ہیں۔

(۴۹)۔۔۔الشیخ المحدث محمد حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۵ھ بھی ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔(تنسیق النظام فی مسند الامام ص ۵۱)

(۵۰)۔۔۔حافظ ابن عبدالھادی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۴ھ ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''حدیث حسن'' یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔(تنقیح التحقیق ج ۲ ص ۱۴۰ رقم ۶۶۰)

(۵۱)۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلا جرح و قدح نقل کیا ہے۔(دیکھئے جامع المسانید والسنن ج ۲۷ ص ۲۷۷، برقم ۴۹۷) اور غیر مقلدین کے ''امام العصر'' ابراہیم سیالکوٹی نے حافظ موصوف کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کردیتے ہیں۔(سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۲)

لہٰذا حافظ موصوف کا اس روایت کو بلا جرح نقل کرنا بقول ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حدیث کے ان کے نزدیک صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۵۲)۔۔۔امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۸۶۱ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''حدیث حسن'' کہ یہ حدیث حسن ہے۔(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۰)

(۵۳۔۵۴) امام عثمان بن علی بن محجن البارعی فخر الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ اور حافظ ابن الخراط رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۱ھ نے بھی مذکورہ حدیث کو ترمذی کے حوالہ سے حسن قرار دیا ہے۔(دیکھئے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۱۲۰، الاحکام الشرعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۱)

درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور متعدد علماء غیر مقلدین نے صراحت کر رکھی ہے کہ کسی محدث کا کسی روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس محدث کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے مثلاً۔۔۔

غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

امام بیہقی نے صراحت کی ہے کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۰۶)

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی مرضی کی ایک کتاب کو صحیح و ثابت قرار دینے کے لئے لکھا ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً تحقیقی مقالات ج ۵ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

مشہور غیر مقلد محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

محدثین کا کسی روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ (التحقیق الراسخ: ص ۸۸)

محمد ضیب احمد غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

سفیان ثوری کا کسی حدیث کے مطابق فتویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ (مقالات اثریہ ص ۱۷۴)

لہٰذا درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کرنا اور جرح نہ کرنا ان کے نزدیک علماء غیر مقلدین کے بقول اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۵۵)۔۔۔ حافظ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۰۶ھ: (جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۱ رقم ۳۳۸۳)

(۵۶)۔۔۔ امام علاء الدین المعروف بالمتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۵ھ: (کنز العمال ج ۸

ص ۹۳، رقم ۲۲۰۵۱)

(۵۷)۔۔۔امام محمد بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۳ھ: (المبسوط ج ۱ ص ۱۴)

(۵۸)۔۔۔امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۷ھ: (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۷)

(۵۹)۔۔۔امام محمد بن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۸۶ھ: (العنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۰)

(۶۰)۔۔۔حافظ ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۵ھ: (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۳)

(۶۱)۔۔۔امام ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۱ھ: (المعجم الکبیر برقم ۹)

(۶۲)۔۔۔امام سحنون بن سعید المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ: (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۱۹)

(۶۳)۔۔۔امام ابو الحسن القدوری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ: (التجرید ج ۲ ص ۵۱۸)

(۶۴)۔۔۔حافظ عبد القادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۵ھ: (الحاوی علی الطحاوی ج ۱ ص ۵۳۰)

(۶۵)۔۔۔امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

علمائے غیر مقلدین اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

(۶۶)۔۔۔احمد محمد شاکر غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

'' وھذا الحدیث صححه ابن حزم وغیره من الحفاظ وھو حدیث صحیح وما قالوہ فی تعلیله لیس بعلة '' (شرح سنن ترمذی ج ۲ ص ۴۵، رقم ۲۵۷، b۔ دار الحدیث القاھرہ)

کہ ترک رفع یدین کی اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ حضرات نے کہا ہے۔ وہ حقیقتاً علت نہیں۔

احمد شاکر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

'' **وھو حدیث صحیح** '' یہ حدیث صحیح ہے۔(حاشیہ المحلی بالآ ثار: ج ۴ ص ۵۴)

(۶۷)۔۔۔۔محمد خلیل ہراس غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

'' **وھو حدیث صحیح حسنه الترمذی** '' یہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا ہے۔(حاشیہ محلی ابن حزم بحوالہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تحقیق کے آئینے میں ص ۱۴)

(۶۹،۶۸)۔۔۔۔شعیب ارناؤط اور زہیر الشاویش غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث صحیح ہے اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں (کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں)۔(حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۸:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے صراحتاً لکھا ہے کہ:

اخطاء اوھام اور سہو کی وجہ سے فریق مخالف کو کذاب وغیرہ کہنا غلط، زیادتی اور ظلم ہے کیونکہ اخطاء※ اور اوھام سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے۔(الحدیث ص ۳۵ ش نمبر ۵۱)

نیز زبیر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

انسان ؔسے کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی اور سہو ہو جاتا ہے جسے جھوٹ قرار دینا غلط ہے۔(تین سو جھوٹ ص ۶)

یہاں زبیر علی زئی صاحب یہ تسلیم کرر ہے ہیں کہ خطاء اور وہم کی وجہ سے کسی شخص کو کذاب (جھوٹا) وغیرہ کہنا غلط زیادتی اور ظلم ہے، انسان سے سہو ہو جاتا ہے جسے جھوٹ کہنا غلط ہے، کیونکہ اخطاء اور وہم سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے۔

لیکن اس کے برعکس اس نے دوسرے متعدد مضامین میں اہل علم کی طرف ایسی غلطیاں منسوب کر کے ان کو کذاب وغیرہ جیسے برے الفاظ سے خوب کوسا ہے اور ایسی غلطیوں کو صریح جھوٹ اور

خیانت کا نام دیا ہے۔ مثلاً زیر بحث حدیث کے متعلق عطاء اللہ حنیف بھوجیانہ غیر مقلد نے بغیر کسی جرح ونقد کے محدث ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

'' **قولہ ثم لم یعد قد تکلم ناس فی ثبوت ھذا الحدیث و القوی انہ ثابت من روایۃ عبداللہ بن مسعود** '' ثم لم یعد جملہ کے ثبوت کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور قوی بات یہ ہے کہ یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح اور ثابت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے۔ (دیکھئے التعلیقات السلفیہ ج ا ص ۱۲۳ حاشیہ ۴)

مگر اس عبارت کو نقل کرتے وقت حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عطاء اللہ حنیف غیر مقلد کی عبارت سمجھا (کیونکہ مذکورہ عبارت کے قائل کا صراحتاً غالباً عطاء اللہ حنیف نے نہیں لکھا تھا بلکہ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ سے مذکورہ عبارت کو نقل کر کے صرف س کا حرف لکھ دیا تھا) اور اس عبارت کو انہی کی طرف منسوب کر دیا جو کہ حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ کا سہو ہے اور زبیر علی زئی صاحب مذکورہ بالا عبارت میں تسلیم کر چکے ہیں کہ سہو کو جھوٹ کہنا غلط ظلم اور زیادتی ہے مگر اس کے باوجود زبیر صاحب نے حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ سہو کو صریح جھوٹ اور خیانت کا نام دیا۔

چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

ڈیروی صاحب نے سندھی کا قول بھوجیانی ۔۔۔۔ کے ذمے لگا دیا ہے جو کہ صریح جھوٹ اور خیانت ہے۔ (نور العینین: ص ۳۵۸)

معلوم ہوا کہ زبیر صاحب کا قول خود زبیر صاحب پر ہی پوری طرح صادق آتا ہے۔ کہ:

قوم شعیب علیہ السلام کی طرح زبیر صاحب کے لینے اور دینے کے پیمانے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

نیز خود زبیر علی زئی صاحب نے ماہنامہ الحدیث (ص ۹۴ ش نمبر ۹۱) میں الانتقاء لابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک قول کو امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے اسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف پیش کیا ہے، حالانکہ الانتقاء کے محولہ صفحہ پر وہ قول علاء بن عصیم کی

طرف منسوب ہے نہ کہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی طرف، یعنی زبیر صاحب نے علاء بن عصیم سے منسوب قول کو امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کا قول بنا کر پیش کیا ہے، تو کیا زبیر صاحب اپنے اس سہو کو بھی صریح جھوٹ اور خیانت کا نام دیں گے؟

اپنی اداؤں پہ خود ہی غور کرو　　　　　　　　　　ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(۷۱)۔۔۔۔ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

’’ والحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة يصلح التعلق بها و رد الحديث من اجلها ‘‘ اور حق بات یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس وجہ سے حدیث رد کی جا سکے۔ (مشکوۃ المصابیح بتحقیق ناصر الدین البانی: ج۱ ص ۲۵۴)

(۷۲)۔۔۔۔عبدالمحسن بن حمد العباد البدر غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

’’واسناد هذا الحديث مستقيم۔۔۔۔فيكون الحديث حسناً‘‘

اس حدیث کی سند صحیح ہے پس یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد للعباد: ص۵۱)

(۷۳)۔۔۔۔ابوعبدالرحمن محمد عبداللہ پنجابی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین چھوڑ دینے کی روایت صحیح ہے۔ (ملخصا: عقیدہ محمدیہ ج۲ ص ۶۱۱ بحوالہ نور الصباح ج۱ ص ۴۹)

احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرق:

قارئین! زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راویوں کا ہم ماقبل میں ترجمہ پیش کر آئے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حدیث سنداً بلاشک وشبہ صحیح ہے جیسا کہ فریق مخالف کے مستند علماء اور ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تصحیح سے ظاہر ہے، اب

احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعدد طرق بیان کیے جاتے ہیں۔

سند نمبر ۱:

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ ... الخ ۔(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۱)

سند نمبر ۲:

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ ...الخ۔(ایضاً ص ۱۵۸)

سند نمبر ۳:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا وکیع عن سفیان۔۔۔۔۔الخ ۔(سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۱۱۶ مکتبہ امدادیہ)

سند نمبر ۴:

حدثنا ھناد حدثنا وکیع عن سفیان ...الخ۔(سنن ترمذی ص ۹۰)

سند نمبر ۵:

حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم... الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

سند نمبر ۶:

حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن... الخ

(مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۸۸)

سند نمبر ۷:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا نعيم بن حماد قال حدثنا وكيع... الخ۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۲)

سند نمبر ۸:

حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا يحيیٰ بن يحيی قال ثنا وكيع عن سفيان فذكر مثله باسناده۔ (ایضاً: ج ۱ ص ۱۶۲)

سند نمبر ۹:

اخبرنا ابوطاهر الفقيه انبا؟نا ابوحامد بن بلال انبا محمد بن اسماعيل الاحمسی ثنا وكيع عن سفيان ... الخ۔ (سنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ ص ۷۸)

سند نمبر ۱۰:

حدثناه حمام حدثنا عبدالله بن محمد الباجی حدثنا محمد بن عبدالملک بن ايمن حدثنا محمد بن اسماعيل الصائغ حدثنا زهير بن حرب، حدثنا وكيع... الخ (المحلی ابن حزم ص ۱۶۳)

سند نمبر ۱۱:

حدثنا زهير حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب۔۔۔ الخ۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج۴ ص ۱٦٧)

سند نمبر ۱۲:

قال وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم ۔۔۔۔ الخ۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱٦٠)

سند نمبر ۱۳:

حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل قال حدثنی ابی قال حدثنا وکیع ۔۔۔۔ الخ۔ (التمہید ج ۹ ص ۲۱۵)

سند نمبر ۱۴:

رواہ محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ ۔۔۔۔ الخ۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۸٠)

سند نمبر ۱۵:

حدثنا حمام ثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبدالملک بن ایمن ثنا محمد بن اسماعیل الصائغ ثنا زھیر بن حرب ابو خیثمۃ وکیع ۔۔۔۔ الخ۔ (محلی ابن حزم ج ۲ ص ۲٦۵)

سند نمبر ۱٦:

حدثنا اسحاق عن عبدالرزاق عن حصين عن ابراهيم ان ابن مسعود... الخ۔ (المعجم الكبير للطبرانی ج ۹ ص ۲٦۱)

سند نمبر ۱۷:

حدثنا محمد بن عبدالله الحضيری ثنا احمد بن يونس ثنا ابو الاحوص عن حصين عن ابراهيم قال كان عبدالله۔۔۔ الخ۔ (ايضاً)

سند نمبر ۱۸:

حدثنا علی بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلم؟ عن حماد عن ابراهيم عن عبدالله... الخ (ايضاً)

سند نمبر ۱۹:

حدثنا اسحاق بن اسرائيل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله۔۔۔۔ الخ۔ (مسند ابو يعلی الموصلی ج ۵ ص ۶۳)

سند نمبر ۲۰:

حدثنا ابو عثمان سعيد بن محمد بن احمد الحناط و عبدالوهاب بن عيسیٰ بن حية قالا نا اسحاق بن ابی اسرائيل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله ۔۔۔الخ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹، ۴۰۰)

سند نمبر ۲۱:

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود۔۔۔الخ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱)

سند نمبر ۲۲:

عبدالرزاق عن ابن عیینة عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود مثله۔

(ایضاً)

سند نمبر ۲۳:

عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سا?لت ابراھیم...الخ (ایضاً)

سند نمبر ۲۴:

قال محمد اخبرنا الثوری حدثنا حصین عن ابراھیم ان ابن مسعود۔۔۔۔۔

الخ (مؤطا امام محمد: ص ۹۰)

سند نمبر ۲۵:

حدثنا محمد بن صالح بن ھانی حدثنا ابراھیم بن محمد بن مخلد الضریر

حدثنا اسحاق بن اسرائیل...الخ (اللآلی المصنوعة: ج ۲ ص ۱۷)

سند نمبر ۲۶:

حدثنا عبداللہ بن صالح بن عبداللہ ابو محمد قال حدثنا اسحاق بن ابراھیم

المروزی... الخ۔ (کتاب المعجم فی اسامی شیوخ ابی بکر اسماعیلی

ج ۲ ص ۴۹۲)

سند نمبر ۲۷:

اخبرنی الحسن بن علی التمیمی ومحمد بن عبدالملک القرشی قالا اخبرنا عمر بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن حماد بن حسان بن عبدالرحمن ویعرف بابن ابی حسان الزیادی حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر ...الخ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۲۴)

سند نمبر ۲۸:

حدثنا سلیمان بن ربیع الرجمی حدثنا کادح بن رحمة حدثنا سفیان عن عاصم...الخ۔ (ایضاً ج ۱۱ ص ۳۲۰)

سند نمبر ۲۹:

حدثنا اسحاق بن ابراهیم ثنا لوین ثنا اسحاق بن اسرائیل ثنا محمد بن جابر ـــالخ (الکامل ج۷ ص ۱۵۲)

سند نمبر ۳۰:

ماحدثنا علی بن عبدالعزیز ومحمد بن اسماعیل و محمد بن جعفر بن محمد قالوا حدثنا اسحاق بن ابراهیم... الخ۔ (کتاب الصغائر الکبیر للعقیلی ج۴ ص ۴۲)

سند نمبر ۳۱:

اخبرنا ایوب بن ابی بکر الفقیه بدمشق وسنقر المحمودی بحلب قالا انا مکرم التاجر انا علی بن احمد بحرستا سنة ست وخمسین وخمسمائة انا الحسن بن احمد السلمی انا المسدد بن علی انا احمد بن عبدالکریم

الحلبی انا ابو الحسن محمد بن احمد الرافقی ثنا صالح بن علی النوفلی ثنا یحییٰ الحمانی ثنا وکیع عن سفیان... الخ۔(تاریخ اسلام للذھبی: ص ۸۳ رقم ۴۴)

سند نمبر ۳۲:

فاخبرناه ابو علی الروذباری قال حدثنا ابو بکر بن داسة قال حدثنا ابو داؤد قال حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا وکیع ـــــ الخ۔ (معرفة السنن والآثار ج۲ ص ۴۲۳ رقم ۳۲۸۰)

سند نمبر ۳۳:

اخبرناه ابو عبداللہ الحافظ قال حدثنا ابو جعفر محمد بن سعید المزکی قال حدثنا العباس بن حمزة قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل... الخ ۔(معرفة السنن والآثار ج۲ ص۴۹۷)

سند نمبر ۳۴:

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبداللہ عن سفیان عن عاصم... الخ ۔(السنن الکبریٰ للنسائی ص ۳۳۱ رقم ۱۱۰۰)

سند نمبر ۳۵:

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود... الخ۔ (ایضاً ص ۳۳۲ برقم ۶۴۹)

سند نمبر ۳۶:

ابوحنیفة وحدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود۔۔۔۔الخ۔ (مسند امام اعظم ج ۱ ص ۳۵۲)

سند نمبر ۳۷:

اخبرناه محمد بن جعفر بن طرخان قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل قال حدثنا محمد بن یسار عن حماد عن ابراهیم۔۔۔۔۔۔الخ۔ (المجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۲۷۰ برقم ۹۵۶)

سند نمبر ۳۸:

حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللہ۔۔۔۔الخ۔ (مسند ابی یعلی الموصلی رقم الحدیث ۵۰۳۹)

سند نمبر ۳۹:

اخبرنا عبدالرحمن بن محمد القزاز انبا?نا احمد بن علی بن ثابت اخبرنی الحسن بن علی التمیمی قال حدثنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا عمر بن عبداللہ بن عمرو قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل۔۔۔۔۔الخ۔ (التحقیق فی مسائل الخلاف ج ۱ ص ۳۳۳ برقم ۴۲۴)

سند نمبر ۴۰:

اخبرنا ابو القاسم بن عبدالواحد الکاتب انبا?نا ابو علی التمیمی قال انبانا

ابوبکر بن مالک قال حدثنا عبداللہ بن احمد قال حدثنی ابی حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم . . . الخ (ایضاً ج ۱ ص ۳۳۲ برقم ۴۲۳)

سند نمبر ۴۱:

وانانا زاہر بن طاہر انانا ابوبکر البیہقی انانا الحاکم ابوعبداللہ النیسابوری حدثنا محمد بن صالح بن ہانی حدثنا ابراہیم بن محمد بن مخلد قالا حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل ۔۔۔ الخ (الموضوعات لابن الجوزی ج ۲ ص ۹۶)

سند نمبر ۴۲:

اخبرنا ابوعبداللہ محمد بن غسان بن غافل بن نجاد الانصاری بدمشق و ابوالفضل مکرم بن محمد بن حمزۃ بن ابی الصقر قالا اخبرنا ابوالحسن علی بن احمد بن علی قال اخبرنا الخطیب ابوعبداللہ الحسن بن احمد بن ابی الحدید قال اخبرنا ابو المعمر المسدد بن علی بن عبداللہ الاملوکی قال اخبرنا ابوبکراحمد بن الکریم الانطاکی الحلبی قال اخبرنا ابوالحسن محمد بن احمد الرافقی قال اخبرنا ابوبکر بن ابی موسیٰ قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل . . . ۔۔ الخ ۔ (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب ج ۳ ص ۱۳۷۸)

سند نمبر ۴۳:

اخبرنا سفیان الثوری قال حدثنا حصین عن ابراہیم عن عبداللہ ۔۔۔ الخ ۔

(کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ ج ۱ ص ۹۷)

سند نمبر ۴۴:

حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراھیم عن عبداللہ۔۔۔۔۔الخ ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

سند نمبر ۴۵:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوالاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ... الخ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۳۳)

سند نمبر ۴۶:

ثنا ابوبکرۃ ثنا مؤمل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم۔۔۔۔الخ ۔(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۴)

سند نمبر ۴۷:

حدثنا معاذ بن المثنی ثنا مسدد ثنا خالد ثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضرموت... الخ۔(المعجم الکبیر برقم ۹)

سند نمبر ۴۸:

حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن حصین قال ذکر عمرو بن مرۃ۔۔۔الخ۔(ایضاً برقم ۸)

سند نمبر ۴۹:

حدثنا احمد بن عبداللہ الوکیل ثنا الحسن بن عرفة ثنا ھیثم عن حصین وحدثنا ابن اسماعیل وعثمان بن محمد بن جعفر قالا نا یوسف بن موسیٰ ثنا جریر عن حصین بن عبدالرحمن قال دخلنا علی ابراھیم... الخ۔ (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۹۱ برقم ۱۳)

سند نمبر ۵۰:

حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا مسدد قال ثنا خالد بن عبداللہ قال ثنا حصین عن عمرو بن مرة۔۔۔۔ الخ۔ (شرح معانی الاٰثار برقم ۱۲۵۱)

اختصار کے پیش نظر صرف انہی اسانید پر اکتفاء کیا جاتا ہے ورنہ کوشش کرنے سے کئی اور اسانید بھی ڈھونڈ کر درج کی جاسکتی ہیں ان اسانید میں کچھ موقوف اور کچھ مرفوع روایات کی ہیں، مگر مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔ اگر بفرض محال یہ سب اسانید ضعیف بھی ہوتیں (حالانکہ ان میں انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح سندیں بھی موجود ہیں) تو تب بھی یہ مل کر فریق مخالف کے اصولوں کی روشنی میں حسن لغیرہ بن جاتیں۔ اور فریق مخالف کے بقول حسن لغیرہ بذاتِ خود حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ قاضی شوکانی غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، جو جمہور کے ہاں قابل حجت ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۸۱ باب وجوب الحج)

محمد خبیب احمد غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

(شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد۔ ن) نے وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں مختلف علماء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جنہوں نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے، مصنف نے ان کی رائے کا اثبات کیا ہے۔ غایۃ المقصود ص ۱۰۷۔ (مقالات اثریہ: ص ۱۱۱)

احمد محمد شاکر غیر مقلد کہتا ہے کہ:

جب راوی کے سوء حفظ وغیرہ کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو تو وہ متعدد اسانید کی بناء پر درجہ حسن (لغیرہ) یا درجہ صحیح (لغیرہ) تک پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ وہ اس قابل ہو۔ (تصحیح وشرح الفیۃ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی علم الحدیث ص۲۹ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۳)

عبید اللہ رحمانی غیر مقلد نے مراتب الصحیح کے تحت چوتھی قسم ''الحسن لغیرہ'' کو قرار دیا ہے۔ (تحفۃ اہل الفکر فی مصطلح اہل الاثر: ص۲۲ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۳)

البانی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اہل علم کے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں تو وہ ان کی بناء پر تقویت حاصل کر کے حجت بن جاتی ہے، اگرچہ ان میں سے ہر سند انفرادی طور پر ضعیف ہو، مگر یہ اصول مطلق نہیں، بلکہ محققین کے ہاں اس کی کچھ شروط ہیں، اور وہ یہ کہ مختلف سندوں میں راویوں کا ضعف سوء حفظ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ ضعف ان کی صداقت اور دین میں تہمت کی وجہ سے نہ ہو۔ (تمام المنۃ ص ۳۱ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۴)

ثناء اللہ زاھدی صادق آبادی غیر مقلد کہتا ہے کہ:

حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا راوی حفظ یا ضبط کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہو، فسق یا جھوٹ کی وجہ سے نہ ہو، یا اس کی سند منقطع ہو مگر اس کا ضعف متابع یا شاہد سے دور ہو جاتا ہے۔ (الفصول فی مصطلح حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷ بحوالہ مقالات اثریہ ص۱۱۶)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد بھی حسن لغیرہ کی حجیت کا قائل ہے دیکھئے مقالات اثری ج ۱ ص ۲۶۱ وغیرہ۔

ابو سعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

اگرچہ ان دونوں (روایات) میں کچھ کلام ہے مگر دونوں روایتوں اور دو سندوں کے ملنے سے ایک کو دوسری سے تقویت حاصل ہو گئی ہے گویا ہر واحد ''حسن لغیرہ'' کے درجہ میں ہے لہٰذا قابل عمل

ہے۔(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۷۹)

اعتراض نمبر ۹:

دوام رفع یدین کے قائلین بسا اوقات ترک رفع یدین کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو رد کرنے کے لئے بغیر کسی معقولی دلیل کے یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ ترک رفع یدین کی مذکورہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی غلطی ونسیان کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ محمد جونا گڑھی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

سنو! حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ۔ ناقل) نے یہاں بھول اور نسیان سے کام لیا ہے۔(دلائل محمدی ص ۳۸)

الجواب:

اولاً۔۔۔عرض ہے کہ نسیان تو انسان کی فطرت اور خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے، جو اولاد آدم کو باپ سے بطور ورثہ ملا ہے، نسیان سے تو صرف اللہ ہی کی ذات محفوظ ہے، باقی انسان سے تو بھول اور نسیان صادر ہو سکتا ہے۔ مگر بھول اور نسیان کا نتیجہ صرف انسان کی اسی بات کو ہی کہا جائے گا جس بات میں بھول اور نسیان کا واقع ہونا کسی معقولی دلیل سے ثابت ہو، نہ یہ کہ ہر وہ بات جو اپنے مسلک کے خلاف ہو، اسے مسلکی حمایت میں بغیر کسی دلیل کے نسیان کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ (جیسا کہ غیر مقلدین کیا کرتے ہیں) وگرنہ مختلف مسالک میں سے جس مسلک کے خلاف بھی کوئی روایت جاتی ہو گی وہ اسے نسیان وغلطی کا نتیجہ کہہ کر رد کرتا چلا جائے گا اور علم حدیث یوں ایک کھیل اور تماشا بن کر رہ جائے گا۔

ثانیاً۔۔۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ترک رفع یدین اتنا پختہ یاد ہے کہ کبھی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بذات خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھ کر بغیر رفع یدین کے اپنی اس پڑھی ہوئی نماز کو نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔(ملخصاً سنن ترمذی ج ۱ ص ۵۹) اور کبھی صراحتاً کہتے ہیں کہ بلاشک وشبہ پختہ بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد الافتتاح رفع یدین نہیں کرتے

تھے (یعنی چھوڑ گئے تھے) (ملخصا شرح معانی الا ثار ج ا ص ۱۶۲) اور کبھی اپنے مؤقف کو مزید مدلل کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے بعد الافتتاح رفع یدین نہیں کیا۔ (ملخصا مسند ابی یعلی الموصلی ج ۴ ص ۱۶۷) مگر یار لوگ اسے نسیان قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں؟

ثالثاً۔۔۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ترک رفع یدین کی حدیث بیان کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ترک رفع یدین کی احادیث بیان فرمائی ہیں۔ لہٰذا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف نسیان کی نسبت غلط باطل ومردود ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

غیر مقلدین جب تمام تر ہتھکنڈے استعمال کرنے کے باوجود اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں تو پھر آخری حربہ کے طور پر عوام الناس کے جذبات کو بھڑکانے کی خاطر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حملہ کرتے ہوئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ: جی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو معوذتین کو قرآن کی سورتیں ہی تسلیم نہیں کرتے تھے۔

الجواب:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن کریم کی سورتیں نہیں سمجھتے تھے یہ خالص جھوٹ اور بہتان ہے۔ چنانچہ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۱ھ لکھتے ہیں کہ:

" وان الدليل القاطع قائم على كذبه على عبدالله وبرائته عبدالله منهما

"بلاشک وشبہ دلیل قاطع اس پر قائم ہے کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا گیا ہے، اور وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ (الطبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ وفی طبعۃ ج ۳ ص ۳۵۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ:

''ومانقل عن ابن مسعود فی الفاتحۃ والمعوذتین باطل لیس بصحیح''
معوذتین اور فاتحہ کے قرآن میں نہ ہونے کی جتنی روایتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں وہ سب باطل ہیں اور غیر صحیح ہیں۔(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۳۹۶)
امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ:

'' وکل ماروی عن ابن مسعود من ان المعوذتین وام القرآن لم تکن فی مصحفہ فکذب موضوع لایصح، وانما صحت عنہ قراءۃ عاصم بن زر بن حبیش عن ابن مسعود وفیھا ام القرآن والمعوذتین '' جتنی روایتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں کہ معوذتین اور ام القرآن ان کے مصحف میں نہ تھیں وہ خالص جھوٹی اور جعلی ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں ہیں، (کیونکہ) عاصم بن زر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں معوذتین اور فاتحہ کا ذکر بسند صحیح ثابت ہے۔(محلی ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۳، وفی طبعۃ ج ۱ ص ۳۲ مسئلہ القرآن کلام اللہ ووحیہ انزلہ علی قلب نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ البانی غیر مقلد کی نظر میں:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلقہ معروضات ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے متعلق ناصر الدین البانی غیر مقلد (جن کو زبیر علی زئی صاحب مشہور محقق امام شیخ اور محدث العصر، امام المحدثین وغیرہ قرار دیتے ہیں، ماہنامہ الحدیث ص ۳۵ ش نمبر ۲، حاشیہ عبادات میں بدعات ص ۱۲۸) کی تحقیق بھی سپرد قلم کردی جائے، شاید کوئی غیر مقلد البانی صاحب کی ہی تحقیق پڑھ کر اپنے مؤقف پر نظر ثانی کرلے۔
چنانچہ صحیح ابی داؤد للالبانی میں ہے کہ:

''عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم؟قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ“(قلت اسنادہ صحیح علی شرط مسلم وقال الترمذی حدیث حسن وقال ابن حزم انہ صحیح وقواہ ابن دقیق العید والزیلعی والترکمانی)اسنادہ: حدثنا عثمان بن ابی شیبۃنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃقال ابوداؤد ”ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل، ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ“

قلت: وھذا اسناد صحیح علی شرط مسلم، وقد اعلہ المصنف رحمۃ اللہ بما رایت، ووافقہ علی ذالک غیرماواحد کما یاتی! ولم تجد فی کلماتھمماینھض علی تضعیف الحدیث فالحق انہ حدیث صحیح کما قال ابن حزم فی المحلی (۴/۸۸)، وحسنہ الترمذی کما یأتی۔ولعل المصنف یشیر بالحدیث الطویل: الی حدیث عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب، الذی تقدم فی الباب السابق، یعنی انہ لیس فیہ: انہ لم یرفع الا مرۃ فقولہ الا مرۃ غیر صحیح عندہ وقال البخاری فی ”رفع الیدین“ (ص ۱۱۔۱۲)

ویروی عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ: قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔۔۔۔فذکرہ وقال احمد بن حنبل عن یحیی بن آدم قال: نظرت فی کتاب عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ: ثم لم یعد، فھذا اصح لان الکتاب احفظ عند اھل العلم، لان الرجل یحدث بشئی ثم یرجع الی الکتاب، فیکون کما فی الکتاب۔

للب: ثم ساق البخاری باسناده حدیث ابن ادریس المشار الیه، ثم قال:
"هذا المحفوظ عند اهل النظر من حدیث عبدالله بن مسعود" وقال ابن ابی
حاتم فی "العلل" (1/٦٩) سألت ابی عن حدیث رواه الثوری عن عاصم
بن کلیب (قلت: فذکره بلفظ: فرفع یدیه ثم لم یعد) ثم قال أ؟ قال ابی: هذا
خطاء، یقال وهم فیه الثوری وروی هذا الحدیث عن عاصم جماعة، فقالوا
کلهم: ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم افتتح، فرفع یدیه، ثم رکع فطبق وجعلها بین رکبتیه،
و لم یقل احد ماروا ه الثوری۔ قلت: فقد افصح ابو حاتم عن علة الحدیث
منده، وهو مایشیر الیه کلام البخاری وهو تفرد سفیان الثوری به!
والجواب: ان سفیان ثقة حافظ فقیه عابد امام حجة، کما فی "التقریب"
فتفرده حجة وتوهیمه لمجرد انه روی مالم یروغیره جرءة فی غیر محلها!
لاسیما وان الظاهر ان حدیثه هذا حدیث مستقل عن حدیث عبدالله بن
ادریس۔ وان شارکه فی اسناده: وقد اعله بعض المتاخرین بتفرد وکیع به!
و هذا خطأ بین، فان وکیعاً مع انه ثقة فقد تابعه عبدالله بن مبارک ومعاویة بن
هشام وموسی بن مسعود النهدی وغیرهم کما یأتی وقد اعل الحدیث
بعلتین اخریین، لانسود الصفحة بحکایتهما وردهما، یظهور بطلانهما
لمن اراد الوقوف علی ذلک، فلیراجع "نصب الرایة"
(٣٩٢/١_٣٩٦) و "الجوهر النقی" (٢/٧٨_٧٧) وقد ذکرا فیهما
کلام ابن دقیق العید فی "الامام" وفیه یذهب الی تقویة الحدیث وتبعاه فی
ذالک۔

والحديث اخرجه احمد (رقم ٣٦٨١ و ٤٢١١) حدثنا وكيع۔۔ به واخرجه الترمذی (٢/٤٠) وقال "حديث حسن" والطحاوی (١/١٣٢) والبيهقی (٢/٧٨) من طريق اخری عن وكيع ۔۔۔۔ به واخرجه النسائی (١/١٥٨) من طريق عبدالله بن المبارك عن سفيان۔۔۔۔به وفی رواية ... باسناده بهذا قال: فرفع يديه فی اوّل مرة (وقال بعضهم مرة واحد)(قلت:اسناده صحيح علی شرط مسلم وقد صححه من ذكرنا فی الرواية الاولیٰ) اسناده حدثنا الحسن بن علی نامعاوية وخالد بن عمرو و ابوحذيفة قالوا: ناسفيان... باسناده قلت: وهذا اسناد صحيح علی شرط مسلم وتقدم الكلام عليه فی الرواية المتقدمة۔۔۔۔الخ۔

ترجمہ: علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز نہ پڑھاؤں! (سکھاؤں) پس (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور شروع نماز کے علاوہ کہیں رفع یدین نہ کیا۔

میں (ناصر الدین البانی) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلا شک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس حدیث کو امام ابن دقیق العید (امام حافظ حجہ محدث۔ن) زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اور (امام حجہ ثقہ ناقد معتدل۔ن) علامہ ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قوی (پختہ) قرار دیا ہے۔

اس حدیث کی سند یہ ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شيبة ناوكيع عن سفيان عن عاصم يعنی ابن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث طویل حدیث سے مختصر ہے اور اس کا یہ لفظ صحیح نہیں۔
میں (البانی) کہتا ہوں (امام موصوف کی یہ بات صحیح نہیں کیونکہ) یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ میرے خیال کے مطابق امام ابوداؤد اور جس کسی نے اس حدیث میں جو علت بتائی ہے وہ علتیں ایسی نہیں ہیں کہ جن کی بناء پر یہ حدیث ضعیف ہو جائے۔ حق و سچ یہی ہے کہ بلا شک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جس طرح امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے المحلی ج ۴ ص ۸۸ پر کہا ہے۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن قرار دیا۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔
اور شاید کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ''حدیث طویل'' کے الفاظ سے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عبداللہ بن ادریس از عاصم بن کلیب کے طریق سے ہے جو کہ پہلے باب میں گزر چکی ہے کہ اس میں مخصوص الفاظ نہیں ہیں۔ تو راوی کا خاص لفظ کہنا ان کے نزدیک صحیح نہ رہا۔ اور امام بخاری نے کہا ''اور روایت بیان کی جاتی ہیں از سفیان از عاصم بن کلیب از عبدالرحمن بن الاسود از علقمہ کہ فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے، پھر اس پوری حدیث کو ذکر کیا۔ اور امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن آدم سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابن ادریس از عاصم بن کلیب کی کتاب کو دیکھا ہے اس میں ''ثم لم یعد'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ تو یہ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ اہل علم کے نزدیک کتاب زیادہ حفاظت والی ہوتی ہے۔ کیونکہ آدمی کوئی چیز بیان کرتا ہے، پھر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ کتاب کے مطابق ہوتی ہے۔ (جزء ص ۱۱۔ ۱۲)
میں (البانی) کہتا ہوں، پھر بخاری نے اپنی سند سے ابن ادریس کی وہ حدیث درج کی، جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پھر کہا: ''اہل نظر کے ہاں یہ حدیث محفوظ ہے''۔ اور ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العلل ج ۱ ص ۹۶'' میں کہا: میں نے اپنے باپ (ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ) سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا جسے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن کلیب سے نقل کیا ہے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے ''ثم لم یعد'' کے الفاظ سے بیان کی ہے، تو میرے باپ نے کہا ''ثم لم یعد'' کے الفاظ خطاء ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ثوری کو اس میں وہم ہوا ہے، یہ حدیث عاصم سے ایک جماعت نے روایت کی تو انہوں نے کہا: بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع نماز کے وقت ہی صرف رفع یدین کیا پھر رکوع کیا، تو تطبیق (اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل) کر کے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ ان میں کسی ایک نے بھی وہ لفظ نقل نہیں کیے جو امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیے ہیں۔ میں (البانی) کہتا ہوں کہ ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نزدیک روایت کی علت کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اشارہ کرتا ہے، اور وہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث میں تفرد (منفرد ہونا) ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلا شک وشبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، حافظ، عابد، امام، حجت تھے، جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔ تو ان کا تفرد حجت ہے، اور ان کا وہم بتلانا، محض اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے وہ الفاظ روایت کیے جو دوسرے نے روایت نہیں کیے، یہ بے جا جرءت ہے۔ بالخصوص جبکہ بلا شک وشبہ ظاہر ہے کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث عبداللہ بن ادریس کے مقابلے میں ایک مستقل (الگ) حدیث ہے، اگرچہ وہ اس کی سند میں شریک ہو گئے ہیں۔

بعد میں آنے والے بعض حضرات نے اس میں وکیع سے تفرد کی علت بھی بیان کی ہے جو ایک واضح ترین غلطی ہے۔ کیونکہ بلا شک وشبہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں مگر اس کے باوجود عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ معاویہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ، موسیٰ بن مسعود النھدی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے راویوں نے ان کی متابعت کر رکھی ہے جیسا کہ آئے گا۔

اور اس حدیث کی دو اور بھی علتیں بیان کی گئی ہیں۔ جنہیں بیان کر کے اور ان کی تردید لکھ کر ہم صفحات سیاہ نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ ان دونوں کا باطل ہونا ظاہر ہے، جو اس کو ملاحظہ کرنا چاہے وہ ''نصب الرایہ للزیلعی: ج ۱ ص ۳۹۴۔۳۹۶'' اور ''الجوہر النقی لابن ترکمانی : ج ۲

ص ۸۷۔۷۷'' کی طرف رجوع کرے۔ ان دونوں (محدثین) نے اپنی ان کتب میں (حافظ) ابن دقیق العید کا کلام ذکر کیا ہے جو''الامام'' میں بھی موجود ہے۔اور اس میں وہ اس حدیث کی تقویت کی طرف گئے ہیں۔اور ان دونوں اماموں (حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس میں ان کی تقلید کی ہے۔

اور اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (برقم ۳۲۸۱۔۴۲۱۱) درج کیا ہے۔کہ ہمیں وکیع نے اپنی سند سے انہیں الفاظ سے حدیث بیان کی ہے۔اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ص ۴۰) نے روایت کیا اور حسن کہا۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے''شرح معانی الآثار'' (ج۱ ص ۱۳۲) پر روایت کیا ہے۔امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے''سنن کبریٰ'' (ج ۲ ص ۷۸) پر نقل کیا ہے۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے''المحلی بالآثار'' (ج ۴ ص ۸۷) پر امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی سند انہی الفاظ کے ساتھ ایک اور طریق سے روایت کیا ہے۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے''سنن نسائی'' (ج ۱ ص ۱۵۸) پر عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ از سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔

اور ایک روایت میں اسی سند سے یہ الفاظ ہیں: راوی نے کہا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔(اور بعض نے کہا کہ ایک بار رفع یدین کیا)۔

میں (البانی) کہتا ہوں اس کی سند امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح ہے اور اسے بھی ان لوگوں نے صحیح قرار دیا ہے۔جن کا ذکر ہم نے پہلی روایت میں کر دیا ہے۔اس کی سند یہ ہے:

'' حدثنا الحسن بن علی نامعاویة وخالد بن عمرو و ابوحذیفة قالوا: ناسفیان۔۔۔باسنادہ''

میں (البانی) کہتا ہوں یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے پہلی روایت میں اس پر بحث گزر چکی ہے۔۔ الخ (اقتباس از صحیح سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۳۸ تا ۳۴۰ برقم ۷۳۳۔ ۷۴۳ مؤلف محمد ناصر الدین البانی غیر مقلد)

الحاصل:

خصوصاً رئیس ندوی وزبیر علی زئی اور عموماً دیگر غیر مقلدین نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث پر جو از راہ تعصب اعتراضات کئے ہیں وہ سب خلاف حقیقت ہیں، اور ان کا باطل ہونا ہم نے بحمد اللہ خود ان کے اور ان کے ہم مسلک علماء کے مسلمات کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ احادیث بلاشک وشبہ صحیح اور قابل عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وعلی من اتبعھم باحسان الی یوم الدین۔

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احادیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ

تحقیق کے آئینے میں

حدیث نمبر ا: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی

روی الامام الحافظ ابو یعلیٰ الموصلی حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلاۃ حتی رأیت ابھامیہ قریباً من اذنیہ ثم لم یرفعھما۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۲ ص ۹۰ برقم ۱۶۹۲)

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا حتی کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو یعلیٰ الموصلی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ

اس حدیث کے پہلے راوی امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ التیمی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ بالا جماع محدث ہیں، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی ثناء و مدح اور توثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ’’**محدث الموصل۔۔۔ الحافظ۔ الحافظ الثقۃ محدث الجزیرۃ۔ الامام الحافظ شیخ الاسلام۔ محدث الموصل**‘‘ (المعین فی طبقات المحدثین ج ۱ ص ۱۰۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۹۹، برقم ۷۲۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۱۰۷ برقم ۲۶۱۹)

(۲)۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں کہ: "**ثقة متفق عليه**"
(الارشاد ج ۲ ص ۶۱۹)

(۳)۔۔۔امام ابوعبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں کہ: "**ثقة مأمون**"
(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۱۰۹)

(۴)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں کہ "**ثقة مأمون**" (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ فرماتے ہیں کہ امام ابویعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، ثبت تھے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۱۱۲ برقم ۲۶۱۹)

(۶)۔۔۔امام قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں "**ثقة**" (ملخصا الثقات: ج ۱ ص ۴۳۰ برقم ۴۷۳)

(۷)۔۔۔حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "**الحافظ الثقة محدث الجزيرة**"
(طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۹ برقم ۷۰۱)

(۲) امام اسحاق بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۵ھ

دوسرے راوی امام اسحاق بن اسماعیل الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ: **ثقة** (الکاشف ج ۱ ص ۶۰ برقم ۲۸۵)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "**كان صدوقاً**"
(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۶)

(۳)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں کہ: "**ثقة**" (تہذیب التہذیب ج ۱

ص ۲۶۷)

(۴)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:'' **ثقة**''(ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' **ثقة** ''(تقریب ج۱ ص۱۰۰ برقم ۳۴۱)

(۳)عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ

ابومحمد عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمن الاودی کی توثیق و تعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:'' **الامام الحافظ المقرئ القدوة شيخ الاسلام** ''(سیر اعلام النبلاء ج۷ ص۴۹۹ برقم ۱۳۲۵)

(۲)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں'' **ثقة ثبت** ''(ملخصاً ایضاً)

(۳)۔۔۔امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں'' **هو حجة امام من ائمة المسلمين** ''(ایضاً)

(۴)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:'' **ثقة** ''(ملخصاً ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' **ثقة فقيه** ''(تقریب ج۱ ص۲۹۵)

(۴)امام یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ

چوتھے راوی امام یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ فی نفسہ ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ وصدوق محدث ہیں، ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے اس حدیث پر پہلے اعتراض کے جواب کے ذیل میں آرہے ہیں۔

(۵) امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ

امام ابوعیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں'' **ثقة تابعی** '' (تاریخ الثقات ج۱ ص۲۹۸)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' **ثقة** '' (تقریب ج۱ ص۲۹۸)

(۳)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:'' **ثقة** ''(تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۶۱)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں'' **لاباس به** '' (الجرح والتعدیل ج۵ ص۳۰۱)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:''عالم الکوفۃ الفقیہ المقری، الکوفی الفقیہ '' (الکاشف ج۱ ص۶۴۱ تاریخ اسلام ج۲ ص۹۶۶ برقم ۹۲، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۴۷)

(۶) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ م ۷۲ھ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارۃ اور خاندان حارثہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا نسب کچھ یوں ہے:

''براء بن عازب ابن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعة بن حارثه۔۔۔الخ۔'' ننھیال کی طرف سے سیدنا ابوبردۃ رضی اللہ عنہ (جو غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ الاصابہ) آپ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، (مسند احمد ج۴

ص ۲۸۲) سیدنا براء رضی اللہ عنہ کے والد محترم عازب رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول تھے۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ کمسن تھے تاہم جوش ایمان عین شباب پر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، عاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بوجہ کمسنی کے) ان کو واپس بھیج دیا۔ (ملخصا بخاری ج ۱ ص ۵۶۴) البتہ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کو غزوہ اُحد، غزوہ خندق، حدیبیہ اور خیبر وغیرہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔ (ملخصا بخاری ج ۱ ص ۵۷۹، ۵۸۹، ۲۱۰، ۶۰۷) آپ رضی اللہ عنہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم انکسار و تواضع اور اتباع سنت جیسی عظیم الشان صفات سے بدرجہ اتم متصف تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (چمک میں) تلوار کی مانند تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۲) آپ رضی اللہ عنہ کا کوفہ ۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) (ملخصا از سیر الصحابہ ج ۲ ص ۲۴۷ تا ۲۵۱)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

{حدیث براء رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات}

سند کے راویوں کی تحقیق کے بعد اب اس حدیث پر فریق مخالف کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

اعتراض نمبر ۱:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الهاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف ۔۔۔۔ تھا۔

(نور العینین ص ۱۴۵)

باب اوّل:

۱۔۔۔یزید بن ابی زیاد الکوفی رحمۃ اللہ علیہ فی نفسہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ یزید مذکور کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''کوفی ثقۃ جائز الحدیث و کان بآخرۃ یلقن'' (کتاب الثقات ج ۲ ص ۳۶۴ برقم ۲۰۱۹)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں'' الامام المحدث ابو عبداللہ الھاشمی صدوق فی نفسہ صدوق ردیٔ الحفظ لم یترک۔۔۔الخ۔'' (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۱۲۹ برقم ۸۷۲ تاریخ اسلام ج ۸ ص ۵۶۵ الکاشف ج ۲ ص ۳۸۲ برقم ۶۳۰۵)

(۳)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں'' کان ثقۃ فی نفسہ الا انہ اختلط فی آخر عمرہ۔۔۔الخ۔'' (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۴۰)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ فرماتے ہیں:'' کان یزید صدوقا الا انہ لما کبر۔۔۔الخ۔'' (المجروحین ج ۳ ص ۱۰۰، تاریخ اسلام ج ۸ ص ۵۶۵)

(۵)۔۔۔امام ابوحفص ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں'' ثقۃ '' (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۲۵۶)

(۶)۔۔۔امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' ثقۃ و لا یعجبنی قول من تکلم فیہ'' (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۵۲، تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۲۵۶)

(۷)۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ نے یزید مذکورہ سے متعدد روایات لی ہیں۔ (مثلاً دیکھئے مسند ابی داؤد طیالسی برقم ۳۸۶۔ ۴۴۸۔ ۱۳۱۸ وغیرہ) اور متعدد علمائے غیر مقلدین مثلاً قاضی شوکانی، احمد شاکر، عبدالرحمن مبارکپوری، زبیر علی زئی وغیرہم نے صراحت

کر، لکھی ہے کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے نزدیک ثقہ راویوں سے ہی روایت لیتے تھے۔ (القول المقبول شرح صلوٰۃ الرسول ص ۳۸٦ نیل الاوطار ج ۱ ص ۱٦ ابکار المنن ص ۱۴۷۔ ۱۵۰ ماہنامہ الحدیث ص ۱۰ ش نمبر ۱۷) لہٰذا ثابت ہوا کہ علمائے غیر مقلدین کے بقول امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ راوی ہے۔

(۸)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: ''**یزید بن ابی زیاد ثبت لا اعلم احدأ ترک حدیثه ۔۔۔۔الخ۔**'' (سوالات الآجری ج ۱ ص ۱۵۸ برقم ۱۳۹ تہذیب ج ۷ ص ۱۵۲)

(۹)۔۔۔امام جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۸ھ کہتے ہیں ''**یزید احسنهم استقامة فی الحدیث**'' (الجرح والتعدیل: ج ۹ ص ۲٦۵ برقم ۱۱۱۴)

(۱۰)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ بھی امام جریر کی مثل فرماتے ہیں۔ (ایضاً)

(۱۱)۔۔۔یعقوب بن سفیان الفسوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں'' **وان کانوا یتکلمون فیه لتغیره فهو علی العدالة والثقة**'' (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۵۲)

(۱۲)۔۔۔امام ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں'' **وهو حسن الحدیث**'' (شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۸۴)

(۱۳)۔۔۔امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ٦۴۳ھ نے اپنی کتاب ''الاحادیث المختارۃ'' میں یزید مذکور کی متعدد روایات لی ہیں (مثلاً دیکھئے حدیث نمبر ۴٦۴۔ ٦۴۵۔ ۴٦٦) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کے صحیح الحدیث (ثقہ) ہونے کی دلیل ہے۔ (تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۲۳) نیز امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً بھی ان کی روایات کو صحیح وحسن بھی کہا ہے (مثلاً دیکھئے الاحادیث المختارہ برقم ۴٦۸۔ ۴٦۵۔ ۴٦٦ وغیرہ)

(۱۴)۔۔۔امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:'' **یزید بن ابی زیاد و هو حسن الحدیث** ''(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ برقم ۱۳۹۴۶)

(۱۵)۔۔۔امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:'' **یزید بن ابی زیاد معدود فی اهل الصدق** ''(نصب الرایہ ج۱ ص ۴۷۷)

(۱۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کی تحقیق کے مطابق امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں یزید مذکور کی روایت تعلیقا لی ہے۔(تہذیب ج ۷ ص ۱۵۲) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کے صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہونے کی دلیل ہے۔(مقالات ج۱ ص ۴۲۱)

(۱۷)۔۔۔امام المحدثین محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:'' **یزید فی نفسه ثقة یقال جائز الحدیث** ''(البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۵۵)

(۱۸)۔۔۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' میں یزید مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔(ملخصا تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۵۲ البنایہ ج ۲ ص ۲۵۵) اور امام موصوف کا صحیح مسلم میں ان کی حدیث سے استدلال کرنا ہی زبیر صاحب کے بقول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید مذکور کے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصا مقالات ج۱ ص ۴۳۲)

درج ذیل حضرات نے یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی احادیث کو صحیح وحسن وغیرہ قرار دیا ہے اور علماء غیر مقلدین نے متعدد اپنی کتب میں تصریح کر رکھی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۱۴ نور العینین ص ۵۳ نصر الباری

ص ۱۷۲، القول المتین ص ۲۰ مکالمات نور پوری ص ۳۴۰ تنقیح الکلام ص ۲۹۰) لہٰذا علمائے غیر مقلدین کے بقول درج ذیل ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد ثقہ یا صدوق ہے۔

(۱۹)۔۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: (سنن ترمذی برقم ۱۰۷۳۔۳۶۹۱۔ ۳۵۴۰۔۳۵۴۱)

(۲۰)۔۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ: (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۶۰)

(۲۱)۔۔۔۔امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ: (مصباح الزجاجہ برقم ۴۱۸۔ ۱۲۶۳۔ ۵۴۶)

(۲۲)۔۔۔۔امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ: (شرح السنہ برقم ۳۹۳۶۔۱۷۵۸۔ ۳۳۴)

(۲۳)۔۔۔۔امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (التمہید لابن عبدالبر: ج ۹ ص ۲۲۰)

(۲۴)۔۔۔۔امام ابوعلی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: (مختصر الاحکام ج ۴ ص ۵۲)

زبیر علی زئی نے صراحت کر رکھی ہے کہ مندرجہ ذیل اماموں نے سنن نسائی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور مذکور یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی متعدد احادیث سنن نسائی میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبیر صاحب کے بقول ان اماموں نے مذکور یزید کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے، اور ماقبل میں علماء غیر مقلدین کی متعدد کتب کے حوالہ سے عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ علماء غیر مقلدین کے بقول یزید بن ابی زیاد درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی ثقہ یا صدوق ہے۔

(۲۵)۔۔۔۔امام ابوعلی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ:

(۲۶)۔۔۔۔امام ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ

(۲۷)۔۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ:

(۲۸)۔۔۔امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ:

(۲۹)۔۔۔امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۳ھ

(۳۰)۔۔۔امام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ:

(۳۱)۔۔۔امام ابو علی ابن السکن م ۳۵۳ھ:

(۳۲ تا ۳۴)۔۔۔امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ نے اپنی کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ نے ''المنتقی''میں، اور امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے اپنی کتاب ''صحیح ابی عوانہ'' میں یزید بن ابی زیاد کی روایت بغیر جرح کے روایت کی ہے۔ (دیکھئے صحیح ابن خزیمہ برقم ۱۱۷، المنتقی برقم ۱۱۷، صحیح ابی عوانہ برقم ۸۴۸۵۔ ۱۹۷۰) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول ان تینوں حضرات کے نزدیک یزید مذکور کے صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصا مقالات ج ۱ ص ۴۶۰۔ ۴۲۱)

(۳۵)۔۔۔زبیر علی زئی غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ملخصا ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اور مسند احمد میں یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی کئی احادیث موجود ہیں۔ (مثلاً دیکھئے مسند احمد برقم ۸۶۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۳) جس سے ثابت ہوا کہ حافظ موصوف نے بقول علی زئی راوی مذکور کی متعدد احادیث کو صحیح قرار دے کر اس راوی کو بھی ثقہ وصدوق تسلیم کر لیا ہے۔

(۳۶)۔۔۔مستدرک حدیث صلاۃ التسبیح ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۱۱۹۲ کے حوالے سے غیر مقلد مذکور نے لکھا ہے کہ امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ کے نزدیک سنن نسائی صحیح ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اور سنن نسائی میں یزید کی کئی روایات موجود ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی میں موجود یزید بن ابی زیاد کی متعدد احادیث کو صحیح مان کر بقول علی زئی یزید کو بھی ثقہ وصدوق مان لیا ہے۔

(۳۷)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سنن نسائی'' میں یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات

ذکر کی ہیں۔ (مثلاً دیکھئے سنن النسائی کی حدیث نمبر ۵۲۶۹۔۵۳۰۱۔۴۸۷۲) اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک امام موصوف کا محض کسی حدیث کو سنن النسائی میں ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً توضیح الکلام ص ۷۴۳) جس سے معلوم ہوا کہ بقول اثری امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید مذکور کی احادیث کی تصحیح وتحسین کے ضمن میں یزید کو بھی ثقہ وصدوق قرار دے دیا۔

ثانیاً۔۔۔متعدد علماء غیر مقلدین میں سے بھی کچھ نے تو یزید بن ابی زیاد کی روایات کی تصحیح و تحسین کر رکھی ہے اور کچھ نے اس کی روایات سے استدلال کر رکھا ہے، اور کچھ نے توصراحتاً یزید مذکور کو ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے'' یزید بن ابی زیاد وھو حسن الحدیث '' (تحفۃ الاحوذی ص ۷۴۹ برقم ۳۵۱۶)

(۲)۔۔۔احمد محمد شاکر غیر مقلد لکھتا ہے'' **والحق انہ ثقۃ** '' (شرح ترمذی ج ۱ ص ۲۳۶)

(۳)۔۔۔ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس کی کئی احادیث کی تصحیح وتحسین کر رکھی ہے مثلاً دیکھئے صحیح سنن ابی داؤد برقم ۹۳۔ ۱۷۳۳۔ ۱۷۹۴۔ ۱۹۶۸۔ ۱۹۷۰۔ ۲۰۸۲، صحیح سنن ابن ماجہ برقم ۱۰۸۱۔ ۳۰۳۱۔ ۳۰۲۸۔ ۲۶۷۰۔ ۱۵۱۳۔ ۱۳۷۹۔ ۵۰۴۔

(۴)۔۔۔صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں اس کی کئی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے صلاۃ الرسول مع تسہیل الوصول ص ۱۰۶۔ ۱۱۱ برقم ۱۱۷۔ ۱۲۶)

(۵)۔۔۔غیر مقلدین کے روز نامہ انقلاب میں ''صلوٰۃ الرسول'' میں درج شدہ احادیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ (دیکھئے صلوٰۃ الرسول مع تسہیل الوصول ص ۲۳)

(۶)۔۔۔غیر مقلدین کے ہفت روزہ آفاق لاہور میں ''صلوٰۃ الرسول'' میں درج احادیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ (ایضاً)

(۷)۔۔۔روز نامہ احسان لاہور نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ایضاً: ص ۲۵)

(۸)۔۔۔۔ہفت روزہ الاعتصام نے بھی صحیح کہا ہے۔(ایضاً:ص ۲۷)

(۹)۔۔۔۔ماہنامہ ترجمان دہلی نے بھی صحیح کہا ہے۔(ایضاً:ص ۲۸)

لہٰذا مذکورہ اخباروں اور رسائل میں غیر مقلد تبصرہ نگاروں نے صلوٰۃ الرسول کی احادیث کو صحیح قرار دے کر اس میں درج شدہ یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی احادیث کو بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

جواب ثانی:

زبیر صاحب نے یزید بن ابی زیاد کے خلاف جوائمہ کے اقوال جرح نقل کیے ہیں، وہ زیر بحث یزید بن ابی زیاد کی روایت پر جاری نہیں ہو سکتے، کیونکہ زبیر علی زئی نے بذاتِ خود ''نور العینین قدیم'' میں اور زبیر صاحب کے ہم مسلک رئیس ندوی غیر مقلد نے ''سلفی تحقیقی جائزہ'' میں تسلیم کیا ہے کہ یزید مذکور فی نفسہ ثقہ وصدوق راوی ہے مگر آخر میں یہ اختلاط یعنی خرابی حافظہ کا شکار ہو گیا تھا۔لہٰذا جن ائمہ محدثین نے اس کی توثیق کی ہے وہ اختلاط یعنی خرابی حافظہ سے پہلے پر محمول ہے، اور جنہوں نے اس کی تضعیف کی ہے وہ اختلاط کے بعد پر مبنی ہے۔

چنانچہ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

(یزید بن ابی زیاد کی) پہلے حالت اچھی تھی بعد میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا، لہٰذا جنہوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اختلاط سے پہلے پر محمول اور جنہوں نے اس کی تضعیف کی ہے وہ اختلاط کے بعد پر مبنی ہے۔(نور العینین ص ۱۳۶ قدیم ایڈیشن)

رئیس ندوی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

ائمہ کرام نے یزید بن ابی زیاد کو تخلیط وتغیر کا شکار ہونے کے بعد متروک وساقط الاعتبار قرار دیا ہے، لہٰذا جن ائمہ نے انہیں ثقہ وصدوق کہا انہوں نے تخلیط وتغیر کے شکار ہونے سے پہلے کی حالت کو ملحوظ رکھ کر توثیق وتصدیق کی ہے، اور یہ بات تمام ائمہ حدیث کو کہنی چاہیے۔(سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۷۶)

ندوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

موصوف یزید ایک زمانہ تک صحیح الحدیث تھے، لیکن بعد میں یہ تغیر حفظ کے شکار ہو گئے۔ (ملخصا ص ۵۷۵)

الغرض مذکورہ اقتباسات میں زبیر علی زئی اور رئیس ندوی صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ یزید بن ابی زیاد ایک زمانہ تک صحیح الحدیث اور ثقہ وصدوق راوی تھا مگر بعد میں موصوف خرابی حافظہ کا شکار ہو گیا تھا اور جن ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس پر جرح کی ہے وہ اختلاط کے بعد پر مبنی ہے اور حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ہی ائمہ نے اس پر جرح کی ہے۔

اور جو راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہو مگر بعد میں خرابی حافظہ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا ہو تو ایسے راوی کے بارے میں متفق علیہ اصول ہے کہ جو حدیثیں اس راوی نے خرابی حافظہ سے پہلے بیان کی ہیں وہ حدیثیں صحیح شمار ہوتی ہیں، اور جو خرابی حافظہ کے بعد بیان کی ہیں وہ ضعیف شمار ہوتی ہیں، اور آگے جا کر انشاء اللہ ہم نا قابل تردید دلائل سے ثابت کریں گے کہ ترک رفع یدین کی مذکورہ بالا حدیث یزید بن ابی زیاد نے خرابی حافظہ کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے۔ پس اصول کے مطابق اس کی یہ حدیث صحیح ہے، اور یزید کے خرابی حافظہ کا اعتراض اس حدیث پر جاری نہیں ہوتا۔

جواب ثالث:

زبیر صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ زیر بحث حدیث کا دارومدار محض یزید بن ابی زیاد پر ہی نہیں ہے، اور نہ ہی اسے بیان کرنے میں یزید بن ابی زیاد اکیلا ہے، بلکہ عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ نے اس کی متابعت تامہ اور ابوالحکم نے متابعت قاصرہ کر رکھی ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۴، مسند الرویانی ج ۱ ص ۴۰۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷ تاریخ بغداد برقم ۶۷۵۲) نیز اس حدیث کی تائید مسند ابی حنیفہ بروایہ ابی نعیم رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۶ میں موجود سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہو رہی ہے، اور اس کی سند میں نہ تو یزید بن ابی زیاد ہے اور نہ ہی محمد بن ابی لیلیٰ۔

اعتراض نمبر ۲:

زبیرعلی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی پر ہے جو کہ۔۔۔۔شیعہ تھا۔

(نورالعینین ص ۱۴۵)

الجواب:

اوّلاً۔۔۔تو عرض ہے کہ یزید بن ابی زیاد کا غیر مقلدین کے اصولوں کی روشنی میں شیعہ ہونا ہی سرے سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ جن حضرات نے اس کو شیعہ کہا ہے وہ اس کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں، ان حضرات کو اس کا شیعہ ہونا کس طرح معلوم ہوا؟ لہٰذا اس پر شیعیت کی جرح کی سند منقطع ہے۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک منقطع السند جرح سند کے انقطاع کی وجہ سے مردود ہوتی ہے۔

چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عبداللہ سالم الاشعری کو ناصبی قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے قتل پر اعانت کی ہے، اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس کی مذمت کرتے تھے۔

زبیرعلی زئی صاحب نے اس جرح کو نقل کرنے کے بعد اس کا جواب یہ دیا ہے:

کہ بقول آجری ابوداود ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بقول آجری عن ابی داود، عبداللہ بن سالم ۱۷۹ھ کو فوت ہوا۔ یعنی اس کی وفات کے تئیس سال بعد ابوداؤد پیدا ہوئے۔ لہٰذا انہیں یہ قول کس طرح معلوم ہوا؟ سند کے انقطاع کی وجہ سے اس قول کی نقل مردود ہے۔ (القول المتین: ص ۲۰)

الغرض خود زبیرعلی زئی کے اس مذکورہ اصول کی روشنی میں سند کے انقطاع کی وجہ سے یزید بن ابی زیاد پر شیعیت کی جرح مردود و غیر ثابت ہے۔

ثانیاً۔۔۔یزید بن ابی زیاد ائمہ محدثین کے نزدیک فی نفسہ ثقہ و صدوق راوی ہے، اور ثقہ و صدوق راوی پر مطلقاً شیعیت کی جرح کو خود زبیر صاحب بھی مضر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ زبیرعلی زئی

صاحب لکھتے ہیں کہ:

جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہوجائے اس کا قدری، خارجی، رافضی، شیعی، جہمی، مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں۔ (نور العینین ص ۲۵ و فی طبعۃ ص ۶۳)

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

روایت حدیث میں اصل بات راوی کی عدالت اور ضبط ہے، اس کا بدعتی مثلاً مرجیٔ، شیعہ، قدری وغیرہ ہونا چنداں مضر نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۹ ش نمبر ۲)

ثالثاً۔۔۔ بفرض محال یزید کا شیعہ ہونا ثابت بھی ہوجائے تو تب بھی اس سے اس کا اثنا عشری، جعفری شیعہ یا رافضی ہونا قطعاً لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یزید مذکور متقدمین میں سے ہے، اور متقدمین علماء کی اصطلاح میں شیعہ اس کو کہتے ہیں جو محض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہو، اسے تفضیلی شیعہ بھی کہا جاتا ہے، اور ان متقدمین شیعوں میں موجودہ شیعوں کی طرح کفریہ عقائد (جیسے تکفیر صحابہ، انکار قرآن، عقیدہ رجعت وغیرہ) عموماً نہیں پائے جاتے تھے، اور جو شخص ان کفریہ عقائد کا معتقد ہوتا تھا متقدمین علماء اسے غالی رافضی کہتے تھے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''والتشیع محبة علی رضی اللہ عنہ وتقدیمه علی الصحابة فمن قدمه علی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ فهو غال فی التشیع ویطلق علیه رافضی والا فشیعی فان انضاف الی ذلک السب او التصریح بالبغض فغال فی الرفض وان اعتقد الرجعة الی الدنیا فاشد فی الغلو''

اصطلاح قدیم میں شیعیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھنے کا نام ہے، جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر مقدم سمجھتا ہے تو وہ غالی شیعہ ہے، اور اسی کو رافضی بھی کہا جاتا ہے، ورنہ شیعی کہتے ہیں پھر اگر اس کے ساتھ سب وشتم یا بغض ونفرت کا اظہار بھی ہو تو وہ رافضیت میں غلو کرنے والا ہے۔ (غالی رافضی ہے)۔

اور اگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ غلو کرنے میں بھی آگے ہے۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ص: ۶۴۰)

ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

متقدمین کے عرف میں شیعہ اس کو کہتے ہیں جو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے۔ (تصانیف کے آئینے میں: ص ۶۶)

محمد بن اسماعیل سلفی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

رفض اور تشیع میں جو فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ (مقالات حدیث: ص ۴۴۵)

اب چونکہ موجودہ شیعوں میں بھی رافضیوں کی طرح کفریہ عقائد پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس زمانہ میں شیعہ اور رافضی کا مصداق ایک ہی ہے، لیکن اصطلاح قدیم میں ان دونوں میں فرق تھا۔ پس جو راوی صرف تشیع کے ساتھ مجروح ہو اور اس میں رافضیوں کی طرح کفریہ عقائد نہ پائے جاتے ہوں تو ایسے راوی کی روایت (بشرطیکہ وہ ثقہ وصدوق ہو اور اس کی بیان کردہ روایت مسلک اہل سنت کے خلاف نہ ہو تو) قابل قبول ہوتی ہے، کیونکہ ایسے تفضیلی شیعوں کی روایتیں تو بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں۔

چنانچہ صرف امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ نے تقریباً پچیس راوی ایسے شمار کیے ہیں جو تشیع کے ساتھ مجروح ہیں۔ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۷۹) حتیٰ کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم ایسے راویوں (تفضیلی شیعوں) سے بھری ہوئی ہے۔ (ایضاً)

الغرض ثقہ وصدوق متقدمین شیعہ جو کہ صرف تشیع کی جرح کے ساتھ مجروح ہیں اور ان میں کفریہ عقائد رافضیوں کی طرح نہیں پائے جاتے تو ان کی وہ روایات جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف نہیں ہیں۔ بالاتفاق قابل قبول ہیں۔

نیز اگر غیر مقلدین مذکورہ اصولی بحث کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر غیر مقلدین اور ان کے اتباع بخاری و مسلم کی ان جملہ روایات پر جن کی سند میں تشیع کی جرح کے ساتھ مجروح راوی

موجود ہیں خط تضعیف کھینچ دیں اور ان کے غیر صحیح ہونے کا کھلم کھلا اعلان کر دیں۔

من نگویم کہ ایں مکن آں کن

مصلحت بیں و کار آسان کن

رابعاً۔۔۔ یزید موصوف نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دینے والی حدیث بیان کی ہے۔ (دیکھئے المعجم الکبیر برقم ۶۹۵) اور زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک جب کوئی راوی کسی صحابی کی فضیلت میں کوئی حدیث بیان کر دے تو اس راوی پر شیعیت کی جرح باطل و مردود ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابو عبداللہ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ پر منقول ''رافضی خبیث'' کی جرح کا جواب دیتے ہوئے علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ جرح چار وجہ سے مردود اور باطل ہے۔۔۔(امام ابو عبداللہ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ) نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب لکھے ہیں، اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شیعہ ان صحابہ کی فضیلت کا قائل ہو بلکہ شیعہ تو ان صحابہ کو برا کہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) (مقالات ج ۴ ص ۴۶)

لہٰذا علی زئی کے اس اصول کی روشنی میں یزید بن ابی زیاد پر شیعیت کی جرح کا مردود و باطل ہونا واضح ہے۔

خامساً۔۔۔ امام یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن الترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، اور تعلیقاً صحیح بخاری کے راوی ہیں، اور جمہور ائمہ محدثین کے نزدیک فی نفسہ ثقہ و صدوق بھی ہیں۔ اور غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب نے اپنے پسندیدہ راویوں پر شیعیت جیسی جروحات کو متعدد مقامات پر بغیر کسی معقولی دلیل کے محض اس وجہ سے رد کر دیا ہے کہ یہ بخاری و مسلم یا کتب صحاح ستہ کا راوی ہے یا عند الجمہور موثق ہے لہٰذا اس پر جرح مردود ہے مثلاً۔۔۔

محمد بن فضیل پر منقول شیعیت کی جرح کا جواب دیتے ہوئے علی زئی لکھتا ہے کہ:

محمد بن فضیل کتب ستہ کے راوی اور موثق عند الجمہور تھے، ان پر تشیع کا الزام چنداں مضر نہیں ہے۔ (بلفظہ توضیح الاحکام: ص ۲۶۸)

صحیح مسلم کے راوی اسماعیل بن عبدالرحمن کے متعلق زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

آپ پر تشیع کا الزام ہے جو کہ جمہور کی توثیق کے بعد یہاں مردود ہے۔ (توضیح الاحکام: ص ۵۷۴)

عبدالحمید بن جعفر پر قدری کی جرح کو رد کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ:

ثقہ راوی پر قدری وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۷۰)

بغیر کسی دلیل کے محمد بن مظفر کے متعلق لکھا:

ان پر ابوالولید الباجی کی جرح فیہ تشیع ظاہر مردود ہے۔ (مقالات: ج ۲ ص ۵۴۳)

بخاری و مسلم کے راویوں کے متعلق لکھا:

صحیحین کے اصول کے راوی چونکہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں، لہٰذا ان پر بدعت وغیرہ کی جرحیں مردود ہیں۔ (مقالات ج ۲ ص ۳۵۰)

اسی طرح زبیر علی زئی صاحب نے ابوقلابہ پر ناصبیت اور نصر بن عاصم پر خارجیت کی جرح کو رد کرتے ہوئے بغیر کسی دلیل کے لکھا:

ابوقلابہ پر ناصبیت اور نصر بن عاصم پر خارجیت کا الزام مردود ہے۔ (حاشیہ جزء رفع الیدین :ص ۳۹)

کیا یزید بن ابی زیاد کے متعلق بھی زبیر صاحب سے ایسے فیصلے کی توقع کی جا سکتی ہے؟

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۱۹:

پھر زبیر صاحب کی دوغلی پالیسی ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں پر علی زئی صاحب ترکِ رفع الیدین دشمنی میں صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد اور تعلیقاً صحیح بخاری کے راوی یزید بن ابی زیاد پر جرحی نشتر چلا رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف اس کے برعکس زبیر صاحب نے

بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح کرنے والوں کو بدعتی کہا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۲)

دروغ گورا حافظہ نباشد

سادساً۔۔۔ مذکورہ معروضات کے بعد بھی اگر کوئی غیر مقلد یزید بن ابی زیاد کو شیعہ کہہ کر ترک رفع الیدین دشمنی میں اس کی بیان کردہ حدیث کو ضعیف قرار دینے پر ہی مصر ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ یزید موصوف کی حدیث کو ضعیف قرار دینے سے پہلے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ان تمام احادیث کو ضعیف قرار دے جن کو شیعہ راویوں نے بیان کیا ہے، کیونکہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے وضاحت فرما رکھی ہے کہ شیعیت کی جرح کے ساتھ مجروح راوی بخاری و مسلم میں بھی ہیں، مزید لطف کی بات یہ ہے کہ فریق مخالف کے محدث العصر زبیر علی زئی صاحب نے بھی بخاری و مسلم کے کئی راویوں کو شیعہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی خالد بن مخلد کے بارے میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

" **وكان منكر الحديث في التشيع مفرطاً** "تشیع میں افراط کرنے والا منکر حدیثیں بیان کرنے والا تھا۔ (توضیح الاحکام ج ۱ ص ۹۵)

جوزجانی نے کہا" کان شتاماً معلناً بسوء مذهبه "وہ (صحابہ) کو گالیاں دینے والا تھا اپنے برے مذہب کا اعلان کرنے والا تھا۔ (ایضاً)

صحیح بخاری کے راوی عباد بن یعقوب کے متعلق "الکامل" کے حوالے سے علی زئی نے لکھا ہے کہ:

یہ شیعیت میں غالی تھا اور سلف (صحابہ و تابعین) کو گالیاں دیتا تھا۔ (ایضاً: ص ۹۵)

صحیح بخاری کے راوی "علی بن الجعد" کے متعلق اس نے لکھا:

علی بن الجعد تشیع کے ساتھ مجروح ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرتا تھا۔ (قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۸)

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

اہل بدعت (شیعوں وغیرہ۔ن) کی روایات صحیحین (بخاری ومسلم) میں موجود ہیں۔ (توضیح الاحکام: ص۹۵)

سابعاً۔۔۔۔غیر مقلدین کا یزید بن ابی زیاد پر غصہ برسانا فضول ہے، کیونکہ ہم ماقبل میں عرض کر چکے ہیں کہ یزید موصوف یہ حدیث نقل کرنے میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، حکم بن عتیبہ نے اس کی متابعت تامہ اور ابوالحکم نے اس کی متابعت قاصرہ کر رکھی ہے۔ (کمامر)

اعتراض نمبر ۳:

رئیس ندوی غیر مقلد کہتا ہے کہ:

یہ حدیث یزید موصوف نے تخلیط وتغییر کے بعد بیان کی ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ ابراہیم بن یسار مادی نے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد جب مکہ میں تھا تو اس نے یہ حدیث ہمیں ''جملہ لا یعود'' کے بغیر بیان کی اور جب کوفہ میں گیا تو اس نے یہ حدیث ہم سے ''جملہ لا یعود'' کے ساتھ بیان کی، تو میں نے گمان کر لیا کہ (ان کے اختلاط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے) انہیں اہل کوفہ نے یہ جملہ تلقین کر دیا ہے۔ (ماحصل از تحقیقی جائزہ ص:۵۷۶)

جواب اول:

اولاً۔۔۔۔عرض ہے کہ اس سارے افسانے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ''ابراہیم بن بشار الرمادی کہتے ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یزید موصوف (اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں) یہ حدیث مکہ مکرمہ میں ہمیں جملہ ''لا یعود'' کے بغیر بیان کی تھی'' حالانکہ تاریخ کے آئینے میں امام سفیان کا یزید مذکور کی زندگی کے ابتدائی دور میں ان سے مکہ مکرمہ میں حدیث سننا سرے سے ممکن ہی نہیں ہے، جس پر کئی قرائن موجود ہیں مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔امام یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے ۴۷ھ میں پیدا ہوئے، (دیکھئے: تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۵۳ برقم ۹۰۲۱، تاریخ اسلام ج ۸، ص ۵۶۵، المجروحین لابن حبان رحمۃ اللہ

علیہ ج ۳،ص ۱۰۰ برقم ۱۱۷۷)اور کوفہ ہی میں ۱۳۶ھ یا ۱۳۷ھ میں ان کا انتقال ہوا(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا)(دیکھئے: تہذیب التہذیب برقم ۹۰۲۱، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج۱، ص۴۱۵، العبر ج۱ص ۱۴۴، تاریخ اسلام ج۸ ص ۳۵۳۔۵۶۵ شذرات الذھب ج ۲،ص ۱۸۴، الطبقات الکبری ج ۶ص ۳۴۰، التاریخ الکبیر برقم: ۳۲۲۰، المجروحین: ج ۳ص ۹۹، تاریخ مولد العلماء ج ۱ص ۱۳۳، میزان الاعتدال ج ۴، ۴۲۵، التکمیل فی الجرح والتعدیل ج ۲ص ۳۳۴ سیر اعلام النبلاء ج ۶، ۱۳۳ ،میزان الاعتدال ج ۴، ۴۲۵، التکمیل فی الجرح والتعدیل ج ۲، ۳۳۴،تقریب التہذیب برقم ۷۷۱۷، مغانی الاخیار ج ۳،ص ۲۳۵ ، برقم ۲۶۸۳ ،خلاصہ تذھیب ص ۴۳۱)موصوف یزید کا اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں مکہ میں قیام پزیر ہونا ہی ثابت نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر کہا جا سکے کہ مکہ میں سفیان نے ان سے حدیث سنی ہوگی۔

(۲)۔۔۔امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے ،(دیکھئے: تہذیب التہذیب ج ۲،ص ۲۱۷ برقم ۲۸۷۸ ،تاریخ ابن ابی خیثمہ برقم ۹۴۰ ،تہذیب الکمال ص ۱۸۸، طبقات الکبریٰ)جبکہ یزید بن ابی زیاد ۴۷ھ میں پیدا ہوا اور بعمر ۸۹ سال کوفہ ۱۳۶ھ میں فوت ہوا۔اس سے معلوم ہوا سفیان کی ولادت کے وقت یزید کی عمر ساٹھ (۶۰) سال کی تھی ،اور سفیان کو یزید کی زندگی کے انتیس (۲۹) سال ملے،اور اس مدت میں دونوں (یزید اور سفیان) کوفہ ہی میں سکونت پذیر تھے،اس تاریخی شہادت کے مطابق یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ یزید کی عمر کے ابتدائی زمانہ میں سفیان نے ان سے مکہ میں حدیثیں سنی ہوں (جبکہ سفیان کی ولادت کے وقت یزید کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی تھی ،اور ظاہر بات ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ بڑے ہونے کے بعد ہی علم حاصل کرنا شروع کیا ہوگا) لہٰذا تاریخی لحاظ سے یزید کی عمر کے ابتدائی دور میں سفیان کا ان سے مکہ میں حدیث سننا ممکن ہی نہیں ہے۔

(۳)۔۔۔ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ امام سفیان کوفہ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے،اور امام

سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۶۳ھ میں کوفہ کو چھوڑ کر مکہ معظمہ کو وطن بنایا اور مکہ میں ہی ۱۹۸ھ میں بعمر (۹۱) اکانوے سال فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب برقم ۲۸۷۳) جس سے ثابت ہوا کہ جب امام سفیان بن عیینہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو اس وقت موصوف یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو فوت ہوئے تقریباً ستائیس (۲۷) سال ہو چکے تھے۔ اب فریق مخالف ہی بتائے کہ کیا محدث یزید رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات کے ستائیس سال بعد اپنی قبر سے اٹھ کر مکہ میں امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث سنانے آ گئے تھے؟ یا پھر امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ یزید کی وفات کے ستائیس سال بعد ان کی قبر میں ان سے حدیث سننے چلے گئے تھے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ ہوسکتا ہے کہ دونوں کی یہ ملاقات مکہ میں دوران حج ہوئی ہو تو اس ''ہو سکنے'' پر بھی عدم دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ مذکورہ بالا تحقیق کے مطابق اس وقت بھی لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ یہ ملاقات یزید کی عمر کے اوائل میں نہیں بلکہ آخری زمانہ میں ہوئی ہوگی، جب کہ یزید موصوف ائمہ محدثین کے بقول اس وقت خرابی حافظہ کا شکار ہو چکا تھا۔

اور سفیان نے یزید سے خرابی حافظہ کے بعد ہی مکہ میں حدیث سنی ہوگی، اور اس صورت میں سفیان کی روایت (جس میں ثم لا یعود یعنی رفع یدین نہ کرنے کا جملہ موجود نہیں) پر یزید القرشی الھاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگردوں ھشیم بن بشیر، عبداللہ بن ادریس، سفیان ثوری، زھیر بن معاویہ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، اسرائیل بن یونس، اسماعیل بن زکریا الخلقانی، شریک بن عبداللہ وغیرھم کی یزید سے نقل کردہ روایت (جس میں ثم لا یعود یعنی رفع یدین نہ کرنے کا جملہ موجود ہے) راجح ہوگی اور صحیح ومحفوظ شمار ہوگی، کیونکہ مذکورہ یزید کے قدیمی شاگردوں نے یزید سے حدیث اس وقت سنی ہے، جب موصوف یزید اختلاط کا شکار نہیں ہوا تھا، اور سفیان نے اس وقت سنی ہوگی جب یہ اختلاط کا شکار ہو چکا تھا۔ اور عام طلباء بھی جانتے ہیں کہ مختلط راوی کی اختلاط سے پہلے کی بیان کردہ حدیث صحیح شمار ہوتی ہے اور اختلاط کے بعد کی بیان کردہ ضعیف۔

الغرض: مذکورہ تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام یزید کی زندگی کے ابتدائی دور میں ان سے مکہ میں

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث سننا ممکن ہی نہیں ہے۔اور مذکورہ بالا امام سفیان بن عیینہ سے منسوب اعتراض ابراہیم بن بشار الرمادی نے امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلطی سے یا عمداً منسوب کر دیا ہے۔ ابراہیم بن بشار الرمادی کے علاوہ کسی نے بھی یہ اعتراض امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل نہیں کیا، اور ابراہیم رمادی سفیان کے ذمہ ایسی باتیں بھی لگا دیتا تھا جو سفیان بن عیینہ نے بیان نہیں کی ہوتی تھیں۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم بن بشار ہمارے ساتھ ہی سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شریک ہوتا تھا، پھر لوگوں کو امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے ایسی باتیں بھی بتا دیتا جو امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں فرمائی ہوتی تھیں، الفاظ حدیث کو متغیر کر دیتا اور حدیث میں الفاظ کی زیادتی کر دیتا جو کہ حدیث کا حصہ نہیں ہوتے تھے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ کیا تجھے اللہ سے ڈر نہیں لگتا کہ تو امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ایسی باتیں لگا دیتا ہے جو انہوں نے نہیں کہیں، اور امام احمد اس معاملہ میں اس کی شدید مذمت فرمایا کرتے تھے۔(ملخصاً الجرح والتعدیل ص ۳۳۰ برقم ۲۲۵)

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم مذکور تو محض ہیچ ہے، میں نے اس کے ہاتھ میں کبھی بھی قلم نہیں دیکھا، اور نہ ہی امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ لکھتا تھا، اور بعد میں ان کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو ایسی باتیں بھی املاء کروا دیتا جو سرے سے امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہی نہیں ہوتی تھیں۔

(شرح سنن ابی داؤد للعینی : ج ۳، ص ۳۵۱، برقم ۲۷۳۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں کہ:

'' **لیس بالقوی** '' کہ یہ پختہ نہیں ہے۔(الضعفاء والمتروکون ص ۳۶ برقم ۱۷)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵٦ھ، امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ اور امام عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ کہتے ہیں کہ یہ اوہامات میں مبتلا ہو جایا کرتا تھا۔(ملخصا تاریخ کبیر برقم ۸۹۰ مغانی الاخیار برقم ۱۴ شرح سنن ابن ماجہ ج۱، ۱۴۷۰)

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ نے اسے ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کیا ہے۔(دیکھئے: الضعفاء والمتروکون برقم ۳۴)

لہذا بالتحقیق مذکورہ بالا اعتراض ابراہیم بن بشار نے غلطی سے یا عمداً امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگا دیا ہے امام موصوف نے ایسا کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ثانیاً۔۔۔ہم ماقبل میں بھی عرض کر چکے ہیں کہ جس طرح یزید بن ابی زیاد نے اپنے استاد عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اس حدیث میں ''ثم لا یعود'' رفع یدین نہ کرنے کے الفاظ نقل کیے ہیں، اسی طرح عبدالرحمن مذکور کے مزید دو شاگردوں عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ نے بھی اپنے اسی استاد (عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ) سے اس حدیث میں ''ثم لا یعود'' رفع یدین نہ کرنے کے الفاظ نقل کیے ہیں۔(دیکھئے: شرح معانی الاثار ج۱، ص ۲۲۴ مسند الرؔیانی ج۱، ص ۴۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص ۲٦۷) جو اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ مذکورہ بالا یزید بن ابی زیاد کے خلاف افسانہ غلط ہے۔

جواب ثانی:

اولاً۔۔۔مذکورہ بالا تحقیق سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر بالفرض مذکورہ بالا افسانہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو عرض ہے کہ تب بھی امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے منسوب اس اعتراض کی دو شقیں ہیں:

(۱)۔۔۔یزید بن ابی زیاد خرابی حافظہ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا تھا۔

(۲)۔۔۔اس نے ترک رفع یدین کی حدیث خرابی حافظہ کے بعد بیان کی ہے۔

آیئے! اس اعترض کی دونوں شقوں کا اصول حدیث کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں، مختلط راوی کے

متعلق علماء غیر مقلدین کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

سلطان محمود غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

سوء الحفظ طاری جو کسی حادثہ یا بڑھاپے کے سبب سے عارض ہوا سے اختلاط کہتے ہیں، اور ایسے راوی کو مختلط، ایسے راوی کی وہ روایت جو اختلاط کے بعد کی ہو غیر مقبول ہے۔

(بلفظہ اصطلاحات المحدثین ص ۱۵)

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اختلاط کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جس ثقہ وصدوق راوی کی روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہوں تو وہ صحیح ہوتی ہیں۔ (مقالات ج ۱، ص ۴۰۸)

اسی طرح علیزئی صاحب ایک اور جگہ اپنے بزعم ایک مختلط راوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ان کی روایت دو شرطوں سے صحیح ہوتی ہے، ۱: اختلاط سے پہلے ہو۔ (مقالات ج ۴، ص ۳۶۴)

غیر مقلد عبدالجلیل اثری صاحب لکھتے ہیں کہ:

مختلط سوء حفظ کسی عارض کے سبب طاری ہو جیسے کبر سنی، بینائی کے جاتے رہنے یا کتابوں کے ضائع ہو جانے کے سبب حافظہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اسے مختلط کہتے ہیں۔ (ملخصا تحفہ اہل نظر ص ۱۵۵) مختلط کی قبل الاختلاط والی روایت مقبول ہوگی۔ (ایضا: ص ۱۱۶)

مختلط سوء حفظ کسی عارض کے سبب طاری ہو جیسے کبر سنی، بینائی کے جاتے رہنے یا کتابوں کے ضائع ہو جانے کے سبب حافظہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اسے مختلط کہتے ہیں۔ (ملخصا تحفہ اہل نظر ص ۱۱۵) مختلط کی قبل الاختلاط والی روایت مقبول ہوگی۔ (ایضا ص ۱۱۶)

نیز ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی صراحت فرما رکھی ہے کہ (اگر تلامذہ کے متقدم و متاخر وغیرہ ہونے کے اعتبار سے مختلط راوی کی قبل الاختلاط وبعد الاختلاط والی روایات میں تمیز ممکن ہو تو) مختلط راوی کی قبل الاختلاط بیان کردہ روایات بالکل صحیح و قابل حجت ہیں مثلاً دیکھئے۔۔۔

(۱)۔۔۔شرح نخبۃ الفکر: ص۹۱

(۲)۔۔۔مقدمہ ابن صلاح: ص ۱۹۵

(۳)۔۔۔الباعث الحثیث: ص ۲۴۴

(۴)۔۔۔الکفایہ فی علم الروایہ: ج۱، ص ۳۹۲

(۵)۔۔۔التقریب والتیسیر: ج۱، ص ۱۲۰

(۶)۔۔۔المنهل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی: ج۱، ص ۱۳۷

(۷)۔۔۔شرح علل الترمذی: ج۱، ص۱۰۶

(۸)۔۔۔الشذ الفیاح: ج۲، ص ۷۴۴

(۹)۔۔۔المقنع فی علوم الحدیث: ج۲، ص ۶۶۳

(۱۰)۔۔۔التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح: ج۱، ص ۴۴۴۲

(۱۱)۔۔۔شرح التبصرۃ والتذکرۃ: ج۱، ص۳۲۹

(۱۲)۔۔۔النکت علی کتاب ابن صلاح: ج۱، ص ۳۱۵

(۱۳)۔۔۔نزہۃ النظر: ج۱، ص۱۲۹

(۱۴)۔۔۔شرح الفیۃ العراقی: ج۱، ص۳۱۵

(۱۵)۔۔۔تدریب الراوی: ج۱، ص ۷۲

مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں اب اس بات کی تحقیق کی جاتی ہے کہ محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک کن کن راویوں نے یزید بن ابی زیاد سے اس کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے احادیث سنی ہیں۔

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین شافعی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ کے نزدیک درج ذیل راویوں نے یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے احادیث کا سماع کیا ہے:

۱۔۔۔۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

۲۔۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ

۳۔۔۔۔امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ

۴۔۔۔۔امام زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ

۵۔۔۔۔خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ

۶۔۔۔۔امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ وغیرہم

(معرفۃ السنن والآثار: ج ۲، ص ۴۱۸ برقم ۳۲۶۷، سنن الکبری: ج ۲، ص ۷۶)

(۲)۔۔۔۔حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ ? کے نزدیک درج ذیل حضرات نے یزید مذکور سے قبل از اختلاط احادیث کا سماع کیا ہے:

۱۔۔۔۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

۲۔۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ

۳۔۔۔۔امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ

۴۔۔۔۔امام اسباط بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

۵۔۔۔۔امام خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ وغیرہم۔

(الفصل للوصل ج ۳، ص ۳۶۷)

(۳)۔۔۔۔حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ بالا راویوں کے علاوہ یحییٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یزید سے قبل از اختلاط سماع کیا ہے۔(التمہید ج ۹، ص ۲۱۵) نیز مذکورہ بالا قدیم السماع راویوں میں سے ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ، خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۸ھ سے بھی درج ذیل راوی متقدم اور کبیر ہیں، جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ درج ذیل راویوں نے بھی یزید سے قبل الاختلاط

احادیث سنی ہیں:

۱۔۔۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ

۲۔۔۔اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۲ھ

۳۔۔۔اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ

۴۔۔۔شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ

الغرض: مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ درج ذیل راویوں نے یزید مذکور کے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے احادیث سنی ہیں۔

(۱)۔۔۔ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ

(۲)۔۔۔عبداللہ بن ادیس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ

(۳)۔۔۔موسیٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ

(۴)۔۔۔زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ

(۵)۔۔۔خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ

(۶)۔۔۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

(۷)۔۔۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ

(۸)۔۔۔اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۲ھ

(۹)۔۔۔اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ

(۱۰)۔۔۔شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ ؟

(۱۱)۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ

(۱۲)۔۔۔امام اسباط بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ یزید بن ابی زیاد القرشی الھاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی وصحیح السماع شاگردوں میں سے درج ذیل حضرات نے یزید سے مذکورہ بالا سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی

حدیث نقل کی ہے، اور اس میں صراحتاً ''ثم لایعود'' رفع یدین نہ کرنے کا جملہ بھی روایت کیا ہے۔

(۱)۔۔۔۔امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ: (دیکھئے: مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲، ص ۹۰، برقم ۱۶۹۱)

(۲)۔۔۔۔عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ: (دیکھئے: ایضاً ج ۲، ص ۹۰۔۹۱ برقم ۱۶۹۲)

(۳)۔۔۔۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (دیکھئے: شرح معانی الاثار ج ۱، ص ۱۶۲)

(۴)۔۔۔۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ: (دیکھئے: معجم ابن الاعرابی برقم ۵۸۵)

(۵)۔۔۔۔اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۲ھ: (دیکھئے: الجوہر النقی ج ۲، ص ۷۶ و شرح سنن ابن ماجہ ص: ۱۴۶۹)

(۶)۔۔۔۔اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ: (دیکھئے: سنن دارقطنی ج ۱، ص ۱۹۳، الفصل للوصل ج ۱، ص ۳۷۳)

(۷)۔۔۔۔شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ: (دیکھئے: مسند الرویانی برقم: ۳۴۱)

اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ یزید موصوف نے مذکورہ بالا اپنے قدیمی اور صحیح السماع شاگردوں کو زیر بحث ترک رفع یدین کی حدیث عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی تھی، اور ماقبل میں مستند علماء غیر مقلدین کے اقتباسات اور ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حوالہ سے عرض کیا جاچکا ہے کہ مختلط راوی کی قبل الاختلاط بیان کردہ حدیث صحیح وقابل حجت ہوتی ہے، لہٰذا محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں زیر بحث حدیث بالکل صحیح وقابل حجت ہے۔

نیز یزید موصوف کے شاگرد موسیٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو'' **فرفع یدیه حتیٰ حاذی اذنیه فی اول مرة** '' کے الفاظ کے ساتھ اور شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ نے'' **یرفع یدیه فی اول تکبیرة** '' کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے (دیکھئے: التمہید ج ۵،

ص ۵۷ سنن دار قطنی ج ۱، ص ۲۹۳، الفصل للوصل برقم ۳۰۲) اور علیزئی کے بقول حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے، (نور العینین: ص ۱۲۵) لہٰذا دیگر روایات کی روشنی میں '' **یرفع یدیه فی اول تکبیرة** '' کا مطلب واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین صرف تکبیر اولیٰ کے وقت کیا اور پھر پوری نماز میں نہیں کیا۔ پس موسیٰ بن محمد الانصاری اور امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ یزید مذکور کے قدیمی اور صحیح السماع شاگرد ہیں) کی روایت بھی ترک رفع یدین کی دلیل ہیں۔

ثانیاً۔۔۔اگر بالفرض یزید موصوف نے یہ حدیث اختلاط کے بعد ہی بیان کی ہو تو بھی اس حدیث پر یزید کے اختلاط کا اعتراض خود علماء غیر مقلدین کی ہی تحریرات کی روشنی میں غلط باطل اور مردود ہے، کیونکہ یزید موصوف یہ حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کرنے میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ عبدالرحمن سے یہ حدیث نقل کرنے میں دو ثقہ راویوں عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ نے بھی اس کی متابعت تامہ کر رکھی ہے، اور ابوالحکم نے اس کی متابعت قاصرہ کر رکھی ہے۔ (کمامر) اور متعدد علماء غیر مقلدین نے صراحت کر رکھی ہے کہ اگر مختلط راوی کا کوئی متابع مل جائے تو پھر اس مخصوص روایت میں اختلاط کا الزام رفع ہو جاتا ہے، اور مختلط راوی سے مروی حدیث صحیح و قابل حجت شمار ہوتی ہے۔ مثلاً۔۔۔۔

(۱) ایک جگہ مختلط راوی کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد عبدالرحمان مبارکپوری لکھتا ہے کہ:

'' **واما اختلاطه، قبل موته بقليل كما قاله الحافظ فى التقريب فيقتضى ان يكون حديثه ضعيفاً مالم يثبت انه رواه قبل اختلاطه لكنه قد شهده حديث وائل بن حجر وهلب الطائى** ''

رہا اس کا موت سے تھوڑا عرصہ پہلے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں فرمایا ہے، تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی حدیث ضعیف ہو جب تک یہ ثابت نہ ہو

کہ اس نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی ہے، لیکن اس کے لیے وائل بن حجر اور حلب طائی کی حدیث شاہد ہے۔ (ابکار المنن ص ۱۱۵)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

مبارکپوری صاحب ابواسحاق کو مختلط لکھتے ہیں، لیکن طحاوی میں ابواسحاق کا متابع موجود ہے لہٰذا ابواسحاق پر اعتراض فضول ہے۔ (توضیح الکلام، ج ۱، ص ۵۱۴۔۵۱۵)

غیر مقلد عبدالجلیل اثری لکھتا ہے کہ:

مختلط راوی کی مشتبہ روایات کے لیے متابعات وشواہد ہوں تو وہ روایات قبول ہوں گی۔ (ملخصا تحفہ اہل نظر: ص ۱۱۶)

رحمانی مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے کہ: جب مختلف راوی کی متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت معتبر سمجھی جائے گی۔ (تحفہ اہل الفکر: ص ۳۳)

ایک مختلط راوی کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''ان خلفاهذا کان اختلط لکنه قدتوبع'' بے شک خلف بن خلیفہ عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو چکا تھا، مگر (امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ) اس کا متابع موجود ہے، (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ج ۴، ص ۲۲۲)

خبیب احمد غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

سوء حفظ یعنی حافظہ کمزور، مختلط، مستور، کثیر الخطاء وغیرہ ایسے راویان یا حدیث کی متابعت ثابت ہو جائے تو ان کی حدیث قبول ہوگی، اور اس راوی کی یا حدیث کی متابعت کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس راوی نے یہ حدیث درست طور پر حفظ کی ہے، اور اس کی کمزوریاں اس حدیث پر اثر انداز نہیں ہوئی ہیں۔ (مقالات اثریہ ص ۶۸۔۶۹)

پس متابعت کی بناء پر یزید بن ابی زیاد کی حدیث کا حجت وصحیح ہونا خود غیر مقلدین کی مذکورہ عبارات کی روشنی میں واضح ہے۔

اعتراض نمبر ۴:

یزید بن ابی زیاد مدلس تھا اسے امام دارقطنی اور حاکم وغیرھما نے مدلس قرار دیا ہے۔

(نور العینین: ص ۱۴۸)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ زیر بحث حدیث پر یزید بن ابی زیاد کی تدلیس کا اعتراض متقدمین و متاخرین ائمہ محدثین میں سے کسی ایک محدث نے بھی نہیں کیا۔ (فیما اعلم) اگر زبیر صاحب کچھ علمی لیاقت رکھتے ہیں تو اپنے اس مؤقف پر کسی محدث کا حوالہ پیش کریں؟

ثانیاً۔۔۔ترک رفع یدین کی اس مخصوص حدیث پر یزید مذکور کی تدلیس کا اعتراض خود علماء غیر مقلدین کی عبارات کی روشنی میں ہی غلط باطل و مردود ہے، اور علیزئی کی تدلیسی گاڑی یہاں نہیں چل سکتی، کیونکہ دو ثقہ راویوں عیسیٰ بن عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ نے اس حدیث میں یزید موصوف کی متابعت تامہ کر رکھی ہے، اور متعدد علماء غیر مقلدین نے صراحت کر رکھی ہے کہ جب مدلس راوی کی کوئی ثقہ راوی متابعت کر دے تو تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے اور اس کی عَن والی روایت صحیح و قابل حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ معترض علی زئی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۱۳۹)

محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

اور تدلیس کا نقص حدیثی اور متابعت سے رفع ہو جاتا ہے۔ (خیر الکلام ص: ۱۶۱)

عبد الجلیل اثری غیر مقلد کہتا ہے کہ:

اگر مدلس کی متابع و شواہد ہوں تو روایت قبول ہو گی۔ (ملخصا تحفۃ اہل نظر ص ۱۱۶)

محمد خبیب احمد غیر مقلد[۱] کہ:

مدلس راوی کی متابعت کی صورت میں روایت قوی شمار ہوگی۔(ملخصا مقالات اثریہ ص ٦٨۔٦٩)

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے بھی یہی لکھا ہے۔(تحفۃ الاحوذی: ص ١٩٣)

ثالثاً۔۔۔۔موصوف یزید بن ابی زیاد القرشی الھاشمی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، اور جب مدلس راوی سماع کی تصریح کر دے تو تدلیس کا الزام بالکلیہ رفع ہو جاتا ہے، لہٰذا ثبوت سماع کے بعد موصوف یزید پر تدلیس کا اعتراض بالکلیہ مردود ہے۔

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی سند ملاحظہ ہو:

حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بکر ثنا شعبۃ عن یزید بن ابی زیاد قال سمعت ابن ابی لیلیٰ یقول سمعت البراء ۔۔۔۔الخ۔ (سنن الدرقطنی ج ا ص ٢٩٣ برقم ١١١٢٧ الفصل للوصل برقم ٣٠٢)

نیز امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے متن میں ''**یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ**'' کے الفاظ ہیں، اور ہم ماقبل میں عرض کر چکے ہیں کہ علیزئی صاحب کے بقول حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے، (نور العینین ص ١٢٥) لہٰذا دیگر روایات کی روشنی میں'' **یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ**'' کا مطلب بالکل واضح ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا اور پھر نماز میں نہیں کیا۔

اعتراض نمبر ۵:

زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔(نور العینین: ص ١٤٩)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔عرض ہے کہ جب کوئی حدیث ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقرر کردہ

اصولوں کی روشنی میں صحیح ثابت ہو جائے تو وہ حدیث ہمیشہ صحیح ہی شمار ہوتی ہے، کسی حدیث کے صحیح وحسن ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ اسے کسی محدث نے ہی صحیح یا حسن قرار دیا ہو۔

چنانچہ ایک حدیث کو متقدمین محدثین کی ایک جماعت نے مردود کہا تو زبیر علی زئی صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

بعض علماء نے صحیح مسلم کی بعض روایات کو منقطع قرار دیا ہے تو کیا ہم ان روایات کو مردود قرار دینگے؟! ہرگز نہیں۔ بلکہ اصول حدیث واصول محدثین کو ترجیح دیں گیاوراس طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کوئی حدیث ضعیف ومردود ثابت نہیں ہوتی، بلکہ صحیح یا حسن ہی رہتی ہے۔(مقالات :ج٦ص٣٨٦)

زبیر صاحب مزید لکھتے ہیں:

اکرکوئی کہے کہ کیا سند کے تمام روات کا ثقہ ہونا سند کی صحت کے لئے کافی ہے؟ تواس کا جواب یہ ہے کہ اگر سند متصل ہوشاذ یا معلول نہ ہوتواس سند کے راویوں کا ثقہ وصدوق ہونا صحت کے لئے کافی ہےاوراسی پر اہلحدیث کا عمل ہے۔(مقالات:ج٦ص٣٨٦)

کفایت اللہ سنابلی نامی ایک شخص نے ایک حدیث کے متعلق کہا کہ زبیر علی زئی سے پہلے کسی محدث نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا لہٰذا زبیر علی زئی کا اسے حسن یا صحیح قرار دینا درست نہیں تو زبیر علی زئی صاحب نے سنابلی کی تردید کرتے ہوئے لکھاہے کہ:

سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ زبیر علی زئی سے پہلے کسی نے بھی اس حدیث کو حسن یا صحیح نہیں کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا وہ ابن الصلاح (تقلیدی) کے منہج پر ہیں جن کے نزدیک سابق مثال کے بغیر حدیث کو صحیح نہیں کہنا چاہیئے؟ جب اصول حدیث کی رو سے یہ حدیث حسن لذاتہ یعنی صحیح ہے اور کسی نے بھی (کسی پختہ دلیل سے۔ن) اسے ضعیف، مردود، موضوع یا من گھڑت نہیں کہا تو ایسا فیصلہ کرنا کہ یہ صحیح یا حسن ہے، کیونکر غلط ہوسکتا ہے؟(مقالات:ج٦ص٤٠٧)

ثانیاً۔۔۔امام المحدثین ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں اس

حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے، (دیکھئے: شرح معانی الآثار، ج۱، ص ۱۶۲) اور امام موصوف اپنے نزدیک صرف صحیح حدیث سے ہی استدلال کرتے ہیں، (ایضاً ص ۱۰) لہٰذا حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ، امام ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۵ھ، امام محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ، امام مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ، اس حدیث کو قوی (صحیح مانتے ہیں) (ملخصاً: نصب الرایۃ: ص ۴۷۷ تا ۴۷۸ الجوھر النقی ج ۲ ص ۷۶۔۷۷ البنایۃ شرح الھدایۃ ص ۲۵۴ تا ۲۵۵ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸ شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶۹ تا ۱۱۴۷) امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ ’’رفع یدیہ فی اول مرۃ ‘‘ کے الفاظ کے ساتھ اسے محفوظ (صحیح) قرار دیتے ہیں۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۵، ص ۶۱) محدث ظفر احمد ’’حسن‘‘ کہتے ہیں، (اعلاء السنن ج ۳، ص ۸۵) محدث زبیدی صحیح قرار دیتے ہیں، (عقود الجواہر المنیفہ ص ۵۹) نیز امام عثمان بن علی البارعی م ۷۴۳ھ، امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۰ھ امام ابو محمد علی بن زکریا المنبجی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ، امام سحنون بن سعید المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ، امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ، امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۱ھ وغیرہم نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے تبیین الحقائق ج۱، ص ۱۲۰، البحر الرائق ج۱، ص ۳۴۱، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج۱، ص ۲۳۲، المدونۃ الکبریٰ ج۱، ص ۱۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، ص ۲۶۷، مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۷۰) جو کہ علماء غیر مقلدین کے بقول اِن ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

اس حدیث میں ’’ثم لم یعد‘‘ کے الفاظ مدرج ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۴۹)

الجواب:

اولاً۔۔۔ جملہ ’’ثم لم یعد‘‘ کے مدرج ہونے کی کوئی عقلی اور نقلی صحیح دلیل موجود نہیں ہے، اور حافظ

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے تصریح فرما رکھی ہے کہ محض احتمال سے ادراج ثابت نہیں ہوا کرتا۔ (فتح الباری ج ۱۱، ص ۴۲۵) اس جملہ کو مدرج قرار دینا اصول حدیث کی روشنی میں بالکل غلط ہے، کیونکہ موصوف یزید بن ابی زیاد یہ جملہ نقل کرنے میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ دو ثقہ راویوں عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی متابعت تامہ اور ابوالحکم نے متابعت قاصرہ کر رکھی ہے۔ (کمامر)

ثانیاً۔۔۔''ثم لا یعود'' کے الفاظ کو مدرج کہنے والوں نے ان الفاظ کے مدرج ہونے کی اپنے بزعم دلیل یہ دی ہے کہ یزید موصوف سے ان کے قدیمی شاگردوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے (مگر عرض ہے کہ علم محیط تفصیلی خاصہ خداوندی ہے اس کے علاوہ کوئی بھی علم محیط تفصیلی نہیں رکھتا ان حضرات نے یہ بات اپنے علم کے مطابق کہی تھی ان کے علم میں یہ بات نہیں تھی یا وہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے تو یہ کوئی عیب یا عجیب بات نہیں ہے ایسی غلطی کا لگ جانا انسانی فطرت میں داخل ہے) ان کی یہ بات بالکل غلط باطل و مردود ہے، کیونکہ یزید مذکور کے درج ذیل قدیمی وصحیح السماع شاگردوں نے ان سے ''ثم لا یعود'' اور اس کے روایت بالمعنیٰ الفاظ نقل کیے ہیں۔

(۱)۔۔۔امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ: (دیکھئے: مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲، ص ۹۰، برقم ۱۶۹۱)

(۲)۔۔۔عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ: (دیکھئے: ایضاً ج ۲، ص ۹۰۔۹۱ برقم ۱۶۹۲)

(۳)۔۔۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (دیکھئے: شرح معانی الاثار ج ۱، ص ۱۶۲)

(۴)۔۔۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ: (دیکھئے: معجم ابن الاعرابی برقم ۵۸۵)

(۵)۔۔۔اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۲ھ: (دیکھئے: الجوہر النقی ج ۲، ص ۷۶ و شرح سنن ابن ماجہ ص: ۱۴۶۹)

(۶)۔۔۔اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ: (دیکھئے: سنن دارقطنی ج ۱، ص ۱۹۳،

الفصل للوصل ج۱، ص ۳۷۳)

(۷)۔۔۔۔شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ:(دیکھئے: مسند الرویانی برقم:۳۴۱)

لہٰذا یزید موصوف کے قدیمی و صحیح السماع شاگردوں سے "ثم لا یعود" اور اس کے روایت بالمعنیٰ الفاظ کے ثبوت کے بعد ادراج کا الزام خود بخود رفع ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۷:

فریق مخالف کے اس حدیث پر ساتویں اعتراض کی تین شقیں ہیں:

(۱)۔۔۔۔محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے جو اس حدیث کو" **عن اخیه عیسیٰ عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ**" کے طریق سے بیان کیا ہے، یہ طریق صحیح نہیں ہے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اسے" **لیس بصحیح**" کہتے ہیں، صحیح طریق" **محمد بن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ**" ہے۔

(۲)۔۔۔۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ خود ضعیف ہے، لہٰذا اس کی نقل کردہ متابعت مردود ہے، اصل مدار یزید بن ابی زیاد پر ہی ہے۔

(۳)۔۔۔۔یہ حدیث اپنے مفہوم میں غیر صریح ہے۔(ملخصاً نور العینین ص ۱۵۰)

الجواب:

اس اعتراض کی تینوں شقوں کے بالترتیب جوابات حاضر ہیں۔

پہلی شق کا جواب:

اولاً۔۔۔۔جس طرح محمد بن ابی لیلیٰ:"**عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ**" کی سند کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے، اسی طرح

غیر مقلدین کے اصول کے مطابق محمد بن ابی لیلیٰ:'' عن اخیه عیسیٰ عن الحکم عن عبدالرحمان بن ابی لیلی عن البراء بن عازب رضی الله عنه '' کی سند کے ساتھ بھی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ موصوف محمد بن ابی لیلیٰ نے جس طرح یزید بن ابی زیاد سے یہ حدیث لکھی وسنی ہے، اسی طرح عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے بھی سنی ہے۔

غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب ایک جگہ (ایک حدیث جس کو مکحول کبھی نافع کے واسطے سے اور کبھی محمود کے واسطے سے نقل کرتا ہے، کے متعلق) لکھتے ہیں کہ:

مکحول نے نافع اور محمود دونوں سے روایت لی ہے علامہ ابن حزم لکھتے ہیں مکحول نے کبھی اسے نافع سے اور کبھی اسے محمود سے بیان کیا ہے ''هذا اقوة للحديث لاوهن لان كلاهما ثقة ---'' تو یہ حدیث کی قوت کا باعث ہے نہ کہ کمزوری کا۔۔۔الخ۔ (بلفظہ توضیح الکلام ج ا ص ۳۲۶)

لیجئے علی زئی صاحب! آپ کے محقق العصر اثری صاحب کے اس مذکورہ اصول کی روشنی میں محمد بن ابی لیلیٰ کا ترک رفع یدین کی زیر بحث حدیث کو یزید بن ابی زیاد اور عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ دو ثقہ وصدوق راویوں سے نقل کرنا اس کی قوت کا باعث ہے نہ کہ کمزوری کا کیونکہ یہ دونوں راوی فی نفسہ ثقہ ہیں۔

ثانیاً۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کی سند پر جرح غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، اور متعدد علماء غیر مقلدین نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ غیر مفسر جرح مردود ہوتی ہے۔

چنانچہ محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اگر جرح مفسر نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتی۔۔۔اکثر فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے۔ (خیر الکلام ص: ۴۴)

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے:

جرح مبہم معتبر نہیں ہے۔ (ابکار المنن ص ۸۰)

اثری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

غیر مفسر جرح قبول نہیں۔(توضیح الکلام ص ۴۳۸)

زبیر رحمانی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

غیر مفسر اور مبہم جرحوں کا اعتبار نہ ہوگا۔(انوار المصابیح ص ۱۳۸)

لہٰذا غیر مقلدین کے مسلمہ اصول کی روشنی میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی غیر مفسر جرح مردود ہے۔

ثالثاً۔۔۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ امام محمد بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو '' **عن الحکم عن عبدالرحمان بن ابی لیلٰی۔۔۔الخ۔** '' کی سند سے بیان کرنے میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ امام المحدثین والفقہاء قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے '' **الحکم عن عبدالرحمان بن ابی لیلٰی۔۔۔الخ** '' کی سند سے بیان کیا ہے اور اس کی متابعت کر رکھی ہے۔(دیکھئے: اخبار اصبہان برقم ۱۱۹۶) لہٰذا یہ حدیث حکم بن عتیبہ کی سند کے ساتھ بھی صحیح ہے۔

دوسری شق کا جواب:

اولاً۔۔۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فی نفسہ ثقہ وصدوق راوی ہے، اس کو مطلقاً ضعیف قرار دینا غلط ہے، اس کی تعدیل وثوثیق کے حوالے روایت نمبر ۶ کے ذیل میں آرہے ہیں۔

ثانیاً۔۔۔اگر بالفرض محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ضعیف بھی ہو تو اس کے ضعف کی رٹ لگانا فضول ہے، کیونکہ یزید بن ابی زیاد سے یہ حدیث نقل کرنے میں اکیلا نہیں ہے بلکہ درج ذیل راویوں نے بھی اس حدیث کو اس سے نقل کیا ہے:

(۱)۔۔۔امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ:(دیکھئے: مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲، ص ۹۰، برقم ۱۶۹۱)

(۲)۔۔۔امام عبداللہ بن ادیس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ:(دیکھئے: مسند ابی یعلی الموصلی ج

۲،ص۹۰۔۹۱ برقم ۱۶۹۲)

(۳)۔۔۔امام سفیان بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ:(دیکھئے: شرح معانی الاثار ج ۱،ص ۱۶۲)

(۴)۔۔۔امام سفیان بن بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ:(دیکھئے: مصنف عبدالرزاق ج ۲ ،ص ۷۰ برقم ۲۵۳۱)

(۵)۔۔۔امام اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۲ھ:(دیکھئے: شرح ابن ماجہ ص ۱۴۶۹،الجوہر النقی ،ج ۲،ص ۷۶)

(۶)۔۔۔اسماعیل بن زکریا خلقانی م ۱۷۳ھ:(دیکھئے: سنن دارقطنی ج ۱،ص ۲۹۳، الفصل للوصل ج ۱ ص ۳۷۳)

(۷)۔۔۔شریک بن عبداللہ النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ:(دیکھئے: مسند الرویانی ج ۱،ص ۴۰۰)

(۸)۔۔۔امام موسیٰ بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ:(دیکھئے: التمہید لابن عبدالبر، ج ۵،ص ۵۷)

(۹)۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ: (دیکھئے: سنن دارقطنی ج ۱،ص ۲۹۳، الفصل للوصل برقم ۳۰۲)

(۱۰)۔۔۔امام ابوعمر البزار:(دیکھئے: حدیث ابی الفضل الزھری برقم ۱۰۵)

اسی طرح محمد بن عبدالرحمن، امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس حدیث کو نقل کرنے میں تنہا نہیں ہے، بلکہ اس کی طرح امام المحدثین والفقہاء قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔(دیکھئے: اخبار اصبہان برقم ۱۱۹۶)

ثالثاً۔۔۔ ہمارا مرکزی استدلال'' **یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ۔۔۔ الخ**۔'' اور'' **عن ابی یوسف عن الحکم عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ۔۔۔ الخ**۔'' کی سند سے ہے جو کہ بالکل صحیح ہے، اور'' محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلی عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ... الخ'' کی سند کو تو ہم نے بطور

متابعت کے پیش کیا ہے، اگر بالفرض یہ سند ضعیف بھی ہوتو زبیر علی زئی صاحب کے شیخ الاسلام اور امام محمد گوندلوی غیر مقلد کے بقول ضعیف سند بطور متابعت کے پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ملخصا خیر الکلام ص ۳۱۶)

رابعاً۔۔۔پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ پر س ء الحفظ، مضطرب الحدیث جیسی جروحات منقول ہیں، اور علماء غیر مقلدین کے بقول اس قسم کے راوی کے متابعات مل جائیں، یا اس نے کتاب سے حدیث بیان کی ہوتو وہ حدیث صحیح اور قابل قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ محمد خبیب احمد غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

سیئ الحفظ یعنی حافظہ کمزور، مختلط، کثیر الخطاء وغیرہ راویان یا ان کی بیان کردہ حدیث کی متابعت ثابت ہو جائے تو ان کی یہ حدیث قابل قبول ہوگی، اور ان کی حدیث کی متابعت کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہوگی کہ انہوں نے یہ حدیث درست طور پر حفظ کی ہے، اور ان کی کمزوریاں اس حدیث پر اثر انداز نہیں ہوئی ہیں۔(ملخصا مقالات اثریہ ص ۶۸۔۶۹)

اور ہم ماقبل میں عرض کر چکے ہیں کہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اس حدیث کو امام یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس کی متابعت موجود ہے لہٰذا اس کی نقل کردہ متابعت بالکل صحیح ہے۔مزید یہ کہ محمد موصوف نے یہ حدیث اپنی کتاب میں درج کی ہوئی تھی اور اسی سے بیان کی ہے جیسا کہ علی زئی صاحب نے خود نقل کیا ہے کہ:

امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر (ثقہ امام) سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا۔(نور العینین ص ۱۵۰) اور غیر مقلدین کے نزدیک معتبر رسالہ جزء رفع یدین کے ص ۵۷ پر لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک کتاب (میں درج شدہ روایت) زیادہ محفوظ (صحیح) ہوتی ہے۔الغرض: ابن ابی لیلیٰ کی روایت متابعات کی بناء پر بلاشک وشبہ صحیح ہے۔

تیسری شق کا جواب:

اولاً۔۔۔۔اس حدیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کیا پھر پوری نماز میں سلام پھیرنے تک نہ کیا۔(مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲،ص ۹۰) لہٰذا یہ حدیث ترک رفع یدین میں صریح ہے،اس کو غیر صریح کہنا محض دفع الوقتی ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔خود زبیر علی زئی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ ''ثم لا یعود'' اور اس کے روایت بالمعنیٰ الفاظ ترک رفع یدین میں صریح ہیں۔(دیکھئے: تحقیقی مقالات ج ۴،ص ۲۷۳ ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۶۷، انوار الطریق ص ۸۶) ان الفاظ کو ترک رفع یدین میں صریح تسلیم کرنے کے باوجود علی زئی کا اس حدیث کو غیر صریح کہنا عجیب وغریب ہے۔

الحاصل:

ترک رفع یدین کی حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر رئیس ندوی اور زبیر علی زئی صاحب کے تمام اعتراضات ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں باطل و مردود ہیں اور یہ حدیث بالکل صحیح اور ترک رفع یدین میں صریح ہے، اللہ پاک فریق مخالف کو تعصب اور ہٹ دھرمی کی دلدل سے نکل کر اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲: بحوالہ مسند ابی یعلی الموصلی

''حدثنا اسحاق حدثنا هشيم عن يزيد بن ابى زياد عن عبدالرحمان بن ابى ليلىٰ عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوٰة كبر ورفع يديه حتىٰ كادتا تحاذيان اذنيه ثم لم يعد''

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوگئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوگئے پھر

پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔(مسند ابی یعلی الموصلی برقم ۱۶۹۱)

سند کی تحقیق:

امام ابو معاویہ ہشیم بن بشیر کے علاوہ اس روایت کے تمام راویوں کا تزکرہ گزر چکا ہے، اور امام ابو معاویہ ہشیم بن بشیر السلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں، متعدد حضرات نے اس کی توثیق فرمائی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:''ثقة'' (الثقات ج۱ ص۴۵۹ برقم ۱۷۴۵)

(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:'' ثقة ثبت ''(الطبقات الکبری ج۷، ۳۱۳)

(۳)۔۔۔امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں:'' حافظ متقن ''(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج۱ ص۱۹۶)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(الجرح والتعدیل للرازی برقم ۴۸۶)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:'' **الحافظ الثقة۔ امام ثقة۔ الامام الشیخ الاسلام محدث بغداد و حافظها۔ حافظ ثقة۔ الحافظ احد الاسلام** ''(الرواۃ الثقات المتکلم ج۱،ص۱۷۹، الکاشف برقم ۵۹۷۹، سیر اعلام النبلاء: ج۸ ص۲۸۸، من تکلم فیہ هو موثق ج۱،ص۱۸۸، میزان الاعتدال ج۴ ص۳۰۶)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۳: بحوالہ التمہید

''حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زهیر قال حدثنا ابو نعیم قال حدثنا موسیٰ بن محمد الانصاری عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمان بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکبر فرفع یدیہ حتیٰ حاذی اذنیہ فی اول مرۃ لم یزدھا علیہا''

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کیا پہلی مرتبہ پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

سند کی تحقیق:

عبدالوارث بن سفیان، قاسم بن اصبغ، احمد بن زہیر، ابونعیم، موسیٰ بن محمد الانصاری کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ رواۃ کا تذکرہ گزر چکا۔

(۱) عبدالوارث بن سفیان م ۳۹۵ھ

امام عبدالوارث بن سفیان بن جبرون المعروف بالجیب ابوالقاسم القرطبی رحمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔

(۱)۔۔۔امام خلف بن عبدالملک بن بشکوال م ۵۷۸ھ ان کے متعلق لکھتے ہیں'' کان اوثق الناس فیہ'' (الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس: ج۱ص ۳۶۴)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:'' وکان اوثق الناس فیہ۔ المحدث الثقہ العالم الزاھد'' (تاریخ اسلام ج ۸ ص ۷۵۳ سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۸۴ برقم ۴۹)

(۳)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ لکھتے ہیں: ''**وکان اوثق الناس فیہ**''(الثقات: برقم ۴۳۴۷)

(۲) قاسم بن اصبغ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۰ھ

(۱)۔۔۔امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۸ھ لکھتے ہیں: ''**امام من ائمة الحدیث حافظ مکثر مصنف**''(جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس ج ۱ ص ۳۳۰)

(۲)۔۔۔امام ابوجعفر الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ فرماتے ہیں: ''**امام من ائمة الحدیث حافظ مکثر مصنف**''(بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اھل الاندلس برقم ۱۲۹۸)

(۳)۔۔۔علامہ شہاب الدین الحموی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۶ھ لکھتے ہیں: ''**امام من ائمة العلم حافظ مکثر مصنف**''(معجم الادباء ج ۵ ص ۲۱۹۰)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ''**الامام الحافظ محدث الاندلس۔ الامام الحافظ العلامة محدث الاندلس**''(تذکرۃ الحفاظ ج ۳، ص ۴۹ برقم ۸۳۱، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲، ص ۶۶ برقم ۳۱۱۳)

(۵)۔۔۔علامہ ابراہیم بن علی الیعمری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: ''**وکان ثبتاً صادقاً حلیماً ماموزا بصیر أبالحدیث**''(الدیباج المذہب: ج ۲ ص ۱۴۵)

(۳) احمد بن زہیر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۸ھ

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: ''**وکان ثقة عالما متفننا حافظا**''(تاریخ بغداد ج ۴، ص ۳۸۴ برقم ۲۱۵۶)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ''**الحافظ الکبیر ابن**

الحافظ ''(لسان المیزان برقم ۵۵۶)

(۳)۔۔۔علامہ صلاح الدین الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں:'' **کان ثقۃ عالماً متقناً حافظاً** ''(الوافی ج۶،ص ۲۳۲)

(۴)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں:'' **ثقۃ مامون** ''(تاریخ اسلام برقم ۱۵)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں :'' **الحافظ الحجۃ الامام** '' (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۱۹)

(۴) موسیٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:'' **لا باس بہ** ''(الجرح والتعدیل ج۸،ص ۱۶۰ برقم ۷۱۱)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:'' **ثقۃ** '' (ایضاً)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:'' **ثقۃ** '' (الثقات ج۷،ص ۴۵۶ برقم ۱۰۹۰۸)

(۵) امام ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۹ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:'' **ثقۃ ثبت فی الحدیث** '' (تاریخ الثقات برقم ۱۳۵۱)

(۲)۔۔۔امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں:'' **ابو نعیم من الثقات** ''(الجرح والتعدیل برقم ۳۵۳)

(۳)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة "(ایضاً)

(۴)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" الحافظ الثبت الکوفی۔ الحافظ الکبیر شیخ الاسلام "(تذکرۃ الحفاظ برقم ۳۷۰ سیر اعلام النبلاء برقم ۱۵۵۸)

(۵)۔۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں:" ثقة مامون "(تہذیب التہذیب ج۵،ص ۲۵۳)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں،اوراس کی سند صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۴: بحوالہ سنن دار قطنی

"حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بکر ثنا شعبة عن یزید بن ابی زیاد سمعت ابن ابی لیلی یقول سمعت البراء فی هذا المجلس قوماً منهم کعب بن عجرة قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم حین افتتح الصلوة یرفع یدیه فی اول تکبیرة"

ترجمہ:عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے خاص اسی مجلس میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا،اہل مجلس میں سے ایک سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے،سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے۔ (سنن الدرقطنی ج۱،ص ۲۹۳ والفصل للوصل برقم ۳۰۲)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں میں سے احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی البغدادی، ابوالاشعث احمد بن

المقدام العجلی المصری، ابوعبداللہ محمد بن بکر بن عثمان البرسانی الازدی، شعبہ بن الحجاج کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ راویوں کا تزکرہ گزر چکا۔

(۱) احمد بن علی بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۸ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: '' الشیخ المحدث الثقۃ القدوۃ۔ شیخ صالح بکاء خاشع ثقۃ ''(سیر اعلام النبلاء برقم ۲۹۴۸، العبر ج ۲،ص ۲۹، تاریخ اسلام برقم ۳۶۴)

(۲)۔۔۔حافظ ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں: '' **ثقۃ صالح بکاء** ''(شذرات الذھب ج ۴ ص ۱۴۶)

(۳)۔۔۔امام درقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: '' ثقۃ ''(سیر اعلام النبلاء برقم ۲۴۹۸)

(۴)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ فرماتے ہیں: '' ثقۃ ''(الثقات ،ج ۱،ص ۴۳۹ برقم ۱۵۰)

(۲) بوالاشعث احمد بن مقدام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی ۲۷۷ھ کہتے ہیں:'' **صالح الحدیث محلہ الصدق** ''(الجرح والتعدیل برقم ۱۶۷)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:'' **ثقۃ۔ ثقۃ ثبت۔ الامام المتقن الحافظ** ''(الکاشف برقم ۸۹، المغنی برقم ۴۶۷، تاریخ اسلام ج ۶،ص ۳۶ سیر اعلام النبلاء برقم ۷۵)

(۳)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:'' **لیس بہ باس** ''(تہذیب الکمال برقم ۱۱۰)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' **صدوق** ''(تقریب

التہذیب برقم ۱۱۰)

(۳)ابوعبداللہ محمد بن بکر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:''**ثقة**''(تاریخ اسماء الثقات برقم ۱۵۷۵)

(۲)۔۔۔ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ کہتے ہیں:''**ثقة**''(شذرات الذھب ج ۳،ص ۱۵)

(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:''**ثقة۔الامام المحدث الثقة۔صدوق**''(الکاشف ج ۲،ص ۱۶۰، برقم ۴۷۴۶، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۴۶۱، میزان برقم ۷۲۷۷)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:''**صدوق**''(تقریب برقم ۵۷۶۰)

(۴)شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:''**ثقة تقی**''(تاریخ اسماء الثقات برقم ۶۶۵)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:''**ثقة**''(الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۷۰ برقم ۱۶۰۹)

(۳)۔۔۔حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:''**واجمعوا علی امامته فی الحدیث، وجلالته وتحریه واحتیاطه**''(تہذیب الاسماء واللغات برقم ۲۵۳)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:''**الحافظ الکبیر عالم اھل**

البصرة فی زمانه بل امیر المؤمنین فی الحدیث۔ الحجة الحافظ شیخ الاسلام۔ الامام الحافظ امیر المؤمنین "(تاریخ اسلام برقم ۸۹،تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۸۷،سیر اعلام النبلاء برقم ۱۰۸۱)

(۴)۔۔۔۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" **ثقة حافظ متقن** " (تقریب برقم ۲۷۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند صحیح ہے،اوراس کی سند کے تمام راوی ثقہ وثبت ہیں۔

حدیث نمبر ۵: بحوالہ سنن دارقطنی

حدثنا یحیی بن محمد بن صاعدنا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا ثنایزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء انه رای رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین افتتح الصلوۃ رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد الی شیء من ذالک حتی فرغ من صلاته۔

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کانوں کے مدمقابل ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔(سنن الدارقطنی ج۱ص ۲۹۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے جن راویوں کا ماقبل میں تذکرہ نہیں گزرا ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) ابو محمد یحییٰ بن محمد بن صاعد الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۸ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: '' **الحافظ الامام الثقة۔ الامام الحافظ المجود محدث العراق۔ رحال جوال عالم بالعلل والرجال** '' (تذکرۃ الحفاظ برقم ۷۷۱، سیر اعلام النبلاء برقم ۲۸۰۲)

(۲)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: '' **ثقة ثبت حافظ** '' (ایضاً)

(۳)۔۔۔حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: '' **الحافظ الامام الثقة** '' (طبقات الحفاظ برقم ۷۴۲)

(۴)۔۔۔امام ابو یعلی الخلیلی رحمۃ اللہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں: '' **ثقة امام یفوق فی الحفظ اهل زمانه** ''۔) الارشاد: ج ۲ ص ۶۱۱)

(۲) ابو جعفر محمد بن سلیمان لوین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۶ھ

(۱)۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: '' **صالح الحدیث صدوق** '' (الجرح والتعدیل برقم ۱۴۶۸)

(۲)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: '' **ثقة** '' (تہذیب الکمال ص ۲۹۹ برقم ۵۲۵۷)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: '' **ثقة** '' (تقریب التہذیب برقم ۵۹۲۵)

(۳) اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ

(۱)۔۔۔امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: '' **ثقة** '' (تاریخ ابن معین برقم ۱۲۵۰)

(۲)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں'' صالح ''(الجرح والتعدیل برقم ۵۷۰)

(۳)۔۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نقل کرتے ہیں:'' ثقة ''(تاریخ اسماء الثقات برقم ۱۳)

(۴)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:'' صدوق۔ المحدث الحافظ۔ثقة منصف''(الرواۃ الثقات المتکلم برقم ۱۷،الکاشف برقم ۳۷۵،سیر برقم ۲۹۳، من تکلم برقم ۳۴)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حدیث نمبر ۶: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی

''حدثنا اسحاق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسی عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه ثم لا یرفع حتی ینصرف''

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا شک وشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر رفع یدین نہ کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۲،ص ۹۰ برقم ۱۶۸۹)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں میں سے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ،حکم بن عتیبہ ،عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ، کی تعدیل وثوثیق اور مدح وثناء کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ رویوں کا تذکرہ

گزر چکا۔

(۱) محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ''**صدوق ثقة۔ وکان فقیهاً صاحب سنة۔ صدوقاً جائز الحدیث۔ وکان قارئاً للقرآن عالماً به**'' (تاریخ الثقات برقم ۱۴۷۶)

(۲)۔۔۔حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ لکھتے ہیں'' **مع سوء حفظه یکتب حدیثه**'' (الکامل برقم ۱۶۶۳)

تنبیہ: ارشادالحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے ''یکتب حدیثہ'' کوالفاظ تعدیل میں شمار کیا ہے۔ (دیکھئے: توضیح الکلام ج۱ص ۵۴۷ مقالات مبارکپوری ص ۲۱۹)

(۳)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: '' **محله الصدق۔۔۔الخ**'' (الجرح والتعدیل برقم ۱۷۳۹)

(۴)۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''**افقه اهل الدنیا**'' (تہذیب رقم ۵۰۳)

(۵)۔۔۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ کہتے ہیں: '' **مات ابن ابی لیلٰی فقیهنا ومعلمنا**'' (الکامل برقم ۱۶۶۹)

(۶)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ م کہتے ہیں: '' **رجل شریف** '' (اجوبۃ ابی زرعۃ ج۱ص ۲۷۷)

تنبیہ: اجوبۃ ابی زرعۃ کا حوالہ بطور الزام پیش کیا گیا ہے، کیونکہ فریق مخالف کے نزدیک یہ کتاب

معتبر ہے۔

(۷)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:'' **قاضی الکوفة وفقیهها وعالمها ومقرئها فی زمانه۔الامام العلم مفتی الکوفة وقاضیها۔ الفقیه المقرئ۔ العلامةالامام مفتی الکوفة وقاضیها۔ صدوق امام سئالحفظ۔ صدوق جائز الحدیث۔ صدوق امام سئ الحفظ۔ حدیثه فی درجة الحسن۔محله الصدق**''(تاریخ اسلام برقم ۳۸۷،تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۶۵،سیر برقم ۱۳۳، میزان برقم ۱۸۲۵،الکاشف ۱۰۰۰،العبر ج ۱،ص ۱۶۲)

(۸)۔۔۔۔امام المحدثین قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔(تاریخ اسلام برقم ۳۸۷ میزان الاعتدال ج ۳،ص ۶۱۵)

(۹)۔۔۔۔امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:'' **هواعلم منی** ''(تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۶۵ سیراعلام النبلاء برقم ۱۳۳)

(۱۰)۔۔۔۔منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:''**(افقه اهل الکوفة)قاضیها ابن ابی لیلٰی**''(سیراعلام النبلاء برقم ۱۳۳)

(۱۱)۔۔۔۔علامہ صلاح الدین خلیل الصفدی کہتے ہیں:'' **قاضی الکوفة وفقیهها وعالمهاومقرئهافی زمانه**''(الوافی بالوفیات ج ۳ ص ۱۸)

(۱۲)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' **صدوق سئ الحفظ**''(تقریب برقم ۶۰۸۱)

(۱۳)۔۔۔۔شمس الدین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶۷ھ لکھتے ہیں '' **الامام المجتهدالقاضی الانصاری قاضی الکوفة**''(دیوان الاسلام ج ۴ ص ۱۰۳)

(۱۴)۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کہتے ہیں:'' صدوق ''(سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۴۔۲۰۵)

(۱۵)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کہتے ہیں:'' صدوق فقیه ''(سنن ترمذی ج ۱، ص ۲۰۵ برقم ۱۷۱۵)

(۱۶)۔۔۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:'' ثقة حافظ جليل ''(ملخصا زادالمعاد ج ۵، ص ۱۳۷)

(۱۷)۔۔۔حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:'' صدوق امام ثقة ردئ الحفظ ''(الترغیب ج ۵، ص ۵۳۵)

(۱۸)۔۔۔امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:'' ابن ابی لیلی سئ الحفظ و حديثه حسن انشاء الله۔ و هو سئ الحفظ و لكنه ثقة''(مجمع الزوائد ج ۳، ص ۲۳۸ و ج ۴، ص ۳۵)

(۱۹)۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:'' صدوق سئ الحفظ '' (البدرالمنیر ج ۱۶، ص ۴۲۳)

(۲۰)۔۔۔امام ابوعبداللہ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:'' و ان كان ينسب الى سوء الحفظ فانه احد فقهاء الاسلام و فضلتهم و من اكابر اولاد الصحابة و التابعين من الانصار رحمة الله تعالىٰ عليهم ''(مستدرک ج ۱ ص ۵۸ برقم ۳۱) نیز امام موصوف نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے مروی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے۔(ایضاً ج ۳، ص ۳۹، برقم ۴۳۳۸)

(۲۱)۔۔۔حافظ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۵ھ کہتے ہیں:'' صدوق ''(شرح علل الترمذی ج ۱، ص ۱۴۵)

(۲۲ تا ۲۵)۔۔۔۔امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱ ۳ھ نے اپنی کتاب'' صحیح ابن خزیمہ '' میں امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے ''مستخرج ابی عوانہ'' میں اور امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ نے ''الاحادیث المختارۃ'' میں امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ نے ''المنتقیٰ'' میں ابن ابی لیلیٰ مذکور سے روایت لی ہے۔

دیکھئے۔۔

۱۔۔۔۔صحیح ابن خزیمہ: برقم: ۶۰۴۔ ۶۶۸۔ ۹۱۶

۲۔۔۔۔مستخرج ابی عوانہ: برقم: ۲۷۵۵

۳۔۔۔۔الاحادیث المختارۃ برقم: ۶۴۱۔ ۶۵۶

۴۔۔۔۔المنتقیٰ لابن الجارود برقم: ۴۵۱

اور زبیر علی زئی صاحب کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اس سے روایت لینا ہی ان کے نزدیک اس کے ثقہ وصحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔

(۲۶)۔۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے ''سنن نسائی'' میں اس کی متعدد روایات درج کی ہیں جو کہ ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصا توضیح الکلام ص ۳۴۷)

علی زئی صاحب کے بقول درج ذیل ائمہ نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور چونکہ سنن نسائی میں ابن ابی لیلیٰ موصوف کی روایات بھی موجود ہیں، جو کہ علیزئی اصول کی روشنی میں ان درج ذیل ائمہ کے نزدیک بھی موصوف ابن ابی لیلیٰ کے صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا بطور الزام کے ان ائمہ کو بھی موثقین میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۲۷)۔۔۔۔امام ابوعلی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۲۸)۔۔۔۔حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ

(۲۹)۔۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ

(۳۰)۔۔۔۔امام ابو یعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۱)۔۔۔۔امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۳۲)۔۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے مروی حدیث کوسنداً حسن قرار دیا ہے۔اور علماء غیر مقلدین کے بقول اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو حسن یا صحیح قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۱۴ ،نور العینین ص ۵۳، نصرالباری ص ۱۷۲، القول المتین ص ۲۰، مکالمات نور پوری ص ۳۴۰، تنقیح الکلام ص ۲۹۰)،لہذا علماء غیر مقلدین کے بقول حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ابن ابی لیلیٰ ثقہ یا صدوق ہے۔

(۳۳)۔۔۔۔حافظ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ قال:'' **اسناده حسن** ''(البدایہ والنھایہ ج ۳،ص ۲۳۴)

(۳۴)۔۔۔۔امام ابوالحسن الدرقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:'' **ثقة فی حفظه شیء** ''(سنن دارقطنی برقم ۷۴۴)

(۳۵)۔۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے ''سنن ابی داؤد'' میں مذکور ابن ابی لیلیٰ کی متعدد روایات پر سکوت اختیار کیا ہے۔جو کہ علماء غیر مقلدین کے بقول امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ''صالح الحدیث'' ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصا نیل الاوطار ج ۱،ص ۲۲،رفع الیدین اور آمین ص ۲۱۱ بحوالہ نور الصباح ج ۱،ص ۱۲۰،تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ علماء غیر مقلدین کی نظر میں:

(۳۶)۔۔۔۔احمد محمد شاکر غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

'' **ومثل ذا لایقل حدیثه عن درجة الحسن المتحج به و اذاتابعه غیره کان**

الحدیث صحیحا ''

کہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جیسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی جو کہ قابل احتجاج ہے، اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو پھر اسکی حدیث بالکل صحیح ہوگی۔ (شرح ترمذی ج ۲،ص ۱۵۷ برقم ۳۶۴، دارالحدیث القاهره)

(۳۷)۔۔۔ارشادالحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جو صدوق مگر سیء الحفظ ہے۔'' (پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ ص ۷۸)

(۳۸)۔۔۔ناصرالدین البانی غیر مقلد نے اس کی متعدد روایات کو صحیح وحسن قرار دیا ہے۔

مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی برقم: ۲۲۸۔۲۷۳۴۔۲۹۹۶

وسنن النسائی بتحقیق الالبانی برقم: ۴۷۷۲۔۴۹۰۰

وسنن الترمذی بتحقیق الالبانی برقم: ۲۰۷۲۔۳۵۵۳

(۳۹)۔۔۔عبداللہ روپڑی غیر مقلد موصوف محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

(محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے) ضعف کی وجہ حافظہ کی کمزوری ہے ویسے سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا، پس یہ حدیث بھی کس قدر اچھی ہوئی اور دوسری حدیثوں سے مل کر نہایت قوی ہوگئی۔ (مسئلہ رفع الیدین اور آمین ص ۷۲ بحوالہ نور الصباح ج ۱، ۱۶۷)

(۴۰ تا ۴۲)۔۔۔ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''الظفر المبین'' میں اور صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے ''صلوٰۃ الرسول'' میں مذکور محمد بن عبدالرحمن کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے:

نماز مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۹۰ حدیث علی رضی اللہ عنہ

الظفر المبین ج ۱،ص ۹۹، حدیث نمبر ۹

صلوٰۃ الرسول ص ۲۰۹ بعنوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آمین سننا۔

تنبیہ: یاد رہے سیالکوٹی کی مذکورہ کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے فرقہ غیر مقلدیت کی عصر حاضر میں نماز کی مشہور کتاب کہا ہے۔ (دیکھئے: فتاویٰ علمیہ ج ۱، ص ۶۸۹)

(۲) امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: '' **ثقة ثبت في الحديث** '' (تاریخ الثقات برقم ۳۱۵)

(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: '' **ثقة فقيهاً عالماً عاليا رفيعا كثير الحديث** '' (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۲۴۳ برقم ۲۴۹۶)

(۳)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: '' **ثقة** '' (الجرح والتعدیل ج ۳، ص ۱۲۵ برقم ۵۶۷)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ لکھتے ہیں: '' **ثقة** '' (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: '' **ثقة ثبت فقيه** '' (تقریب برقم ۱۴۵۳)

(۳) عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: '' **ثقة** '' (تقریب التہذیب برقم ۵۳۰۷)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: '' **ثقة** '' (تاریخ ابن معین ج ۱، ص ۱۶۰ برقم ۵۶۶)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: '' **ثقة** '' (الثقات ج ۷،

ص ۲۳۰ برقم ۹۸۱۵)

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے علاوہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہیں، اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں معتدل رائے یہی ہے کہ یہ حسن درجہ کا راوی ہے اگر اس کا کوئی متابع مل جائے تو پھر اس کی حدیث بلا شک وشبہ صحیح وقابل حجت ہے، اور ہم ماقبل میں تفصیل سے عرض کر آئے ہیں کہ مذکورہ ترک رفع یدین کی حدیث میں اس کے متابع موجود ہیں لہٰذا یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح ہے۔

اعتراض:

محدث کبیر حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکور محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کی روایات اپنے مقالہ میں تحریر کی تھیں، اس پر رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

فرقہ دیوبندیہ نے اپنے مذکورہ بالا بیانات کے نمبر ۲۱ تا ۲۴ جو احادیث نقل کی ہیں صفحہ: ۳۲ تا ۳۳ وہ براء بن عازب والی حدیث گزشتہ کے ہم معنی ہیں مگر ان سب کا دارومدار محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ پر ہے جو تبصریح ائمہ فن ساقط الاعتبار ہے۔ (تحقیقی جائزہ ص ۵۷۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ائمہ فن کے نزدیک بالکلیہ ہرگز ساقط الاعتبار نہیں ہے، اس کے بارے میں معتدل رائے یہی ہے کہ اس کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے، ہاں اگر اس کی روایت کی متابعت ثابت ہو جائے تو پھر اس کی بیان کردہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح وقابل حجت ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:

''حدیثه فی وزن الحسن'' اس کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص

۱۲۹ برقم ۱۶۷)

امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ لکھتے ہیں کہ:

''**وحدیثه حسن انشاء الله**'' کہ اس کی حدیث انشاء اللہ حسن درجہ کی ہے۔(مجمع الزوائد ج ۳، ص ۲۳۸)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''**اسناده حسن**'' کہ محمد بن عبدالرحمن کی بیان کردہ اس روایت کی سند حسن ہے۔(البدایہ و النہایہ ج ۳، ص ۴۳۲)

احمد محمد شاکر غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''**ومثل هذا لا يقل حديثه عن درجة الحسن المحتج به واذا تابعه غيره كان الحديث صحيحا**''

محمد بن عبدالرحمن جیسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی جو قابل حجت ہے، اور جب اس کی روایت کی متابعت مل جائے تو پھر اس کی حدیث بالکل صحیح ہوگی۔ (شرح ترمذی ج ۲ ص ۱۵۷)

لہٰذا موصوف محمد بن عبدالرحمن کو بالکلیہ ساقط الاعتبار کہنا غلط باطل ومردود ہے۔

ثانیاً۔۔۔رئیس ندوی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے ہم مسلک عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ محمد مذکور پر حضرات کی جرح کی وجہ صرف اس کے حافظہ کی کمزوری ہے، وگرنہ یہ فی نفسہ سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا۔ (دیکھئے مسئلہ رفع الیدین اور آمین ص ۷۲) اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ خبیب احمد غیر مقلد صاحب کے بقول کمزور حافظے والے راوی کی بیان کردہ جس حدیث کی متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی وہ حدیث قابل قبول ہوگی، اور اس حدیث کی متابعت کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس راوی نے یہ حدیث درست طور پر حفظ کی ہے، اور اس کے حافظے کی کمزوری اس مخصوص حدیث پر اثر انداز نہیں ہوئی ہے۔(ملخصا

مقالات اثریہ ص ۶۸ ۔ ۶۹) علی ھذا القیاس ترک رفع یدین کی مذکورہ حدیث محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اپنے استاد حکم بن عتیبہ اور یزید بن ابی زیاد القرشی الھاشمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ اس کی متابعت ثابت ہے جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے، لہٰذا خبیب احمد غیر مقلد صاحب کے بقول ترک رفع یدین کی حدیث اس نے درست طور پر حفظ کی ہے اور اس کے حافظے کی کمزوری اس حدیث پر اثر انداز نہیں ہوئی، لہٰذا یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح وقابل حجت ہے اور ندوی صاحب کا اعتراض باطل ومردود ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایات کا دارومدار موصوف محمد بن عبدالرحمن پر ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ درج ذیل راویوں نے بھی یزید موصوف سے ترک رفع یدین کی حدیث نقل کی ہے۔

(۱)۔۔۔۔امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ: (دیکھئے: مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲، ص ۹۰ برقم ۱۶۹۱)

(۲)۔۔۔۔امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲ھ: (دیکھئے: مسند ابی یعلی الموصلی برقم ۱۶۹۲)

(۳)۔۔۔۔امام سفیان بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (دیکھئے: شرح معانی ال آ ثار ، ج ۱ ص ۱۶۲)

(۴)۔۔۔۔امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق برقم ۲۵۳۱)

(۵)۔۔۔۔امام اسرائیل بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۲ھ: (دیکھئے: شرح ابن ماجہ ص ۶۹ ۱۴۲، الجوھر النقی ج ۲، ص ۷۶)

(۶)۔۔۔۔امام اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ: (دیکھئے: سنن دارقطنی ج ۱، ۲۹۳، الفصل للوصل ج ۱ ص ۳۷۳)

(۷)۔۔۔۔شریک بن عبداللہ النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ: (دیکھئے:مسند الرویانی ج۱ص۴۰۰برقم۴۱۳)

(۸)۔۔۔۔امام موسیٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ :(دیکھئے: التمہید لابن عبدالبر ج۵،ص۵۷)

(۹)۔۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ: (دیکھئے:سنن دارقطنی ج۱،ص ۲۹۳ ،الفصل للوصل برقم ۳۰۲)

(۱۰)۔۔۔۔امام ابوعمرالبزار رحمہ اللہ تعالیٰ (دیکھئے: حدیث ابی الفضل الزہری برقم ۱۰۵)

اسی طرح موصوف محمد بن عبدالرحمان اپنے استاد امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ترک رفع یدین کی حدیث نقل کرنے میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ اس کی طرح امام المحدثین و الفقہاء قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے امام حکم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے اخبار اصبھان برقم ۱۱۹۶) لہٰذا ان روایات کا محض محمد بن عبدالرحمان پر مدار ہرگز نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۷: بحوالہ شرح معانی الآثار

حدثنا محمد بن نعمان قال ثنا یحییٰ بن یحییٰ قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن اخیه عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مثله (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۲)

ترجمہ: سیدنا براء بن عارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے حتیٰ کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کی لو تک لے جاتے، پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کرتے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راوی محمد بن نعمان بن بشیر المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن

عبدالرحمن ابوزکریا التمیمی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ثقہ ہیں۔(تقریب التہذیب برقم ۷۶۳۵۷ـ۷۶۶۸) بقیہ رواۃ کا ماقبل میں تذکرہ گزر چکا، لہٰذا اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۸: بحوالہ تاریخ بغداد

"اخبرنا علی بن احمد بن عمر المقرئ حدثنا ابراھیم بن احمد القرمیسینی حدثنا بشر بن موسیٰ الاسدی واخبرنا عبدالباقی بن محمد بن احمد الطحان اخبرنا محمد بن احمد بن الحسن الصواف حدثنا بشر بن موسیٰ، حدثنا موسیٰ بن داود حدثنا عافیۃ بن یزید عن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم عن البراء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل حدیث قبلہ: انہ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ ثم لا یعود"

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں نہ کرتے۔(تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۲۵۴ برقم ۴۱۸۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے دونوں طرق کے جن راویوں کا تذکرہ نہیں گزرا ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱) علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ م ۴۱۷ھ

امام ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقرئ الحمامی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے توثیق ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:" **صادق دین فاضل**

حسن الاعتقاد ''(تاریخ بغداد ج ۱۳، ۲۳۳ برقم ۶۱۰۹)

(۲)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:''الامام المحدث مقرئ العراق ''(سیر اعلام النبلاء برقم ۳۸۹۲)

(۳)۔۔۔۔حافظ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ ۸۳۳ھ لکھتے ہیں:'' شیخ العراق ومسند الآفاق ثقۃ بارع ''(غایۃ النھایۃ: ج۱ص۵۲۱ برقم ۲۱۵۷)

(۲) امام ابراہیم بن احمد القرمیسینی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۸ھ

امام ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن الحسن المقرء القرمیسینی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ کہا ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:'' ثقۃ صالح ''(تاریخ بغداد ج ۶، ص ۵۰۳ برقم ۲۹۹۷)

(۲)۔۔۔۔حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں:'' ثقۃ ''(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ ج ۲، ص ۱۴۴ برقم ۹۲۶)

(۳) بشر بن موسیٰ الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۰ھ

امام ابو علی بشر بن موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:'' ثقۃ امین عاقل ''(تاریخ بغداد ج ۷، ص ۵۶۹ برقم ۳۴۷۶)

(۲)۔۔۔۔امام ابو الحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:''ثقۃ نبیل ''(ایضاً)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسین بن ابی یعلی محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۵۲۶ھ کہتے ہیں" ثقة امین عاقل "(طبقات الحنابلہ ج ۱،ص ۱۲۱)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: " ثقة " (سیراعلام النبلاء: ج ۱۳،ص ۵۲ ۳ برقم ۱۷۰)

(۵)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں: " ثقة "(الثقات ج ۳، ص ۴۴ برقم ۱۹۹۳)

(۴) عبدالباقی بن محمد الطحان رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۲ھ

امام ابوالقاسم عبدالباقی بن محمد بن احمد بن زکریا الطحان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " بغدادی ثقة۔ الشیخ الثقة" (تاریخ الاسلام برقم ۹۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۹۸۲)

(۲)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: " وکان ثقة" (تاریخ بغداد ج ۱۲، ۳۸۷ برقم ۵۷۳۱)

(۵) محمد بن احمد الصواف رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۹ھ

امام ابوعلی محمد بن احمد بن الحسن بن اسحاق الصواف البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "مارات عینای مثل ابی علی بن الصواف "(تاریخ بغداد ج ۱،ص ۳۰۵ برقم ۱۴۰)

(۲)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: " وکان ثقة

ماموناً" (ایضاً)

(۳) ---حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "محدث بغداد۔ الشیخ الامام المحدث الثقۃ الحجہ" (تاریخ الاسلام ج۸، ۱۳۸۸، برقم ۳۰۶ ، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲،ص ۲۴۵ برقم ۳۳۳۱)

(۴) ---حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں: " ثقۃ " (الثقات ج ۸،ص ۱۲۰ ابرقم ۹۲۹۳)

(۶) ابوعبداللہ موسیٰ بن داود رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۷ھ

امام ابوعبداللہ موسیٰ بن داود الضبی الخلقانی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی توثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً---

(۱) ---امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: " ثقۃ " (تاریخ الثقات برقم ۱۶۵۸)

(۲) ---امام ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں: " ثقۃ " (الجرح والتعدیل برقم ۶۳۶)

(۳) ---امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: " ثقۃ " (تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۶ برقم ۶۹۹۰)

(۴) ---حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " ثقۃ زاھد مصنف۔ الشیخ الامام الثقۃ" (الکاشف برقم ۵۶۹۲ سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۵۵۵)

(۵) ---حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: " ثقۃ صاحب حدیث " (تذکرہ الحفاظ برقم ۳۷۵)

(۷)عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ لکھتے ہیں: ''**کان فقیهاً دیناً صالحاً**''(النجوم الزاهرة ج ۲،ص ۱۰۰)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: '' **ثقة مامون** ''(تہذیب الکمال برقم ۳۰۳۳)

(۳)۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ کہتے ہیں: '' **کان عالماًزاهداً** ''(تاریخ بغداد برقم ۶۷۰۵)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: '' **احدالاعلام۔کان من العلماء العاملین و من قضاة العدل** ''(تاریخ الاسلام برقم ۱۸۸،سیر اعلام برقم ۱۴۵)

(۵)۔۔۔امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:''**ثقة**''(عمل الیوم واللیلة برقم ۵۵۷)

(۶)۔۔۔امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ کہتے ہیں: '' **کان عافیة عابداًزاهداً ورعاً**''(البدایہ والنہایہ ج ۱۰،ص ۱۸۹)

(۸)امام ابوالحکم زید بن ابی الشعثاء رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:''**ثقة** ''(الکاشف ج ۱،ص ۴۱۷ برقم ۱۷۴۱)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:'' **ثقة** ''(کتاب الثقات برقم ۲۷۵۱)

تنبیہ: تاریخ بغداد (برقم ۶۷۵۲) کے مطبوعہ نسخہ میں اس حدیث کی سند میں ''الحکم'' لکھا ہوا ہے،

اور غالباً لفظ ''ابو'' سہواً چھوٹ گیا ہے، دراصل صحیح ''ابوالحکم'' ہی ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے علاوہ تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ مختلف فیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ (جن کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے التحقیق الراسخ کے حوالے سے جرح وتعدیل کا بہت بڑا امام قرار دیا ہے۔ نور العینین ص ۱۶۷) امام ابوالحسن نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ وغیرہم اور علماء غیر مقلدین کے بقول حسن درجہ کا راوی ہے، لہٰذا اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حدیث نمبر ۹: بحوالہ تاریخ اصبہان

''حدثنا القاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراھیم، حدثنی محمد بن جعفر بن محمد، ثنا رجاء بن صھیب، سمعت الحسین بن حفص، عن ابی یوسف، وعن ابن ابی لیلی، عن الحکم، عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، عن البراء قال: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلاۃ کبر حتیٰ رایت ابھامیہ حذاء اذنیہ، ثم لم یرفعھما حتیٰ سلم''

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو ''اللہ اکبر'' کہا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا (یعنی رفع یدین کیا)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا یہاں تک کہ سلام پھیر دیا۔ (تاریخ اصبھان۔ اخبار اصبھان ج۱، ۳۷۰)

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کی ثناء ومدح اور تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: ''الزاھد من اھل اصبھان، تاج المحدثین واحد اعلام الدین ومن جمع اللہ لہ فی الراوایۃ والحفظ والفھم والدرایۃ۔۔۔الخ۔'' (تاریخ بغداد برقم ۳۵)

(۲)۔۔۔علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: ''الحافظ المشھور۔۔۔ کان من الاعلام المحدثین واکابر الحفاظ الثقات'' (وفیات الاعیان ج ۱، ۹۱ برقم ۳۳)

(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: '' الحافظ الکبیر محدث العصر۔ الامام الحافظ الثقۃ العلامۃ شیخ الاسلام'' (تذکرۃ الحفاظ برقم ۹۹۳، سیر اعلام النبلاء برقم ۴۳۹۳)

(۴)۔۔۔علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں: ''تاج المحدثین واحد اعلام الدین لہ'' (الوافی بالوفیات ج ۷، ص ۵۲ برقم ۳)

(۵)۔۔۔علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۱ھ لکھتے ہیں: '' الامام الجلیل الحافظ الجامع بین الفقہ ... فی الحفظ والضبط '' (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ برقم ۲۵۴)

(۲) ابواحمد محمد بن احمد العسال رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۱)۔۔۔امام ابوعبداللہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ کہتے ہیں: ''کتبت عن الف شیخ لم ار فیھم اتقن من ابی احمد العسال'' (تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۸۶، برقم ۱۰۶)

(۲)۔۔۔۔امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں:'' **کان من کبار الناس فی الحفظ و الاتقان و المعرفة**''(تاریخ بغداد برقم۱۰۶)

(۳)۔۔۔۔حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م۸۷۹ھ کہتے ہیں:''**ثقة**''(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ برقم۹۲۷۱)

(۴)۔۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن محمد المعروف ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:'' **من کبار الناس فی العلم و الاتقان و الحفظ و المعرفة**'' (طبقات المحدثین باصبہان ج ۴،ص ۲۲۷)

(۳)ابوبکر محمد بن جعفر الاشعری القزاز الملحمی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ

(۱)۔۔۔۔امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:'' **شیخ کثیر الحدیث ثقة**''(تاریخ اصبہان برقم ۱۵۳۵)

(۲)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:'' **ثقة کثیر الحدیث** ''(تاریخ الاسلام برقم ۳۴۴۶)

(۴)رجاء بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ الجرواءانی م ۲۵۱ھ

(۱)۔۔۔۔امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں:'' **کان من افاضل اصبهان مجاب الدعوة۔احد المعرضین عن الدنیا الراحلین عنها**''(تاریخ اصبہان ج ۱،ص ۳۷۰،حلیۃ الاولیاء ج ۱۰، ۳۹۲)

(۲)۔۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن محمد ابوالشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۹ھ نقل کرتے ہیں:''**انه لم یکن باصبهان افضل منه**''(طبقات المحدثین باصبہان برقم ۱۹۹)

(۳)۔۔۔۔حافظ ابن نقطۃ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۹ھ کہتے ہیں: '' انہ کان مستجاب الدعوة

"(اکمال الاکمال ج ۲، ۶۸۳، برقم ۲۸۰۹)

(۴)۔۔۔امام اسماعیل ابن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۳۵ھ کہتے ہیں: "احد الزاهدين "(سیر السلف الصالحین ج ا ص ۱۱۳۱۳)

(۵) ابو محمد حسین بن حفص الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۲ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " ثقة نبيل ۔ الامام الثقة الجليل الفقيه الاوحد "(تاریخ الاسلام برقم ۹۰، سیر اعلام النبلاء برقم ۹۰)

(۲)۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " صالح محله الصدق"

(۳)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: " صدوق "(تقریب برقم ۱۳۱۹)

(۶) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۲ھ

(۱)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " ثقة ۔ ولا اثبت من ابی یوسف ۔ حسن الحديث وليس له بحث ۔ صاحب حديث و صاحب سنة" ۔ (الانتقاء ص ۱۷۲، لسان المیزان ج ۶ ص ۳۹۰، الکامل ج ۸، ص ۴۶۶، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۶۰، اخبار القضاۃ ص ۶۵۱، تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۱۴)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: " صدوق ۔ و كان منصفاً فی الحديث "(الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۲۰۱، تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۶۱)

(۳)۔۔۔امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں: " و كان صدوقا "(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۵۷)

(۴)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: " ابو يوسف ثقة "(لسان المیزان

ج ٦،ص ٣٩٠)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:'' وکان شیخا متقناً۔ من الفقهاء المتقنين ''(لسان المیزان ج ٦،ص ٣٩٠،مشاہیر علماء الامصار ص ٢٧٠)

(٦)۔۔۔۔امام محمد بن صباح الجرجرائی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ کہتے ہیں:'' کان ابو یوسف رجلاًصالحا ''(لسان المیزان ج ٦،ص ٣٩٠)

(۷)۔۔۔۔امام عمرو بن محمد الناقد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۲ھ کہتے ہیں:'' فانه كان صاحب سنة ''(تاریخ بغداد ج ١۴،٢۵۵)

(۸)۔۔۔۔حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵٦ھ لکھتے ہیں:'' فلاباس به ولا بروايته '' (لسان المیزان ص ٣٩٠،ج ٦)

(۹)۔۔۔۔امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:'' وابو يوسف ثقة ''(السنن الکبریٰ ج ١ ص ٧۴٣)

(١٠)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:'' الامام المجتهد العلامة المحدث۔ حسن الحديث ''(سیر اعلام النبلاء ج ٨،ص ۵٣٨ حاشیۃ المستدرک ج ١، ۵٣٣)

(١١)۔۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:'' ثقة حافظ ''(ملخصا: نصب الرایہ ج ١،ص ۴٠٨)

(١٢)۔۔۔۔امام علی بن صالح بن حیؒ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۴ھ کہتے ہیں:'' فقيه الفقهاء وقاضی القضاۃ وسيد العلماء ''(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ١٠٠)

(١٣)۔۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(تاریخ اسماء الثقات

ص ۳۳۳برقم ۱۶۵۷)

(۱۴)۔۔۔۔امام ابوسعد السمعانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۲۶ھ کہتے ہیں:" **وکان متقناً** "(کتاب الانساب: ج۱ص۱۹۹)

(۱۵)۔۔۔۔امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ کہتے ہیں:" **صدوق فی الحدیث** "(الارشاد ص۱۳۸)

نوٹ: مذکورہ حدیث کے باقی راویوں کا ماقبل میں تذکرہ گزر چکا ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اوراس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔اس سند میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ پر بھی اعتراضات کی مشین نہیں چل سکتی، کیونکہ امام المحدثین والفقہاء قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جیسے ثقہ بالاجماع محدث نے اس سند میں اس کی متابعت تامہ کررکھی ہے،مزید یہ کہ اس سند میں یزید بن ابی زیاد القرشی الھاشمی رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں ہے،لہٰذا اس روایت کی سند بلاغبار صحیح ہے اوراس روایت نے فریق مخالف کے احادیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر تمام اعتراضات کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔

الحاصل:

قارئین: مذکورہ تحقیق سے یہ بات بالکل واضح ہوچکی ہے کہ ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی احادیث اصول حدیث کی روشنی میں بالکل صحیح وقابل اعتبار ہیں اوران پر تمام اعترضات اصول حدیث کی روشنی میں باطل ومردود اور محض مسلکی تعصب کی پیداوار ہیں۔اللہ تعالیٰ فریق مخالف کو حق بات بلاچوں وچرا اس قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اوراللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کوشرف قبولیت عطافرمائے۔آمین

'' وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

تحقیق کے آئینے میں

حدیث نمبر ۱: بحوالہ مسند ابی عوانہ

’’ حدثنا عبداللہ بن ایوب المخرمی و سعدان بن نصر و شعیب بن عمرو فی آخرین قالوا: ثنا سفیان بن عیینة عن الزھری عن سالم عن ابیه قال: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حتی یحاذی بھما وقال بعضھم: حذو منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع لا یرفعھما۔ وقال بعضھم ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد ‘‘(مسند ابی عوانه ج ۲، ص ۹۰ برقم ۱۵۷۲)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مدمقابل تک اٹھایا (یعنی رفع الیدین کیا)، اور جب رکوع کا ارادہ کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو رفع الیدین نہ کی۔ امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) بھی رفع الیدین نہیں کی۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوعوانہ الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہم ۳۱۶ھ: ’’ الحافظ الثقة الکبیر ‘‘(تذکرة الحفاظ برقم ۷۷۲)

(۲)۔۔۔عبداللہ بن ایوب المخرمی رحمۃ اللہ علیہم ۲۶۵ھ: ’’ الامام المحدث الفقیه الورع۔ صدوق ‘‘(سیر اعلام برقم ۲۱۱۵)

(۳)۔۔۔سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہم ۱۹۸ھ: ’’ الحافظ شیخ الاسلام محدث

الحرم۔۔۔۔امام حجۃ حافظ"(تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۴۹)

(۴)۔۔۔۔محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ:" **الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ و اتقانہ**"(تقریب برقم ۶۲۹۶)

(۵)۔۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ:" **مدنی تابعی ثقۃ**"(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۱۷۴ برقم ۴۹۹)

(۶)۔۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ:" **احد المکثرین من الصحابۃ و العبادلۃ**"(تقریب برقم ۳۴۹۰)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کی سند کے مذکورہ تمام راوی ثقہ ہیں، نیز امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے (مسند ابی عوانہ برقم ۱۵۷۴) میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے، لہٰذا یہ روایت بلا شک و شبہ صحیح و ثابت ہے۔ سند کی تحقیق کے بعد اب اس روایت پر فریق مخالف کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱: ورئیس ندوی جھوٹ نمبر ۶:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ کے محدث حبیب الرحمان اعظمی بھی فرقہ دیوبندیہ کے ایک فرد ہونے کے سبب تحریف کار و اکاذیب پرست تھے انہوں نے صحیح ابی عوانہ کی اس حدیث میں" **لا یرفعھما**" کے لفظ کی تحریف کر کے صحیح ابوعوانہ کو چھپوا دیا جبکہ" **لا یرفعھما**" میں"لا" کا لفظ نہیں ہے(بلفظہ تحقیقی جائزہ ص ۲۶۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔عرض ہے کہ مسند ابی عوانہ کا وہ قلمی نسخہ کہاں ہے؟ جس میں"لا" کا لفظ موجود نہیں ہے؟ ندوی صاحب نے بھی کسی ایسے قلمی مخطوطے کا عکس پیش نہیں کیا جس میں"لا" کا لفظ نہ ہو، ندوی

صاحب کے کسی ایسے قلمی مخطوطے کے عکس پیش نہ کرنے سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بغیر لفظ ''لا'' والا ان کے پاس بھی کوئی قلمی نسخہ موجود نہیں ہے، اور نہ ہی انہوں نے کوئی ایسا نسخہ کہیں دیکھا ہے، وگرنہ اس کا عکس پیش کرتے، مگر اس کے باوجود بغیر کسی دلیل وثبوت کے ترک رفع الیدین دشمنی میں ندوی صاحب نے محدث کبیر حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ پر کذب بیانی وتحریف کا جھوٹا الزام جڑ دیا ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ وصدوق اکابر علماء اہلسنت واعاظم رجال میں سے تھے، ان کی علمی بصیرت مسلم ہے، منقول ومعقول کتب کے مدرس اور علمائے اجل کے استاذ تھے، جلیل القدر محقق عالم اور جید اہل علم تھے نیز بڑے پایہ کے عالم اور حدیث کے شیدائی بزرگ تھے۔ مختصر یہ کہ سنی العقیدہ، مستند ثقہ وصدوق عالم دین تھے، لہٰذا انہیں کذاب وغیرہ کہنا غلط ہے۔ ندوی صاحب نے ان کے ''کذاب وتحریف باز'' ہونے پر کوئی ثبوت پیش نہیں کیا، اور ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''مخالف کی بے حوالہ وسنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے۔ بے حوالہ بات مردود و باطل ہے'' (ماہنامہ الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۹۰ وص ۱۵ ش نمبر ۳۶)

ثانیاً۔۔۔ ندوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دار المعرفۃ بیروت لبنان سے ایمن بن عارف الدمشقی کی تحقیق کیساتھ اور دار الکتب العلمیہ بیروت سے ابوعلی النظیف کی تحقیق کے ساتھ بھی صحیح ابی عوانہ شائع ہو چکی ہے، ان دونوں مطبوعہ نسخوں میں بھی ''لا'' کا لفظ موجود ہے، نیز زبیر علی زئی غیر مقلد نے نور العینین میں سندھی مخطوطے کا اور ایوب اثری غیر مقلد نے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں پیر جھنڈے والے مخطوطے کا جو عکس پیش کیا ہے ان میں بھی ''لا'' موجود ہے، لہٰذا حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ پر تحریف کر الزام بالکل جھوٹا ہے، مذکورہ مسند ابی عوانہ کے نسخوں کے عکس ملاحظہ فرمائیں:

مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن الدمشقی کا عکس

٣٧- بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع، وأنه لا يرفع بين السجدتين

(١٥٧٢) [illegible]

[illegible]

مسند ابی عوانہ بتحقیق ابی علی النظیف کا عکس

[illegible]

نور العینین ص ۲۱۹

رفع الیدین پر علمی و تحقیقی کتاب

نور العینین

فی مسئلۃ

رفع الیدین

عند الرکوع وبعدہ فی الصلاۃ

تالیف

حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

سندھی مخطوطے کا عکس بحوالہ نور العینین ص ۲۲۰



بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

الاعتصام کا عکس



الاعتصام پر جھنڈے والے کا عکس

222

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بیان رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اعتراض نمبر ۲:

داؤدارشدغیر مقلد لکھتا ہے کہ:

احناف نے مسند ابی عوانہ کو شائع کیا تو ''من الرکوع ولا یرفعھما'' سے حرف واؤ کو عمداً گرادیا۔

(بلفظہ تحفہ حنفیہ ص ۴۶ ناشر دارالکتب السلفیہ لاہور)

الجواب:

جولوگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم پر الزامات لگانے سے پرہیز نہیں کرتے وہ لوگ موجودہ دور کے علماء احناف پر جھوٹے الزامات تھوپنے سے کب باز آسکتے ہیں، ہم ماقبل میں عرض کر چکے ہیں کہ مسند ابی عوانہ کو جس طرح علماء احناف نے شائع کروایا ہے اسی طرح دارالمعرفۃ بیروت لبنان سے بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی اور دارالکتب العلمیہ بیروت بتحقیق ابی علی النظیف بھی مسند ابی عوانہ شائع ہو چکی ہے، اوران دونوں مطبوعہ نسخوں میں بھی لفظ ''واؤ'' موجود نہیں ہے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ مسند ابی عوانہ کے متعدد نسخوں میں واقعتا ''لا یرفعھما'' سے پہلے لفظ ''واؤ'' نہیں ہے، اور احناف پر عمداً واؤ گرانے کا الزام بالکل جھوٹا ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

بعض ناسمجھ لوگوں نے ''لا یرفعھما'' کو پچھلی عبارت سے لگا دیا ہے۔۔۔۔ مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عمداً یا سہواً ''واؤ'' گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ (نور العینین ص ۸۰)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔ زبیر علی زئی صاحب خود ناسمجھی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، ان کا مذکورہ مؤقف انتہائی غلط و بے جان ہے، ان کے اس مؤقف کا ساتھ نہ تو مسند ابی عوانہ کے قلمی مخطوطات دیتے ہیں، اور نہ ہی

مسند ابی عوانہ کے مختلف مطبوعہ ایڈیشن دیتے ہیں، کیونکہ مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی اور مسند ابی عوانہ بتحقیق ابی علی النظیف میں اس حدیث میں'' **واذا ارادان یرکع وبعد مایرفع راسہ من الرکوع لایرفعھما** '' کا شرط اور جزاء کے ساتھ مکمل جملہ یہ بات بالکل واضح کررہا ہے کہ'' **لایرفعھما** '' جزاء کا تعلق پچھلی عبارت واس جزاء کی شرط'' **واذاارادان یرکع وبعدمایرفع راسہ من الرکوع** ''(یعنی رکوع جاتے اوررکوع سے سراٹھاتے وقت رفع یدین کے ترک) کے ساتھ ہے، نہ کہ اگلی عبارت کے ساتھ۔

نیز مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی میں''لایرفعھما'' کے بعد(۔) یعنی ڈیش کا نشان ہے، علی زئی صاحب نے نورالعینین ص۹۷ پر سندھی مخطوطے کا جو عکس لگایا ہے اس میں بھی ''لایرفعھما'' کے بعد(ο) یعنی گول دائرہ ہے، نیز ہفت روزہ الاعتصام ۲ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ ۳ جولائی ۱۹۹۲ء جلدنمبر ۴۴ شمارہ نمبر ۲۷ میں غیر مقلد محمد ایوب اثری حیدرآباد سندھ نے جو پیر جھنڈے والا قلمی نسخہ پیش کیا ہے اس میں بھی''لایرفعھما'' کے بعد گول دائرہ(ο) موجود ہے، اور یہ بات تو عام طلباء بھی جانتے ہیں کہ گول دائرہ اور ڈیش کا نشان وقف کی علامت ہیں، یہ وقف کی علامت بھی اس بات کی واضح طور پر رہنمائی کررہی ہیں کہ''لایرفعھما'' جزاء کا تعلق پچھلی عبارت واس جزاء کی شرط''واذاارادان یرکع وبعد مایرفع راسہ من الرکوع''(یعنی رکوع جاتے اوررکوع سے سراٹھاتے وقت رفع الیدین کے ترک) کے ساتھ ہے، نہ کہ اگلی عبارت سجدوں کے رفع الیدین کے ساتھ۔

ثانیاً۔۔۔باقی رہاداؤ کے ہونے یانہ ہونے کا مسئلہ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگر بالفرض مسند ابی عوانہ کے کسی معتبر نسخہ میں واؤ موجود بھی ہو تو یہ فریق مخالف کو مفید نہیں، اور نہ ہی اس کی موجودگی سے فریق مخالف کا مذکورہ مؤقف ثابت ہوتا ہے، کیونکہ عرض کیا جاچکا ہے کہ مسند ابی عوانہ کے قلمی مخطوطات اور اس کے مختلف مطبوعہ ایڈیشنوں میں''لایرفعھما'' کے بعد علامت وقف موجود ہے، جو اس بات کی وضاحت کررہی ہے کہ''لایرفعھما'' کا تعلق پچھلی عبارت کے ساتھ ہے، لہٰذا واؤ

کے موجود ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اعتراض نمبر ۴:

داؤد ارشد غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

امام ابوعوانہ نے اس حدیث کو رفع الیدین کرنے کے باب میں ذکر کیا ہے۔ (تحفہ حنفیہ ص ۴۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔عرض ہے کہ داؤد ارشد صاحب کا مذکورہ اعتراض بھی قلت فہم کا نتیجہ ہے، وگرنہ عام طلباء بھی جانتے ہیں کہ ائمہ محدثین بسا اوقات کسی عمل کے کرنے کا باب قائم فرما کر اس باب میں اس عمل کے کرنے اور نہ کرنے کے متعلقہ دونوں طرح کی روایات ذکر فرما دیتے ہیں، اس سے نہ کرنے کی روایات اس عمل کے کرنے کی، اور کرنے کی روایات اس کے نہ کرنے کی دلیل ہرگز نہیں بن جاتیں، جیسا کہ حافظ ابن اثیر جزری م ۶۰۶ھ نے ''جامع الاصول'' میں اور سنن ترمذی کے بعض نسخوں کے مطابق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ نے اپنی ''سنن'' میں اثبات رفع الیدین کا باب باندھ کر اس میں اثبات رفع الیدین اور ترک رفع یدین دونوں طرح کی احادیث ذکر کر دی ہیں، (دیکھئے: جامع الاصول ج ۵، ص ۲۹۹ تا ۳۱۱ برقم ۳۳۸۲ تا ۳۳۹۸، وسنن ترمذی ص ۵۹) اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ترک رفع یدین کی احادیث اثبات رفع یدین کی ہیں یا اثبات رفع یدین کی احادیث ترک رفع یدین کی ہیں۔ اسی طرح امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ نے مصنف میں ''فی رفع الیدین بین السجدتین'' (دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے) کا باب قائم کر کے اس میں پہلی حدیث (مرفوع سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی) دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرنے کی ذکر ہے، (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ج ۱، ص ۲۷۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن) اب اگر کوئی کم علم آدمی داؤد ارشد صاحب کی طرح یوں کہہ دے کہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ نے مذکورہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کے باب میں ذکر کیا

ہے لہٰذا یہ حدیث رفع یدین کرنے کی دلیل ہے نہ کہ ترک رفع یدین کی، تو ایسا شخص حقیقتاً ائمہ محدثین کے اسلوب سے بالکل ناواقف ہے اور اسے کسی دماغی ہسپتال سے علاج کرانا چاہیے۔ اگر ارشد صاحب کے اندر ذرہ برابر بھی انصاف ہوا تو وہ اپنی مذکورہ بودی بات سے ضرور رجوع کریں گے مگر ان سے انصاف کی توقع کم ہے۔

ثانیاً۔۔۔داؤد ارشد صاحب نے خود صراحت کر رکھی ہے کہ ائمہ محدثین بشر تھے کسی روایت پر عنوان قائم کرنے میں یہ بھی غلطی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ (ملخصاً تحفہ حنفیہ ص ۲۵۷) بعض دفعہ یہ حضرات بھی غلطی کا شکار ہو کر کسی روایت پر ایسا باب قائم کر بیٹھتے ہیں جس کا بظاہر اس روایت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اختصار کے پیش نظر صحیح بخاری سے چند مثالیں حاضر خدمت ہیں:

(۱)۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کہتے ہیں: ''باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللیل'' (رات کے قیام میں درازی نماز کا بیان) اور اس باب میں امام موصوف نے یہ حدیث بھی ذکر کی ہے کہ: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا شک وشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز تہجد پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (صحیح بخاری ج۱،ص ۱۵۲۔۱۵۳) پس دیکھئے کہ مذکورہ باب اور اس میں پیش کردہ حدیث میں ذرا بھی مناسبت اور کسی طرح کا لگاؤ نہیں ہے، چنانچہ امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۹ھ کہتے ہیں کہ:

''واما حدیث حذیفۃ فلامدخل لہ فی ھذا الباب لان شوص الفم بالسواک فی صلوۃ اللیل لایدل علی طول الصلوۃ''

کہ سیدنا حذیفہ کی حدیث کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ منہ صاف کرنے (مسواک کرنا) سے لمبی نماز پڑھنا لازم نہیں آتا۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ص ۳،ص ۱۲۶ وحاشیہ صحیح البخاری ج۱،ص ۱۵۳ حاشیہ نمبر ۳)

(۲)۔۔۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود اپنی قوم کی ایک عورت کو اور ایک مرد کو جنہوں نے زنا کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، پس ان دونوں کو اس جگہ کے قریب جو نماز جنازہ کے لیے مسجد کے نزدیک مقرر تھی سنگسار کر دیا گیا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے " **باب الصلوٰة علی الجنائز بالمصلی والمسجد** "(نماز جنازہ مصلے اور مسجد میں پڑھنے کا بیان) میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۷۷) حالانکہ اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس حدیث کا اس باب سے کوئی تعلق ہے۔

چنانچہ امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۹ھ کہتے ہیں کہ:

" **لیس فیہ دلیل علی الصلوٰة فی المسجد** " کہ اس حدیث میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (حاشیہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۷ حاشیہ نمبر ۷)

(۳)۔۔۔۔ایک روایت میں دو لڑکیوں کے دف بجانے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس واقعہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے " **باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین** "(جب نماز عید فوت ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھنے کا بیان) میں ذکر کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۳۴۔۱۳۵)

جبکہ یہ روایت اور اس کا باب سوال از آسمان و جواب از ریسمان کا مصداق ہے، باب تو عید کی نماز رہ جانے کے صورت میں دو رکعت نماز نفل پڑھنے کا ہے اور حدیث میں دف بجانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

امام صاحب کے الفاظ "والمعنٰی واحد" معنی و مقصد ایک ہی سے بھی تائید ہوتی ہے کہ "ولا یرفعھما" کہا جائے یا "لا یرفع بین السجدتین" معنوی اعتبار سے کوئی جوہری فرق نہیں سوال یہ ہے کہ اگر

''ولا یرفعھما'' ماقبل کی جزاء ہے جیسا کہ دیو بندی کہتے ہیں تو پھر اس کے بعد ''وقال بعضھم ولا یرفع بین السجدتین والمعنیٰ واحد'' میں بعض کا ذکر کر کے کس جملہ سے تعرض واختلاف کا اشارہ ہے اور یہاں کون سے دو لفظ ہیں کہ فرمایا جارہا ہے کہ معنی ایک ہی ہے اگر یہاں دو لفظ نہیں تو معنی واحد کہنے کا کیا مطلب؟ (مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ ص ۲۱ بحوالہ تحفہ حنفیہ ص ۴۷)

۲الجواب:

سنی العقیدہ مستند ثقہ وصدوق محقق حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

محترم اثری صاحب: معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صرف ونحو نہیں آتی جس کی وجہ سے آپ ایسی عظیم غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں یا عناداً ایسا کر رہے ہیں۔ محترم اثری صاحب توجہ فرمایئے: راقم الحروف آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ ''اذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع لا یرفعھما'' پر بعض راویوں نے حدیث کو پورا کر دیا ہے اور آگے کچھ بھی بیان نہیں کیا جب بیان ہی نہیں کیا تو ''لا یرفعھما'' جو ماقبل کی جزاء ہے اس کا تعلق مابعد سے کیسے ہوگا۔ بعض نے حدیث کے الفاظ ''ولا یرفع بین السجدتین'' بڑھائے ہیں اور یہ الگ حکم ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف ہے، اگر ''لا یرفعھما'' کا تعلق بعد سے کیا جائے تو کس طرح ہو سکتا ہے، درمیان میں واؤ عاطفہ موجود ہے معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تغایر ہوتا ہے۔ پھر ''قال بعضھم'' میں قول کا مقولہ جو آرہا ہے بعد میں ہوتا ہے، یہ عجیب نحو ہے کہ قال کا مقولہ حرف عطف واؤ کو بھی پھاند کر ماقبل آجائے۔ نحو سے اتنی بے علمی یا عناد محض غیر مقلدین حضرات سے متصور ہو سکتی ہے۔

''والمعنیٰ واحد'' کا مطلب واضح ہے کہ رکوع و بین السجدتین دونوں مقاموں میں راویوں نے ترک رفع یدین روایت کیا ہے اور ترک رفع یدین بین السجدتین روایت نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں

ہے کیونکہ ان کی مراد بھی ترک رفع یدین بین السجدتین ہے۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہو اور بین السجدتین ترک رفع یدین ہو تو ان دونوں مختلف عبارتوں کا مقصد و معنی ایک کیسے ہو سکتا ہے رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کا معنی ایک کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ رکوع کے وقت بھی ترک رفع یدین اور بین السجدتین بھی ترک رفع یدین ہو تو ایک معنی و ایک مقصد کہنا درست ہے۔

اس کی ایک نظیر خود مسند ابی عوانہ ج ۲، ص ۱۹۵ میں موجود ہے کہ ذوالیدین والی روایت میں بعض راویوں نے بقیہ دو رکعتوں کے آخر میں سجدہ سہو کی کیفیت بیان کر کے چپ ہو گئے ہیں سلام وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' **قال ابن سیرین واخبرت عن عمران بن حصین ثم سلم واللفظ للصنعانی معنی حدیثھما واحد** '' کہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے خبر دی گئی ہے کہ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا (یعنی نماز کو ختم کر دیا) اور یہ لفظ الصنعانی راوی کے ہیں اور ان دونوں راویوں کی روایت کا معنی ایک ہے۔ (یعنی ابو اسماعیل نے جو آخری سلام کا ذکر نہیں کیا اس کی مراد بھی الصنعانی راوی کی طرح ہے جس نے سلام کا ذکر کیا ہے یعنی نماز کو سلام سے ختم کیا جائے) اب اگر یہاں کوئی ارشاد الحق جیسا عقلمند آدمی یہ کہہ دے کہ سجدہ سہو اور آخری سلام دونوں ایک چیز ہیں، ورنہ ''معنی حدیثھما واحد'' کا پھر کیا مطلب، تو ایسے شخص کو اپنے عقل کا علاج کرانا چاہیے اور ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ ایسی عقل اپنی جگہ پر واپس آ جائے۔ (نور الصباح ج ۲، ۵۵-۵۶)

اعتراض نمبر ۶:

ارشاد الحق اثری غیر مقلد اس حدیث پر ایک اور حملہ کرتے ہوئے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے لکھتا ہے کہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب معرفۃ السنن (ص ۲۱۴ ج ۱) میں بھی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت موجود ہے۔ انصاف شرط ہے کہ اگر صحیح ابی عوانہ کی پہلی روایت میں ترک رفع یدین کا ذکر ہے اور

الشافعی عن ابن عیینہ روایت میں رفع یدین ہے تو پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بیان کرتے ہوئے'' بنحوہ '' کہنے کا مطلب کیا، جو روایت پہلی حدیث کے مخالف ہو وہاں ''بنحوہ'' ہی کہا جاتا ہے؟ (مسئلہ رفع یدین ص ۲۳)

الجواب:

محترم اثری صاحب: امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث ترک رفع یدین میں بیان کر کے اس کے بعد'' **عن الشافعی عن بن عیینة** '' کی روایت کو'' **بنحوہ** '' کے لفظ سے نقل کیا ہے اور پھر'' **حدثنی ابو داود قال ثنا علی قال ثنا سفیان ثنا الزھری اخبرنی سالم عن ابیه قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بمثله، حدثنا الصائغ بكة قال ثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان عن الزھری قال اخبرنی سالم عن ابیه قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بمثله۔ حدثنا الصائغ بمكة قال ثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان عن الزھری قال اخبرنی سالم عن ابیه قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مثله** '' ان دونوں روایتوں کو مثلہ کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ اثری صاحب آپ نے یہ غور کیوں نہ کیا کہ امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترک رفع یدین کی روایت کے بعد ایک روایت کو'' **بنحوہ** '' کے لفظ سے اور اس کے دو روایتوں کو'' **بمثله و مثله** '' کے الفاظ سے کیوں تعبیر کیا ہے۔ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اصول کے مطابق'' **بنحوہ** '' وہاں بولا جاتا ہے کہ جب بعد والی روایت کے الفاظ وہ نہ ہوں جو اس سے قبل مذکور ہوئی ہے اور مثلہ وہاں بولا جاتا ہے کہ جب بعد والی روایت کے الفاظ بعینہ وہی ہوں جو پہلی حدیث کے تھے۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۲۰)

پس اس قاعدہ سے ثابت ہوا کہ امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے'' **عن الشافعی عن ابن عیینة**

’’والی روایت کو’’ بنحوہ ‘‘اس لیے کہا ہے کہ اس کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو اس سے قبل والی حدیث کے تھے۔اور اس کے بعد والی دونوں روایتوں کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو ترک رفع یدین والی حدیث کے ہیں۔ چنانچہ ان دو روایتوں میں سے ایک روایت امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے ہے اور مسند حمیدی کے الفاظ بعینہ صحیح ابی عوانہ کی ترک رفع یدین والی روایت کی طرح ہیں۔اور ان دو میں سے ایک روایت کی سند یوں امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

’’حدثنی ابو داؤد قال ثنا علی قال ثنا سفیان۔۔۔الخ ‘‘

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ کا استاد ابوداؤد الحرانی (سلیمان بن سیف م ۲۷۲ھ: ’’ ثقہ ‘‘تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۹۹) ہے اور علی سے مراد علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ چنانچہ امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

’’ابو داؤد الحرانی قال ثنا علی بن المدینی قال ثنا سفیان۔۔۔الخ ‘‘

(مسند ابی عوانہ ج ۲، ص ۵۶)

پس معلوم ہوا کہ امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند سے حدیث کے الفاظ بھی بعینہ وہی نقل کیے ہیں جو ترک رفع یدین والی روایت کے ہیں۔ (وللہ الحمد) چونکہ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترک رفع یدین بھی روایت کیا ہے اس لیے وہ کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔ (التمہید ج ۹، ص ۲۲۶)

پس سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے ترک رفع یدین کی روایت کے نقل کرنے میں کوئی شک نہ رہا

’’ کان البخاری اذا وجد الحدیث عند الحمیدی لایعدوہ الی غیرہ کذافی التقریب ‘‘ (تحفۃ الاحوذی ج ۳، ص ۲۶۹) نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے استاد امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے رفع یدین کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اپنی کتابوں میں نقل نہ کرنا بھی دلیل ہے اس امر کی کہ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ترک رفع یدین میں مروی ہے۔

(نورالصباح ج ۲ ص ۵۷ ـ ۵۸)

حدیث نمبر ۲: بحوالہ مسند الحمیدی

''حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان قال ثنا الزھری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا ارادان یرکع وبعد مایرفع راسہ من الرکوع فلایرفع ولا بین السجدتین''

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو کندھوں کے برابر رفع یدین کی، اور جب رکوع کا ارادہ فرمایا اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو رفع یدین نہ کی اور نہ ہی سجدوں میں رفع یدین کی۔ (مسند الحمیدی ص ۹۷ نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں)

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۹ھ: **'' ثقہ حافظ فقیہ ''** (تقریب التہذیب: برقم ۳۳۲۰)

(۲)۔۔۔سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: **'' الحافظ شیخ الاسلام محدث الحرم۔۔۔امام حجۃ حافظ''** (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۴۹)

(۳)۔۔۔محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ: **'' الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ''** (تقریب برقم ۶۲۹۶)

(۴)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ: **'' مدنی تابعی ثقۃ ''** (تاریخ الثقات

ج ا ص ۴۷ا برقم ۴۹۹)

(۵)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ:'' **احد المکثرین من الصحابة والعبادلة**'' (تقریب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

باقی رہا بعض الناس کا یہ کہنا کہ مسند الحمیدی میں ''فلا'' کا لفظ بڑھا دیا گیا یہ ایک ایسا دعوء بلا دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ علاوہ ازیں مسند الحمیدی کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں موجود ہے یہ نسخہ مسند حمیدی کے تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے، اس نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں اور قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند میں ''فلا یرفع ولا بین السجدتین'' کے الفاظ موجود ہیں۔ سنی العقیدہ، مستند ثقہ وصدوق محدث حبیب الرحمان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے استاذ الکل نزیر حسین کے دوشاگردوں نزیر حسین معروف بہ زین العابدین اور محی الدین کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں بھی مذکورہ الفاظ موجود ہیں۔ (ملخصا تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۳۹۔ ۴۰) اسی طرح حسن سلیم اسد الدارانی کی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ مسند حمیدی میں بھی ''فلا یرفع ولا بین السجدتین'' کے الفاظ موجود ہیں۔ (مطبوعہ دار السقا، دمشق، سوریا ج ا ص ۵۱۵ برقم ۶۲۶، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۶م بحوالہ مکتبہ شاملہ)

مزید یہ کہ اگر بالفرض مسند حمیدی کے کسی قابل اعتبار نسخہ میں ''فلا یرفع ولا بین السجدتین'' کے الفاظ موجود نہ بھی ہوں تو اس سے عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد کے بقول ''فلا یرفع ولا بین السجدتین'' والے نسخوں کا محرف یا الحاقی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ: ''کتب حدیث میں متعدد روایات اور عبارات ایسی موجود ہیں جو بعض نسخوں میں ہیں اور

بعض نسخوں میں نہیں ہیں مگر کوئی بھی ان روایات اور عبارات کو الحاقی و غیر معتبر نہیں بتلاتا۔ (تحقیق الکلام ج ۲، ص ۴۸، ۴۹) الغرض یہ حدیث ترک رفع یدین میں بالکل صریح اور منکرین ترک رفع یدین پر حجت تام ہے۔ اب مسند حمیدی کے نسخوں کے عکس ملاحظہ فرمائیں جو کہ غیر مقلدین کے بہتان کی واضح الفاظ میں قلعی کھول رہے ہیں:

مسند حمیدی/نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی کا عکس



مسند حمیدی/نسخہ دارالعلوم دیوبند کا عکس

[illegible]

مسند حمیدی/مطبوعہ نسخہ دار العلوم دیوبند کا عکس

ابیه قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا و اشربوا حتی تسمعوا اذان ابن ام مکتوم[1] .

٦١٢ــ حدثنا الحمیدی قال. ثنا سفیان قال: ثنا الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[2] قال سفیان: یرون[3] انه باللیل .

٦١٣ــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری و حدی (و لیس معی)[4] ولا معه احد قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: من باع عبدا وله مال فماله للذی باعه الا ان یشترط المبتاع. (و من باع نخلا بعد ان تؤبّر فثمرها للبائع الا ان یشترطه المبتاع)[5] .

٦١٤ــ حدثنا الحمیدی قال. ثنا الزهری قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه و سلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذومنکبیه، و اذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین[6] .

٦١٥ــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا الولید بن مسلم قال: سمعت زید بن

---

(۱) اخرجه البخاری من طریق نافع، و الترمذی من طریق سالم عن ابن عمر (ج ۱ ص ۱۷۹) . (۲) اخرجه البخاری فی النکاح من طریق سفیان و فی الصلوٰة من طریق معمر و طریق آخر . (۳) فی الاصل «ترونه» و فی ظ «یرون» .

(٤) سقط من الاصل زدناه من ع و ظ .

(٥) ما بین القوسین سقط من الاصل زدناه من ع و ظ .

والحدیث اخرجه البخاری تاما من طریق اللیث عن الزهری عن سالم (ج ٥ ص ٣٢) .

(٦) اخرج البخاری اصل الحدیث من طریق یونس عن الزهری و اما روایة سفیان عنه فاخرجها احمد فی مسنده و ابو داؤد عن احمد فی سننه لکن روایة احمد عن

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۷:

رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

ابن الترکمانی نے اس حدیث کو مسند حمیدی سے نقل کیا مگر اس میں وہ تحریف نہیں کر سکے۔ (بلفظہ تحقیقی جائزہ ص ۲۶۷)

تبصرہ:

اولاً۔۔۔ ندوی صاحب کی یہ بات سراسر جھوٹ ہے، ہمارے علم کے مطابق ''الامام الثقہ الناقد المعتدل، المتقن الحجہ، المحدث الکبیر علاؤ الدین ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۵ھ'' نے مذکورہ حدیث کو مسند حمیدی کے حوالے سے کسی بھی مقام حتیٰ کہ ''باب رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ'' میں بھی نقل نہیں کیا ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی ج ۲، ص ۶۸ تا ۷۶)

ثانیاً۔۔۔ باقی تحریف کا الزام بالکل جھوٹا اور خالص بہتان ہے۔ علماء اہلسنت اس جیسے گھناؤنے فعل کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے، ندوی صاحب کے اس بہتان کی قلعی کھولنے کے لیے ہم مسند حمیدی کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر چکے ہیں، قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ زیر بحث حدیث میں ذکر کردہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں؟ مزیدار کی بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا قلمی نسخہ میاں نزیر حسین صاحب کے دو شاگردوں نزیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زیلعی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں غیر مقلد تھے یہ قلمی نسخہ دار العلوم دیوبند کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ (تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۳۹۔۴۰)

حدیث نمبر ۳: بحوالہ خلافیات بیہقی

''قد روی الامام الحافظ المحدث ابوبکر البیهقی قال وربما تعلقوا بما اخبرنا ابوسعیدسعید بن محمد بن احمد الشعیبی العدل، حدثنی ابوعبداللہ محمد بن غالب من حفظه ببغداد، ثنا احمد بن محمدبن خالد البراثی، ثنا عبداللہ بن عون الخزاز، ثنامالک عن الزهری عن سالم عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یرفع یدیه، اذا افتتح الصلاۃ، ثم لایعود۔

(خلافیات بیهقی قلمی: ص ۱۷۹) ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلاشک وشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

کتب اسماء الرجال سے اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسی خراسانی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ: **''الامام الحافظ العلامة شیخ خراسان۔الحافظ العلامة الثبت الفقیه شیخ الاسلام''** (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۱۰۱۴۔ سیر اعلام النبلاء برقم: ۸۶)

(۲)۔۔۔امام ابوسعد سعید بن محمد الشعیبی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ: **''العدل۔۔۔معروف من اهل الحدیث۔۔۔ادرک الاسانید العالیة بالعراقیین۔محدث''** (المنتخب من کتاب السیاق لنیسابور لابی اسحاق الصیرفینی برقم: ۷۲۳۔ الانساب للسمعانی ج۸ ص ۱۱۳، اللباب فی تهذیب الانساب ج۲ ص۱۹۹، تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه

ج ۲ ص ۸۱۴)

(۳)۔۔۔امام محمد بن غالب ابوعبداللہ ابن الصفار المالکی رحمۃ اللہ علیہ:" **الفقیہ۔۔۔احدالائمۃ۔وکان حافظا للفقہ عالما بالشروط متقدما فیہ۔محدث۔مفتی الاندلس** " (تاریخ اسلام ۴۶۸۔تاریخ علماء الاندلس برقم:۱۱۴۸۔جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس ج ۲ ص ۸۱،بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اہل الاندلس برقم:۲۴۹،سیر اعلام النبلاء برقم:۲۵۶۷)

(۴)۔۔۔ابوالعباس احمد بن محمد بن خالد البغدادی البراثی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۰ھ:" **ثقۃ مامون** "(سیر اعلام النبلاء:برقم ۲۵۷۰ تاریخ بغداد برقم ۲۶۶۱،الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ:۶۴۲)

(۵)۔۔۔عبداللہ بن عون الخراز البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۲ھ:" **ثقۃ عابد** "(تقریب التہذیب برقم ۳۵۲۰)

(۶)۔۔۔مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ:" **امام دار المھجرہ راس المتقنین و کبیر المثبتین** "(ایضاً:برقم ۶۴۲۵)

(۷)۔۔۔محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ:" **الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ** "(ایضاً برقم ۶۲۹۶)

(۸)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ:" **مدنی تابعی ثقۃ** "(تاریخ الثقات برقم ۴۹۹)

(۹)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ:" **احد المکثرین من الصحابۃ والعبادلۃ** "۔(تقریب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالاتحقیق سے معلوم ہوااس حدیث کی سند ڈنکے کی چوٹ پر صحیح ہے، اوراس کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں۔مزید برآں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی تصریح کردی ہے۔(دیکھئے: مسند الحمیدی:۶۷۹)

ناصرالدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

'' **وهذا سندظاهره الجواده ـ۔۔۔ الخ۔**'' کہ اس سند کا ظاہر ٹھیک ہے......الخ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ برقم ۹۴۳)

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ مذکورہ حدیث کوامام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے عبداللہ بن عون الخزاز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا کہ گزرااور یہ مسلم اورنسائی کے رجال میں سے ہیں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب کے اندران کوثقہ، مامون اور عابد کہا ہے۔

الامام الحجہ، الناقد المحدث الکبیر مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ کہتے ہیں:

'' **لاباس بسنده** ''اس حدیث کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے ۔(شرح ابن ماجہ : ج۱ص ۱۴۷۲)

محدث حجاز شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

'' **تضعيف الحديث لايثبت بمجر دالحكم و انما يثبت ببيان وجوه الطعن وحديث ابن عمر الذى رواه البيهقى فى خلافياته رجاله رجال الصحيح فمارى له ضعفاً بعدذالك اللهم الاان يكون الراوى عن مالك مطعوناً لكن الاصل العدم فهذاالحديث عندى صحيح لامحاله**''

(امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث پر غیر مبین السبب جرح مردود ہے کیونکہ) حدیث میں

ضعف محض کسی کے ضعیف کہہ دینے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اسباب طعن بیان کرنے سے ہوگا، اور یہ حدیث جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافیات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں، لہٰذا سند کے صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی ضعف مجھے معلوم نہیں ہوتا ہاں اگر امام مالک سے نقل کرنے والے راوی مجروح ہوں تو (دوسری بات ہے اور ان میں جرح ثابت نہیں) لہٰذا اس عدم ثبوت کی صورت میں اصل کے لحاظ سے ان میں عدم جرح ہی ہوگی۔ اس لیے میرے نزدیک یہ حدیث یقینی طور پر صحیح ہے۔ (قلمی المواھب اللطیفہ بحوالہ معارف السنن ج ۲، ص ۴۹۸)

شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دور حاضر کے بعض احباب کا حافظ بیہقی رحمہ اللہ کے غلط قول کا سہارا لے کر اس حدیث کو بغیر کسی پختہ دلیل کے موضوع قرار دینا بالکل غلط باطل و مردود اور اصول حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس کی سند میں کوئی کذاب وضاع راوی نہیں بلکہ تمام راوی اتفاقی طور پر ثقہ وصدوق ہیں اور نہ ہی اس میں کوئی علت قادحہ پائی جاتی ہے۔ فلہٰذا یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح وثابت ہے۔

چنانچہ کفایت اللہ سنابلی نامی ایک شخص نے زبیر علی زئی صاحب کی مرضی کی ایک حدیث کو موضوع کہا تو زبیر صاحب نے اس شخص کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ:

جب (اس حدیث کی) سند میں کوئی کذاب وضاع راوی نہیں بلکہ تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں تو گھڑنے یا مکذوب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو صحیح حدیث کی تکذیب ہے جو کہ اہل حدیث کا منہج ہرگز نہیں۔ (مقالات: ج ۶ ص ۳۸۲، ۳۸۳)

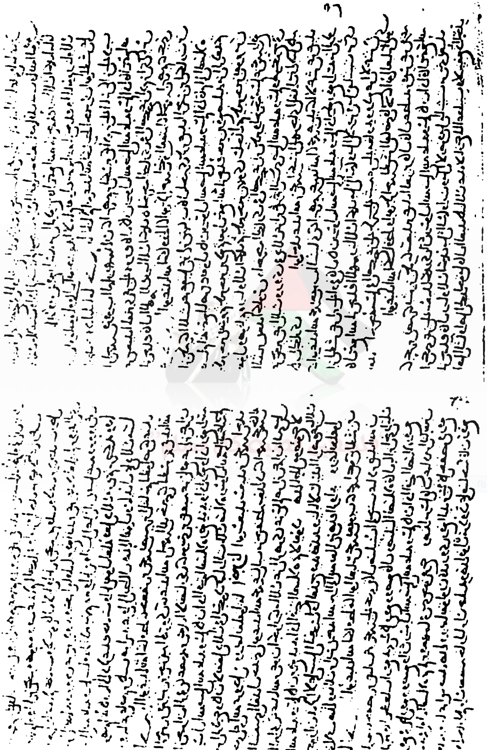
زبیر صاحب نے مزید لکھا کہ:

دوسرے یہ کہ جب سند کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں، کوئی مدلس نہیں اور نہ کسی قسم کے انقطاع کا نام ونشان ہے تو سنابلی صاحب کا رٹا لگاتے ہوئے بار بار اسے موضوع اور من گھڑت قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ سنابلی صاحب نے ہماری پیش کردہ

روایت کے تمام راویوں کا ثقہ وصدوق ہونا تسلیم کرلیا ہے اور ثقہ راوی پر متکلم فیہ والی جرح مردود ہوتی ہے، لہٰذا اس حدیث کو سنابلی اینڈ پارٹی کا موضوع، من گھڑت اور مردود کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔(مقالات: ج٦ ص ٤٠٤)

ف: علماء کرام کیلئے خلافیات بیہقی کے قلمی نسخے کا عکس حاضر خدمت ہے۔

خلافیاتِ بیہقی کے قلمی نسخے کا عکس



رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۸ تا ۱۰:

رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے:

اسے عبداللہ بن عون خزاز ثقہ راوی سے احمد بن محمد براثی نے روایت کیا ہے، جو ثقہ ہے۔ ملاحظہ ہو:۔۔۔طبقات الحنابلہ ج۱ص ۶۴، انساب سمعانی ج۱ص ۰۷، والنجوم الزاہرہ ج ۳، ص۱۸۱۔ (تحقیقی جائزہ ص۵۷۹)

تبصرہ:

امام احمد بن محمد البراثی رحمۃ اللہ علیہ تو بلا شک وشبہ ثقہ وصدوق راوی ہیں، مگر ندوی صاحب کے مذکورہ بالا تینوں حوالے سراسر جھوٹے ہیں کیونکہ ان کی پیش کردہ مذکورہ بالا تینوں کتابوں (طبقات الحنابلہ، انساب، النجوم الزاھرہ) کے محولہ صفحات پر امام مذکور کو ثقہ نہیں کہا گیا ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔طبقات الحنابلہ ج۱ص ۶۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

(۲)۔۔۔الانساب للسمعانی ج ۲، ص ۱۲۴ برقم ۱۴۰۴ مطبوعہ حیدر آباد

(۳)۔۔۔النجوم الزاہراہ ج ۳، ص ۱۸۱ مطبوعہ مصر

حدیث نمبر ۴: بحوالہ المدونہ الکبریٰ

قال ابن وهب و ابن القاسم عن مالک عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلاة۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف نماز شروع کرنے (یعنی تکبیر تحریمہ) کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ (اس کے بعد نہیں کرتے تھے) (المدونہ الکبریٰ ج۱ص۱۱۹، دار الحدیث القاہرہ)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔سحون بن سعید التنوخی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ: '' ثقة ''(الثقات لابن حبان برقم ۱۳۵۵۰، الدیباج المذہب ج ۲، ص ۳۲)

(۲)۔۔۔عبدالرحمن بن قاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ: '' ثقة ''(ترتیب المدارک ج ۳ ص ۲۴۵، تہذیب التہذیب ج ۶، ص ۲۵۳، معانی الاخیار ج ۲، ص ۲۰۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۱)

(۳)۔۔۔ابو محمد عبداللہ بن وھب المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ: '' ثقة ''(تہذیب الکمال ج ۱۶، ۲۸۶ برقم ۳۶۴۵، تاریخ الثقات برقم ۹۰۶، تقریب برقم ۳۶۹۴)

(۴)۔۔۔مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ: '' امام دار الهجرة راس المتقنين و كبير المثبتين ''(تقریب التہذیب برقم ۶۴۲۵)

(۵)۔۔۔محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ: '' الفقيه الحافظ متفق على جلالته ''(ایضاً برقم ۶۲۹۶)

(۶)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ: '' مدنی تابعی ثقة ''

(تاریخ الثقات: ۴۹۹)

(۷)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ: '' احد المكثرين من الصحابة و العبادلة ''(تقریب التہذیب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ نیز امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی تصریح کر دی۔ (دیکھئے: مسند الحمیدی ص ۷۹) اب اس حدیث پر فریق مخالف کے اعتراضات

کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض نمبر ا:

رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تحریمہ کے وقت رفع الیدین کا ذکر ہے اور اس کے بعد والے مقامات پر رفع الیدین کی نفی نہیں ہے۔ (تحقیقی جائزہ ص ۲۶۸)

زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا، اور نہ کوئی عقل مند اسے پیش کرسکتا ہے۔ (نور العینین ص ۸۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔عرض ہے کہ احادیث صحیحہ کو فضول قسم کے اعتراضات سے رد کرنا فرقہ غیر مقلدیت کی عادت بن چکی ہے وگرنہ عام طلباء بھی جانتے ہیں کہ کلام عرب کا مشہور ضابطہ ہے کہ'' **التقدیم ماحقه التاخیر یفید الحصر** '' (دیکھئے: فتح رب البریہ فی شرح نظم الاجرومیہ ج ۱، ۱۴، شرح الفیہ ابن مالک ج ۶، ص ۷، شرح الدرۃ الیتیمہ ج ۱، ص ۲، شرح نظم المقصود ج ۱۳، ص ۳)

اور اس حدیث پاک میں بھی شرط یعنی'' **اذاافتتح التکبیر للصلاۃ** ''کو موخر اور جزاء یعنی'' **کان یرفع یدیه** ''کو مقدم کر کے رفع یدین کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے۔ اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں شروع نماز کے علاوہ تمام مقامات پر رفع یدین کی نفی کی گئی ہے۔

ثانیاً۔۔۔علی زئی وارشاد الحق اثری غیر مقلد کے بقول حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ (نور العینین ص ۱۲۵، توضیح الکلام ج ۱، ص ۴۸۹۔ ۵۴۴) اور ماقبل میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے خلافیات بیہقی کے حوالے سے حدیث گزر چکی ہے، اس میں بعد الافتتاح ترک رفع

یدین کی وضاحت موجود ہے۔اسی طرح مسند ابی عوانہ اور مسند الحمیدی کی حدیث بھی ترک رفع یدین میں صریح ہے۔لہٰذا ان روایات کی روشنی میں بھی اس حدیث کا مطلب واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الافتتاح رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ثالثاً۔۔۔علی زئی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مذہب مالکی کی عظیم ومعتمد ترین کتاب ''المدونہ الکبریٰ'' میں نہایت ہی عقلمند جلیل القدر ثقہ بالاجماع محدث وفقیہ ابوسعید عبدالسلام بن سعید القیر وانی المعروف سحنون بن سعید التنوخی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔(دیکھئے:المدونۃ الکبریٰ ج۱،ص۱۱۹)

بعد الافتتاح رفع یدین کے عدم ذکر کا بہانہ بنا کر اس حدیث کو رد کرنا غلط ہے، کیونکہ عرض کیا جاچکا ہے کہ اس میں رفع یدین کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ محدود ومحصور کیا گیا ہے،اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے۔ لہٰذا تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین پر حضرات مالکیہ واحناف کا اس حدیث سے استدلال بلاغبار صحیح ہے۔اور اس استدلال پر فریق مخالف کا اعتراض،اعتراض برائے اعتراض ہی ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

بذات خود کتاب مدونۃ الکبریٰ کی سند اور توثیق محل نظر ہے۔(نور العینین:ص ۸۲)

الجواب:

اولاً۔۔۔اگر بالفرض مدونۃ الکبریٰ بے سند کتاب بھی ہوتی تو علی زئی صاحب کو اعتراض کرتے وقت شرم اور حیاء کرنی چاہیے تھی، کیونکہ مدونۃ الکبریٰ سے بالتواتر ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں،اور خود علی زئی صاحب نے وضاحت کر رکھی ہے کہ مشہور ومتواتر نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا۔(مقالات ج ۲،ص ۳۱۹)

ثانیاً۔۔۔امام ابومحمد عبدالحق بن غالب المعروف بابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۲ھ،حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ اور شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ،وامام ابوبکر محمد بن خیر الاشبیلی رحمۃ

اللہ علیہ م ۵۷۵ھ و محدث ابوسعید البراذعی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۷۲ھ نے اپنے سے لیکر راوی کتاب امام سحنون بن سعید التنوخی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ تک مدونۃ الکبری کی اسناد ذکر کر دی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) امام ابومحمد عبدالحق بن غالب المعروف بابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۲ھ کہتے ہیں کہ:

'' المدونۃ اخبرنی بھا عن ابی عمر احمد بن محمد بن عیسیٰ بن القطان عن ابی بکر عبدالرحمن بن احمد التجیبی عن ابی ابراھیم اسحاق بن ابراھیم صاحب النصائح عن احمد بن خالد عن ابی عبداللہ محمد بن وضاح عن سحنون بن سعید '' (فہرسۃ ابن عطیہ ج ۱ ص ۱۲۵ و فی طبعۃ ج ۱ ص ۹۲)

(۲) ۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں کہ:

'' اخبرنا حافظ العصر ابو الفضل ابن العراقی اذنا مشافھہ، عن ابی علی عبدالرحیم بن عبداللہ الانصاری، انبانا ابوالقاسم محمد بن محمد بن سراقہ العامری فی کتابہ، عن ابی القاسم احمد بن یزید بن بقی، انبانا محمد بن عبدالرحمن الخزرجی، انبانا محمد بن فرج مولی ابن الطلاع، انبانا ابو عمر احمد بن محمد بن عیسیٰ عن عبدالرحمن بن احمد التجیبی، عن اسحاق بن ابراھیم التجیبی، عن ابی عمر احمد بن خالد بن یزید، عن محمد ابن وضاح، عن سحنون '' (المعجم المفہرس او تجرید اسانید الکتب ج ۱، ص ۴۰۷ و فی طبعۃ ص ۴۷۵ برقم ۱۸۴۶)

(۳) ۔۔۔محدث حرم شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ کہتے ہیں کہ:

'' فارویھا بالسند المتقدم الی الحافظ ابن حجر (عن الشیخ صالح

الفلانی عن محمد بن سنه عن مولای الشریف، عن الشهاب الخفاجی، عن البرهان العلقمی، عن السیوطی، عن حافظ ابن حجر) عن ابی اسحاق التنوخی، عن محمد بن جابر الوادی آشی، عن ابی محمد بن عبدالله القرطبی، انا محمد بن فرج مولٰی ابن الطلاع القرطبی، انا احمد بن محمد بن عیسیٰ، عن عبدالرحمن بن احمد التجیبی، عن اسحاق بن ابراهیم التجیبی، عن احمد بن خالد بن یزید عن محمدبن وضاح عن مؤلفها المجمع علی جلالته وامامته ابی سعید عبدالسلام سحنون التنوخی القیرانی ''(حصر الشارد ص ۴۳۵)

(۴)۔۔۔محدث خلف بن ابی القاسم محمد المعروف بابن البراذعی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۷۲ھ کہتے ہیں کہ:

'' عن ابی بکر بن ابی عقبة عن جبل بن حمود عن سحنون '' (التہذیب فی اختصار المدونہ ج۱، ص ۱۶۸)

(۵)۔۔۔محدث ابوبکر محمد بن خیر الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۵ھ کہتے ہیں کہ:

'' وحدثنی بها ایضاً الشیخان الفقیهان ابو القاسم احمدبن محمد بن بقی وابو الحسن یونس بن محمد بن مغیث رحمهما الله اجازة قالوا کلهم حدثنا بها الفقیه ابو عبدالله محمد ابن فرج قال حدثنی بها الفقیه ابو عمر احمد بن محمد بن عیسیٰ المعروف بابن القطان عن ابی بکر عبدالرحمٰن بن احمد التجیبی عن ابی ابراهیم اسحاق بن ابراهیم التجیبی الفقیه عن ابی عمر احمد بن خالد بن یزید عن محمد بن وضاح عن سحنون

بجمیعها'' (فہرستہ ابن خیر ج ۱ ص ۲۰۷)

سند کی تحقیق:

محدث ابن خیر الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۵ھ کی بیان کردہ مذکورہ سند کے راویوں کی تعدیل و توثیق اور مدح وثناء کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱)۔۔۔ابوبکر محمد بن خیر الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۵ھ:'' کان مقرئاً مجوداً و محدثاً متقناً۔۔۔رضاً ماموناً۔الشیخ الامام البارع''(تاریخ الاسلام برقم ۱۷۲، سیر اعلام النبلاء برقم ۵۲۱۰)

(۲)۔۔۔ابوالقاسم احمد بن محمد بن بقی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۳۲ھ :'' قرطبی فقیہ محدث مشہور من اھل بیت فقہ و جلالہ و حدیث''(بغیۃ الملتمس ج ۱ ص ۱۶۶ برقم ۳۵۹)

(۳)۔۔۔ابوالحسن یونس بن محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۵۳۱ھ:'' فقیہ محدث مشہور عارف حافظ''(ایضاً: ج ۱ ص ۵۱۳، برقم ۱۵۰۱)

(۴)۔۔۔ابوعبداللہ محمد بن فرج رحمۃ اللہ علیہ م ۴۹۷ھ:'' فقیہ قرطبی مشہور محدث۔۔۔من اھل الثقۃ و الفضل''(ایضاً ج ۱ ص ۱۲۳ برقم ۲۵۶)

(۵)۔۔۔ابوعمر احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۰ھ: '' رئیس المفتیین بقرطبۃ۔۔۔کان فرید عصرہ بالاندلس حفظاً وعلماً ''(تاریخ الاسلام ج ۱۰، ص ۱۱۷ برقم ۲۴۶)

(۶)۔۔۔ابوبکر عبدالرحمان بن احمد التجیبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ:'' احد العدول والشیوخ بقرطبۃ لہ روایۃ عن جماعۃ و درایۃ وعدالۃ بینۃ ظاھرۃ۔مشھور العدالۃ المبرزۃ بقرطبۃ وممن عنی بالعلم وشھر بالحفظ۔ فقیہ قرطبی

محدث مشھور ''(الصلہ لابن بشکوال ج۱، ۳۰۳،بغیۃ الملتمس ج۱،ص۳۶۰)

(۷)۔۔۔۔ابوابراہیم اسحاق بن ابراہیم التجیبی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ:'' کان خیر أفاضلاً دیناً ورعاً مجتھدًا عاقدًا کان من اھل العلم والفھم والعقل والدین المتین والزھدوالتقشف۔ زاھدًا عابدًا عالماً لم یکن فی عصرہ ابرمنہ خیرًا ولااکمل ورعاً۔ من المشاھیر فی الجمع والعلم والحفظ ''(ترتیب المدارک ج۶،ص۱۲۷۔۱۲۸)

(۸)۔۔۔۔ابوعمر احمد بن خالد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۲ھ:'' کان حافظاً متقناً وروایۃ للحدیث مکثراً ''(بغیۃ الملتمس ج۱،۱۴۵،برقم۳۹۶)

(۹)۔۔۔۔ابوعبداللہ محمد بن وضاح رحمۃ اللہ علیہ م ۲۸۷ھ:'' الامام الحافظ محدث الاندلس ''(سیراعلام النبلاء ج۱۰،۴۶۹،برقم۲۳۴۵)

(۱۰)۔۔۔۔سحنون بن سعید التنوخی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ:'' ثقۃ ''(الثقات لابن حبان برقم۱۳۵۵۰،الدیباج المذھب ج۲،ص۳۲)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں۔لہٰذا مدونۃ الکبریٰ کی سند بالکل صحیح ہے،اور علی زئی صاحب کا مذکورہ بالا اعتراض جہالت پر مبنی ہے، یا پھر علیزئی صاحب خواہ مخواہ عام لوگوں کو شک میں ڈالنے کے لیے عناداً ایسے فضول اعتراضات کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔انہوں نے مدونہ کے

رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔(نور العینین ص ۸۲)

الجواب:

عرض ہے کہ بعض احادیث کی فہم اور سمجھ یا بعض احادیث کو دوسری بعض احادیث پر ترجیح دینے یا بعض احادیث کی تصحیح و تضعیف میں اہل علم فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم و محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نظریات مختلف ہو جاتے ہیں۔اور بسا اوقات انکا یہ اختلاف اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو ان احادیث کا مخالف گردانتے ہوئے اپنے مدمقابل کی کتابوں اور اس کے نظریات کا رد کرنا شروع کر دیتا ہے،مگر اس سے ان کے آپس کے ان ریمارکس کی وجہ سے محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور ان کی کتب کو مجروح وغیرہ معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا۔اور نہ ہی اس سے ان کی عدالت و ثقاہت پر کوئی زد پڑتی ہے۔کیونکہ اگر ان کے آپس کے ان ریمارکس کی وجہ سے ان کی کتب اور ان کی ذات کو غیر معتبر و مشکوک قرار دیا جائے،تو پھر تو تقریباً ننانوے فیصد ائمہ محدثین میں سے کسی کی بھی عدالت و ثقاہت محفوظ نہیں رہے گی،اور ننانوے فیصد کتب احادیث غیر معتبر و مشکوک قرار پائیں گی۔کیونکہ تقریباً ننانوے فیصد ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے ایک دوسرے کی کتب اور نظریات کا رد بڑے ہی شد و مد کے ساتھ کیا ہے،اور ایک دوسرے کو مخالفت حدیث کے طعنے بھی دیئے ہیں۔مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ ایک حدیث کی تحقیق میں کہتے ہیں کہ:

’’وقد کان الشافعی و ابن علیۃ یقولون ان مالکاً ترک فی ھذا الباب ما رواہ الی رایہ‘‘(التمہید ج ۳،ص ۲۹۵)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں خود جو حدیث روایت کی ہے،اس کو چھوڑ کر اپنی رائے پر عمل کیا ہے۔

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے ثقہ بالا جماع محدث کے خلاف مخالفت حدیث کا ریمارکس دیا ہے۔چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے

تلمیذ رشید امام اثرم رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمی کو جمعہ کی نماز کے لیے جلدی جانا مناسب نہیں ہے، اس پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ:

''ھذا خلاف حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانکرہ'' (التمہید ج ۸، ۱۲۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہے، پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رد کرنا شروع کر دیا۔.....الخ۔

(۳)۔۔۔۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ حدیث امام مالک کے خلاف کتاب لکھی ہے، جس کا دیباچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب الشافعی میں نقل کیا ہے۔ (دیکھئے: ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۴۷)

(۴)۔۔۔۔ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں مستقل کتاب لکھی ہے۔ (قضاۃ قرطبہ ۲۰۴)

(۵)۔۔۔۔امام یحییٰ بن عمر الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں ''الرد علی الشافعی'' نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ (قضاۃ قرطبہ ص ۱۸۴)

(۶)۔۔۔۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۸ھ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام **''الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب والسنۃ''** (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر ان مسائل میں رد جن میں انہوں نے قرآن وسنت کی مخالفت کی ہے) ہے۔ (الطبقات الکبریٰ للسبکی ج ا، ص ۲۲۴)

(۷)۔۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نے کم وبیش بخاری اور مسلم کی دو سو احادیث پر طعن کیا ہے، اور مستقل کتاب ''الالزامات والتتبع'' لکھی ہے، جو کہ دارالکتب العلمیہ

بیروت لبنان سے چھپ چکی ہے۔

(۸)۔۔۔۔مدونہ الکبری کا رد لکھنے والے ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں امام محمد بن الکلادی رحمۃ اللہ علیہنے مستقل کتاب لکھی ہے۔ (علماء افریقیہ ص ۱۳۶)

(۹)۔۔۔۔ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ، حافظ ابومسعود الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ، ابوعلی غسانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے بخاری ومسلم کی متعدد روایات پر طعن کیا ہے۔ (ملخصا پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ ص ۸۳۔۸۵)

الغرض: اہل علم کے آپس کے ریمارکس کی وجہ سے ان کی کتب اوران کی عدالت وثقاہت پر زد نہیں پڑتی۔لہٰذا ابوعثمان سعید بن محمد الحداد المغربی رحمۃ اللہ علیہ کے رد لکھنے سے مدونۃ الکبریٰ غیر معتبر قرار نہیں پاتی اور نہ ہی اس سے اس کتاب کے مصنف کا مجروح ہونا لازم آتا ہے۔ وگرنہ بصورت دیگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کا بھی مجروح ہونا لازم آئے گا،اوران کی کتب بھی مشکوک وغیر معتبر قرار پائیں گے۔لہٰذا فضول قسم کے اعتراضات کر کے عام لوگوں کو شک میں ڈالنا باطل اور لغو ہے۔

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۲۰:

نیز ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ امام ابوعثمان سعید بن محمد المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں بھی کتاب لکھی ہے، اور امام محمد بن الکلادی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعثمان سعید بن محمد الحداد المغربی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔(کمامر) اس سے تو علیزئی صاحب کے مذکورہ خود ساختہ اصول کی روشنی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بذات خود ابوعثمان سعید بن محمد الحداد المغربی رحمۃ اللہ علیہ مجروح اوران کی کتب غیر معتبر ومشکوک ٹھہرتی ہیں۔مگر علیزئی صاحب کی مسلکی حمایت میں قلابازیاں ملاحظہ فرمایئے کہ اگر ابوعثمان المغربی رحمۃ

اللہ علیہ مدونہ کا رد لکھ دے تو اس سے علی زئی صاحب کے نزدیک مدونہ الکبری کا مصنف مجروح اور مدونہ پوری کی پوری کتاب مشکوک وغیر معتبر ہو جاتی ہے، اور اگر وہی ابوعثمان المغربی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رد لکھے اور امام محمد بن اکلادئی رحمۃ اللہ علیہ خود ابوعثمان المغربی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں کتاب لکھیں تو اس سے علی زئی صاحب کے نزدیک نہ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوعثمان المغربی رحمۃ اللہ علیہ مجروح ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی کتب مشکوک ہوتی ہیں۔ حالانکہ ابو عثمان المغربی علم حدیث اور فہم سنت میں امام سحنون بن سعید کے مدمقابل بچے ہیں، مگر افسوس کہ

اہل گلشن کے لیے بھی باب گلشن بند ہے

اس قدر کم ظرف باغباں دیکھا نہیں

اعتراض نمبر ۴:

سحنون کی اگرچہ بہت سے اماموں نے تعریف وتوثیق کی ہے لیکن امام ابویعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں کہ "لم یرض اہل الحدیث حفظہ" (نور العینین ص ۲۲۸)

الجواب:

جناب علی زئی صاحب: امام سحنون بن سعید رحمۃ اللہ علیہ ثقہ بالاجماع محدث وفقیہ ہیں، اور ثقہ بالاجماع راویوں کے بارے میں مجہول جارحین کی جرح نقل کر کے تلبیس نہ کیا کرو شکوک پیدا نہ کیا کرو یہ عادت اچھی نہیں ہے، وگرنہ امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ یہ جرح آپ کے اصولوں کی روشنی میں بھی مردود ہے کیونکہ (۱) اس جرح کے جارحین مجہول ہیں (۲) یہ جرح مبہم ہے (۳) مجہول جارحین کی یہ جرح جمہور ائمہ محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔ اور آپ خود تصریح کر چکے ہیں کہ ایسی جرح (۱) غیر مفسر (۲) جارح کے نام معلوم اور (۳) جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوتی ہے۔ (ملخصا نور العینین ص ۱۰۷) نیز درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے امام سحنون کی تعریف یا توثیق واضح لفظوں میں کی ہے۔

(۱)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ: (تاریخ الاسلام ج ۱۷، ص ۲۴۸ سیر اعلام

النبلاء برقم ۱۹۷۸)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ: (کتاب الثقات ج ۸ ص ۲۹۹ برقم ۱۳۵۵۰)

(۳)۔۔۔امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ: (وفیات الاعیان ج ۳، ص ۱۸۰ برقم ۳۸۲)

(۴)۔۔۔امام صلاح الدین صفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ: (الوافی بالوفیات ج ۳، ۷۳)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ: (لسان المیزان ج ۳، ص ۸)

(۶)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ ج ۴، ص ۴۱۵)

(۷)۔۔۔خیر الدین زرکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ھ: (الاعلام ج ۶، ص ۱۳۶)

(۸)۔۔۔حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ: (مقدمہ ابن صلاح ج ۱، ص ۲۰۱۔۳۱۰)

(۹)۔۔۔امام ابو العرب التیمی رحمۃ اللہ علیہ: (الدیباج المذہب ج ۲ ص ۳۲ طبقات علماء افریقیہ ص ۱۰۱)

(۱۰)۔۔۔امام عبد الرحمن بن قاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ: (الدیباج المذہب ج ۲، ص ۳۲)

(۱۱)۔۔۔امام ابو زید بن ابی الغمر رحمۃ اللہ علیہ: (الدیباج المذہب ج ۲، ص ۳۲ ریاض النفوس ج ۱، ص ۲۴۹)

(۱۲)۔۔۔امام یونس بن عبد الاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ: (الدیباج المذہب ج ۲، ص ۳۲ ترتیب المدارک ج ۲، ص ۵۹۰)

(۱۳)۔۔۔امام محمد بن وضاح رحمۃ اللہ علیہ م ۲۸۷ھ: (الدیباج المذہب ج ۲، ص ۳۲ معالم ایمان ج ۲، ص ۸۲)

(۱۴)۔۔۔ابو علی بن البصیر رحمۃ اللہ علیہ: (معالم الایمان ج ۲، ص ۸۲)

(۱۵)۔۔۔۔فقیہ محمود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ: (معالم الایمان ج ۲، ص ۳۳)

(۱۶)۔۔۔۔سلیمان بن عمران رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً)

(۱۷)۔۔۔۔امام محمد بن حارث قیروانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ: (قضاۃ قرطبہ ص ۲۹۶)

(۱۸)۔۔۔۔امام ابواسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۶ھ: (طبقات الفقہاء ج ۱، ص ۱۵۶)

(۱۹)۔۔۔۔فقیہ سالم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ: (معالم الایمان ج ۲، ص ۸۳)

(۲۰)۔۔۔۔امام حمدیس رحمۃ اللہ علیہ: (ترتیب المدارک ج ۲، ص ۵۹۲)

لہٰذا مذکورہ بالا ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلے میں امام موصوف پر نامعلوم جارحین کی جرح باطل ومردود ہے۔

زبیر علی زئی تضاد نمبر ۲۱:

زبیر علی زئی صاحب نے ایک طرف تو صراحت کر رکھی ہے کہ نامعلوم جارحین کی جرح مردود ہوتی ہے۔ (نور العینین ص ۱۰۷) جبکہ دوسری طرف اس نے ثقہ وصدوق محدثین امام سحنون بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ، قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۲ھ وغیرہ پر نامعلوم جارحین کی جرح کو قبول کر رکھا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۲۲۸، القول المتین ص ۸۷، ماہنامہ الحدیث ص ۵۱ ش نمبر ۱۹) اسی طرح اس نے ثقہ وصدوق محدث امام عبدالرحمن بن قاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ کو ثقہ ماننے کے باوجود ان کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کردہ مسائل میں نامعلوم حضرات کے تکلم کو بہانہ بنا کر ان مسائل کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تعداد رکعات قیام رمضان ص ۶۷)

یعنی علی زئی صاحب نے نامعلوم جارحین کی جرح کے بارے میں دوغلی پالیسی اختیار کر رکھی ہے جب نامعلوم حضرات کی جرح بظاہر علی زئی صاحب کے حق میں ہو تو قبول کر لیتے ہیں اور اگر خلاف ہو تو مردود کہہ دیتے ہیں۔

علی زئی تضاد نمبر ۲۲:

اسی طرح ایک طرف علی زئی صاحب نے اپنے پسندیدہ راویوں کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے ایک اصول تراشا ہے کہ:

جمہور کی توثیق کے بعد (راوی پر) ہر قسم کی جرح مردود ہوتی ہے، چاہے لوگ اسے جرح مفسر کہتے پھریں اور سیء الحفظ، کثیر الغلط اور یخطء کثیراً وغیرہ الفاظ کے ساتھ پیش کرتے رہیں۔ (مقالات ج ۳، ص ۳۳۹)

جبکہ دوسری طرف علی زئی صاحب کئی راویوں کو عندالجمہور ثقہ تسلیم کرنے کے باوجود جیسے ہی ان کی روایات کو اپنے مسلک کے خلاف پاتے ہیں تو فوراً ان کی روایات کو رد کر دیتے ہیں مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔ماقبل میں گزر چکا ہے کہ امام سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ کو اس نے عندالجمہور ثقہ مانا ہے، لیکن ترک رفع یدین میں جیسے ہی امام موصوف کی نقل اس کے خلاف گئی تو اس نے جھٹ سے لکھ دیا کہ:

امام ابو یعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں: لم یرض اھل الحدیث حفظہ۔ یعنی محدثین اس کے حافظے پر خوش نہیں۔ (نور العینین ص ۲۲۸۔۲۲۹)

(۲)۔۔۔۔شہر بن حوشب کے بارے میں علی زئی نے لکھا ہے کہ:

میری تحقیق میں جمہور محدثین نے اسے ثقہ صدوق قرار دیا ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ۲۲/ ۵)

لیکن جب اس کی روایت اپنے مسلک کے خلاف آئی تو اس روایت کو مشکوک بنانے اور رد کرنے کے لیے فوراً لکھ دیا کہ:

اس روایت کے راوی شہر بن حوشب پر کافی کلام ہے۔ (نور العینین ص ۲۱۱)

(۳)۔۔۔۔ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علی زئی نے لکھا:

ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی ہیں، لہٰذا وہ حسن الحدیث

راوی ہیں۔(ماہنامہ الحدیث ۲۸ / ۵۴)

مگر اس کے باوجود علی زئی نے اس کی بیان کردہ ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی موقوف روایت کو ضعیف کہا ہے۔(نور العینین ص ۱۷۰)

حدیث نمبر ۵: بحوالہ اخبار الفقہاء والمحدثین

'' قدروی الامام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیروانی، حدثنی عثمان بن محمد قال: قال لی عبیداللہ بن یحییٰ: حدثنی عثمان بن سوادۃ ابن عبادعن حفص بن میسرۃ عن زیدبن اسلم عن عبداللہ بن عمر قال: کنامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ نرفع ایدینافی بدء الصلوۃ وفی داخل الصلوٰۃ عندالرکوع فلما ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ ترک رفع الیدین فی داخل الصلوٰۃ عند الرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلاۃ''

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع الیدین کرنا چھوڑ دیا، اور شروع نماز میں ہمیشہ کرتے رہے۔
(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ برقم ۳۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت۔لبنان)

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر ہے۔

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن حارث القیروانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: '' الحافظ۔ الحافظ الامام '' (تاریخ الاسلام برقم ۱۷، تذکرۃ برقم ۹۳۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۳۱۹)

(۲)۔۔۔امام ابراہیم بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: '' کان حافظاً للفقہ

متقدماً فيه نبيهاً ذكياً فقيهاً فطناً متفنناً عالماً ''(الدیباج المذھب ج ۲ ص ۲۱۲)

(۳)۔۔۔امام محمد بن فتوح الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۸ھ کہتے ہیں:'' من اهل العلم والفضل فقيه محدث ''(جذوۃ المقتبس ج ۱ص ۵۳ وفی طبعۃ ص ۴۷)

(۴)۔۔۔امام احمد بن یحییٰ الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ نقل کرتے ہیں:'' من اهل العلم والفضل فقيه محدث ''(بغیۃ الملتمس ج ۱ص ۷۱ برقم ۹۶)

(۵)۔۔۔علامہ خیرالدین زرکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:'' مؤرخ من الفقهاء الحفاظ ''(الاعلام، ج ۶، ص ۷۵)

(۶)۔۔۔امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۳ھ کہتے ہیں:'' كان حافظاً للفقه عالماً بالفتيا حسن القياس ''(تاریخ علماء الاندلس ج ۲، ۱۱۵، برقم ۱۴۰۰)

(۲) عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک القبری م ۳۲۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابن الفرضی م ۴۰۳ھ نقل کرتے ہیں:'' كان معتنياً بالعلم، حافظاً للمسائل، عاقداً للشروط مفتي اهل موضعه ''(تاریخ علماء الاندلس ج ۱ص ۳۴۷ برقم ۸۹۳)

(۲)۔۔۔امام خالد بن سعد م ۳۵۲ھ کہتے ہیں:'' ممن عني بطلب العلم و درس المسائل و عقد لوثائق مع فضله ''(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۶، برقم ۳۸۱)

(۳) امام عبیداللہ بن یحییٰ القرطبی م ۲۹۸ھ

(۱)۔۔۔امام خالد بن سعد م ۳۵۲ھ کہتے ہیں:''كان عاقلاً وقوراً وافر الحرمة عظيم الجاه بعيد الاسم تام المروءة عزيز النفس عزيز المعروف نهاضاً

بالاثقال مشاورًا فی الاحکام ''(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۷۰ برقم ۳۱۰)

(۲)۔۔۔امام محمد بن ابراہیم بن حیون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''ثقة'' (ملخصا ایضا ص ۱۷۲)

(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: '' کان جیلاً نبیلاً کبیر الشان۔ الفقیه الامام المعمر مسند القرطبة ''(تاریخ الاسلام برقم ۲۹۳، سیر اعلام النبلاء برقم ۲۴۸)

(۴)۔۔۔امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۳ھ کہتے ہیں: '' وکان رجلاً عاقلاً کریماً عظیم المال والجاہ مقدماً فی المشاورۃ فی الاحکام منفرداً برئاس البلد غیر کدافع ''(تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۲۹۳، برقم ۳۶۴)

(۴) عثمان بن سوادہ القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م تقریباً ۲۳۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۳ھ نقل کرتے ہیں: ''کان عثمان بن سوادة ثقة مقبلا عند القضاة والحکام وکان من اہل الزہد والعبادۃ وکثرۃ التلاوۃ ''(تاریخ علماء الاندلس، ج ۱ ص ۳۴۶، برقم ۸۹۰)

(۲)۔۔۔امام عبید اللہ بن یحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: '' کان عثمان ثقة مقبولاً عند القضاة والحکام وکان من اہل الخیر والفضل ''(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ برقم ۳۷۸)

(۵) امام حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۱ھ

(۱)۔۔۔امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: '' ثقة '' (تاریخ ابن معین برقم ۵۰۳۸)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: '' لیس به باس ''(الجرح

والتعدیل برقم۸۰۹)

(۳)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:'' **صالح الحدیث** ''(ایضاً)

(۴)۔۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:'' **لا باس به** '' (ایضاً)

(۵)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:'' **و کان من العلماء الاتقیاء له مواعظ۔ المحدث الامام الثقة۔ ثقة**''(تاریخ الاسلام برقم ۷۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۲۱۴، لمن تکلم فیہ وھو موثق برقم ۹۰)

(٦)امام زید بن اسلم المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳٦ھ

(۱)۔۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:'' **ثقة** ''(الجرح والتعدیل برقم ۲۵۱۱)

(۲)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:''**ثقة** ''(ایضاً)

(۳)۔۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:'' **ثقة** ''(ایضاً)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں:'' **و کان ثقة کثیر الحدیث** ''(الطبقات الکبری ۱۲۱۴)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:'' **ثقة عالم** ''(تقریب برقم ۲۱۱۷)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔مگر

اس کے باوجود تحقیق کے نام پر انکار کرتے ہوئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث پر بلا دلیل لایعنی اور فاسد اعتراضات بوجہ جہالت وبغض وارد کیے ہیں، اب ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیے:

اعتراض نمبر ۱، وعلی زئی تضاد نمبر ۲۳:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ: (یہ) روایت کئی لحاظ سے موضوع و باطل ہے۔ ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' نامی کتاب کے شروع میں اس کتاب کی کوئی سند مذکور نہیں ہے۔۔۔۔الخ۔ (نور العینین ص ۳۰۵، ماہنامہ الحدیث ص ۱۰ ش نمبر ۱۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ زبیر علی زئی کا یہ ایک عجیب انصاف ہے کہ کسی کتاب کا کوئی حوالہ جب ان کے مفاد کے خلاف ہو تو پھر اس کتاب کی سند کا مطالبہ کر دیتے ہیں اگر چہ وہ کتاب مشہور و متواتر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن خود ان کو اس طرح کی کتاب کا کوئی حوالہ اگر اپنے مفاد میں مل جائے تو پھر اس کتاب کو قابل استدلال قرار دے دیتے ہیں۔ مثلاً ''کتاب الضعفاء للبخاری رحمۃ اللہ علیہ، الکامل لابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، المدخل الی الصحیح للحاکم رحمۃ اللہ علیہ'' وغیرہ کے مطبوعہ نسخوں کے ناسخین کی سند صحیح و متصل ان کے مصنفین تک نہیں پہنچتی مگر اس کے باوجود علی زئی صاحب نے ان کتب کو معتبر و قابل استدلال قرار دے رکھا ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۲، ص ۳۱۹۔ ۳۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ علی زئی صاحب متناقض، متضاد اور دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں، کہ جب کسی کتاب کا حوالہ اس کی مرضی کے خلاف ہو تو پھر موصوف کتاب کی سند کا مطالبہ کر دیتے ہیں، اور جب مرضی کا حوالہ مل جائے تو پھر بلا چوں و چرا اس اس طرح کی کتاب کو قابل استدلال و معتبر کہہ دیتے ہیں۔

جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

ثانیاً۔۔۔متعدد ائمہ محدثین مثلاً۔۔۔امام ابو محمد محمد بن فتوح الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۸ھ،

امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴٦٣ھ، امام ابومحمد ابن حزم الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵٦ھ، امام ابوجعفر احمد بن یحیٰی الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ، امام ابوعبداللہ شھاب الدین الحموی رحمۃ اللہ علیہ م ٦۲٦ھ، امام محمد بن عبداللہ المعروف بابن ناصر الدین م ۸۴۲ھ وغیرھم نے اپنی اپنی مشہور کتب میں ''اخبار الفقھاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: جذوۃ المقتبس ج ۱ ص ۵۳ فی طبعۃ ص ۷۴، بغیۃ الملتمس ص ۷۲ وفی طبعۃ ص ٦۱ برقم ۹٦ فضائل الاندلس ج ۱ ص ۱۷، معجم الادباء ج ٦، ص ۲۴۷۹، توضیح المشتبہ ج ۳ ص ۱۱۷) اور زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک جس کتاب کا ائمہ محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہو وہ کتاب مشہور ہوتی ہے، اور سند کی محتاج نہیں ہوتی۔

چنانچہ جب علی زئی صاحب سے ''الجزء المفقود'' والوں نے بطور الزام کے ''المدخل الی الصحیح للحاکم'' کی متصل سند کا مطالبہ کیا تو ان کو جواب دیتے ہوئے علی زئی نے لکھا:

المدخل الی الصحیح للحاکم کا ذکر حاکم نے اپنی مشہور کتاب المستدرک (۱/ ۳) میں کیا ہے۔اسی طرح عبدالغنی بن سعید، ابن خیر الاشبیلی اور ابن عساکر وغیرہم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔لہٰذا اس مشہور کتاب کا ''الجزء المفقود'' سے کیا مقارنہ؟ (مقالات ج ۲ ص ۳۲۱)

نیز علی زئی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

مشہور و متواتر نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا۔ (مقالات ج ۲، ص ۳۱۹)

ثالثاً۔۔۔۔مشہور و معروف ثقہ بالاجماع محدث ابوبکر محمد بن خیر الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۵ھ نے امام ابوعبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیروانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳٦۱ھ کی تمام کتب (بشمول اخبار الفقہاء والمحدثین) کی سند ذکر کردی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

'' **توالیف ابی عبداللہ محمد بن حارث الفقیہ رحمہ اللہ حدثنی بہا ابو محمد بن عتاب رحمہ اللہ عن ابیہ عن ابی بکر محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد التجیبی عنہ**'' (فہرسۃ ابن خیر الاشبیلی ج ۱ ص ۲۹۳، برقم ۱۳۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام قیروانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳٦۱ھ کی تمام کتب (بشمول اخبار الفقہاء) باسند

ہیں، اور علی زئی صاحب کا مذکورہ اعتراض ان کی کم علمی کا نتیجہ ہے۔ نیز امام ابوالقاسم ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۸ھ نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ" **وابی عبداللہ محمد بن حارث الخشنی واجاز له جمیعهم** " کہ امام ابوبکر التجیبی رحمۃ اللہ علیہ کو امام قیروانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام کتب روایت کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ (الصلہ: ج ۱ ص ۳۰۳)

سند کی تحقیق:

امام ابوعبداللہ القیروانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ کی تمام کتب کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب رجال سے حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔ابوبکر محمد بن خیر الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۵ھ: " **رضاً ماموناً** "(تاریخ الاسلام برقم ۱۷۲)

(۲)۔۔۔ابومحمد عبدالرحمن بن محمد بن عتاب رحمۃ اللہ علیہ م ۵۲۲ھ:" **ثقة** "(ملخصا الصلہ لابن بشکوال ج ۱ ص ۳۳۳)

(۳)۔۔۔ابوعبداللہ محمد بن عتاب بن محسن رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۲ھ:" **احد العلماء الاثبات** "(ایضاً ج ۱، ۵۱۶)

(۴)۔۔۔ابوبکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التجیبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ:" **احد العدول۔ وعدالة بينة ظاهرة** " (ایضاً: ج ۱، ۳۰۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا امام قیروانی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں (بشمول اخبار الفقہاء والمحدثین) کے راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

اس کے پیچھے تم الکتاب ... فی شعبان من عام ۴۸۳ھ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن

حارث القیر وانی (المتوفی ۳۶۱ھ) کی وفات کے ایک سو بائیس (۱۲۲) سال بعد ہے... الخ
(ملخصاً نور العینین ص ۲۰۲، وماہنامہ الحدیث ص ۱۰ ش نمبر ۱۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔علی زئی صاحب کا یہ اعتراض بھی ان کی کم علمی کا نتیجہ ہے، کیونکہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ مذکور مصنف کی تمام کتب (بشمول اخبار الفقہاء والمحدثین) "**ابو محمد بن عتاب رحمہ اللہ عن ابیہ عن ابی بکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التجیبی**" کی سند سے روایت شدہ ہیں، یعنی امام ابوعبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیر وانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ سے امام ابوبکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التجیبی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۲۹ھ وفات ۴۰۹ھ) اور ان سے امام ابوعبداللہ محمد بن عتاب بن محسن رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۸۳ھ وفات ۴۶۲ھ) اور ان سے ابومحمد عبدالرحمان بن محمد بن عتاب بن محسن رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۳۳ھ وفات ۵۲۲ھ) روایت کرتے ہیں اور اخبار الفقہاء والمحدثین کا مطبوعہ نسخہ ۴۸۳ھ کا لکھا ہوا ہے (اخبار الفقہاء ص ۲۹۳) جو کہ اس کتاب کے راوی امام ابومحمد عبدالرحمان بن محمد بن عتاب بن محسن رحمۃ اللہ علیہ م ۵۲۲ھ کا دور ہے، اور اخبار الفقہاء والمحدثین کا مطبوعہ نسخہ لکھنے والے یہی امام ابومحمد عبدالرحمان بن محمد بن عتاب بن محسن ہی ہیں، اور یہ خود کاتب تھے۔ اور انہوں نے اس کتاب کو ابوعبداللہ محمد بن عتاب بن محسن رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۲ھ سے اور انہوں نے امام ابوبکر التجیبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ سے اور انہوں نے امام ابوعبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیر وانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ سے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی سند بالکل صحیح و متصل ہے، اور علی زئی کا اس کتاب کی سند میں ایک سو بائیس سال کا فاصلہ نکالنا بالکل غلط اور یقیناً باطل و مردود ہے۔

ثانیاً۔۔۔اگر علی زئی صاحب کے کتب حدیث کی سندوں میں فاصلہ ثابت کرنے کے مذکورہ اصول کو مانا جائے تو اس سے تو اکثر کتب کا من گھڑت و ناقابل اعتبار ہونا لازم آئے گا مثلاً۔۔۔

(۱) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید:

اس سے فراغت ۵۷۰ھ میں ہوئی، اور اس کا ایک نسخہ ۸ ۳ ۷ھ میں اور دوسرا نسخہ ۶۰۷ھ میں لکھا گیا ہے۔ (التمہید ج ۲۵ ص ۴۴۸) حالانکہ اس کتاب کے مصنف امام ابن عبدالبر ۴۶۳ھ میں ہی فوت ہو چکے تھے۔

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی:

اس کا نسخہ ۷۲۸ ۱۳ھ میں لکھا گیا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۴، ۳۲۴) جبکہ اس کے مصنف امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳۶۰ھ میں ہے۔

(۳) الکامل لابن عدی رحمۃ اللہ علیہ:

الکامل کا نسخہ ۷۴۳ھ میں لکھا گیا، جبکہ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی رحمۃ اللہ علیہ:

اس کا نسخہ ۸۸۳ھ میں لکھا گیا ہے (السنن الکبریٰ ج ۱۰،ص ۳۵۰) جبکہ اس کے مصنف امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۴۵۸ھ میں ہے۔ تو کیا علی زئی صاحب اپنے اصول کی روشنی میں ان کتب کو بھی من گھڑت و ناقابل اعتبار کہیں گے؟ اگر معتبر کتب کو مسلکی حمایت میں ناقابل اعتبار قرار دینا ہی فرقہ ملحدیت کے محقق صاحب کا محبوب مشغلہ ہے تو موصوف مذکورہ کتب کے بارے میں بھی اپنی رائے سے ضرور لا آگاہ کریں۔

اعتراض نمبر ۳:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں ہے۔ بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے۔ اس ابن مدرک سے محمد بن حارث القیر وانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہاں عثمان بن محمد بن خشیش القیر وانی کذاب مراد ہے۔ (ملخصا: ماہنامہ الحدیث ص ۱۰ ش نمبر ۱۱، نور العینین ص ۲۰۶)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ فرقہ غیر مقلدیت کے حضرات اپنے محقق صاحب کو داد تحقیق دیں کہ موصوف ایک طرف تو کہہ رہے ہیں کہ عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں ملاقات کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک القبری مراد لینا غلط ہے، جبکہ دوسری طرف موصوف نے ملاقات کے ثبوت کے بغیر ہی اس سے عثمان بن محمد بن خشیش القیروانی مراد لے لیا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب ملاقات کے ثبوت کے بغیر عثمان بن محمد القبری مراد لینا موصوف کے نزدیک غلط ہے تو ملاقات کے ثبوت کے بغیر عثمان بن محمد الخشیش مراد لینا اس کے نزدیک کیسے درست ہو گیا؟ نیز جب اس کے نزدیک عثمان بن محمد کا تعین ثابت ہی نہیں تو اس نے پھر اسے عثمان بن محمد الخشیش کیوں بنا ڈالا؟ اس نے یہ بلا دلیل تعین کیوں کیا؟

ثانیاً۔۔۔خصوصاً فرقہ غیر مقلدیت کے محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ اخبار الفقہاء والمحدثین کے مصنف امام ابوعبداللہ محمد بن حارث القیروانی رحمۃ اللہ علیہ نے بذات خود عثمان بن محمد کا تعین عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک القبری سے کر رکھا ہے۔لہٰذا اس کا تعین دلیل سے ثابت ہے، اور اس سے عثمان بن محمد القبری ہی مراد ہے ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

(۱)**قال الامام الحافظ المحدث الفقیہ محمد بن حارث القیروانی: قال لی عثمان بن محمد القبری قال لی محمد بن غالب... الخ** "(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۰۳)

(۲)**وقال محمد بن حارث القیروانی: قال لی عثمان بن محمد القبری قال لی محمد بن غالب... الخ** (ایضاً: ص ۱۰۵)

ثالثاً۔۔۔عثمان بن محمد القبری رحمۃ اللہ علیہ سے محمد بن حارث القیروانی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات بھی ثابت ہے، ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

(۱)**وقال محمد بن حارث: قال لی عثمان بن محمد القبری۔۔۔الخ** (اخبار اللفقہاء والمحدثین ص ۱۰۳)

(۲)وقال محمد بن حارث القيرواني : قال لي عثمان بن محمد القبري

---الخ (ایضا:ص۱۰۵)

مزید دیکھیے: اخبار الفقہاء صفحہ ۷۸-۹۷-۱۲۲-۱۶۲-۹۰-۱۲۲ : قضاۃ قرطبہ وعلماء افریقہ للقیروانی صفحہ ۱۴-۱۰۳-۱۵۳-۱۵-۵۵

اعتراض نمبر ۴:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے---الخ۔(ماہنامہ الحدیث ص۱۱ش نمبر۱۱ نور العینین ص۲۰۷)

الجواب:

عثمان بن سوادہ کے حالات'' اخبار الفقہاء المحدثین'' کے علاوہ ''تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ'' میں بھی مع توثیق موجود ہیں۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ:

قال محمد: قال لي عثمان بن محمد قال لي عبيد ا؟ بن يحيى كان عثمان بن سوادة ثقة مقبولا عندالقضاة والحكام۔ وكان من اهل الزهد و العبادة و كثرة التلاوة'' (تاریخ علماء الاندلس ج۱،ص۳۴۵ برقم ۸۹۰)

قارئین کرام! علی زئی صاحب سے پوچھیں کہ کیا ان کے پاس سرمہ نہیں ہے؟ انہیں چاہیے کہ آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالیں اور ماہر امراض چشم کے پاس بھی جائیں تا کہ انہیں عثمان بن سوادہ کے حالات نظر آ سکیں۔

اعتراض نمبر ۵:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

عثمان بن سوادہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص

۱۱ ش نمبر ۱۱، ونور العینین ص ۲۰۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔امام عثمان بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ محدث عبید اللہ بن یحیٰی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۸ھ کے استاذ اور محدث حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۱ھ کے شاگرد ہیں، اور موصوف عثمان بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تقریباً ۲۳۵ھ کے لگ بھگ ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ محدث حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام عثمان بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات وسماع ممکن ہے، اور حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور عثمان کا سماع اور لقاء دونوں کا ممکن ہونا ہی علماء غیر مقلدین کے بقول اتصال سند کے لیے کافی ہے۔کیونکہ سند کے اتصال کے لیے راوی اور مروی عنہ کے درمیان امکان لقاء اور امکان سماع ہی ضروری ہے، ثبوت لقاء یا ثبوت سماع ضروری نہیں۔

چنانچہ غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتا ہے کہ:

باقی رہا یہ اعتراض کہ مکحول کا سماع محمود سے ثابت نہیں عدم ثبوت صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ صحت حدیث کے لیے صرف استاد اور شاگرد کی ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہے عدم ثبوت سے نفی لازم نہیں آتی۔(خیر الکلام ص ۱۶۷)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اور اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ اتصال سند کے لیے امکان لقاء ہی کافی ہے جیسا کہ امام مسلم نے کہا ہے۔(توضیح الکلام ج ۲۔ص ۵۹۱)

غیر مقلد عبد الرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

اتصال سند کے لیے معاصرت شرط ہے اور معاصرت کا مطلب عند المحدثین یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہو۔(ابکار المنن :ص ۱۴۵۔۱۴۶)

الغرض: جب امام عثمان بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سماع اور ملاقات دونوں ممکن ہیں اور یہی اتصال سند اور صحت حدیث کے لیے علی زئی صاحب کے

اکابرین کے بقول کافی ہے تو اب اگر حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے عثمان بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ کے سماع اور لقاء کا ثبوت نہ بھی ہو تو تب بھی اس حدیث کی سند متصل اور صحیح ہے۔

مگر افسوس ہے کہ علی زئی صاحب نے محض ترک رفع یدین دشمنی میں اپنے بڑوں کی تحریرات سے بھی اعلان بغاوت کرتے ہوئے عدم ثبوت سماع کو حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل بنالیا ہے۔

ثانیاً۔۔۔امام عثمان بن سوادہ بن عباد رحمۃ اللہ علیہ مدلس نہیں تھے (فیما اعلم) اور غیر مقلدین کے نزدیک جب راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات اور سماع ممکن ہو، اور راوی مدلس نہ ہو تو اس کا عنعنہ اتصال پر محمول ہوگا۔

چنانچہ غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ محمد بن عبداللہ الصفار کا ابو اسماعیل السلمی سے سماع اور لقاء ثابت کرنے کے لیے فیض الرحمان ثوری غیر مقلد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

وہ مدلس نہیں تھے۔ لہٰذا ان کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔ (نور العینین ص ۱۲۰، ۱۲۱) لہٰذا زبیر صاحب کے اصول کی روشنی میں، ہم بھی بطور الزام کے کہتے ہیں کہ امام عثمان بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ مدلس نہیں تھے۔ لہٰذا انکا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔

اعتراض نمبر ۶: وعلی زئی تضاد نمبر ۲۴:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

محمد بن حارث کی کتابوں میں ''اخبار القضاۃ والمحدثین'' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا نام نہیں ملتا۔ دیکھئے: الاکمال لابن ماکولا (ج ۳، ص ۲۶۱) الانساب للسمعانی (ج ۲، ص ۲۷۳) ہمارے اس دور کے معاصرین میں سے عمر رضا کحالہ نے ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے، اسی طرح معاصر خیر الدین الزرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ جدید دور کے یہ حوالے اس کی قطعی دلیل نہیں ہیں کہ یہ کتاب محمد بن حارث کی ہی ہے، قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (نور العینین: ص ۲۰۸ و ماہنامہ الحدیث ص ۱۱ ش نمبر ۱۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ حسب عادت معترض علی زئی صاحب اس مقام پر بھی دوغلی پالیسی سے کام لے رہے ہیں کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ:

یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ ثبوت ذکر کے بعد عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔(نور العینین ص ۱۴۰)

اور مذکورہ اعتراض میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ علی زئی صاحب کے بزعم قدیم علماء مثلاً امام ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ م ۴۷۵ھ نے ''الاکمال'' میں اور امام ابوسعد السمعانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۶۲ھ نے ''الانساب'' میں مذکور کتاب ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر نہیں کیا جو کہ عدم ذکر ہے، اور علامہ عمر رضا کحالہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۰۸ھ اور علامہ خیر الدین زرکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ھ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے جو کہ ثبوت ہے، اگر بالفرض معاملہ یوں ہی ہوتا جیسا کہ علی زئی صاحب نے بیان کیا ہے تو بھی علی زئی کو اپنے ضابطہ کا خیال رکھتے ہوئے عدم ذکر سے نفی ذکر نہیں سمجھنا چاہیے تھا، مگر اس نے ترک رفع یدین دشمنی میں نفی ذکر سمجھ کر ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا انکار کر دیا ہے جو کہ اس کی مسلکی حمایت میں واضح تضاد بیانی ہے۔

ثانیاً۔۔۔امام ابوعبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیروانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ کی کتب میں درج ذیل قدیم علماء نے مذکور کتاب ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے۔

(۱)۔۔۔امام محمد بن فتوح الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۸ھ: (جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس: ج۱ص۵۳)

(۲)۔۔۔ امام ابومحمد بن حزم الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ: (فضائل الاندلس: ج۱ص۱۷)

(۳)۔۔۔امام ابوعمر ابن عبدالبر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (جذوۃ المقتبس: ج۱ص۱۷ رقم ۹۶)

(۴)۔۔۔امام ابوجعفر احمد بن یحییٰ الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ: (بغیۃ الملتمس: ج۱ص۱۷ رقم

(۹۶

(۵)۔۔۔۔امام ابو عبداللہ شھاب الدین الحموی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۶ھ: (معجم الادباء: ج ۶ ص ۲۴۷۹)

لہٰذا علی زئی صاحب کا اعتراض غلط اور مردود ہے، بلا شک وشبہ ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' امام محمد بن حارث القیروانی کی ہی کتاب ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔مذکورہ قدیم علماء کے علاوہ درج ذیل متاخر علماء نے بھی امام موصوف کی کتب میں ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے۔

(۱)۔۔۔۔امام محمد بن عبداللہ المعروف بابن ناصر الدین م ۸۴۲ھ: (توضیح المشتبہ: ج ۳، ص ۱۱۷)

(۲)۔۔۔۔علامہ خیر الدین زرکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ھ: (الاعلام: ج ۶ ص ۷۵)

(۳)۔۔۔۔علامہ عمر بن رضا کحالہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۰۸ھ: (معجم المؤلفین: ج ۳، ص ۲۰۴)

(۴)۔۔۔۔اسماعیل بن محمد امین البابانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۹ھ: (ہدیۃ العارفین: ج ۲، ص ۳۸)

(۵)۔۔۔۔ شھاب الدین احمد بن محمد التلمسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۴۱ھ: (نفح الطیب: ج ۳، ص ۱۷۴)

(۶)۔۔۔۔یوسف بن الیان بن موسیٰ سرکیس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۵۱ھ: (معجم المطبوعات: ج ۲، ص ۸۲۳)

(۷)۔۔۔۔دکتور احسان عباس رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۲۴ھ: (تاریخ الادب الاندلسی: ج ۱ ص ۳۰۸)

(۸)۔۔۔۔علامہ محمد بن عبداللہ الکرخی رحمۃ اللہ علیہ: (کتاب تراث المغاربہ: ص ۳۵)

اعتراض نمبر ۷:

زبیر علی زئی صاحب امام قیروانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

یہ شاذ روایتوں میں سے ہے۔(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴)(ماہنامہ الحدیث ص ۱۲ ش نمبر ۱۱ ونور العینین ص ۲۰۸)

الجواب:

عندالمحدثین شاذ کی دو تعریفیں ہیں۔

(۱)۔۔۔شاذ ایسی حدیث کو کہتے ہیں جسے نقل کرنے میں کوئی ثقہ راوی متفرد وا کیلا ہو اور کوئی ثقہ راوی اس کی متابعت نہ کرے۔(ملخصا: معرفۃ علوم الحدیث للحاکم:ص ۱۱۹، تدریب الراوی ص ۱۹۴۔۱۹۵، انوار المصابیح ص ۱۲۳)

ایسی شاذ حدیث صحیح و قابل حجت ہوتی ہے، کیونکہ یہ تفرد من الثقات کی قبیل سے ہے اور ثقہ وصدوق راوی کا تفرد ائمہ محدثین کے نزدیک قابل قبول ہے۔حوالہ جات کے لیے درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔۔۔الکفایہ فی علم الروایہ:ص ۴۲۴۔۴۲۵

۲۔۔۔المستدرک للحاکم: ج ۱،ص ۹۸۔۱۳۱

۳۔۔۔الاحکام فی اصول الاحکام: ج ۲،۲۱۶۔۲۱۷

۴۔۔۔نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر:ص ۴۶

۵۔۔۔کتاب العلل الصغیر آخر الجامع:ص ۸۹۹

نیز بذات خود علی زئی نے بھی صراحت رکھی ہے کہ ’’اگر ثقہ راوی متفرد ہو تو یہ شاذ بھی مقبول ہوتی ہے‘‘۔(ملخصا: ماہنامہ الحدیث ص ۴۵ ش نمبر ۵۳ بحوالہ قرۃ العینین ص ۱۷۷)

(۲)۔۔۔شاذ ایسی حدیث کو بھی کہا جاتا ہے جس میں کوئی ثقہ راوی کئی ثقات راویوں کی مخالفت کرے۔(ملخصا معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹، تدریب الراوی ج ۱،ص ۱۹۳۔۱۹۴) ایسی شاذ حدیث ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

مگر زیر بحث حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ پر شاذ کی دوسری تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ثقہ راویوں کی مخالفت نہیں پائی جاتی، ہاں البتہ شاذ کی پہلی تعریف اس حدیث پر لفظاً صادق آتی ہے کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو نقل کرنے میں ثقہ راوی متفرد وا کیلا ہے، اور شاذ کی اسی پہلی تعریف کے اعتبار سے ہی مذکور امام محمد بن عبداللہ القیر وانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ نے اس حدیث کو شاذ کہا ہے، اور ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اس قسم کی شاذ حدیث صحیح وقابل حجت ہوتی ہے۔لہٰذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اور اس پر علی زئی صاحب کے اعتراضات بالکل بوگس، خلاف حقیقت اور مردود ہیں۔

اعتراض نمبر ۸:

غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد نے لکھا کہ:

اس حدیث کو گھڑنے والا عثمان بن محمد بن یوسف ازدی قری ابواصبغ ہے اس کے بارے میں حافظ ابوالولید ابن فرضی م ۴۰۳ھ لکھتے ہیں: وکان کذابا۔ یہ پرلے درجے کا جھوٹا تھا۔(تاریخ علماء الاندلس:ص ۳۵۰)، (ماہنامہ السنہ)

الجواب:

استاذ محترم ذہبی زماں، ثقہ وصدوق محقق علامہ عبدالغفار ذہبی حفظہ اللہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اولاً۔۔۔بالفرض اس حدیث کا راوی امام عثمان بن محمد بن یوسف ازدی قری قرطبی تسلیم کرلیں تب بھی وہ کذاب ثابت نہیں ہوتا بلکہ عالم فقیہ اہل الاندلس واہل العنایۃ کے الفاظوں سے، اس کی ثناء ومدح ثابت ہے۔(تاریخ علماء الاندلس:ص ۳۴۹، ۳۵۰)

اور کان علمہ وقد الف کتابا فی فقہاء الاندلس واخذعنہ وقرئ علیہ کے الفاظ بھی ثابت ہیں۔(ایضاً:ص ۳۵۰، رقم: ۹۰۲) جو ان کی فقاہت فضیلت علم کو ثابت کرتے ہیں اور اصول میں ہے کہ راوی کی عدالت نیکی اور نیک شہرت سے ثابت ہوجاتی ہے۔(الباعث الحثیث لابن کثیر:

ص ۳۰، واختصار فی علوم الحدیث مترجم از علی زئی)

ثانیاً۔۔۔امام ابن الفرضی رحمہ اللہ م ۴۰۳ھ سے پہلے امام الجرح والتعدیل خالد بن سعد ابو القاسم رحمہ اللہ م ۳۵۲ھ جو اہل مغرب میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی مانند جاتے تھے (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲ ص ۱۳۷) اورامام محمد بن حارث الخشنی القیروانی رحمہ اللہ م ۳۶۱ھ جو امام الجرح والتعدیل ہیں نے امام عثمان بن محمد القری پر کوئی جرح وکلام نہیں کیا۔

ثالثاً۔۔۔امام فقیہ عالم محدث عثمان بن محمد القری الازدی کو کذاب کہنے کا مدار مجہول العین مجہول الاسم وغیر معروف راوی پر ہے جیسا کہ امام ابن الفرضی رحمہ اللہ نے اخبرنی بذاک تو فرمایا مگر اس کا نام ظاہر نہیں فرمایا کہ یہ کون ہے؟ اور اصول میں ہے کہ مجہول العین کی گواہی وروایت عند الجمہور حجت نہیں۔(کمافی مقدمۃ مسلم للنووی: ص ۱۷، وتدریب الراوی)

رابعاً۔۔۔امام ابن الفرضی رحمہ اللہ نے امام عثمان بن محمد القبری رحمہ اللہ م ۳۲۰ھ اور امام عثمان بن محمد القری الازدی رحمہ اللہ کا زمانہ نہیں پایا نہ ان سے لقاء ثابت نہ سماع ثابت ہے۔یہ کان کذابا کی رام کہانی محض مجہول العین مجہول الاسم والعدالۃ راوی پر رکھی ہے کیونکہ امام ابن الفرضی رحمہ اللہ کی پیدائش ۳۵۱ھ اور وفات ۴۰۳ھ ہے کمافی کتب الرجال۔

خامساً۔۔۔اگر غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب میں دم خم ہے یا کسی اس کے حواری میں دم ہے تو امام ابن الفرضی رحمہ اللہ کو خبر دینے والے کو معروف الاسم والعدالۃ والثقۃ عند الجمہور ثابت کردے تو ہم ظہیر صاحب کو۔۔۔۔(ابواصبغ قری کو کذاب کہنے میں سچا تسلیم کرلیں گے،ن)۔

سادساً۔۔۔اگر کوئی کہے کہ وہ راوی امام ابن فرضی رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہے جیسا کہ اخبرنی بذالک من اثق بہ کی تصریح کی ہے۔(تاریخ علماء الاندلس: ص ۳۵۰) تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ جب چوٹی کے امام حافظ ناقد جیسے امام شعبہ رحمہ اللہ م ۱۶۰ھ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ، امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ م ۱۹۷ھ کی تعدیل وتوثیق معروف الاسم راوی جابر بن یزید جعفی کے متعلق قابل قبول نہیں حالانکہ انہوں نے ما رایت اورع فی الحدیث منہ۔صدوق

فی الحدیث اوثق الناس اصدق الناس ۔۔۔الخ۔ کے الفاظ سے تعدیل وتوثیق کی ہے ۔(تہذیب التہذیب: ج۱ ص ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴) لیکن یہ عندالجمھور کذاب وضعیف ہے اور ان کی تعدیل وتوثیق مردود وغیر مقبول ہے تو پھرا کیلے امام ابن فرضی رحمہ اللہ کی غیر معروف مجہول الاسم ومجہول العین راوی کی توثیق کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے۔(ماخوذ از ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ: ص ۳، ۴ قلمی مضمون)

اعتراض نمبر ۹:

جناب غلام مصطفی ظہیر نے لکھا کہ بعض لوگوں کا اسے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک قرار دینا نری جہالت ہے کیونکہ اس عثمان بن محمد کے بارے میں خود صاحب کتاب نے قری کہہ کر تعین کر دیا ہے۔(دیکھئے: ص ۱۰۳، ۱۰۵ (ماہنامہ السنہ)

الجواب:

اولاً۔۔۔امام محمد بن حارث قیروانی رحمہ اللہ نے امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک رحمہ اللہ کا اسی کتاب میں باقاعدہ ترجمہ بیان کیا ہے۔اور ان کی ثناء ومدح یعنی تعدیل وتوثیق بھی بیان فرمائی ہے اور ان کا سن وفات ۳۲۰ھ جزماً بیان فرمایاہے دیکھئے اخبار الفقہاء (ص ۲۱۵ رقم: ۳۸۱) اور بتصریح امام مسلم رحمہ اللہ جمہور کا مذہب واصول ہے کہ معاصرت وامکان لقاء سے اتصال ثابت ہوجاتا ہے(دیکھئے مقدمہ مسلم) امام محمد بن حارث رحمہ اللہ کا ان کا ترجمہ ووفات کا ذکر کرنا دلیل ہے کہ یہ ان کے استاد ہیں۔

ثانیاً۔۔۔امام محمد بن حارث رحمہ اللہ نے عثمان بن محمد رحمہ اللہ کو من اہل قبرۃ قرار دیا اور امام ابن یونس رحمہ اللہ، امام ابن ماکولا رحمہ اللہ نے ان کو قبری قرار دیا ہے کمامر۔اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر القبر ی میں ب کا نقطہ گر جائے تو وہ القری بن جاتا ہے اور یہ جہالت نہیں بلکہ قرائن صحیحہ سے امام عثمان بن محمد القبر ی ہی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

غلام مصطفی صاحب نے لکھا کہ لیکن علم وعقل سے عاری لوگوں نے اسے قری کی بجائے قبری باور کرایا حالانکہ عثمان بن محمد بن یوسف قری کے اساتذہ میں عبیداللہ بن یحیٰی موجود ہے۔(تاریخ علماء الاندلس: ص ۳۴۹) یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس سند میں قری راوی ہے نہ کہ قبری اوروہ ہے عثمان بن محمد بن یوسف کذاب۔(ماہنامہ السنہ)

الجواب:

اولاً۔۔۔جناب غلام مصطفی ظہیر صاحب امام عبیداللہ بن یحیٰی کو عثمان بن محمد القری کا استاد ثابت کرنا ہی غلط اور خطاء ہے کیونکہ یہ بات امام ابن فرضی رحمہ اللہ کی ہے توان کا عثمان بن محمد قری سے سماع لقاء ثابت (وممکن۔ن) نہیں اور اگر مجہول راوی کی خبر پر مدار ہے تو تو یہ بوجہ جہالت ثابت نہیں ہوتا اور اس میں بھی کان یزعم کے الفاظ ہیں محض گمان سے استاد کی تعدیل ثابت نہیں ہوتی۔یہاں تو آپ الزام کس کو دیا مگر قصور اپنا نکل آیا کیا علم وعقل اسی کا نام ہے۔فتدبر

ثانیاً۔۔۔امام محمد بن حارث قیروانی رحمہ اللہ م ۳۶۱ھ کا سماع امام عثمان بن محمد القبری رحمہ اللہ م ۳۲۰ھ سے یقینی ہے کیونکہ معاصرت وامکان لقاء ثابت ہے بلکہ سماع وتحدیث کی تصریحات موجود ہیں لیکن عثمان بن محمد بن یوسف القری کی پیدائش ووفات نامعلوم ہے اوراسی طرح امام عبیداللہ بن یحیٰی اللیثی رحمہ اللہ م ۲۹۸ھ سے امام عثمان بن محمد القبری م ۳۲۰ھ کا سماع والقا معاصرت وامکان لقاء کی وجہ سے یقینی ہے میں کہتا ہوں امام عثمان بن محمد القبری رحمہ اللہ پر پابندی ہے کہ وہ امام عبیداللہ بن یحیٰی سے سماع حدیث نہیں کرسکتا لہٰذا عثمان بن محمد القری کے اساتذہ میں امام عبیداللہ بن یحیٰی کو متعین کرنا مجہول الاسم والعدالۃ راوی سے جو تحقیقی وحقیقی واصولی لحاظ سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔فتدبر

تنبیہ: جناب غلام مصطفی صاحب آپ ناراض نہ ہونا کیونکہ غیر مقلد۔۔۔۔۔۔۔ہوتے ہیں مثلاً آپ نے لکھا کہ علم وعقل سے عاری لوگوں نے اسے قری کی بجائے قبری باور کرایا۔کیا ہم آپ

سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کے استادعلی زئی صاحب نے عثمان بن محمد القبری کی بجائے بلا دلیل آپ کی طرح عثمان بن محمد بن خشیش قیروانی متعین کیا تھا وہ بھی ان پاکیزہ الفاظوں یعنی علم وعقل سے عادی لوگوں کا مصداق ہے یانہیں؟اور یادر ہے امام عثمان بن محمد یوسف القری رحمہ اللہ بھی کذاب نہیں،آپ اورآپ کے۔۔۔۔۔۔عالم ان کوکذاب کہنے والے امام ابن فرضی رحمہ اللہ کے استادکو جومجہول العین مجہول الاسم والعدالۃ ہےکومعروف الاسم ثقہ عندالجمہور ثابت کردیں تو ہم ۔۔۔۔۔۔عثمان بن محمد بن یوسف القری کوکذاب تسلیم کرلیں گے۔ن)۔

(ماخوذاز:ایک نئی کاوش کاتحقیقی جائزہ:ص۱۱،۱۲ قلمی مضمون علامہ ذہبی مدظلہ)

الحاصل:سیدنا عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما کی احادیث پرفریق مخالف کے محققین نے جوازراہ تعصب اعتراضات کیے ہیں وہ سب خلاف حقیقت ہیں اوران کا باطل ہونا ہم نے بحمداللہ نا قابل تردیددلائل سے ثابت کردیا ہے۔لہٰذا یہ احادیث بلاشک وشبہ صحیح وقابل عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کوشرف قبولیت عطافرمائے۔(آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه وعلی من اتبعهم باحسان الی یوم الدین۔

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہما

تحقیق کے آئینے میں

(۱) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ التمہید لابن عبدالبر

قال الامام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر النمری القرطبی: وحجتهم ایضاً ماروا ہ نعیم المبحمر وابو جعفر القاری عن ابی هریرة: انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة ویکبر کلما خفض ورفع ویقول: انا اشبهکم صلاة برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ (التمهید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید ج۵، ص۵۸)

ترجمہ: امام ابوعمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی طرح ترک رفع یدین کے قائلین کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے نعیم المجمر اور ابوجعفر القاریؒ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہی رفع یدین کرتے (اور بقیہ) جھکنے واٹھنے کے وقت صرف تکبیر ہی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔

فائدہ:

اس مرفوع روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے، اور بقیہ مقامات پر صرف تکبیر کہتے تھے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ: سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں رہے، لہٰذا آپ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں۔ (نور العینین: ص ۳۲۸) لہٰذا ثابت ہوا کہ بضابطہ علی زئی اختلافی رفع یدین منسوخ ہے، اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث ناسخ ہے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۱۱:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ نے اس حدیث کی پوری سند نقل نہیں کی بایں ہمہ اس حدیث میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ تحریمہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۸۵)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ حافظ حبیب الرحمان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو''التمہید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید'' سے نقل کیا ہے، اور''التمہید'' کے مذکور صفحہ پر خود امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کے ابتدائی حصہ کو اختصاراً حذف کر دیا ہے۔ (دیکھئے: ج ۵ ص ۵۸ و مجموعہ مقالات ج ۳، ص ۵۳) لہٰذا حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند نقل کرنے میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی بلکہ''التمہید'' کے مذکور صفحہ پر اس حدیث کی جتنی سند موجود تھی، حافظ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت دیانتداری کے ساتھ اتنی ہی نقل کر دی۔

ثانیاً۔۔۔اگر حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکور کتاب میں اس حدیث کی سند کے ابتدائی حصے کو حذف کر دیا ہے تو پھر کیا ہوا دیگر کتب حدیث میں تو اس کی صحیح و متصل سند مذکور ہے، کیا رئیس ندوی صاحب پوری سند معلوم کرنے کے لیے دیگر کتب حدیث کی طرف مراجعت کرنے سے بھی قاصر تھے؟ چلو ندوی صاحب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،

علماء اہلسنت، ائمہ محدثین وفقہاء امت پر جھوٹے الزامات لگانے سے ہی فرصت نہیں ملتی تو ہم اتمام حجت کے طور پر اس حدیث کی مکمل سندیں نقل کر دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)'' اخبرنا مالک اخبرنی نعیم المجمر وابو جعفر القاریٔ ان ابا ھریرۃ کان یصلی بھم فکبر کلما خفض ورفع قال ابو جعفر وکان یرفع یدیہ حین یکبر ویفتتح الصلوٰۃ''(مؤطا امام محمد: ص ۸۸)

(۲)" حدثنا ابو مصعب قال حدثنا مالک عن نعیم بن المجمر و ابی جعفر القارئ انهما اخبراه ان اباهریرۃ کان یصلی لهم فیکبر کلما خفض ورفع وکان یرفع یدیه حین یکبر یفتتح الصلوٰۃ "(مؤطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزھری: ج ۱، ص ۸۱ برقم ۲۰۸)

لیجیئے جناب: ہم نے ثقہ وصدوق راویوں سے مروی اس حدیث کی دو صحیح و متصل سندیں مع متون پیش کردی ہیں، اب دیکھتے ہیں کہ رئیس ندوی پارٹی اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے کتنا آگے بڑھتی ہے، یا حسب عادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محسنین امت پر سب وشتم کرنے میں ہی مصروف رہتی ہے۔

ثالثاً۔۔۔ندوی صاحب کو صرف ونحو بھی نہیں آتی جس کی وجہ سے موصوف ایسی عظیم غلطی کا ارتکاب کررہے ہیں، یا عناداً ایسا کررہے ہیں۔ وگرنہ اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اس حدیث میں "کان یرفع یدیہ" جزاء مقدم ہے اور "اذا افتتح الصلوٰۃ" شرط مؤخر ہے، اور علم نحو کا مشہور ضابطہ ہے "التقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر" اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں نماز کے شروع والی رفع یدین کا حصر ہے، اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے، جس سے اس حدیث کا مطلب واضح ہوگیا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور اس حدیث کے اس مطلب کی تائید سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوجعفر القاری کے الفاظ "کان یرفع یدیہ حین یکبر ویفتتح الصلوٰۃ" کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین صرف اسی وقت ہی کرتے جب پہلی تکبیر کہتے ہوئے نماز شروع کرتے (مؤطا امام محمد: ص ۱۸۸) کررہے ہیں۔ مزید یہ کہ بسند صحیح ثابت ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بالکل ویسے ہی نماز پڑھتے تھے جیسا کہ (ثقہ بالاجماع تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے تھے۔ (ملخصا: مسند احمد برقم ۱۰۴۴۳۔ ۹۶۳۷، مسند ابی یعلی الموصلی برقم ۶۴۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ برقم ۴۷۰۳) اور یہ بات بھی بسند صحیح ثابت ہے کہ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ

اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (ملخصا: مصنف ابن ابی شیبہ برقم: ۲۴۶۴) اس سے بھی واضح ہو گیا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رابعاً۔۔۔مذکورہ بالا حدیث میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی اس ترک رفع یدین والی نماز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ قرار دے رہے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں: '' انا اشبھکم صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' کہ میں تم میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔ اور یہ بات تو عام طلباء بھی جانتے ہیں کہ جب صحابی کسی عمل کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث اس بات پر بھی دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نیز جلیل القدر ثقہ بالاجماع محدث وفقیہ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے (مؤطا محمد: ص ۸۸) لہٰذا علماء اہلسنت کا اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال بلا غبار صحیح ہے۔

قارئین: ہماری مذکورہ بالا بحث کو ذہن نشین فرما لینے کے بعد اب ذرا ما قبل میں نقل کی جانے والی فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب کی فضول بڑھ بھی سنیئے موصوف کہتے ہیں کہ:

اس حدیث میں اشارہ تک نہیں کہ تحریمہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ فرقہ دیوبندیہ کے اکاذیب میں سے ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۸۵)

اور اندازہ لگائیے کہ فرقہ غیر مقلدین کے محققین کس قدر بے شرم و بے حیاء ہیں کہ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تو انہوں نے کیا ہی ماننا اور سمجھنا الٹا اپنے جھوٹوں کو چھپانے اور اپنی بے شرمیوں اور جہالتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے متبعین حدیث وفہم حدیث رکھنے والے علماء اہلسنت پر جھوٹے الزام لگانے سے بھی باز نہیں آتے۔

۲۔حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ سنن ابی داوَد

’’حدثنا مسدد حدثنا یحییٰ عن ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی ہریرۃ: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذادخل فی الصلٰوۃ رفع یدیہ مدًا‘‘(سنن ابی داوَد: ج ا ص ۱۱۰)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف جب نماز میں داخل ہوتے تو ہی خوب اٹھا کر رفع یدین کرتے۔

فائدہ:

امام ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۰۶ھ اور علامہ محمد بن محمد السوسی المغربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۹۴ھ نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (ملخصا: جامع الاصول ج ۵، ۳۰۳ برقم ۳۳۸۵، جمع الفوائد ج ا ص ۲۲۲ برقم ۱۳۳۵) اسی طرح امام ابوداوَد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے اس حدیث کو باب ’’ من لم یذکر الرفع عند الرکوع ‘‘ کے تحت ذکر کر کے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع وغیرہ کے وقت ترک رفع یدین پر اس سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین اور اس کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر کیا اگر دیگر تکبیروں کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو اٹھاتے تو اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ نیز یہ حدیث متعدد کتب میں مختلف سندوں کے ساتھ موجود ہے جن میں کچھ سندیں ضعیف کچھ صحیح اور کچھ حسن درجہ کی ہیں۔ الغرض فی نفسہ یہ حدیث بالکل صحیح وثابت ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ نے ’’وھو اصح‘‘ اور ’’ھذا اصح‘‘ لکھ کر اسے دو مرتبہ صحیح ترین قرار دیا ہے، (سنن ترمذی: ج ا ص ۴۱۸)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م

۸۴۷ھ نے بھی ان کی موافقت فرمارکھی ہے، (المستدرک مع التعلیق: ج۱ص ۳۴۵) قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''الحدیث لامطعن فی اسنادہ'' اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (نیل الاوطار: ج۲،ص ۶۵ بحوالہ نوارالصباح ج۱،ص ۴۷)

غیر مقلد ناصر الدین البانی نے اس حدیث کی مختلف اسناد نقل کر کے ''ھذا اسناد صحیح، رجالہ ثقات۔۔۔۔الخ'' اور ''ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین'' قرار دے کر ان کی زبردست تصحیح کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح سنن ابی داود، ج۳،ص ۳۴۱)

۱۔حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی

'' حدثنا احمد بن شعیب ابوعبدالرحمان النسائی انا عمروبن یزید ابویزید الجرمی ثنا سیف بن عبداللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعۃ اعضاء: الیدین، والقدمین، والرکبتین، والجبھۃ ، ورفع الایدی اذارایت البیت وعلی الصفاوالمروۃ وبعرفۃ عندرمی الجمار، واذااقیمت الصلٰوۃ''

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ، دونوں پیر، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین ان موقعوں پر ہوتا ہے۔ جب بیت اللہ دیکھے، اور صفاومروہ پر، عرفہ میں (وقوف کے وقت) رمی جمار کے وقت، اور جب نماز شروع کی جائے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ج۱۱ص ۴۵۲ برقم ۱۲۲۸۲)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ:'' **الامام الحافظ الثبت شیخ الاسلام ناقد الحدیث** ''(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱،ص ۷۹ برقم ۲۵۸۶)

(۲)۔۔۔ابو یزید عمرو بن یزید الجرمی رحمۃ اللہ علیہ:'' **صدوق** ''(الجرح والتعدیل برقم ۱۴۹۲،تقریب برقم ۵۱۴۱)

(۳)۔۔۔ابوالحسن سیف بن عبیداللہ الجرمی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۱ھ:'' **ثقة صالح** ''(الکاشف: ج ۱،ص ۴۷۶ برقم ۲۲۲۳)

(۴)۔۔۔ابوبشر ورقاء بن عمر الیشکری الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ:'' **ثقة** ''(الجرح والتعدیل: ج ۹،ص ۵۱ برقم ۲۱۶)

(۵)۔۔۔عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ:'' **ثقة ثقة رجل صالح** '' (ایضاً: ج ۶ ص ۳۳۴ برقم ۱۸۴۸)

(۶)۔۔۔ابوعبداللہ سعید بن جبیر الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۵ھ:'' **ثقة ثبت فقیه** ''(تقریب برقم ۲۲۷۲)

(۷)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:'' **احد المکثرین من الصحابة واحد العبادلة من فقهاء الصحابة** ''(تقریب: ج ۱،ص ۳۰۹، برقم ۳۴۰۹)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اعتراض نمبر ۱: ورئیس ندوی جھوٹ نمبر ۱۲، ۱۳:

رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اس کی سند میں واقع ورقاء بن عمر ابو بشر کوفی یشکری آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، اور یہ معلوم نہیں کہ ان سے اسے روایت کرنے والے سیف بن عبید اللہ اختلاط سے پہلے روایت کرنے والے ہیں یا بعد میں؟ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۶۹)

الجواب:

اولاً۔۔۔ تو عرض ہے کہ معترض رئیس ندوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

''صحیحین (بخاری ومسلم) کے راوی پر اگر کسی قسم کا کلام بھی وارد ہوا ہے تو وہ بقول راجح مدفوع اور کالعدم ہے''۔ (اللمحات: ج ۲، ص ۱۳، ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس)

اس اقتباس میں ندوی صاحب بخاری ومسلم کے راویوں پر جرح کو کالعدم قرار دے رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف دوغلی پالیسی سے کام لیتے ہوئے مذکور اعتراض میں ترک رفع یدین دشمنی میں ''صحیح بخاری صحیح مسلم وسنن اربعہ'' کے ثقہ بالاجماع راوی ''ابو بشر ورقاء بن عمر الیشکری الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ'' پر جرحی نشتر چلا رہے ہیں جو کہ ندوی صاحب کی مسلکی حمایت میں واضح دوغلی پالیسی ہے، اور ندوی صاحب کے بقول ہی دوغلی پالیسی وتضاد، کذب بیانی ہے۔ (کمامر)

ثانیاً۔۔۔ ابو بشر ورقاء بن عمر الیشکری الخوازمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ کے مختلط ہونے پر ندوی صاحب نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا، اور ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی غیر مقلد کے بقول ''مخالف کی بے حوالہ وسنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے۔ بے حوالہ بات مردود و باطل ہے'' (ماہنامہ الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۹۰ وص ۱۵ ش نمبر ۳۶) بلکہ ندوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''ورقاء بن عمر ابو بشر کوفی یشکری آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے'' بضابطہ غیر مقلدیت بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک محدث نے بھی ورقاء کو مختلط نہیں کہا، ہمیں جتنی بھی کتب رجال میں اس کا ترجمہ ملا ہے، ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی اسے مختلط نہیں کہا گیا مثلاً دیکھئے:

(۱)۔۔۔ تاریخ ابن معین: ج ۱، ص ۸۲

(۲)۔۔۔ الجرح والتعدیل للرازی: ج ۹، ص ۵۱، برقم ۲۱۶

(۳)---الثقات لابن حبان: ج ۷، ص ۵٦۵، برقم ۱۱۴۹۴

(۴)---الوافی بالوفیات: ج ۲۷، ص ۲۵٦، برقم ۳

(۵)---تقریب التہذیب: ص ٦۱۰، برقم ۷۴۰۳

(٦)---الرواۃ الثقات المتکلم للذھبی: ج ۱، ص ۱۸۲

(۷)---الکاشف: ج ۲، ص ۳۴۸، برقم ٦۰٦۴

(۸)---المغنی فی الضعفاء: ج ۲، ص ۷۱۹، برقم ٦۸۳۱

(۹)---تاریخ الاسلام للذھبی: ج ۴، ص ۵۳٦، برقم ۴۲۱

(۱۰)---تذکرہ الحفاظ: ج ۱، ص ۱٦۹، برقم ۲۱۵

(۱۱)---دیوان الضعفاء: ج ۱، ص ۴۲۴، برقم ۴۵۲۹

(۱۲)---سیر اعلام النبلاء: ج ۷، ص ۹۰، برقم ۱۱۵۸

(۱۳)---ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق: ج ۱، ص ۱۸۹، برقم ۳٦۰

(۱۴)---میزان الاعتدال: ج ۴، ص ۳۳۲، برقم ۹۳۴۰

(۱۵)---مشاہیر علماء الامصار: ج ۱، ص ۲۷۷، برقم ۱۳۹۰

(۱٦)---الکامل لابن عدی: ج ۸، ص ۳۷۸، برقم ۲۰۱۴

(۱۷)---الھدایۃ والارشاد: ج ۲، ص ٦۵۷، برقم ۱۲۸۵

(۱۸)---رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: ج ۲، ص ۳۱۰، برقم ۱۷٦۸

(۱۹)---تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۴۸۹، برقم ۷۳۳٦

(۲۰)---التعدیل والتجریح: ج ۳، ص ۱۱۹۹، برقم ۱۴۴۴

(۲۱)---تہذیب الکمال: ج ۳۰، ص ۴۳۳، برقم ٦٦۸۴

(۲۲)---اکمال تہذیب الکمال: ج ۱۲، ص ۲۱۲، برقم ۵۰۱۸

(۲۳)---التکمیل فی الجرح والتعدیل: ج ۲، ص ۲۷، برقم ۹۷٦

(۲۴)۔۔۔۔غایۃ النھایۃ فی طبقات القراء: ج ۲، ص ۳۵۸، برقم ۳۷۹۹

(۲۵)۔۔۔۔مختصر الکامل: ج ۱، ص ۷۷۸، برقم ۲۰۱۴

(۲۶)۔۔۔۔لسان المیزان: ج ۷، ص ۴۲۴، برقم ۷۴۷۵

(۲۷)۔۔۔۔مغانی الاخیار: ج ۳، ص ۱۵۳، برقم ۲۵۰۰

(۲۸)۔۔۔۔بحر الدم فیمن تکلم فیہ الامام احمد: ج ۱، ص ۱۶۷، برقم ۱۱۲۳

(۲۹)۔۔۔۔طبقات الحفاظ للسیوطی: ج ۱، ص ۱۰۴، برقم ۲۰۵

(۳۰)۔۔۔۔تہذیب التھذیب: ج ۶، ص ۱۱۷، برقم ۸۶۸۸

الغرض: مذکور راوی ابو بشر ورقاء بن عمر یشکری رحمۃ اللہ علیہ کا عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونا ثابت نہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جہاں تک اس کی سند کا معاملہ ہے وہ اس کے پہلے والی حدیث (یعنی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ من طریق ابن ابی لیلیٰ۔ن) کی سند سے بہر حال قوی ہے مگر عطاء بن السائب مختلط و متغیر ہو گئے تھے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۸۳)

ندوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

ورقاء نے اسے عطاء بن السائب مختلط سے روایت کیا ہے، لہٰذا باعتبار سند یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔ (ایضاً: ۲۶۹)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔مذکور راوی عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ آخری عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن وہ اتنے مختلط نہیں ہوئے تھے کہ ان کی احادیث بالکلیہ ساقط الاعتبار قرار پائیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

'' وکان اختلط بآخرۃ ولم یفحش حتی یستحق ان یعدل بہ عن مسلک العدول''

عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے (لیکن) وہ اتنے فاحش اور زیادہ مخلط نہیں ہوئے کہ وہ اختلاط کی وجہ سے عادل اور ثقہ راویوں کی راہ سے تجاوز کر جائیں۔ (تہذیب التہذیب: ج ۴، ص ۱۳۱)

امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

'' وفیہ عطاء بن السائب وفیہ کلام وھو حسن الحدیث''

س روایت میں عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگرچہ (اختلاط کی وجہ سے) ان میں کلام ہے، لیکن (پھر بھی) ان کی حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد: ج ۳، ص ۳۵ برقم ۴۱۷۶)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''تابعی مشھور حسن الحدیث''

کہ یہ مشہور تابعی اور حسن الحدیث راوی ہیں۔ (المغنی فی الضعفاء: ج ۲ ص ۵۹)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد روایات جنہیں ان سے جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ نے بھی ان کی موافقت کر رکھی ہے۔ (مثلاً دیکھئے المستدرک مع التلخیص: ج ۱، ص ۳۴۷ برقم ۸۱۶ ج ۱، ص ۱۱۳ برقم ۲۴۹۹ ج ۲، ص ۳۱۹ برقم ۳۱۵۰، ج ۲، ۳۳۱، برقم ۳۱۸۴، ج ۲، ۳۴۸، برقم ۳۲۴۹ ج ۲، ص ۳۵۲، برقم ۳۲۵۳) حالانکہ جریر کا عطاء سے، سماع بعد الاختلاط ہے۔ (دیکھئے: تدریب الراوی: ج ۲ ص ۴۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عطاء بن السائب اختلاط کے بعد بھی صحیح الحدیث ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے بھی عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کو ''مقدمہ مسلم'' میں ان قابل

اعتماد اور طبقہ ثانی کے راویوں میں شمار کیا ہے کہ جن سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ (دیکھئے مقدمہ مسلم: ص ۳)

اسی طرح امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کے نزدیک بھی عطاء قابل اعتماد راوی ہیں، چنانچہ انہوں نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، اور عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کو برابر قرار دیا ہے، اوران کے بارے میں فرمایا ہے: ''**محلھم محل الصدق یکتب حدیثھم ولا یحتج بھم**'' یہ تینوں سچے راوی ہیں، اوران کی حدیث لکھی جاتی ہے، البتہ ان سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (الجرح والتعدیل: ج ۱ ص ۱۳۳)

غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''لا یحتج'' کے الفاظ راوی کے صدوق ہونے کے منافی نہیں۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۲۳۰)

نیز لکھتے ہیں:

خلاصۃ المرام راوی کا (ابوحاتم کے نزدیک) ''لیس بحجۃ'' ہونا اس کے صدوق بلکہ ثقہ ہونے کے منافی نہیں۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۲۳۰)

اور چونکہ امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء بن سائب کے بارے میں ''محل الصدق'' اور ''یکتب حدیثہ'' فرمایا ہے جو علماء غیر مقلدین کے بقول الفاظ تعدیل میں سے ہیں لہٰذا امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے بارے میں ''لا یحتج'' فرمانا اثری صاحب کے بقول مضر نہیں اور یہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے ثقہ اور صدوق ہونے کے منافی نہیں ہے۔

مزید لطف کی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کے نزدیک بھی عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت والی حدیث صحیح ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں عطاء کی ایک متابعت والی روایت ذکر فرمائی ہے حالانکہ اس روایت کو عطاء سے نقل کرنے والے ہشیم راوی ہیں (دیکھئے: صحیح البخاری ج ۲، ص ۹۷۴) جن کا عطاء سے سماع عطاء کے زمانہ اختلاط کا ہے چنانچہ امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

'' فاما من سمع منه بآخرة فهومضطرب الحديث منهم هيشم۔۔۔الخ۔''

عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے اختلاط کے بعد سنا وہ مضطرب ہیں، اوران میں سے ہشیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔(تاریخ الثقات ج۱،ص ۳۳۲ برقم ۱۱۲۸،تہذیب الکمال ج ۱۳،ص ۵۷،الجوہرالنقی ج ۳،ص ۳۸۔۳۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ بھی صحیح بخاری میں موجود عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

'' وسماع هشيم منه بعداختلاطه''

ہشیم نے عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط کے بعد سماع کیا تھا۔ (فتح الباری: ج۱۱،ص ۵۷۴)

اب جبکہ عطاء بن سائب کی حالت اختلاط والی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور بقول غیر مقلدین ''صحیح بخاری'' میں مختلط راویوں کی جتنی روایات موجود ہیں وہ سب صحیح وقابل استدلال ہیں۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب ایسے راویوں کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ان کی روایات (صحیح بخاری) میں موجود ہیں مگر ہم نے بحمد اللہ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایات صحیح ہیں اور صحیح بخاری کی صحت پر ان روایات کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا۔(توضیح الکلام : ج ۲ ،ص ۴۷۰)

نیز غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جس راوی سے بخاری ومسلم استشہاد کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہوتا ہے۔(نصر الباری: ۱۹۷)

فلهذا عطاء بن سائب سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استشہاد کرنا (یعنی متابعت میں روایت

لینا) بقول علی زئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

الغرض: جب محدثین (امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) کے نزدیک بھی عطاء بن سائب کے اختلاط والی روایات صحیح ہیں اور ان کی صحت کا خود غیر مقلدین کو بھی اقرار ہے تو پھر اگر بالفرض اس کی مذکورہ روایت بھی اختلاط والی ہو تو (جس کی تائید سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک دوسری روایت سے بھی ہو رہی ہے) وہ کیونکہ صحیح نہ ہوگی؟

ثانیاً۔۔۔بفرض محال عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت اختلاط والی بھی ہو تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ترک رفع یدین اس روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت میں بھی مروی ہے (دیکھئے: مسند البزار بحوالہ نصب الرایہ: ج۱ ص ۴۰۷) جو عطاء کی مذکورہ روایت کے لیے مؤید ہے۔ اور علماء غیر مقلدین کے بقول مختلط راوی کی متابعت اور تائید جب کسی دوسری روایت سے ہو جائے تو پھر مختلط سے مروی روایت معتبر اور قابل حجت سمجھی جاتی ہے۔

چنانچہ غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری صاحب ایک مختلط راوی کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"واما اختلاطه قبل موته بقليل كما قاله الحافظ في التقريب فيقتضي ان يكون حديثه ضعيفاً مالم يثبت انه رواه قبل اختلاطه لكنه قدشهده حديث وائل بن حجر وهلب الطائي" (ابکار المنن ص ۱۱۵)

رہا اس کو موت سے تھوڑا عرصہ پہلے اختلاط ہونا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں فرمایا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی روایت ضعیف ہو جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے روایت کی ہے لیکن اس کے لیے وائل بن حجر اور ھلب طائی کی احادیث شاہد ہیں۔

غیر مقلد ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ:

مبارکپوری صاحب ابو اسحاق کو مختلط لکھتے ہیں لیکن طحاوی میں ابو اسحاق کا متابع موجود ہے۔لہذا ابو اسحاق پر اعتراض فضول ہے۔(توضیح الکلام: ج۱ص ۵۱۴۔۵۱۵)

پس جب مختلط کی روایت عند المتابعت غیر مقلدین کے بقول معتبر ہے تو پھر عطاء بن سائب کی اس متابعت والی روایت پر بھی ندوی صاحب کا اعتراض فضول ہے۔اور یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

ثالثاً۔۔۔ائمہ محدثین نے اس بات کی وضاحت فرما رکھی ہے کہ زمانہ اختلاط سے پہلے کی بیان کردہ عطاء بن سائب کی روایات بلا شک وشبہ بالکل صحیح ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔تدریب الراوی: ص ۶۲۲

(۲)۔۔۔تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۱۲۸

(۳)۔۔۔تہذیب التہذیب: برقم ۵۳۹۳

(۴)۔۔۔الجرح والتعدیل للرازی: برقم ۱۸۴۸

(۵)۔۔۔سیر اعلام النبلاء للذہبی: برقم ۸۶۱

اور اس بات پر بھی تقریباً تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ”امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ“ نے عطاء سے حدیثیں عطاء کے زمانہ اختلاط سے پہلے سنی ہیں،(حوالہ جات کے لیے درج ذیل مقامات)ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔تدریب الراوی: ص ۶۲۲

(۲)۔۔۔تہذیب التہذیب: برقم ۵۳۹۳

(۳)۔۔۔الجرح والتعدیل: برقم ۱۸۴۸

(۴)۔۔۔سیر اعلام النبلاء: برقم ۸۶۱

(۵)۔۔۔تاریخ ابن معین: برقم ۱۴۶۵

(۶)۔۔۔تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۱۲۸

(۷)۔۔۔الکامل لابن عدی: برقم ۱۵۲۲

(۸)۔۔۔۔التعدیل والتجریح: برقم ۱۱۴۸

(۹)۔۔۔۔میزان الاعتدال: برقم ۵۶۴۱

(۱۰)۔۔۔۔الکواکب النیرات: برقم ۳۹

جس سے معلوم ہوا کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانہ میں عطاء سے حدیثیں سنی ہیں، اس وقت عطاء کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور اس زمانہ کی تمام روایات صحیح و محفوظ ہیں۔ اور مذکورہ بالا ترک رفع یدین کی حدیث عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے ''امام ابو بشر ورقاء بن عمر یشکری رحمۃ اللہ علیہ'' نے نقل کی ہے، اور امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ورقاء رحمۃ اللہ علیہ سے اور ورقاء رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایات لی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ورقہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہمعصر یعنی ایک ہی زمانہ کے ہیں۔ نیز ائمہ محدثین نے بھی ان دونوں کو ہمعصر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال برقم ۶۶۸۴ تہذیب التہذیب برقم ۲۰۰) اور ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرات محدثین کے نزدیک امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے سماع قدیم و قبل الاختلاط ہے۔ اس لیے بظاہر امام ورقاء بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کا سماع بھی قدیم ہی ہے، کیونکہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ورقاء بن عمر رحمۃ اللہ علیہ ہمعصر ہیں۔ نیز ائمہ محدثین کی تصریحات کے مطابق امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ، زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۷ھ، زائدہ بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ، وھیب بن خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۵ھ وغیرہم نے بھی عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے حدیثیں عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اختلاط سے پہلے سنی ہیں۔ اور امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نے وضاحت فرما رکھی ہے کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ اور امام وھیب بن خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۵ھ اور ان کی مثل اکابر ائمہ محدثین کی عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ روایات صحیح و قابل اعتبار ہیں۔ (ملخصا: العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ: ج ۱۱، ۱۴۳ برقم ۲۱۷۹، تہذیب التہذیب: ج ۷ ص ۲۰۷ برقم ۳۸۶) اور چونکہ امام ابو بشر ورقاء بن عمر یشکری رحمۃ اللہ علیہ م

۱۶۱ھ بھی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ اور امام وھیب بن خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۵ھ کی طرح اکابر محدثین میں سے ہیں اس لیے اس کی عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ ترک رفع یدین کے متعلقہ مذکورہ بالا حدیث بالکل صحیح وقابل استدلال ہے، اور ورقاء رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے حدیثیں عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اختلاط سے پہلے ہی سنی ہیں۔لہٰذا اپنی کم علمی کی وجہ سے اس پر اختلاط کا اعتراض کرنا باطل ومردود ہے۔

فائدہ:

یادرہے اس صحیح حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لیے وتر، جنازہ، عیدین، دعاوغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔اس صحیح حدیث سے بھی بصراحت ثابت ہوا کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا۔

۲۔حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بحوالہ مسند البزار

حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا عبدالرحمن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلٰی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ترفع الایدی فی سبعة مواطن: فی افتتاح الصلٰوة، واستقبال البیت، والصفا والمروة، والموقفین، وعندالحجر۔ (مسند البزار بحوالہ نصب الرایہ: ج ۱، ص ۳۷۰)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سات موقعوں پر رفع یدین کیا جائے،صرف نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت، صفاومروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) مزدلفہ میں (بوقت وقوف) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں میں سے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ، اور حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل کے حوالے حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ذیل میں پیش کیے جا چکے ہیں، اور بقیہ راویوں کے حاضر ہیں۔

(۱) ابوکریب محمد بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " صدوق " (الجرح والتعدیل: ج۸ ص۵۲ برقم ۲۳۹)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " الحافظ الثقة محدث الكوفة " (تذکرۃ الحفاظ: برقم ۵۱۲)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (کتاب الثقات: ج۹ ص۱۰۵ برقم ۱۵۴۳۵)

(۴)۔۔۔ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ کہتے ہیں: " ثقة " (شذرات الذہب: ج۳، ۲۲۶)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: " ثقة حافظ " (تقریب: برقم ۶۲۰۴)

(۲) عبدالرحمان بن محمد محاربی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابوزکریا یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " ثقة " (الجرح والتعدیل: برقم ۱۳۴۲)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " صدوق...الخ " (ایضاً)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: " لاباس به "

(معرفۃ الثقات: برقم ۱۰۷۵)

(۴)۔۔۔امام ابن شاہین م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقۃ" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۸۱۰)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: " **الحافظ الثقة** "(سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۳۵۹)

(۳)ابوالقاسم مقسم بن بجرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " **صالح الحديث لا باس به** "(الجرح والتعدیل: برقم ۱۸۸۹)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: " **صدوق** "(تقریب: برقم ۶۸۷۳)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: " **ثقة** "(تاریخ الثقات: برقم ۱۶۲۷)

(۴)۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: " **ثقة** "(تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۴۱۸)

(۵)۔۔۔امام دارقطنی م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: " **ثقة** "(موسوعۃ اقوال الدارقطنی: برقم ۳۵۶۹)

(۴)ابوعبداللہ نافع المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: " **تابعی ثقة** "(تاریخ الثقات: برقم ۱۶۷۹)

(۲)۔۔۔امام ابویعلی خلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ کہتے ہیں: " **امام في العلم متفق عليه صحيح الرواية** "(الارشاد: برقم: ۱۳)

(۳)۔۔۔۔علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ کہتے ہیں: '' ثقة '' (ملخصا: وفیات الاعیان برقم ۷۵۶)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۱ھ کہتے ہیں: ''ثقة ثبت فقيه مشهور'' (تقریب: برقم ۷۰۸۶)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: '' ثقة '' (الثقات: برقم ۷۵۷۵)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اعتراض:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ابن ابی لیلیٰ نے اسے حکم بن عتیبہ سے نقل کیا جو مدلس ہیں اور مدلس کی معنعن روایت ساقط اعتبار ہوتی ہے۔ (تحقیقی جائزہ: ص ۲۶۹)

الجواب:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سابقہ صحیح ومتصل حدیث حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کی متابعت کر رہی ہے۔ اور معترض رئیس ندوی ودیگر علماء غیر مقلدین کے بقول مدلس راوی کی معنعن روایت کی جب متابعت ثابت ہو جائے تو مدلس کی عَن والی روایت صحیح وقابل قبول ہو جاتی ہے، اور تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۱۲۳، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۹۳، خیر الکلام ص ۱۶۱، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز ص ۱۳۸) نیز حافظ ابن

حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ اور حافظ ابو سعید صلاح الدین العلائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۱ھ نے حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸، جامع التحصیل ص ۱۱۳) یعنی حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی عَن والی روایات کے صحیح اور معتبر ہونیکی تصریح کردی ہے۔ جبکہ اس حدیث کی متابعت بھی ثابت ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر تدلیس کا اعتراض باطل ومردود ہے، اور یہ حدیث متناً وسنداً بالکل صحیح ہے۔

فائدہ:

سابقہ حدیث کی طرح اس صحیح حدیث میں بھی اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے۔

۳۔ حدیث عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ خلافیات بیہقی

'' اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق عن الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحیی عن عباد بن الزبیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ فی اول الصلاۃ ثم لم یرفعھما فی شیئ حتی یفرغ ''

ترجمہ: (صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے) سیدنا عباد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بلا شک وشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو صرف ابتداء نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) ہی رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوجاتے۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ: ج ۱، ص ۴۰۳)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا کتب رجال سے تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ:'' ثقة''(تاریخ بغداد برقم ۱۰۹۶)

(۲)۔۔۔امام ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۶ھ:'' ثقة ''(ملخصا: التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن ج۱ص ۱۲۴)

(۳)۔۔۔ابوبکر محمد بن اسحاق الصاغانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ:'' ثقة ثبت ''(تقریب: برقم ۵۷۲۱)

(۴)۔۔۔ابوعلی الحسن بن ربیع البورانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۰ھ:'' ثقة ''(تقریب: برقم ۱۲۴۱)

(۵)۔۔۔ابوعمر حفص بن غیاث النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۴ھ:''ثقة مامون فقیه ''(تاریخ الثقات للعجلی برقم ۳۱۰)

(۶)۔۔۔محمد بن ابی یحییٰ سمعان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۶ھ:'' ثقة ''(الکاشف: برقم ۵۲۱۹)

(۷)۔۔۔عباد بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ م ۹۰ھ:'' ثقة ''(تقریب: برقم ۳۱۳۵)

خلاصۃ التحقیق:

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اوراس کی سند سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ تک بالکل صحیح وثابت ہے۔ نیز سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہونے کے علاوہ اپنے والد محترم (سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔اور انہوں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرھم سے احادیث نقل کی ہیں۔الغرض اس صحیح السند روایت سے کم ازکم

اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزندار جمند کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز کے علاوہ ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ سندی تحقیق کے بعد اب اس روایت پر فریق مخالف کے جہالتوں پر مبنی اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ا:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس کی سند کے ایک راوی محمد بن اسحاق کا تعین مطلوب ہے، یہ وضاحت کی جائے کہ یہ کون ذات شریف ہے؟ (نور العینین: ص۲۹۶)

الجواب:

جناب علی زئی صاحب! مذکورہ روایت کی سند میں موجود "محمد بن سحاق" سے "صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ" وغیرہ کے ثقہ بالا جماع راوی "امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن جعفر الصاغانی الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ مراد ہیں جو کہ مشہور و معروف محدث ابو العباس محمد بن یعقوب بن یوسف الاصم النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۶ھ" کے استاذ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔تہذیب الکمال للمزی: برقم ۵۰۵۳

(۲)۔۔۔الکاشف للذہبی: برقم ۴۷۱۴

(۳)۔۔۔تاریخ الاسلام: برقم ۳۸۵۔۳۴۳

(۴)۔۔۔تذکرۃ الحفاظ: برقم ۵۹۸۔۵۳۸

(۵)۔۔۔الارشاد للخلیلی ج ۳، ص ۸۵۶

(۶)۔۔۔التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن:: برقم ۱۴۰

(۷)۔۔۔سیر اعلام النبلاء: برقم ۳۱۰۵

لطیفہ:

قارئین: غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کا فرقہ غیر مقلدیت کے نزدیک ذرا مقام ملاحظہ فرمائیں:

غیر مقلد ندیم ظہیر لکھتا ہے کہ:

''محقق دوراں، ذہبی زماں، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی'' (الحدیث ص ۱۳ ش نمبر ۱۱۲)

غیر مقلد عبداللہ ناصر رحمانی علی زئی صاحب کے متعلق کہتا ہے کہ:

بالخصوص علم الرجال میں وہ خاص ملکہ رکھتے تھے کہ پورے پاکستان میں اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۴۷، ش نمبر ۱۱۴)

غیر مقلد مبشر احمد رحمانی کہتا ہے:

(علی زئی صاحب) ہم عصر علماء میں سے پاکستان کے اندر اسماء الرجال کے زیادہ ماہر تھے۔ (الحدیث: ص ۴۷ ش نمبر ۱۱۴)

غیر مقلد ارشاد الحق اثری کہتا ہے کہ:

حدیث ورجال پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ (ایضاً: ص ۴۸)

قارئین دیکھا آپ نے کہ فرقہ غیر مقلدیت کے حضرات زبیر علی زئی کی تعریف میں کیسے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔ حالانکہ کسی دینی ادارے کا باقاعدہ فاضل نہ ہونے کی وجہ سے یہ شخص خصوصاً علم اسماء الرجال سے بالکل جاہل تھا، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کے مشہور ومعروف راویوں کا تعین بھی نہیں کرسکتا تھا، اور اسماء الرجال کی مشہور ومعروف کتب بھی اسے دیکھنی نہیں آتی تھیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مقام پر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ یہ شخص صحیح مسلم وسنن اربعہ وغیرہ کے مشہور ومعروف راوی ''ابوبکر محمد بن اسحاق الصاغانی'' کا تعین نہیں کر سکا۔ ایسا جاہل محقق دوراں، ذہبی زماں فرقہ غیر مقلدیت کو ہی مبارک ہو۔

اعتراض نمبر ۲:

رئیس ندوی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

حفص بن غیاث سے ''حفص بن غیاث یروی عن میمون بن مھران'' مراد ہے، اور یہ شخص مجہول ہے جیسا کہ تقریب وتہذیب وعام کتب رجال میں تصریح ہے۔(ملخصا: تحقیقی جائزہ: ۲۷۲)

الجواب:

تقریب التہذیب وتہذیب التہذیب اور دیگر کتب رجال میں جس حفص بن غیاث کو مجہول کہا گیا ہے، وہ یہ ''حفص بن غیاث'' نہیں جو مذکورہ روایت کا راوی ہے بلکہ وہ ''ولید بن محمد بن نعمان'' کا استاد ہے۔ اور اس سے صرف ایک ہی راوی ''ولید بن محمد بن نعمان'' ہی روایت کرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مجہول ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے ''لسان المیزان'' میں اور امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۷ھ نے ''الجرح والتعدیل'' میں اس کی تصریح کی ہے۔ (دیکھئے: لسان المیزان برقم ۱۳۴۹ والجرح والتعدیل برقم ۸۰۴) نیز یہ مجہول راوی یعنی حفص بن غیاث بصری بذات خود بھی صرف ایک ہی راوی ''میمون بن مہران'' سے ہی روایت کرتا ہے، جیسا کہ امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۷ھ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ، اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے وضاحت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: الجرح والتعدیل برقم ۸۰۴، میزان الاعتدال برقم ۲۱۶۱، المغنی فی الضعفاء برقم ۱۶۴۰، دیوان الضعفاء برقم ۱۰۶۶، لسان المیزان برقم ۱۳۴۹، تقریب برقم ۱۴۳۱، تہذیب برقم ۱۶۹۲)

جبکہ مذکورہ بالا ترک رفع یدین کی حدیث کی سند میں موجود ''حفص بن غیاث'' سے صحیح بخاری صحیح مسلم وسنن اربعہ کے ثقہ وصدوق راوی ''ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ النخعی القاضی رحمۃ اللہ علیہ'' مراد ہیں۔ جو کہ ''امام ابوعلی الحسن بن ربیع البورانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۰ھ اور دیگر کئی محدثین کے استاذ ہیں۔ اور ''امام ابوعبداللہ محمد بن ابی یحییٰ سمعان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ'' ودیگر متعدد ائمہ محدثین کے شاگرد ہیں۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال للمزی: ج ۷ ص ۵۷ برقم ۱۴۱۵ و ج ۲۷، ص ۱۱، برقم ۵۶۹۶: مغانی الاخیار ج ۱، ص ۲۲۶ برقم ۴۸۲) اور مذکورہ بالا حدیث کو بھی حفص بن غیاث سے امام ابوعلی الحسن بن ربیع البورانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کر رہے ہیں اور حفص

بن غیاث امام ابوعبداللہ محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرر ہے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کی سند میں موجود حفص سے ''امام ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ النخعی رحمۃ اللہ علیہ'' ہی مراد ہیں۔

الغرض: حفص بن غیاث نام کے دو راوی ہیں، اور تقریب التہذیب وتہذیب میں جس ''حفص بن غیاث'' کو مجہول کہا گیا ہے، وہ مذکورہ روایت کے بالیقین راوی نہیں ہیں۔ بلکہ مذکورہ حدیث کے راوی ''امام ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ النخعی القاضی رحمۃ اللہ علیہ'' ہیں جو کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہونے کی علاوہ فی نفسہ متفق علیہ ثقہ وصدوق محدث ہیں۔

اعتراض نمبر ۳، ورئیس ندوی جھوٹ نمبر ۱۴، ۱۵:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں: حفص بن غیاث اگرچہ کتب ستہ کے ثقہ راوی ہیں مگر انہیں امام احمد اور امام ابن سعد صاحب الطبقات نے ''کثیر التدلیس'' قرار دیا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد میں صراحت ہے۔ (ملخصا: تحقیقی جائزہ ص ۲۷۲)

الجواب:

اولاً۔۔۔قارئین کرام! رئیس ندوی صاحب کی یہ بات جھوٹ ہے۔ آپ تہذیب التہذیب (جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ برقم ۱۶۹۲) اور الطبقات الکبریٰ لابن سعد (ج ۶ ص ۳۶۶ برقم ۲۷۰۶) اٹھا کر دیکھیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ اور حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ نے مذکور حفص بن غیاث کو صرف مدلس ہی کہا ہے، ''کثیر التدلیس'' ہرگز نہیں کہا۔ لہٰذا ندوی کا یہ کہنا کہ ''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حفص کو ''کثیر التدلیس'' قرار دیا ہے'' بالکل جھوٹ ہے۔

ثانیاً۔۔۔یہ بھی یاد رہے مذکور حفص بن غیاث کی تدلیس کا بہانہ بنا کر بھی راہ فرار اختیار کرنا مردود ہے، کیونکہ حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اولیٰ کے مدلس ہیں۔ (دیکھئے: النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۶، تعریف اہل التقدیس ص ۸۰) اور ائمہ محدثین کی تصریحات کے مطابق (تخصیصات

کے علاوہ) طبقہ اولیٰ کے مدلیسن کی معنعن روایات صحیح ومعتبر ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس روایت میں حفص کا استاذ جسے ''شیخ الحدیث'' کہا گیا ہے، وہ ''محمد بن ابی یحییٰ'' ہیں، ان کی بھی تعیین نہیں ہوسکی۔۔۔۔الخ'' (بلفظہ: تحقیقی جائزہ ص ۲۷۲)

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب کی طرح فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب کو بھی مشہور ومعروف راویوں کا تعین کرنا نہیں آتا اور اسماء الرجال کی مشہور ومعروف کتب دیکھنی نہیں آتی ہیں تو جناب آیئے ہم اس راوی کا تعین کر دیتے ہیں! مذکور روایت کی سند میں موجود ''محمد بن ابی یحییٰ'' سے سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے ثقہ وصدوق راوی ''ابوعبداللہ محمد بن ابی یحییٰ سمعان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ'' مراد ہیں۔ جو کہ سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اور مشہور محدث ''ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق النخعی رحمۃ اللہ علیہ'' کے استاذ ہیں ملاحظہ فرمائیں!

(۱)۔۔۔۔تہذیب الکمال للمزی: ج ۷، ص ۵۷، برقم ۱۴۱۵ و ج ۲۷، ص ۱۲، برقم ۵۶۹۶

(۲)۔۔۔۔مغانی الاخیار: ج ۱، ۲۲۶، برقم ۴۸۲

(۳)۔۔۔۔غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس ج ۱، ص ۳۷۹، برقم ۵۴۵

(۴)۔۔۔۔تہذیب التہذیب: ج ۹، ص ۵۲۳، برقم ۸۵۶

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۱۶:

نیز غیر مقلد رئیس ندوی صاحب نے مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ کے ص ۸۵۶ پر ''صحیح بخاری' سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ'' کے راوی ''محمد بن فلیح بن سلیمان'' پر جرحی نشتر چلایا ہے۔ جبکہ دوسری جگہ ندوی صاحب نے صحیح بخاری کے راویوں پر جرح کو کالعدم و مدفوع قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: اللمحات ج ۲، ص ۱۳) جو کہ ندوی کا واضح تضاد ہے، اور موصوف ندوی صاحب کے ہی بقول تضاد، کذب بیانی ہے۔

تنبیہ:

یادر ہے محمد بن فلیح بن سلیمان سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کا راوی نہیں ہے۔

الحاصل: فریق مخالف نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایات پر جو از راہ تعصب و جہالت اعتراضات وارد کیے ہیں وہ سب خلاف حقیقت ہیں، اور اصول حدیث کی روشنی میں انکا باطل ہونا ہم نے بحمد اللہ ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ روایات صحیح و معتبر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه و علی من اتبعهم باحسان الی یوم الدین۔

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

تحقیق کے آئینے میں

ا۔حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ صحیح مسلم

’’ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة و ابو کریب قالا حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة : قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة ‘‘

ترجمہ: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہو گیا مجھے کہ میں دیکھ رہا ہوں تمہیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم: ج۱،ص۱۸۱)

فائدہ:

اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح و ثابت ہے۔ اور اس حدیث شریف میں مسلک اہلسنت والجماعت پر واضح دلیل ہے کہ نماز کے اندر پہلے رفع یدین مشروع تھا، بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نیز صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث من طریق تمیم بن طرفہ الطائی مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱)۔۔۔۔صحیح ابن حبان: ص ۵۸۴

(۲)۔۔۔۔سنن ابی دود: ج۱،ص ۱۵۰

(۳)۔۔۔۔سنن النسائی: ج۱،ص۱۷۶

(۴)۔۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ: ج۲،ص ۳۷۰

(۵)۔۔۔۔المعجم الکبیر للطبرانی: برقم ۱۷۹۵

(۶)۔۔۔۔مشکل الآثار للطحاوی: برقم ۵۱۷۸

(۷)۔۔۔۔مسند ابی یعلی الموصلی: برقم ۷۴۷۲

(۸)۔۔۔۔مصنف عبدالرزاق: برقم ۳۲۵۲

(۹)۔۔۔۔مسند احمد بن حنبل: ص ۱۵۲۰

(۱۰)۔۔۔۔المحلی لابن حزم: ص ۳۷۷

(۱۱)۔۔۔۔السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۲۸۰

(۱۲)۔۔۔۔مسند ابی عوانہ: ج ۲، ص ۸۵

(۱۳)۔۔۔۔مسند الطیالسی: برقم ۷۸۶

(۱۴)۔۔۔۔التمہید لابن عبدالبر: ج ۹، ص ۲۲۱

چند شبہات کا ازالہ:

بعض الناس اپنے مذہب کو بچانے کے لیے اس صحیح السند حدیث پر چند شبہات وارد کرتے ہیں ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

شبہ نمبر ۱:

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کو تشہد اور سلام والے ابواب میں نقل کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اس حدیث میں صرف اور صرف سلام کے وقت دونوں طرف ہاتھوں کا اشارہ کرنا منع ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔۔یہ اعتراض انتہائی غلط اور بالکل بے جان ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے۔ اور انہیں نماز کے اندر رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر نکیر فرمائی اور نماز کے اندر کیے جانے والے رفع یدین کو مست گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی اور اسے خلاف سکون قرار دیتے ہوئے فرمایا ''اسکنوافی الصلوۃ'' نماز میں پرسکون رہا کرو (یعنی نماز کے اندر رفع یدین نہ کیا کرو) اس حدیث کے صریح الفاظ سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں نماز کے اندر مثلاً رکوع جاتے اور رکوع

سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے سے منع کیا گیا ہے۔حدیث کے صریح الفاظ کے مقابلے میں بعض غیر معصوم امتیوں کے قائم کردہ ابواب کا بہانہ بنا کر اس حدیث کو بغیر کسی قوی دلیل کے صرف اور صرف سلام کے وقت دونوں طرف ہاتھوں سے اشارہ کی ممانعت پر فٹ کرنا محض سینہ زوری ہے۔

ثانیاً۔۔۔کسی شخص کا کسی حدیث کو کسی بات کے تحت ذکر کرنا۔یہ اس شخص کی ذاتی رائے اور تحقیق ہے۔جس سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کیا جا سکتا ہے۔اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ اس حدیث کا وہی ہی مطلب قطعی ہے جو وہ بیان کر رہا ہے،علم حدیث کا عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ بعض دفعہ ایک محدث کسی حدیث کو ایک باب کے تحت نقل کرتا ہے اور دوسرا محدث حدیث کے الفاظ عام ہونے کی وجہ سے اسی حدیث کو کسی دوسرے باب کے تحت نقل کر دیتا ہے۔اور یہی معاملہ حدیث مذکور کے متعلق بھی ہے۔کیونکہ اس حدیث کو اگر بعض حضرات نے تشہد وغیرہ کے باب میں نقل کیا ہے تو کیا ہوا کئی دوسرے حضرات نے اسے حرکت نہ کرنے،خشوع وخضوع،نماز میں سکون کرنے کے عنوان کے تحت بھی ذکر کیا ہے۔اور متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے صراحتاً اسے نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بھی بنایا ہے اور اس پر ترک رفع یدین کے ابواب بھی باندھے ہیں مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے اسے ''بیان النھی عن الاختصار فی الصلوۃ وایجاب الانصات والسکون فی الصلوۃ الا لصاحب العذر '' کے تحت نقل کیا ہے۔(دیکھئے:مسند ابی عوانہ:ج ۲،ص ۸۵)

(۲)۔۔۔امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ نے اسے ''من کرہ رفع الیدین فی الدعاء'' کے عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:برقم ۸۴۴۷)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ نے'' ذکر ما یستحب للمصلی رفع الیدین عند قیامہ من الرکعتین من صلوتہ '' کے تحت درج کیا ہے۔(صحیح ابن حبان:ج ۴ ص ۱۷۸)

(۴)۔۔۔۔امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ نے" باب الکراھیۃ ان یضرب الرجل بیدہ عن یمینہ وعن شمالہ فی الصلوٰۃ " کے تحت اسے نقل کیا ہے۔ (المسند المستخرج علی صحیح مسلم: برقم ۹۶۱)

(۵)۔۔۔۔امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ نے" جماع ابواب الخشوع فی الصلاۃ والاقبال علیھا " کے تحت" باب الخشوع فی الصلاۃ "میں درج کیا ہے۔(السنن الکبری للبیہقی: برقم ۳۵۲۰)

(۶)۔۔۔۔امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نے" باب فی بیان رفع الیدین فی اول الصلوۃ " کے تحت نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔(دیکھئے: شرح سنن ابی داؤد: ج ۳،ص ۲۹۷)

(۷)۔۔۔۔امام ابومحمد جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔(ملخصا: نصب الرایہ ج۱،ص ۴۷۲)

(۸)۔۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کی طرف منسوب غیر مقلدین کے نزدیک معتبر "رسالہ جزء رفع الیدین" کے اقتباس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی اس حدیث کو ترک رفع یدین کی دلیل بنایا گیا ہے۔(ملخصا: جزء رفع الیدین ص ۶۱ و فی طبعۃ ص ۳۲ برقم ۳۷)

(۹)۔۔۔۔امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ کے عمل سے بھی ظاہر ہے کہ اس حدیث کو حضرات نے ترک رفع یدین کی دلیل بنایا ہے۔ (المجموع شرح المھذب ج ۳،ص ۴۰۳)

(۱۰۔۱۱)حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ،حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م کے عمل سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔(صحیح ابن حبان ج ۳،ص ۱۷۸،البدر المنیر ج ۳،ص ۴۸۵)

(۱۲)۔۔۔۔امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ نے اس حدیث کو رفع یدین کے منسوخ

ہونے کی دلیل بتایا ہے۔ (مرقات ج۲،ص۲۷۵، الاسرار المرفوعہ ص ۳۵۶ ،شرح نقایہ ج۱،۷۸)

(۱۳)۔۔۔۔امام ابوبکر علاؤ الدین الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۷ھ نے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔(بدائع الصنائع: ج۱،ص۲۰۷)

(۱۴)۔۔۔۔امام عثمان بن علی المعروف فخر الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ نے بھی اس سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ج۱،ص۱۲۰)

(۱۵)۔۔۔۔علامہ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۴ھ نے اس حدیث سے رفع الیدین عندالرکوع کی منسوخیت پر دلیل پکڑی ہے۔(رسالہ کشف الرین بحوالہ نور الصباح ج ۲، ۳۲۳)

(۱۶)۔۔۔۔شمس الائمہ امام محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۳ھ نے اس سے رفع یدین نہ کرنے پر دلیل پکڑی ہے۔(المبسوط: ج۱،ص ۱۴)

(۱۷)۔۔۔۔امام جمال الدین ابو محمد علی بن ابی یحییٰ المنبجی الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ،م ۶۸۶ھ نے اسے ''باب لاترفع الایدی عندالرکوع ولا بعد الرفع منہ'' کے تحت ذکر کیا ہے۔(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب: ج۱ ص۲۵۶)

(۱۸)۔۔۔۔امام ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ نے اسے ''باب لاترفع الیدین فی تکبیر الرکوع'' کے تحت درج کیا ہے۔(التجرید: ج۲، ۵۱۸۔۵۱۹)

(۱۹)۔۔۔۔علامہ زمخشری نے بھی اس حدیث کو''لاترفع الایدی فی الصلوٰۃ الاعندافتتاح الصلوٰۃ'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔(رؤس المسائل الخلافیۃ بین الحنفیۃ والشافعیۃ: ج۱ ص۱۵۶)

(۲۰)۔۔۔۔امام ابوالمعانی برہان الدین البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۱۶ھ نے''المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی'' ج۱ ص۳۷۶ پر۔

(۲۱)۔۔۔۔امام زین الدین المعروف بابن نجیم المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۰ھ نے ''البحر الرائق شرح کنز الدقائق'' ص۳۴۱ ج۱ پر۔

(۲۲)۔۔۔امام احمد بن محمد الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۱ھ نے ''حاشیۃ الطحطاوی'' ج ۱ ص ۲۵۷ پر۔

(۲۳)۔۔۔امام ابوالعباس شہاب الدین المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۴ھ نے ''الذخیرہ للقیرافی'' ج ۲ ص ۲۲۰ پر۔

(۲۴)۔۔۔محدث کبیر زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقریر بخاری'' ج ۳ ص ۱۰۶ پر۔

(۲۵)۔۔۔محدث عظیم رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الحل المفہم'' ج ۱، ص ۹۷ پر اور دیگر کئی ائمہ محدثین نے اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۲۶)۔۔۔امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ نے ''اعلام الموقعین'' ج ۲، ص ۱۵۴، پر

(۲۷)۔۔۔امام صالح بن محمد الفلانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۱۸ھ نے ''ایقاظ ھمم اولی الابصار: ج ۱، ص ۱۳۶'' پر۔

(۲۸)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے ''الدرایۃ ج ۱، ص ۱۴۹ اور فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۲۹'' پر

اور دوسرے کئی حضرت نے صراحت کر رکھی ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بتایا ہے۔

(۲۹ تا ۳۹) نیز بطور الزام کے عرض ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ بالجزم کہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۰ھ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ، امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ اور امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ وغیرھم نے بھی اس حدیث سے رفع یدین نہ کرنے پر دلیل پکڑی ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ج ۳، ص ۴۰۰) جو کہ باصول علی زئی ان ائمہ کی طرف اس استدلال کی نسبت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ علی زئی صاحب نے ایک جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ اس قول کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب

''دیوان الضعفاء'' میں بطور جزم بیان کیا ہے۔(دیکھئے: ماہنامہ الحدیث ص ۱۴ ش نمبر ۷۳)

(۴۰)۔۔۔۔قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ'' **قدذکر ابن القصار هذا الحديث حجة في النهي عن رفع الايدي على رواية المنع من ذالك جملة**

''امام ابن قصار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ رفع یدین منع کرنے والی حدیثوں میں سب سے واضح طور پر یہ حدیث حجت ہے،اور رفع یدین منع کرنے پر دلیل ہے۔(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲،ص ۴۴۴،بحوالہ نور الصباح،ج ۲،ص ۳۲۲)

(۴۱)۔۔۔۔علامہ شیخ عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو'' فی منع الاقتداء بمن یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ '' کے عنوان کے تحت نقل کر کے اس سے منسوخیت رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔ (شرح الجامع الصحیح:ص ۳۱۸)

اال غیر مقلدیت کا دھوکہ:

قارئین: مندرجہ بالا دلائل سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مذکور حدیث کو کئی ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بنایا ہے،اور اس حدیث پر ترک رفع یدین کے ابواب بھی باندھے ہیں۔لہٰذا غیر مقلدین کی درج ذیل باتیں سراسر غلط اور دھوکہ دہی پر مبنی ہیں۔مثلاً۔۔۔۔

(۱)غیر مقلد عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے کہ:

محدثین کا اجماع ہے کہ تمیم بن طرف از جابر اور عبید اللہ بن قبطیہ عن جابر ایک ہی حدیث ہے۔ (تعلیقات علی النسائی: ج ۱ ص ۱۳۹)

(۲)زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

محدثین کی اس اجماعی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق صرف تشہد والے رفع یدین کے ساتھ ہے۔(نور العینین :ص ۱۲۷)

(۳)غیر مقلد علی زئی نے مزید لکھا ہے:

کسی محدث نے اس پر منع رفع یدین عندالرکوع والرفع منہ کا باب نہیں باندھا۔(بلفظہ: نورالعینین ص ۱۲۷)

زبیر علی زئی جھوٹ:

زیر بحث ''اسکنوا فی الصلوٰۃ'' والی حدیث کے متعلق غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:
درج ذیل محدثین نے اس حدیث پر سلام کے ابواب باندھے ہیں۔۔۔۔طحاوی ''باب السلام فی الصلوٰۃ کیف ھو؟ شرح معانی الاثار ج ۱ ص ۲۶۸۔۲۶۹'' (نورالعینین: ص ۱۲۶)

تبصرہ: قارئین بضابطہ غیر مقلدیت علی زئی صاحب کی یہ بات سو فیصد جھوٹ ہے۔آپ شرح معانی الاٰ ثار اٹھا کر دیکھیں اس میں مذکور من طریق تمیم بن طرفہ ''اسکنوا فی الصلوٰۃ'' والی حدیث کو امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب السلام فی الصلوٰۃ کیف ھو؟'' میں سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے۔

شبہ نمبر ۲:

فریق مخالف کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے اس سے اگلی روات میں موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے وقت اشارہ سے منع کیا ہے۔اور یہ ایک ہی واقعہ ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔محض اپنے مسلک کو بچانے کے لیے دو الگ الگ واقعات کو خلط ملط کر کے ایک ہی واقعہ بناڈالنا بالکل باطل و مردود ہے۔اگر کوئی منصف مزاج شخص ان روایات کو غور سے دیکھ لے تو ہرگز ہرگز اسے ایک واقعہ قرار نہیں دے سکتا۔کیونکہ روایات کے متن اور سند دونوں میں بہت فرق ہے۔اگر ایک صحابی رضی اللہ عنہ دو واقعے بیان کرے تو وہ ایک نہیں دو ہی رہیں گے۔ایک آدمی دس، بیس، تیس واقعات بیان کر دیتا ہے تو کیا محض راوی ایک ہوجانے کی وجہ سے وہ ایک ہی واقعہ قرار پائے گا، ہرگز نہیں۔ہم پہلے دونوں روایات کو نقل کرتے ہیں تا کہ اگلی بحث کو عام قارئین

آسانی سے سمجھ سکیں۔

روایت نمبر ۱:

’’ عن تمیم بن طرفۃ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ۔۔۔الخ۔ (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۱۸۱) وفی روایۃ ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ۔ (مسند احمد: برقم ۲۰۶۵۸) وفی روایۃ: ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوۃ۔۔۔الخ ‘‘ (ایضا: برقم ۲۱۰۲۷)

مفہوم حدیث:

تمیم بن طرفہ الطائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ شریفہ سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے، اور ہم (انفرادی) نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں نماز میں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں گویا کہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

روایت نمبر ۲:

’’عبیداللہ بن القبطیۃ عن جابر بن سمرۃ قال کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واشار بیدہ الی الجانبین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علام تومنون بایدیکم کانھا اذناب خیل شمس انمایکفی احدکم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلم علی اخیہ من علی یمینہ وشمالہ‘‘ (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۱۸۱) وفی روایۃ: کنامع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا سلم قال احدنا بیدہ عن یمینہ وعن شمالہ السلام علیکم السلام علیکم واشار بیدہ عن یمینہ وعن شمالہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مابالکم تومئون بایدیکم۔۔۔ الخ (مسند الشافعی: ج ۱، ص ۴۴) وفی روایۃ : کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشار احدنا۔۔۔الخ۔ (مسند احمد: برقم ۲۱۰۲۸) وفی روایۃ: کنانصلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ (السنن الکبری للنسائی: برقم ۵۴۱) وفی روایۃ : ماشا نکم تشیرون بایدیکم۔۔۔۔ الخ (سنن النسائی: برقم ۱۳۲۶) وفی روایۃ: مابال اقوام یرمون بایدیھم ۔۔۔الخ۔"(مسند احمد: برقم ۲۰۸۰۶)

مفہوم حدیث:

عبیداللہ بن القبطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے باجماعت نماز پڑھتے تو سلام کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے، تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو گویا کہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں، تمہارے لیے بس یہی کافی ہے کہ اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کرلیا کرو۔

قارئین: دونوں احادیث آپ کے سامنے ہیں، پہلی حدیث میں نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور دوسری حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں حدیثیں باعتبار سند و متن کے مختلف ہیں مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع کرنے والی پہلی حدیث کے راوی "تمیم بن

طرف الطائی رحمۃ اللہ علیہ'' ہیں۔ اور دوسری سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع کرنے والی حدیث کے راوی ''عبیداللہ بن القبطیہ رحمۃ اللہ علیہ'' ہیں۔

(۲)۔۔۔پہلی حدیث کے الفاظ'' **خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** ''صراحتاً اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کے بغیر انفرادی پڑھ رہے تھے۔ اور دوسری حدیث کے الفاظ '' **کنامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا سلم قال احدنا۔ کنااذاصلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم۔ کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشار احدنا**'۔ اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باجماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا فرما رہے تھے۔ الغرض پہلی حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ انفرادی نماز کا ہے، اور دوسری حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ باجماعت نماز کا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔

(۳)۔۔۔پہلی حدیث کے الفاظ'' **ونحن رافعوا ایدینا۔ اسکنو فی الصلوٰۃ**'' صراحتاً اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور دوسری حدیث کے الفاظ'' **یرمون بایدیھم۔ تومنون بایدیکم اشار احدنا۔ مابال اقوام یرمون بایدیھم۔ ماشانکم تشیرون**'' اس بات پر دال ہیں کہ اس حدیث میں بوقت سلام اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی حدیث میں نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے اور دوسری حدیث میں بوقت سلام اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۴)۔۔۔پہلی حدیث میں سلام کا ذکر نہیں ہے جبکہ دوسری حدیث میں سلام اور پھر اس کا طریقہ بھی مذکور ہے۔

(۵)۔۔۔پہلی حدیث میں'' اسکنوا فی الصلوٰۃ '' کے الفاظ ہیں جبکہ دوسری حدیث ان الفاظ سے خالی ہے۔(فیما اعلم)

الغرض: مذکورہ بالا قرائن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ مذکورہ دونوں روایات میں دو الگ الگ واقعے بیان کیے گئے ہیں۔لہٰذا انہیں ایک واقعہ قرار دینا بالکل غلط باطل و مردود ہے۔

ثانیاً۔۔۔اپنے اپنے دور کے جلیل القدر ثقہ بالا جماع معتدل محدثین امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ، امام ابوالحسن علی بن (سلطان) محمد نور الدین القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ اور امام زین الدین المعروف با بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۰ھ وغیرھم نے بھی مذکورہ دونوں روایات کو دو الگ الگ احادیث دو واقعات قرار دیا ہے۔(ملخصا: البنایہ شرح الھدایہ ج ۲، ص ۲۹۹، مرقات ج ۱، ص ۴۹۸، البحر الرائق ج ۱، ص ۳۴۱)

ثالثاً۔۔۔یہ بات بھی اس موقع پر ملحوظ رہنی چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان'' **تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم** '' کا مفاد یہ ہے کہ سلام اور تحریمہ نماز کا جزء نہیں بلکہ اس کی حدود ہیں اور یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ حدود شئ، حقیقت شئ سے خارج ہوا کرتی ہیں، گو شئ کے ساتھ اس کے شدت اتصال کی بناء پر ان کا باہمی فرق و امتیاز محسوس نہ ہو۔

اس لیے سلام کی حالت میں نمازی من وجہ خارج صلوٰۃ اور من وجہ داخل صلوٰۃ ہوتا ہے۔لہٰذا دونوں حدیثوں کو ایک ماننے کی صورت میں بھی جب بحالت سلام رفع یدین کی بجائے سکون (یعنی عدم حرکت) مطلوب ہے تو رکوع وغیرہ کی حالت میں جبکہ نمازی من کل الوجوہ اور ہر اعتبار سے داخل صلوٰۃ ہوتا ہے سکون مطلوب کے برخلاف رفع یدین کس طرح مناسب ہو سکتا ہے۔اس لیے اگر بالفرض مذکورہ دونوں حدیثیں ایک بھی ہوں تو بہر صورت رکوع وغیرہ کی حالت میں اس حدیث سے رفع یدین کی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی۔

شبہ نمبر ۳:

مذکورہ حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے غیر مقلدین یہ بھی بعض دفعہ شوشہ چھوڑ دیا کرتے ہیں کہ اگر اس حدیث کے پیش نظر رفع یدین منسوخ ہے تو اس کے نسخ کی تاریخ کیا ہے؟

الجواب:

اولاً۔۔۔عرض ہے کہ اپنے ضابطہ کے مطابق پہلے تو غیر مقلدین قرآن و حدیث سے یہ اصول دکھائیں کہ کسی عمل کو منسوخ قرار دینے کے لیے دلائل نہیں تاریخ نسخ کو دیکھا جاتا ہے۔دیدہ باید۔

ثانیاً۔۔۔کتنے ہی ایسے امور ہیں جن کو غیر مقلدین حضرات بھی منسوخ و متروک مانتے ہیں تو کیا ان امور میں سے ہر ایک امر کی تاریخ نسخ و ترک غیر مقلدین قرآن و حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں؟ مثلاً۔۔۔متعدد غیر مقلد علماء سجدوں میں رفع الیدین کا ثبوت ماننے کے باوجود سجدوں میں رفع الیدین نہیں کرتے تو کیا وہ حضرات بتا سکتے ہیں کہ اس کے منسوخ و متروک ہونے کی کیا تاریخ ہے؟

چلیئے! مزید دور جانے کی بجائے اسی مضمون کے حوالے سے ہی پوچھ لیتے ہیں، مذکورہ حدیث کا جواب دیتے ہوئے غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ اس کا تعلق بوقت سلام کیے جانے والے اشارہ کے ساتھ ہے اور اس حدیث میں اسی سے ہی منع کیا گیا ہے۔کیا وہ یہ بتلانا گوارہ کریں گے کہ اس ممانعت کا سال، دن جگہ، تاریخ اور وقت کیا ہے؟ بس ثابت ہوا کہ یہ غیر مقلدین کی صحیح صریح حدیث کو رد کرنے کی مختلف چالیں ہیں اور بس۔مگر حق اپنے آپ کو منوا کر ہی رہتا ہے!

شبہ نمبر ۴:

کہا جاتا ہے کہ اس روایت میں الفاظ بڑے سخت کہے گئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئے ہوئے عمل کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتے۔لہٰذا اس حدیث کو نماز کے اندر والے رفع یدین کے متعلق قرار دینا گستاخی ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔۔عوام الناس کو پھسلانے کے لیے یہ اعتراض بطور ہتھیار کے تو استعمال ہو سکتا ہے۔ مگر تحقیقی و علمی دنیا میں اس اعتراض کی پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں۔ کیونکہ جب کوئی عمل منسوخ و متروک ہو جائے تو پھر اس پر عمل کرنا غلط ہے اور اسے اپنانا قابل مذمت ہے۔ جیسے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نمازیں پڑھی ہیں، ذرا پوچھیئے معترضین! سے کہ کیا اب اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا درست ہے، وہ لوگ بھی اسے باطل و مردود کہتے ہوئے اس عمل کی مذمت و تردید ہی کریں گے۔ تو کیا معترضین یہاں بھی یہ منطق چلائیں گے کہ چونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی ہیں۔ اس لیے ادھر منہ کر کے نماز ادا کرنے کو باطل و مردود کہنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یہ سخت الفاظ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جب وہ عمل منسوخ و متروک ہو چکا تو اب اس متروک عمل کو آپ ﷺ جس طرح چاہیں تعبیر کر سکتے ہیں۔

ثانیاً۔۔۔۔علاوہ ازیں اس موقع پر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ حدیث مذکور میں ''سخت الفاظ'' کسی دوسرے نے نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیے ہیں ہم تو محض ناقل ہیں، لہٰذا ہم پر غصہ بے جا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ریشمی کپڑا پہنا اور بعد میں اتار کر فرمایا: '' **لاینبغی هذا للمتقین** '' کہ یہ متقی لوگوں کے لیے مناسب نہیں۔ (بخاری ج ۱، ص ۵۴ برقم ۳۷۵ و صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۹۲)

اب معترضین بتائیں کیا معاذ اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے متقی نہ تھے؟ لباس اتار کر ہی متقی ہوئے، اگر متقی لوگوں کے لیے وہ کپڑا جائز نہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیوں پہنا؟ وجہ صرف یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا تو تب اسے پہننا جائز تھا اور اسے شریعت میں منافی تقویٰ قرار نہیں دیا گیا تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے اتارا اور شریعت میں اسے پہننے سے منع کر دیا گیا اور منافی تقوی قرار دے دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکور سخت

کلمات ارشاد فرمائے کیونکہ جب کوئی عمل منسوخ ومتروک ہو جائے تو پھر اس پر نکیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خلاصۃ المباحث:

قارئین: اس کتاب کے باب اوّل میں کی جانے والی ابحاث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ''الامام الثقہ ،المحدث الکبیر حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مؤقف ''کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترک رفع یدین کی احادیث ثابت ہیں'' میں بالکل سچے اور حق بجانب تھے اور محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ کو اس مؤقف میں جھوٹا کہنے والے فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب حقیقتاً خود کذاب، جاہل اور دشمن احادیث ہیں۔

اللہ رب العزت فریق مخالف کو تعصب سے بالاتر ہو کر حق بات کو سمجھنے اور ماننے کی توفیق عطاء فرمائے، اور ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔(امین)

وصلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقه محمد و اٰله واصحابه وعلی من اتبعهم باحسان الٰی یوم الدین۔

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین

اور ترک رفع یدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ندوی جھوٹ نمبر ۱۶:

قارئین: شیخ القرآن والحدیث، الامام الثقہ حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''مقالہ تحقیق رفع یدین'' میں لکھا تھا کہ: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (ملخصا: مجموعہ مقالات ج ۳،ص ۸۴) اس کے جواب میں ال غیر مقلدیت کا مفتی رئیس ندوی لکھتا ہے کہ:

''ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں''۔ (تحقیقی جائزہ: ص ۲۹۲)

الجواب:

قارئین! آپ وہ روایات ملاحظہ فرمائیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین چھوڑنے کا ذکر ہے۔ جس سے فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی کا جھوٹا ہونا اور محدث عظیم حبیب الرحمان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا سچا ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔

(سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین)

اثر نمبر ۱: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

'' **حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجز عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال: صلیت مع عمر فلم یرفع یدیه فی شیء من صلاته الاحین افتتح الصلٰوۃ ۔۔۔ الخ** '' (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے شروع نماز کے علاوہ کسی بھی جگہ نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱)۔۔۔۔شرح معانی الآثار: ج۱، ص۱۶۴

(۲)۔۔۔۔الاوسط لابن المنذر: برقم ۱۳۴۵

(۳)۔۔۔۔شرح سنن ابی داود للعینی: ج۳، ص۳۳۰

(۴)۔۔۔۔شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ج۱، ص۶۲

(۵)۔۔۔۔مرقات: ج۳، ص۳۰۳

(۶)۔۔۔۔الجوہر النقی: ج۲، ص۷۹

(۷)۔۔۔۔الدرایہ: ج۱، ص۱۵۲

(۸)۔۔۔۔نصب الرایہ: ج۱، ص۴۰۵

{سند کی تحقیق}

اس اثر کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ

امام ابوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں، ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "**ثقۃ صدوق**" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۶۱۷)

(۲)۔۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: "**ثقۃ**" (الطبقات الکبری: ج۶، ص۴۰۶)

(۳)۔۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: " **کوفی ثقۃ ثبت فی**

الحدیث" (ملخصا: معرفۃ الثقات ج۲،ص۳۴۷)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" ثقۃ "(الجرح والتعدیل: ج۹،ص۱۲۸ برقم ۱۹۶۰)

(۵)۔۔۔امام ابوزکریا ابن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقۃ "(تہذیب الاسماء واللغات: ج۲،ص۱۵۰)

(۶)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:"کان فقیہا اماماً غزیر العلم۔ العلامۃ الحافظ المجود "(تاریخ اسلام: ج۵،ص۲۱۶ برقم ۱۰۴، سیر اعلام النبلاء: ج۸ ص۱۹۸)

(۷)۔۔۔امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں :" ثقۃ "(تہذیب التہذیب: برقم ۳۰۰)

(۸)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" ثقۃ حافظ "(تقریب : برقم ۷۶۹۶)

(۲) امام حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۲ھ

دوسرے راوی امام ابومحمد حسن بن عیاش بن سالم الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۲ھ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ہیں، ان کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ "(ملخصا: معرفۃ الثقات برقم ۳۰۴)

(۲)۔۔۔امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقۃ "(الجرح والتعدیل: برقم ۱۱۹)

(۳)۔۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۹۸)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ کہتے ہیں:'' ثقة حجة ''(خلاصہ تذہیب: ج۱،ص ۸۰)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(تقریب: برقم ۴۱۸۱)

(۳)امام عبدالملک بن ابجر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۱ھ

تیسرے راوی امام عبدالملک بن سعید بن حیان بن ابجر المعروف بابن ابجر الھمدانی الکنانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۱ھ صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد کے راوی ہیں، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱)۔۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۰۳۰)

(۲)۔۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(الجرح والتعدیل: ج۵،ص ۳۵۶ برقم ۱۶۶۱)

(۳)۔۔۔۔امام ابوزکریا یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(ایضاً)

(۴)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(الکاشف: برقم ۳۴۵۳، تاریخ الاسلام: برقم ۲۷۹)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:'' ثقة عابد ''(تقریب: ج۱،ص ۳۶۳ برقم ۴۱۸۱)

(۴)زبیر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۱ھ

چوتھے راوی ابوعدی زبیر بن عدی الہمدانی الیامی القاضی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۱ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ان کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔ مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: " **ثقة ثبت صاحب سنة** " (تاریخ الثقات: ج ۳،ص ۵۸۰ برقم ۲۶۳۲)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: " **ثقة صالح الحديث مقارب الحديث** " (الجرح والتعدیل: ج ۳،ص ۵۸۰ برقم ۲۶۳۲)

(۳)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " **ثقة** " (ایضاً)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " **ثقة** " (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: " **ثقة فقيه۔ العلامة الثقة** " (الکاشف: برقم ۲۶۲۴ سیر اعلام النبلاء: برقم ۹۰۱)

(۵) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ

پانچویں راوی امام ابوعمران ابراہیم بن یزید بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع جلیل القدر راوی ہیں۔ ان کی متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثناء ومدح اور توثیق وتعدیل بڑے واضح لفظوں میں فرمائی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: " **ثقة، رجل صالح، فقيه متوقى** " (ملخصا: تاریخ الثقات ج ۱،ص ۵۶ برقم ۴۵)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: " **وكان عجباً فى الورع والخير متوقياً للشهرة راساً فى العلم۔ فقيه العراق...۔ وكان من**

کبار الائمة۔ الامام الحافظ فقیه العراق احدالاعلام... ۔واسع الروایة فقیه النفس کبیر الشان کثیر المحاسن "(الکاشف: برقم ۲۲۱، تاریخ الاسلام ج ۲، ۱۰۵۲، سیر اعلام النبلاء ج ۴، ص ۵۲۰ برقم ۲۱۳)

(۳)۔۔۔۔علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:" احد الائمة المشاهیر "(وفیات الاعیان: ج ۱، ص ۲۵)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" الفقیه المشهور۔ ثقة "(الایثار بمعرفة رواة الآثار ج ۱، ص ۳۹: تقریب برقم ۲۷۰)

(۵)۔۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" ذکی حافظ صاحب سنة "(وفیات الاعیان: ج ۱، ۲۵ وتہذیب: ج ۱ ص ۱۷۷)

(۶)۔۔۔۔علامہ ابن الغزی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶۷ھ لکھتے ہیں:" الامام الحبر الفقیه التابعی "(دیوان الاسلام: ص ۳۱۸)

(۷)۔۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" النخعی علم من اعلام اهل الاسلام و فقیه من فقهائهم "(الجرح والتعدیل: برقم ۷۴۳)

(۶) امام اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ

چھٹے راوی امام اسود بن یزید بن قیس الخصرمی النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقة "(تاریخ الثقات: برقم ۱۰۰)

(۲)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۸ھ ؟ کہتے ہیں:" ثقة مکثر فقیه

''(تقریب: برقم ۵۰۹)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:'' **ثقة من اهل الخير** ''(الجرح والتعدیل: برقم ۱۰۶۷)

(۴)۔۔۔امام یحییٰ بن معین م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:'' **ثقة** ''(ایضا)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ کہتے ہیں:'' **الفقيه الزاهد العابد عالم الكوفة۔ الامام القدوة** ''(تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۴۱: سیر اعلام النبلاء: برقم ۳۸۱)

(۶)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں:'' **ثقة** ''(بغیۃ الطلب: ج۴، ص ۱۸۵۳)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند ڈنکے کی چوٹ پہ صحیح مسلم کی شرط پر بلا غبار صحیح ہے۔

اثر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ائمہ محدثین کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اس اثر کے متعلق ائمہ محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔جلیل القدر معتدل محدث وامام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ کہتے ہیں کہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کے متعلقہ یہ روایت بالکل صحیح ہے، اگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ہمیشہ) رکوع وسجود میں رفع یدین کرتے دیکھا ہوتا تو خود اس کے خلاف عمل نہ کرتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان پر انکار نہ کرنا یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع الیدین نہ کرنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا کسی کو بھی مناسب نہیں۔ (ملخصا: شرح معانی الاثار، ج۱، ص ۱۶۴)

(۲)۔۔۔الامام الثقہ ، المتقن الحجہ، الناقد المعتدل علاؤ الدین بن علی المعروف بابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ لکھتے ہیں کہ:

'' **وهذا السند ایضاً صحیح علی شرط مسلم** '' کہ اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(الجوہر النقی: ج ۲،ص ۷۵)

(۳)۔۔۔الامام الثقہ ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نقل کرتے ہیں کہ:'' **والحدیث صحیح** '' کہ یہ روایت صحیح ہے۔(شرح سنن ابی داؤد: ج ۳،ص ۳۰۰)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

'' **وهذا رجاله ثقات** '' کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے تمام راوی مضبوط ہیں۔(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ: ج ۱،ص ۱۵۲)

(۵)۔۔۔الامام الثقہ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

'' **والحدیث صحیح** '' کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔(نصب الرایہ: ج ۱،ص ۴۰۵)

(۶)۔۔۔امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ م ۸۶۱ھ کہتے ہیں کہ:

'' **بسند صحیح** '' اس روایت کی سند صحیح ہے۔(فتح القدیر ج ۱،ص ۳۱۱)

(۷)۔۔۔الامام المتقن ،الحجہ الناقد قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ،فرماتے ہیں کہ:

'' **رجاله ثقات** '' کہ اس اثر کے تمام راوی مضبوط ہیں۔ (التعریف الاخبار:ص ۳۱۰)

(۸)۔۔۔الامام الحجہ، الناقد المعتدل ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج الحکری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ کہتے ہیں:

'' **بسند صحیح علی شرط مسلم** '' کہ اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ: ج ۱،ص ۱۴۷۲)

(۹)۔۔۔۔علامہ ابوالحسن الہروی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ کہتے ہیں کہ:

'' **سندہ صحیح** ''اس روایت کی سند صحیح ہے۔(مرقات: ج ۳،ص ۲۹۸)

(۱۰)۔۔۔۔حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ نے ''مسند الفاروق'' میں مذکورہ بالا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کو بلا جرح وقدح نقل فرمایا ہے (دیکھئے: مسند الفاروق: ج ۱، ص ۱۶۴) اور غیر مقلدین کے امام العصر ابراہیم سیالکوٹی نے حافظ موصوف کے متعلق صراحت کی کے کہ: ''ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کردیتے ہیں'' (سیرت المصطفیٰ: ص ۱۸۲) لہٰذا حافظ موصوف کا اس اثر کو بلا جرح وقدح نقل کرنا سیالکوٹی صاحب کے بقول اس اثر کے حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح السند ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱)۔۔۔۔محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

'' **وذکر ابن بطال انہ لم یختلف عنہ فی ذالک** '' امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کے سواء کچھ بھی ثابت نہیں۔ (نیل الفرقدین: ص ۷۴)

(۱۲)۔۔۔۔محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

'' **فاثر عمر صحیح بلاریب** '' ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر بلا شک وشبہ صحیح ہے۔(ایضاً: ص ۷۳)

(۱۳)۔۔۔۔ثقہ وصدوق محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ فرماتے ہیں کہ:

'' **ھو اثر صحیح** '' یہ اثر بالکل صحیح ہے۔(آثار السنن: ص ۱۰۶)

اثر عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات:

سندی تحقیق اور ائمہ محدثین کی واضح گواہیوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ مذکورہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر بغیر کسی شک وشبہ کے صحیح ومعتبر ہے۔مگر اس صحیح ومعتبر اثر کا

جب کوئی معقول جواب فرقہ غیر مقلدیت کے مخبوط الحواس محققین سے نہ بن پایا تو انہوں نے حسب عادت اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے اصول حدیث حتی کہ اپنی اور اپنے اکابرین کی تحریرات سے بھی اعلان بغاوت کرتے ہوئے فضول اور لچر قسم کے اعتراضات کے ذریعے اس صحیح وصریح اثر کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔اس لیے اب اس اثر پر اعتراضات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔

اعتراض نمبر ا:

رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بقول امام حاکم'' **شاذة لايقوم به الحجة** '' ہے۔(بلفظہ تحقیق جائزہ:۵۸۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔عرض ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا صحیح ومعتبر اثر کا جس روایت کے ساتھ معارضہ کر کے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شاذ قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے، وہ روایت مجہول راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے ضعیف ومردود ہے۔امام موصوف کی طرف سے معارضہ میں پیش کی جانے والی روایت ملاحظہ فرمائیں:

(ا)نا آدم بن ابی ایاس ثنا شعبة ثنا الحکم قال رایت طاؤوساً کبر فرفع یدیه حذو منکبیه عند التکبیر وعند رکوعه وعند رفعه راسه من الرکوع فسالت رجلاً من اصحابه فقال انه یحدث به عن ابن عمر عن النبی ﷺ کلاهما محفوظان عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ۔۔۔ الخ۔ (سنن الکبری للبیہقی: ج۱،ص۱۰۷)

(۲)نا آدم نا شعبة عن الحکم قال رایت طاوساً یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة

واذا رکع واذارفع من الرکوع رفعهما فسالت بعض اصحابه فقیل انه یحدثه عن ابن عمر عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم''(الجامع لاخلاق الراوی: ج۱ص۱۱۸: برقم۱۰۱)

اس روایت میں''بعض اصحابہ۔رجل من اصحابہ''مجہول(نامعلوم)راوی ہیں۔اور رئیس ندوی وزبیر علی زئی غیر مقلد نے صراحت کررکھی ہے کہ مجہول راویوں سے مروی روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے۔(ملخصا: تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۲ مقالات: ج۴،ص ۲۵ حاشیہ مترجم اختصار علوم الحدیث: ص۱۷)لہٰذا اس ضعیف ومردود روایت کے پیش نظر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا صحیح وصریح اثر کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے غلط قول کا سہارا لیکر شاذ قرار دینا بالکل غلط باطل ومردود ہے اور علم وانصاف کا خون کردینے کے مترادف ہے۔

ثانیاً۔۔۔اس موقع پر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صحیح السند اثر کے معارضہ میں پیش کی جانے والے ضعیف ومردود روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ،امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ،امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے وضاحت فرما رکھی ہے کہ اس روایت کی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سرے سے نسبت ہی راوی کا وہم ہے،اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اس روایت کو منسوب کرنا ہی سرے سے غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ (ضعیف ومردود۔ن) روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔(ملخصا: نصب الرایہ ج۱،ص ۴۰۸ والعلل الواردہ ج۱۳،ص ۱۶۴، برقم ۳۰۴۷)

ثالثاً۔۔۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ جن کے غلط قول کا سہارا لیکر ندوی صاحب شور مچا رہے ہیں ان کی شخصیت ہی سرے سے غیر مقلدین کے ہاں خصوصاً احادیث کی تصحیح وتضعیف میں کچھ زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

چنانچہ رئیس ندوی صاحب ہی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

یہ معلوم ومعروف بات ہے کہ مستدرک کی بہت ساری احادیث کی تصحیح میں امام حاکم سے غلطی صادر ہوئی ہے۔(صحیح طریقہ نماز:ص ۱۳۲)

غیر مقلد قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

امام حاکم نے ایک حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، حافظ ذہبی امام حاکم کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کیا حاکم کو اللہ تعالیٰ سے حیاء نہیں آتی ایسی موضوع حدیث کی سند کو صحیح کہتا ہے۔ حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو گھڑنے والے کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے، مجھے یہ گمان نہ تھا کہ حاکم ایسی جہالت تک پہنچ جائے گا کہ ایسی موضوع حدیث کی تصحیح کرے گا، حالانکہ یہ حدیث یزید بن یزید البلوی نے گھڑی ہے۔(ملخصا: الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۴۹۶)

ایک جگہ غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب امام حاکم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مستدرک کی تصنیف کے وقت وہ تغیر حفظ کا شکار ہو کر بہت سے شدید مجروح وکذاب راویوں کے بارے میں بھی اپنی جروح بھول گئے تھے اور کئی مقامات پر کذاب راویوں کی روایات کو صحیح کہہ دیا تھا۔(ماہنامہ الحدیث ص ۴۰ ش نمبر ۱۰۹)

الغرض: جب علماء غیر مقلدین کے بقول امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ تغیر حفظ کا شکار ہو گئے تھے، اور انہوں نے بہت سارے جھوٹے راویوں کی روایات کو بھی صحیح کہہ دیا ہے، مستدرک کی بہت ساری احادیث کی تصحیح میں ان سے غلطی صادر ہو چکی ہے تو پھر اسی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اگر مجہول راویوں سے مروی روایت کو صحیح سمجھ کر اسی روایت کی بنیاد پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صحیح اثر کو تغیر حفظ وغلطی کا شکار ہو کر شاذ کہہ دیا ہے تو پھر اس پر ندوی صاحب بغلیں کیوں بجا رہے ہیں؟

زبیر علی زئی غیر مقلد دھوکہ نمبر ۶:

ندوی صاحب کی طرح فرقہ غیر مقلدیت کے محقق علی زئی صاحب بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والے صحیح وصریح اثر سے اچھے خاصے پریشان ہیں۔ اس لیے اس اثر کے

معارضہ میں پیش کی جانے والی مجہول راویوں سے مروی ضعیف ومردود روایت کو متصل وصحیح ثابت کرنے کے لیے علی زئی صاحب مخبوط الحواس ہو کر لکھتے ہیں کہ:

یہاں پر ''بعض اصحابہ'' مضر نہیں ہے، کیونکہ خطیب بغدادی نے اس حدیث پر ''من احتج ء بالسماع النازل مع کون الذی حدث عنہ موجودا'' کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے بیان کی ہے، چونکہ طاؤس کا انکار ثابت نہیں، لہٰذا یہ روایت ''الحکم عن طاؤس'' متصل ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۲۔۲۰۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔ جناب علی زئی صاحب! ہٹ دھرمی وضد چھوڑ کر حق بات تسلیم کر لینے میں ہی خیر ہے۔ اگر آپ نے مسکی حمایت میں اسی طرح حق کو چھپانے کے لیے لوگوں کو دھوکے دیئے تو عام لوگ تو شاید کسی حد تک آپ کی چالوں میں پھنس ہی جائیں مگر علمی وتحقیقی دنیا میں آپ کی عزت بہت خراب ہوگی۔

جناب! الجامع لاخلاق الراوی کی زیر بحث روایت میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت طاؤس کے سامنے بیان کی ہے؟ اس روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے طاؤس کو رفع الیدین کرتے دیکھا تو طاؤس کے بعض ساتھیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ یہ'' **ابن عمر عن النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' مروی ہے۔ مگر امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات کہنے والا کون شخص تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟ سچا تھا یا جھوٹا تھا؟ اس کا کوئی علم نہیں الغرض امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کرنے والا شخص مجہول (نامعلوم) ہے، لہٰذا جناب علی زئی صاحب آپ مجہول راوی کی روایت پیش کر کے اپنا مؤقف ثابت نہیں کر سکتے۔

نیز اس روایت کو حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں بلکہ طاؤس کے ساتھیوں میں سے کسی مجہول (نامعلوم) ساتھی نے امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے، مگر علی زئی صاحب

نے باب کا سہارا لے کر خیانت میں اپنے بڑوں کے بھی کان کاٹتے ہوئے لکھ مارا ہے کہ ''حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے بیان کی ہے'' لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً۔۔۔علی زئی صاحب باب کا سہارا لیکر بھی اپنی جان نہیں چھڑا سکتے کیونکہ علی زئی صاحب کے ہم مسلک غیر مقلد داؤد ارشد نے صراحت کر رکھی ہے کہ ابواب قائم کرنے والے حضرات بشر تھے باب قائم کرنے میں وہ بھی غلطی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔(ملخصا: تحفہ حنفیہ ص ۲۵۷)

رئیس ندوی غیر مقلد جھوٹ نمبر ۱۷:

رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

امام سفیان ثوری نے زبیر بن عدی سے صرف یہ بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے کہ'' **ان عمر کان یرفع یریہ الی المنکبین** ''یعنی حضرت عمر فاروق تمام مواضع رفع الیدین رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور قعدہ اولیٰ کے بعد اور کبھی کبھار سجدہ جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کندھوں تک کرتے تھے۔(سنن البیہقی ۲/۲۵، ومصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۵۳۲)۔۔۔یہی قابل قبول ہے۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۶)

الجواب:

اولاً۔۔۔قارئین کرام! ندوی صاحب کی یہ بات سو فیصد بضابطہ غیر مقلدیت جھوٹ ہے۔آپ سنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۲۵) اور مصنف عبدالرزاق (ج ۱ ص ۷۱ رقم الحدیث ۲۵۳۲) اٹھا کر دیکھیں ان میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو روایت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے مروی ہے اس میں ندوی صاحب کے بیان کردہ پانچ مقامات (یعنی (۱) رکوع جاتے (۲) رکوع سے سر اٹھاتے (۳) قعدہ اولیٰ کے بعد (۴) کبھی کبھار سجدہ جاتے (۵) سجدہ سے سر اٹھاتے وقت) پر رفع الیدین کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

بلکہ اس روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ'' **ان عمر بن الخطاب کان یرفع یدیه الی**

المنکبین'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ باقی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کندھوں تک یہ ہاتھ کب اٹھاتے تھے اس کا تذکرہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ ہاتھ صرف اور صرف شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی اٹھاتے تھے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار: ج۱،ص ۱۶۴ ومصنف ابن ابی شیبہ: ج۱،ص ۲۶۸) اور یہ بات تو رئیس ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ (نور العینین: ص ۱۲۵)

ثانیاً۔۔۔ پھر ندوی صاحب کی دوغلی پالیسی ملاحظہ فرمائیں کہ ندوی صاحب سنن الکبری للبیہقی اور مصنف عبدالرزاق کی جس روایت کا غلط مطلب بیان کر کے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور اسے قابل قبول قرار دے رہے ہیں، اس روایت کو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲ھ دونوں نے معنعن بیان کیا ہے۔ جبکہ ندوی صاحب اپنی اسی کتاب میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی معنعن روایات کو غیر معتبر ضعیف اور ساقط الاعتبار قرار دے چکے ہیں۔ (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۷۶-۲۷۵ وص ۵۸۷)

پس ثابت ہوا کہ ندوی صاحب امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کے بارے میں دوغلی اور متضاد پالیسی پر گامزن ہیں کہ ان کی معنعن روایات جب ندوی صاحب کی مرضی کے مطابق ہوں تو ندوی صاحب قبول کر لیتے ہیں اور جب ان کی معنعن روایات ندوی صاحب کے مسلک کے خلاف آ جائیں تو پھر موصوف ان کے خلاف راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲، وعلی زئی تضاد نمبر ۲۵:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب امام ابوزرعہ رازی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان ثوری کی روایت اصح ہے''۔ (نور العینین: ص ۱۶۳)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ رئیس ندوی صاحب کی طرح حسب عادت اس مقام پر بھی علی زئی دوغلی پالیسی سے کام لے رہے ہیں کیونکہ علی زئی صاحب امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جس روایت کو اصح یعنی صحیح ترین قرار دے رہے ہیں، وہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی ہے۔ (دیکھئے: علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۲، ص ۱۲۱ برقم ۲۵۶) جبکہ اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ علی زئی صاحب امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی معنعن روایات کو ترک رفع یدین دشمنی میں ضعیف قرار دے چکے ہیں۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۱۳۷۔۱۶۴)

ثانیاً۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو ضعیف نہیں کہا بلکہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں محض ترجیح کی بات کی ہے۔ مگر ان کی روایات میں راجح مرجوح کی بات چلانا فضول ہے۔ کیونکہ جلیل القدر معتدل ناقد محدث امام ابومحمد جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے تصریح فرما رکھی ہے کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اور امام حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سرے سے کوئی تعارض ہی نہیں ہے، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رفع یدین کی مقدار نقل کی ہے'' **ان عمر بن الخطاب كان يرفع يديه الى المنكبين** '' کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے، اور امام حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اٹھانے کا موقع اور محل نقل کیا ہے'' **فلم يرفع يديه فی شیء من صلاته الا حين افتتح الصلوة** '' کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ ہاتھ صرف اور صرف شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی اٹھاتے تھے پھر پوری نماز میں نہیں اٹھاتے تھے۔ اور ان دونوں کی اس نقل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (ملخصا: نصب الرایہ

ج ا،ص ۴۸۰)لہٰذاان کی روایات میں راجح مرجوح کی بات چلانا فضول ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

رئیس ندوی وزبیر علی زئی دونوں حضرات کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والے اثر کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس راوی ہے۔ (تحقیقی جائزہ ص ۵۸۷ونورالعینین ص ۱۶۴)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ مقدار رفع یدین کے متعلقہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کے ساتھ مروی روایت کو رئیس ندوی صاحب قابل قبول اور علی زئی صاحب امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صحیح ترین کہہ چکے ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۷۶، نورالعینین ص ۱۶۳)جب یہ دونوں حضرات امام موصوف کی معنعن روایت کو معتبر قرار دے چکے ہیں تو پھر مذکورہ بالا اثر پر یہ کس منہ سے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کا اعتراض کر رہے ہیں؟

ثانیاً۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے النکت علی بن صلاح ص ۲۳۸ پر اس راوی ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثانیہ یعنی اس کی عن والی روایت کے صحیح ومعتبر ہونے کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح امام ابوسعید صلاح الدین العلائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۱ھ، ابوزرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ، حلبی رحمۃ اللہ علیہ اور عرب محققین عزم اللہ الدمینی اور محمد بن طلعت وغیرہ اور غیر مقلد بدیع الدین راشدی صاحب وغیرہ راوی مذکور کی عنعنہ والی روایات کو قبول کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

۱۔جامع التحصیل:ص۱۲۹

۲۔التبیین للحلبی:ص۷۶

۳۔معجم المدلسین:ص۷۶

۴۔ جزء منظوم بحوالہ الفتح المبین: ص ۸۸

ثالثاً۔۔۔۔مذکورراوی امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ پر تدلیس کاالزام سب سے پہلے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے لگایا ہے۔''فیما اعلم'' اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ارسال پر تدلیس کا اطلاق کرتے تھے، (ملخصا: معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۹) اور غیر مقلدزبیرعلی زئی وارشادالحق اثری دونوں کہتے ہیں کہ جومحدث ارسال کا تدلیس پراطلاق کرے اس کا کسی راوی کومدلس قرار دینا اس راوی کے مدلس ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (ملخصا: نصر الباری ص ۱۱۴ وتوضیح الکلام ج ا، ص ۳۳۷) اس سے معلوم ہوا کہ بضابطہ علی زئی واثری تو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے مدلس کہنے سے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سرے سے مدلس ہی ثابت نہیں ہوتے۔

رابعاً۔۔۔۔پھر جس روایت کی بنیاد پر امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ پر تدلیس کاالزام عائد کیا ہے وہ روایت ذرا ملاحظہ فرمائیں:

'' اخبرنی عبدالله بن محمد بن حمویه الدقیقی قال حدثنا جعفر بن ابی عثمان الطیالسی قال حدثنی خلف بن سالم قال سمعت عدة من مشائخ اصحابنا تزاکروا کثرة التدلیس والمدلسین فاخذ نافی تمییز اخبارهم فاشتبه علینا تدلیس الحسن بن ابی الحسن و ابراهیم بن یزید النخعی لان الحسن کثیرا مایدخل بینه وبین الصحابة اقواماً مجهولین وربما دلس عن مثل عتی بن ضمرة وحنیف بن المنتجب ودغفل بن حنظلة وامثالهم وابراهیم ایضاًیدخل بینه وبین اصحاب عبدالله مثل هنی بن نویرة وسهم بن منجانب وخزامة الطائی وربمادلس عنهم " (معرفة علوم الحدیث للحاکم: ج ا، ص ۱۰۸ الجنس الرابع من المدلسین قوم دلسوا احادیث رووهاعن المجروحین فغیروا اسامیهم وکناهم کی لایعرفوا)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد الدقیقی رحمۃ اللہ علیہ نے، اوران سے جعفر بن ابی عثمان الطیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے، اوران سے خلف بن سالم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: میں نے اپنے اصحاب کے بہت سے مشائخ کو تدلیس اور مدلسین کے بارے میں بحث کرتے ہوئے سنا جن کی روایات میں ہم تمیز پیدا کرتے رہے، مگر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن ابی حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس مشتبہ ہوگئی، کیونکہ امام حسن بن ابی حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے اور صحابہ کے درمیان بکثرت مجہول راوی داخل کر دیتے، اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے درمیان ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ، سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ اور خزامہ الطائی رحمۃ اللہ علیہ کو لاتے ہیں، اور بیشتر ان ناموں میں تدلیس سے کام لیتے ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مستدل اس روایت کے متعلقہ چند گزارشات پر غور فرمائیں۔

(۱)۔۔۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر عنوان تو قائم کیا ہے" **الجنس الرابع من المدلسین قوم دلسوا احدیث رووھا عن المجروحین فغیروا اسامیھم و کناھم کی لایعرفوا** " کہ مدلسین کی چوتھی قسم یہ ہے کہ وہ احادیث کی سند میں بایں طور پر تدلیس کرتے ہیں کہ روایات کو مجروح راویوں سے روایت کرتے ہیں مگر ان کے ناموں اور کنیتوں کو بدل دیتے ہیں تاکہ مجروحین کی طرف ذہن نہ جاسکے۔ مگر مذکورہ روایت میں وضاحت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے درمیان سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ اور ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ کو لاتے ہیں اوران کے اسماء میں تدلیس کرتے۔ جبکہ ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ اور سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ تو سرے سے مجروح ہی نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں راوی ثقہ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔معرفۃ الثقات للعجلی :ص ۶۹۴

(۲)۔۔۔تہذیب الکمال للمزی: برقم ۲۶۲۵ و ۶۲۰۷

(۳)۔۔۔۔الکاشف للذہبی: برقم ۲۱۸۱ و ۵۹۸۹

(۴)۔۔۔۔تاریخ الاسلام للذہبی: برقم ۳۹

(۵)۔۔۔۔اکمال تہذیب الکمال: برقم ۲۲۷۸

(۶)۔۔۔۔تہذیب التہذیب: برقم ۴۵۹ و ۱۱۳

(۷)۔۔۔۔تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۷۵۲

لہٰذا امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ عنوان اور مذکورہ روایت میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے اس روایت سے استدلال باطل ومردود ہے۔

(۲)۔۔۔۔مذکورہ اقتباس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے درمیان ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ اور سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کے ناموں میں تدلیس کرتے تھے۔اور عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ دونوں راوی ثقہ ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے درمیان ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ اور سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا نام ہوتا تھا تو تب ہی امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اسماء اور کنیتوں میں تدلیس کرتے تھے۔اس تفصیل سے تو زبیر علی زئی اور رئیس ندوی کے اعتراض کی سرے سے جڑ ہی کٹ گئی، کیونکہ ہماری طرف سے پیش کردہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والے اثر کی سند" **الزبیر بن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال صلیت مع عمر ... الخ** "مروی ہے، اس سند میں امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسود رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کوئی بھی راوی نہیں ہے حتیٰ کہ ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ اور سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں ہیں، اس لیے مذکورہ بالا روایت جس کی بنیاد پر امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو مدلس قرار دیا ہے کو اگر بالفرض قابل استدلال مان بھی لیا جائے تو تب بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیر بحث ترک رفع یدین والے اثر کی سند میں امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس ثابت

نہیں ہوتی، کیونکہ اس روایت کے مذکورہ بالا اقتباس سے صراحتاً ثابت ہو رہا ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ جب تدلیس کرتے تو اپنے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے درمیان ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ اور سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نام داخل کر کے ان کے اسماء اور کنیتوں میں تدلیس کرتے تھے جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والے اثر کی سند میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام اسود رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کوئی بھی راوی نہیں ہے حتی کہ ہنی بن نویرہ رحمۃ اللہ علیہ اور سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین والا اثر تدلیس سے بالکل محفوظ ہے، اور اس اثر پر تدلیس کا اعتراض باطل ومردود ہے۔

خامسا۔۔۔۔ بطور الزام کے عرض ہے کہ تقریباً سو فیصد ائمہ محدثین نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو صحیح قرار دے رکھا ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے صراحت کر رکھا ہے کہ احادیث کی تصحیح وتضعیف میں صرف ائمہ محدثین کا قول ہی حجت ہے۔ (نور العینین: ص ۸۵) لہٰذا چونکہ ائمہ محدثین نے مذکور راوی کی معنعن روایات کو صحیح قرار دے رکھا ہے اس لیے اس راوی کی معنعن روایات کو ضعیف کہنا منہج محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔ اختصار کے پیش نظر چند ائمہ محدثین کے اسماء بمع حوالہ جات حاضر خدمت ہیں جنہوں نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو صحیح وغیرہ قرار دے رکھا ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔ امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: قال '' وھو حدیث صحیح ''

(شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۴)

(۲)۔۔۔۔ امام علاؤ الدین ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ: قال '' وھذا السند ایضاً صحیح علی شرط مسلم ''

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۵)

(۳)۔۔۔۔ امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ: قال: '' والحدیث صحیح ''

(شرح سنن ابی داؤد: ج ۳ ص ۳۰۰)

(۴)۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ: قال " والحدیث صحیح "

(نصب الرایہ: ج ۱ ص ۴۰۵)

(۵)۔۔۔امام کمال الدین المعروف بابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۸۶۱ھ: "قال باسناد صحیح"۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۱)

(۶)۔۔۔امام ابوالفداء قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: "قال رجالہ ثقات "

(التعریف الاخبار ص ۳۱۰)

(۷)۔۔۔امام ابوالحسن الہروی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ: " قال سندہ صحیح "

(مرقات ج ۳، ص ۲۹۸)

(۸)۔۔۔امام ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ: " قال بسند صحیح علی شرط مسلم "

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۷۲)

(۹)۔۔۔امام محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ: " قال وھواثر صحیح "

(آثار السنن ص ۱۰۶)

(۱۰)۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: " قال حدیث حسن صحیح "

(سنن ترمذی برقم ۱۱۵۵)

(۱۱)۔۔۔امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ: " قال رجالہ رجال الصحیح"

(مجمع الزوائد برقم ۱۰۷۴۲)

(۱۲)۔۔۔امام ابوالفضل زین الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۶ھ: " قال باسناد صحیح"

(طرح التقریب: ج ۸، ص ۲۰۰)

(۱۳)۔۔۔امام ابوعبداللہ الحاکم م ۴۰۵ھ: " قال ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین "

(مستدرک برقم ۲۲۵۹)

(۱۴)۔۔۔امام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ:'' قال علی شرط البخاری ومسلم ''

(تلخیص مستدرک برقم ۲۲۵۹)

(۱۵)۔۔۔امام ابوالعباس شہاب الدین البوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ:'' ھذا اسناد صحیح ''

(مصباح الزجاجہ برقم ۶۰۸)

(۱۶)۔۔۔امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ:'' قال ھذا اسناد صحیح۔۔۔الخ ''

(شعب الایمان برقم ۵۱۳۱)

تنبیہ:

درج ذیل ائمہ محدثین کے متعلق زبیر علی زئی نے صراحت کر رکھی ہے کہ ان کے نزدیک سنن النسائی کے احادیث صحیح ہیں اور چونکہ سنن النسائی میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد معنعن احادیث موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن النسائی ص ۷۵۴ برقم ۳۵۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ بقول علی زئی درج ذیل ائمہ نے بھی امام موصوف کی معنعن احادیث کو صحیح قرار دے رکھا ہے۔

(۱۷)۔۔۔امام ابوعلی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ: (مسئلہ فاتحہ خلف الامام از علی زئی ص ۵۲)

(۱۸)۔۔۔امام ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ: (ایضاً)

(۱۹)۔۔۔امام حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ: (ایضاً)

(۲۰)۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ: (ایضاً)

(۲۱)۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ: (ایضاً)

(۲۲)۔۔۔امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ: (ایضاً)

(۲۳)۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (ایضاً)

(۲۴)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ:'' قال وھذا اصح ''(علل الحدیث لابن ابی

حاتم برقم ۲۵۶)

(۲۵)۔۔۔۔امام ابومحمد الحسین بن محمود البغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ:'' قال ھذا حدیث صحیح ''(شرح السنہ: ج ۱۳،ص ۲۹۰)

نیز متعدد غیر مقلد علماء مثلاً ناصر الدین البانی، شعیب ارناؤط، عبدالقادر ارناؤط وغیرہ نے بھی امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کو صحیح وحسن کہا ہے۔ دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی برقم ۳۵۴-۲۲۷۵ تعلیق صحیح ابن حبان برقم ۱۴۲-۵۹۹۴ جامع الاصول بتحقیق عبدالقادر برقم ۵۷۳۹۔

الحاصل:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین والا اثر صحیح مسلم کی شرط پر بلاغبار صحیح وقابل استدلال ہے۔

(سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع الیدین)

اثر نمبر ۲: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

''حدثنا و کیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً: کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود''(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: بلاشک وشبہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

اس اثر کی سند کے راویوں میں سے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ اور امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ کا تذکرہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں

گزر چکا ہے اور باقی راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوبکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۶ھ

امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن فلان بن قطاف النھشلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۶ھ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "**شیخ صالح مغفل**" (تاریخ ابن معین: ج۱، ص۲۴۱، برقم ۹۴۳)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ: کہتے ہیں: "**ثقة**" (تاریخ ابن معین: ج۳، ص۳۳۴، برقم ۱۶۱۳)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: "**ثقة**" (الجرح والتعدیل: ج۹، ص۳۴۴، برقم ۱۵۳۶)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "**شیخ صالح یکتب حدیثه**" (ایضاً)

(۵)۔۔۔امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "**ثقة**" (تاریخ اسماء الثقات: ج۱، ص۱۳۱، برقم ۶۸۵)

(۶)۔۔۔امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "**ثقة**" (ملخصا: التکمیل فی الجرح برقم ۱۸۹۱)

(۷)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "**ثقة۔ صدوق۔ حجة۔ رجل صالح تکلم فیه ابن حبان بلاوجه۔ صدوق احتج به مسلم۔ صالح الحدیث۔ حسن الحدیث**" (الکاشف برقم ۶۵۴۸، المغنی برقم ۷۳۳۸، تاریخ الاسلام

برقم ۴۲۶۱، دیوان الضعفاء برقم ۴۸۷۱، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۱۱۸، ذکر اسماء من تکلم فیہ وھو موثق برقم ۳۹۴، میزان برقم ۱۰۰۴)

(۸)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" صدوق "(تقریب: برقم ۸۰۰۱)

(۹)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة "(ملخصا: موسوعۃ اقوال الدارقطنی برقم ۴۰۲۳)

(۱۰)۔۔۔امام ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" صدوق "(شذرات الذھب ج ۱، ۲۵۴)

(۱۱)۔۔۔امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقة "(معرفۃ الثقات برقم ۲۱۰۲)

(۲) کلیب بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ م ۸۱ھ

امام کلیب بن شہاب بن المجنون الجرمی رحمۃ اللہ علیہ سنن النسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود کے راوی ہونے کے علاوہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، ان کو متعدد ائمہ محدثین نے ثقہ کہا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" تابعی ثقة "(معرفۃ الثقات: برقم ۱۵۵۵)

(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں:" ثقة كثير الحديث " (الطبقات الکبریٰ ج ۶، ص ۱۲۳)

(۳)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" ثقة "(الجرح والتعدیل: برقم ۹۴۶)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" صدوق "(تقریب برقم ۵۶۶۰)

(۵)۔۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:'' ثقة ''(ملخصا: الثقات برقم ۱۱۷۷)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس اثر کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور اس کی سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

{اثر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات}

اعتراض نمبر ا:

رئیس ندوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

امام بخاری اپنی (تاریخ کبیر ۴۲۵/۸) میں لکھتے ہیں:'' **قال ابن مهدی ذکرت لسفیان عن ابی بکر عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه ثم لایعود فانکره** ''یعنی امام عبدالرحمن بن مھدی نے امام سفیان بن عیینہ سے زیر بحث حدیث کی بابت پوچھا تو انہوں نے اس کا انکار کردیا۔(ملخصا: تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۹۔۲۷۸)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔تو عرض ہے کہ رئیس ندوی صاحب کی پیش کردہ مذکورہ روایت میں سفیان سے امام سفیان بن عیینہ نہیں بلکہ امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں جیسا کہ ندوی صاحب کے ہم مسلک علی زئی صاحب نے بھی سفیان ثوری ہی مراد لیا ہے۔(دیکھئے: نور العینین ص ۱۶۵)
مگر رئیس ندوی صاحب نے از راہ جہالت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سمجھ لئے ہیں۔

ثانیاً۔۔۔۔اس اعتراض کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا روایات سننا سرے سے ممکن بھی نہیں ہے اور ثابت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے

ہیں اور امام عبدالرحمان بن مھدی ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی بالکل چار سال کے بچے تھے۔ لہٰذا ندوی صاحب کے پیش کردہ اعتراض و روایت کی سند منقطع ہے اور غیر مقلدین اپنی مرضی کے خلاف منقطع السند روایات و اعتراضات کو قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ ایک راوی کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے قول " **وکان شعبة يضعفه** " (کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو ضعیف قرار دیتے تھے) کا رد کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھتے ہیں کہ:

امام ابن معین ۱۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے یعنی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ص ۱۷ ش نمبر ۲۲)

اسی طرح اپنی مرضی کے خلاف ایک اور روایت کو رد کرتے ہوئے علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

ایسی منقطع اور بے سند روایات کو انتہائی اہم مسئلہ میں پیش کرنا آخر کون سے دین کی خدمت ہے؟

(قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص ۳۰)

غلام مصطفیٰ امن پوری غیر مقلد ایک روایت کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"لہٰذا یہ روایت منقطع ہوئی، کیا شریعت "منقطع" روایات کا نام ہے؟"

(آٹھ رکعت نماز ... ہی سنت ہے: ص ۱۰)

امن پوری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"یہ روایت منقطع ہونے کی بناء پر "ضعیف" ہے۔ (ایضاً: ص ۱۲)

الغرض: بضابطہ غیر مقلدیت تو امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا انکار ہی سرے سے ثابت نہیں ہے۔

ثالثاً۔۔۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب اعتراض میں کوئی وجہ نہیں لکھی ہوئی کہ اس حدیث کے انکار کرنے کی وجہ کیا ہے۔ لہٰذا امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ جرح مبہم

دغیر مفسر ہے اور متعدد غیر مقلد علماء نے صراحت کر رکھی ہے کہ غیر مفسر جرح قبول نہیں ہوتی۔

چنانچہ محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اگر جرح مفسر نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتی۔اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص اس طرح کہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے... اور اس کی وجہ بیان نہ کرے (اس صورت میں یہ جرح مقبول نہ ہوگی) اکثر فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے۔(خیر الکلام: ص ۴۴)

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''جرح مبہم مضر نہیں ہے''(ابکار المنن: ص ۸۰)

زبیر رحمانی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

''غیر مفسر اور مبہم جرحوں کا اعتبار نہ ہوگا''(انوار المصابیح: ص ۱۳۸)

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

غیر مفسر جرح قابل قبول نہیں۔(توضیح الکلام: ص ۴۳۸)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

اس پر جو معمولی کلام ہے غیر مفسر ہونے کی بناء پر مردود ہے۔(پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ: ص ۱۸۸)

غیر مقلد رئیس ندوی لکھتا ہے:

تجریح مبہم غیر مقبول ہے۔(سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۳۱)

ایک جگہ علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

امام الساجی کا قول ''لا یتابع علی حدیثہ'' مبہم وغیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(مقالات: ج۱، ص ۳۱۶)

اعتراض نمبر ۲:

غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا۔ (نور العینین: ص ۱۶۵)

الجواب:

اولاً۔۔۔عثمان بن سعید الدارمی سے منسوب اس اعتراض کو نقل کرنے والے امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبدالرشید عراقی غیر مقلد کے بقول شافعی مقلد ہیں۔ (کاروان حدیث: ص ۱۸۹) اور غیر مقلدین کے ہاں تقلید ناجائز، حرام، بدعت، ضلالت، شرک و کفر ہے اور اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل غیر معتبر ہے۔ (ملخصا: تحقیقی جائزہ ص ۸۲۱۔ ۵۳۸۔ ۹۸۳) لہٰذا تقلید کرنے کی وجہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کے ہاں نقل میں غیر معتبر، کافر مشرک، اور حرام کاری کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ الغرض غیر مقلدین ایک طرف تو مقلدین کو کافر، مشرک، بدعتی اور ان کی نقل کو غیر معتبر قرار دیتے نہیں تھکتے، اور دوسری طرف ترک رفع یدین دشمنی میں مذکورہ بالا مقام پر ایک مقلد ہی کی نقل کا سہارا لینے کیلیان کی چوکھٹ پر کاسۂ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج ست واحتجاج ست احتیاج

ثانیاً۔۔۔اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ بذات خود معترض عثمان بن سعید الدارمی اگرچہ مشہور حافظ الحدیث ہیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مثل بندوں کے صفات ثابت کرنے میں غلو رکھتے تھے (جو کہ فرقہ مجسمہ کا مذہب ہے) مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ بیٹھتے ہیں، کھڑے بھی ہوتے ہیں، اللہ پاک ثقیل (بھاری) وخفیف بھی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ الامام الثقہ الناقد الحجہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ عثمان بن سعید الدارمی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" وعثمان بن سعيد في السند هو صاحب النقض مجسم مكشوف الامر يعادى ائمة التنزيه ويصرح باثبات القيام والقعود والحركة والثقل

والاستقرار المکانی والحد ونحوذالک له تعالیٰ ! ومثله یکون جاهلاً باﷲ سبحانه" (تانیب الخطیب: ص ۱۶)

نیز غیر مقلد ناصر الدین البانی نے باوجود متعصب غیر مقلد ہونے کے عثمان بن سعید الدارمی کے متعلق علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کی تائید کی ہے، چنانچہ ناصر الدین البانی واضح الفاظ میں لکھتا ہے کہ:

" اقول لاشک فی حفظ الدارمی وامامته فی السنة ولکن یبدو من کتابه" الردعلی المریسی "انه مقال فی الاثبات فقد ذکر فیه ماعزاه الکوثری الیه من القعود والحرکة الثقل ونحوه وذلک ممالم یرد به حدیث صحیح وصفاته تعالیٰ توفیقیة فلاتثبت له صفة بطریق اللزوم مثلاً کان یقال یلزم من ثبوت مجیئه تعالیٰ ونزوله ثبوت الحرکة فان هذا ان صح بالنسبة للمخلوق فاﷲ لیس کمثله شیء" (حاشیة التنکیل: ج ۱ ص ۳۴۹)

میں (ناصر الدین البانی) کہتا ہوں کہ دارمی کے حفظ اور حدیث میں امام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کی کتاب "الردعلی المریسی" سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (اللہ کے لیے مثل بندوں کے) صفات ثابت کرنے میں غلو رکھتے ہیں انہوں نے اپنی اس کتاب میں واقعی وہ چیزیں ذکر کی ہیں جو (علامہ) کوثری (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کی طرف "قعود حرکت اور ثقل وغیرہ" منسوب کی ہیں حالانکہ اس نظریہ کی تائید میں ایک بھی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی اللہ کی صفات توقیفیہ ہیں اور اللہ کے لیے کوئی بھی صفت بطریق لزوم ثابت نہیں ہوسکتی مثلاً اللہ کی مجیئت اور نزول سے حرکت کا ثبوت نہیں ہوسکتا یہ اگرچہ مخلوق کی نسبت تو ٹھیک ہے لیکن اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

الغرض: بذات خود عثمان بن سعید الدارمی صاحب ہی سرے سے غالی بدعتی ہیں اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے صراحت کر رکھی ہے کہ بدعتی شخص کی جرح اصلاً مردود ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے

ایک پسندیدہ راوی پر محمد بن مسلمہ کی جرح کے دفاع میں لکھا ہے کہ:

فرقہ مشبہہ کے ساقط العدالت شخص کی جرح اور خاص طور پر اہل السنہ پر جرح اصلاً مردود ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ص ۳۵ ش نمبر ۴۹)

علی زئی تضاد نمبر ۲۶:

قارئین: یاد رہے کہ علی زئی صاحب نے مذکورہ اصول کہ ''بالخصوص اہل سنت والجماعت کے خلاف اہل بدعت کی جرح اصلاً مردود ہوتی ہے'' کو صرف اور صرف اپنے پسندیدہ راویوں کے دفاع میں ہی استعمال کیا ہے، جبکہ دوسری طرف اس نے تضاد بیانی اور دوغلی پالیسی سے کام لیتے ہوئے اہل بدعت کی جروحات کو ائمہ احناف (جو کہ باقرار حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت تھے، منہاج السنہ: ج۱ ص ۳۵) کے خلاف بڑے جوش وخروش سے پیش کیا ہے۔

مثلاً حافظ جوزجانی کو خود علی زئی نے بدعتی اور ناصبی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: الحدیث ۲/ ۹ والقول المتین ص ۴۳) مگر اس کے باوجود اس کے اقوال کو ائمہ احناف (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ) کے خلاف بطور جرح پیش کیا ہے۔

(دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش نمبر ۷ ص ۱۷ ش نمبر ۵۵ ص ۲۳)

ثالثاً۔۔۔۔عثمان بن سعید الدارمی سے منسوب اعتراض کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''قال عثمان بن سعید الدارمی فهذا قد روی من هذا الطریق الواهی عن علی وقد روی عبد الرحمن بن هرمز الاعرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی انه رای النبی صلی الله علیه وسلم یرفعهما عند الرکوع و بعد مایرفع راسه من الرکوع فلیس الظن بعلی رضی الله عنه انه مختار فعله علی فعل النبی صلی الله علیه وسلم''(السنن الکبری للبیهقی: ج ۲ ص ۸۰)

یعنی (منسوب ہے کہ) عثمان بن سعید الدارمی کہتے ہیں کہ اس سند کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰ رضی

اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت کمزور ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین روایت کیا ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین نقل بھی کریں اور پھر اس کی مخالفت بھی کریں۔

دارمی سے منسوب اس اقتباس سے واضح ہوگیا کہ دارمی صاحب نے ثقہ وصدوق راویوں کی سند سے مروی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت کی سند کو بغیر کسی راوی پر جرح کیے محض اس لیے کمزور کہا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد کے طریق سے مروی ایک دوسری روایت میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً رفع الیدین منقول ہے۔

حالانکہ یہ عثمان بن سعید دارمی صاحب کا نرا وہم ہے کیونکہ یہ جس روایت کی بنیاد پر ثقہ وصدوق راویوں سے مروی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کی سند کو کمزور کہہ رہے ہیں، وہ روایت سرے سے بسند صحیح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔ ائمہ محدثین نے صراحت فرما رکھی ہے کہ وہ روایت عبدالرحمان بن ابی الزناد کی وجہ سے مردود اور اس کی خطاء ووہم کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ جلیل القدر ثقہ بالاجماع محدث ومعتدل ناقد امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

''سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین نہ کرنے والی حدیث بالکل صحیح وثابت ہے اور یہ رفع الیدین نہ کرنے والوں کی بہت بھاری دلیل ہے۔ اور جس روایت میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً رفع الیدین کرنا منقول ہے وہ روایت فی نفسہ سقیم (ضعیف) اور عبدالرحمن بن ابی الزناد کی خطاء کا نتیجہ ہے۔ (ملخصاً: شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۳)

اسی طرح ثقہ بالاجماع محدث ومعتدل ناقد امام علاؤالدین علی بن عثمان الماردینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ عثمان بن سعید الدارمی سے منسوب مذکورہ بالا اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کی سند کیسے کمزور ہوسکتی ہے؟

جبکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اسے ابوبکر النہشلی رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ، وغیرھا نے روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''وکیع عن النھشلی '' سے اس روایت کو مصنف میں تخریج فرمایا ہے، اور امام ابوبکر النہشلی رحمۃ اللہ علیہ سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم نے روایات لی ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ویحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثقہ کہا ہے، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ اسے نیک اور شیخ کہتے ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے نیک آدمی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے خواہ مخواہ (حسب عادت) بلاوجہ اس پر کلام کیا ہے'' (جو قابل التفات نہیں)

امام ماردینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ مزید فرماتے ہیں کہ:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کی سند کمزور نہیں ہو سکتی، کمزور تو اس روایت کی سند ہے جس میں مرفوعا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین منقول ہے، کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمان بن ابی الزناد (ساقط الاعتبار) راوی ہے، اسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مضطرب الحدیث کہتے ہیں، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی روایت سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی، امام ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے (بسبب ضعیف ہونے کے) اسے ترک فرما دیا تھا۔ (ملخصا: الجوہر النقی ص ۷۳۔۷۹)

نیز امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: برقم ۲۲۰۰۔۲۲۳۳۔۲۳۱۴۔۲۷۹۲۔۴۲۰۳) اور فرماتے ہیں کہ'' **وضعفه الجمهور** '' اسے جمہور ائمہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ایضاً: برقم ۱۷۲۳) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوجعفر عمرو بن علی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ساجی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں، (ملخصا: الضعفاء والمتروکون برقم ۳۶۷ وسنن الکبریٰ للنسائی برقم ۱۰۳۰۲ ،الطبقات الکبریٰ برقم ۱۴۲۲ ،تاریخ بغداد برقم ۵۳۵۹) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

کہ یہ ضعیف ہے روایت حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نا قابل استدلال ہے۔ (میزان ج ۲، ص ۱۱۱، تہذیب ج ۶ ص ۱۷۱، الجرح والتعدیل ج ۵، ص ۲۲۵) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اپنے والد سے ''کتاب السبعۃ الفقہاء'' نقل کرنے پر تنقید کی ہے (تذکرۃ الحفاظ: برقم ۲۳۴) امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (الضعفاء والمتروکون برقم ۱۸۶۹) امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تمام روایات پر قلم پھیر دیا تھا (یعنی وہ سب کی سب غلط و مردود ہیں) (تاریخ بغداد برقم ۵۳۵۹) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مضبوط نہیں ہے (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۳۴) محدیث صالح بن محمد جزرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے والد سے ایسی روایتیں بیان کی ہیں جن میں اس کی کوئی بھی موافقت نہیں کرتا (ایضاً) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مروی ایک روایت کا جواب یوں دیا ہے کہ'' **یشیر مالک بعبدالرحمن** '' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ عبدالرحمن بن ابی الزناد کے ضعف کے بارے میں ہے کہ یہ روایت اس کی غلطی کا نتیجہ ہے (سنن ترمذی: ج ۱، ص ۱۵) امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے خطاء کار کہا ہے۔ (ملخصا: شرح معانی ال آثار: ج ۱، ص ۱۶۳) امام ابواحمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں یہ حافظ الحدیث شمار نہیں کیا جاتا۔ (تہذیب التہذیب: ج ۶، ص ۱۷۱) امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (تاریخ بغداد: برقم ۵۳۵۹)

دراصل اس روایت میں رفع الیدین کا ذکر مذکور عبدالرحمن بن ابی الزناد کے کثیر الخطاء و مضطرب الحدیث وغیرہ ہونے کی وجہ سے آ گیا ہے اور اسی کی خطاء و وھم کا نتیجہ ہے، ورنہ اصل حدیث میں رفع الیدین کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کو عبدالرحمن بن ابی الزناد کی طرح ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن محمد بن عباد الشجری رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ، عاصم بن عبدالعزیز الاشجعی رحمۃ اللہ علیہ

وغیرھم نے بھی موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے مگر اس میں اختلافی رفع یدین کا سرے سے نام ونشان بھی نہیں ہے۔ (دیکھئے: سنن دارقطنی ج۱ص ۲۹۷ برقم ۱۲۹۴، مسند الشافعی برقم ۲۱۶، معجم ابن عساکر برقم ۱۴۱۷، مصنف عبدالرزاق برقم ۲۵۶۷، کتاب الدعا للطبرانی برقم ۴۹۶)

اسی طرح موسی بن عقبہ کے علاوہ دوسرے راوی بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں مگر وہاں بھی اختلافی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے مثلاً ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔صحیح مسلم: ج۱ص ۲۶۳

(۲)۔۔۔سنن ابی داؤد: ج۱ص ۱۱۷

(۳)۔۔۔مسند احمد: برقم ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵

(۴)۔۔۔مسند ابی داؤد طیالسی: برقم ۱۴۷

(۵)۔۔۔مصنف عبدالرزاق: برقم ۲۹۰۴

(۶)۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۲۳۹۹۔ ۲۵۵۳

(۷)۔۔۔فضائل الصحابہ لاحمد: برقم ۱۱۸۸

(۸)۔۔۔سنن الدارمی: برقم ۱۲۷۴۔ ۱۳۵۳

(۹)۔۔۔سنن الترمذی: برقم ۲۶۶۔ ۳۴۲۱۔ ۳۴۲۲

(۱۰)۔۔۔مسند البزار: برقم ۵۳۶

(۱۱)۔۔۔مختصر قیام اللیل للمروزی: برقم ج۱ص ۱۸۲

(۱۲)۔۔۔سنن الکبریٰ للنسائی: برقم ۶۴۱۔ ۷۱۵۔ ۹۷۳

(۱۳)۔۔۔سنن النسائی: برقم ۸۹۴۔ ۱۰۵۰

(۱۴)۔۔۔مسند ابی یعلیٰ الموصلی: برقم ۲۸۵۔ ۵۷۴

(۱۵)۔۔۔المنتقیٰ لابن الجارود: برقم ۱۷۹

(۱۶)۔۔۔صحیح ابن خزیمہ: برقم ۴۶۲۔ ۶۱۲

(۱۷)۔۔۔۔مختصر الاحکام للطوسی: برقم ۱۱۷

(۱۸)۔۔۔۔مستخرج ابی عوانہ: برقم ۱۶۰۶

(۱۹)۔۔۔۔شرح معانی الآثار: برقم ۱۱۸۱

(۲۰)۔۔۔۔کتاب الدعاء للطبرانی: برقم ۴۹۳۔۴۹۴۔۴۹۵۔۴۹۷

(۲۱)۔۔۔۔المعجم الاوسط للطبرانی: برقم ۴۵۵۲

(۲۲)۔۔۔۔سنن الدارقطنی: برقم ۱۱۳۷

(۲۳)۔۔۔۔المسند المستخرج علی مسلم للاصبہانی: برقم ۱۷۶۱۔۱۷۶۲

(۲۴)۔۔۔۔الدعوات الکبیر للبیہقی: برقم ۷۲۔۷۹۔۹۲

(۲۵)۔۔۔۔شعب الایمان للبیہقی: برقم ۲۸۶۴

(۲۶)۔۔۔۔شرح السنہ للبغوی: برقم ۵۷۲

(۲۷)۔۔۔۔عمدۃ القاری للعینی: ج ۵ ص ۲۹۵

الغرض: داری صاحب کا اعتراض غلط ہے، کیونکہ انہوں نے جس روایت کے پیش نظر ثقہ وصدوق راویوں سے مروی سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کی سند کو کمزور کہا ہے، وہ روایت ہی سرے سے ضعیف باطل ومردود اور عبدالرحمن بن ابی الزناد کی خطاء کا نتیجہ ہے۔

نیز محدث ماردینی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی داری صاحب کے اعتراض کو باطل ومردود اور غلط کہا ہے اور داری صاحب کے اعتراض کا عظیم الشان جواب دیا ہے۔(دیکھئے: نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۱۳، التعلیق الممجد ص ۹۲)

رابعاً۔۔۔۔یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ داری صاحب کی مستدل اثبات رفع الیدین کی روایت میں رفع الیدین کا ذکر کرنے میں عبدالرحمان بن ابی الزناد متفرد یعنی اکیلا ہے، جب کہ دیگر کئی ثقہ و صدوق راویوں نے اس میں رفع یدین کی زیادتی نقل نہیں کی۔ اور عبدالرحمن بن ابی الزناد حفظ و ضبط کے اعلیٰ درجے پر فائز بھی نہیں ہے اور معیاری ثقہ بھی نہیں ہے اور ایسے راوی کی زیادتی غیر

مقلدین کے ہاں کسی صورت میں بھی معتبر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ غیر مقلدین نے ثقہ راوی کی زیادت اور تفرد کے قبول ہونے کے لیے شرط لگائی ہے کہ وہ راوی اَحفظ وَ اَتقن (اعلیٰ درجہ کا حافظ الحدیث اور انتہائی پختہ کار محدث) ہو۔

چنانچہ غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں کہ:

صحیح قول یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا اَحفَظ وَ اَتقَن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲، ص ۲۶۱)

غیر مقلد محمد گوندلوی صاحب کہتے ہیں کہ:

باقی رہا زیادتی ثقہ کا قبول وعدم قبول، سو ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں ہوتی کسی جگہ ہوتی ہے اور کسی جگہ نہیں۔ کیونکہ ثقہ غلطی کر جاتا ہے'' **ان الثقة قد يغلط** '' مشہور مقولہ ہے۔ (التحقیق الراسخ: ص ۱۲۲)

نیز گوندلوی صاحب علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

'' **انما تقبل اذ كان راويها احفظ و اتقن.......الخ۔**'' (ایضاً: ص ۱۴) یعنی ثقہ راوی کی زیادتی اس وقت قبول کی جاتی ہے جب اس زیادتی کا راوی احفظ واتقن ہو۔

خامساً۔۔۔۔عثمان بن سعید دارمی صاحب کی مستدل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منسوب اثبات رفع یدین کی مرفوع روایت اگر بالفرض صحیح وثابت بھی ہو تو اس سے ثقہ وصدوق راویوں سے مروی وثابت شدہ ترک رفع یدین والی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کی سند کا کمزور ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ اس سے تو اثبات رفع الیدین والی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منسوب مرفوع حدیث کا علماء غیر مقلدین کے بقول نا قابل عمل اور منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ علماء غیر مقلدین نے صراحت کر رکھی ہے کہ اگر کسی روایت کے راوی کا عمل اپنی بیان کردہ روایت کے خلاف ثابت ہو جائے تو وہ روایت نا قابل عمل اور منسوخ ہوتی ہے۔

چنانچہ غیر مقلد ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت قابل عمل نہ ہوگی۔

(انارۃ المصابیح ص ۲۹ بحوالہ التوضیح عن رکعات التراویح ص ۱۶۶)

نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ومخالفت راوی از مروی دلیل است برآنکہ راوی علم ناسخ دارد چہ حمل آں بر سلامت واجب است'' (دلیل الطالب: ۶۷۴)

راوی کا اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ راوی اس روایت کو منسوخ کر دینے والی روایت کا علم رکھتا ہے کیونکہ راوی کی عدالت کو سلامتی پر محمول کرنا واجب ہے۔

غیر مقلد عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ائمہ اربعہ اور جمہور تین طلاق واقع ہونے کے قائل کیوں ہوئے۔؟ بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث قول صحابی رضی اللہ عنہ کو بے دھڑک نہیں چھوڑتے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص ۵۰۴)

غیر مقلد محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خود اپنی مروی عنہ کے خلاف عمل کرنا، اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ یہ روایت قبل مشروعیت کی ہے۔ (التحقیق الراسخ: ۱۳۲)

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ روایت شواہد کے ساتھ صحیح ہے لیکن راوی کے فتویٰ کی وجہ سے منسوخ ہے۔ (نصر الباری: ص ۲۸۶)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ علمائے غیر مقلدین کے بقول راوی کا اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ منسوخ ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اثبات رفع الیدین کی روایت ثابت بھی ہو تو چونکہ اس روایت کے راوی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل اس روایت کے خلاف ثابت ہو چکا ہے

جو کہ علمائے غیر مقلدین کے بقول اس روایت کے ناقابل عمل اور منسوخ ہونے کی دلیل ہے نہ کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کے کمزور ہونے کی۔

علی زئی تضاد نمبر ۲۷:

مذکورہ بالا غیر مقلدین کے اقتباسات میں لکھا جا چکا ہے کہ نماز کے ایک مسئلہ کے متعلقہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے جان چھڑانے کے لیے علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ:

یہ روایت شواہد کے ساتھ صحیح ہے، لیکن راوی کے فتویٰ کی وجہ سے منسوخ ہے۔

(نصر الباری: ص ۲۸۷)

لیکن دوسری طرف جب ایک روایت علی زئی صاحب کے مفاد میں آئی مگر راوی کا عمل خلاف ہونے کی وجہ سے مذکورہ اصول کی روشنی میں منسوخ قرار پاتی تھی تو علی زئی نے تضاد بیانی و دوغلہ پالیسی سے کام لیتے ہوئے اپنے اس طے شدہ اصول سے یوں جان چھڑائی کہ:

یہ اصول ہی مختلف فیہ ہے۔ محدثین میں سے ایک جماعت اس اصول کے خلاف ہے اور کہتی ہے کہ عبرت تو روایت میں ہے نہ کہ راوی میں۔ (تعداد رکعات قیام رمضان: ۱۹۲)

علی زئی تضاد نمبر ۲۸:

نیز مذکورہ بالا اقتباس میں زبیر علی زئی صاحب نماز کے ایک مسئلہ کے متعلق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کو منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ ایک دوسری جگہ دوغلہ پالیسی سے کام لیتے ہوئے علی زئی صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ بھی منسوخ نہیں۔

(ملخصا: نور العینین ص ۳۲۸-۳۲۹)

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

اعتراض نمبر ۳:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا (السنن الکبری للبیہقی: ج ۲، ص ۸۱)۔ (نور العینین: ص ۱۶۵)

الجواب:

اولاً۔۔۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس جرح کو نقل کرنے والے امام ابو علی حسن بن محمد الصباح الزعفرانی ہیں، اور زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس جرح کو نقل کرنے والے امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ امام ابو علی زعفرانی کی وفات ۲۵۹ھ یا ۲۶۰ھ میں ہے اور امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۸۴ھ میں اور وفات ۴۵۸ھ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو علی زعفرانی کی وفات کے ایک سو تیئیس (۱۲۳) یا ایک سو چوبیس (۱۲۴) سال بعد امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ہیں اور امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو علی زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کئی سالوں کا فاصلہ ہے، لہٰذا اس جرح کی سند منقطع ہے اور منقطع السند جروحات علی زئی صاحب کے بقول غیر ثابت اور مردود شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک راوی کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے قول '' **وكان شعبة يضعفه** '' (کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو ضعیف قرار دیتے تھے) کا رد کرتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ابن معین ۱۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے یعنی یہ روایت منقطع السند ہونے کی وجہ سے مردود ہے'' (الحدیث: ص ۱۷ ش نمبر ۲۲)

اسی طرح شاہ رفیع الدین نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے پہنچے تو وہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رفع الیدین کرنا چھوڑ دیا تھا، اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے...

بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔(نور العینین:ص ٣٦)

لہٰذا معترض علی زئی صاحب کے ضابطہ کی روشنی میں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ بالا اعتراض جعلی، سفید جھوٹ، غیر ثابت اور مردود ہے۔

ثانیاً۔۔۔اگر بفرض محال ثابت بھی ہو تو اس میں زیر بحث حدیث کے غیر ثابت ہونے کی وجہ بیان نہیں کی گئی لہٰذا یہ جرح غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، محمد گوندلوی غیر مقلد نے بھی اس طرح کی جرح کو غیر مفسر کہا ہے۔(دیکھئے: خیر الکلام:ص ٤٤) اور درج ذیل ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے صراحت فرمارکھی ہے کہ غیر مفسر جرح قبول نہیں ہوتی۔(لہٰذیہ جرح سرے سے سننے کے ہی قابل نہیں ہے)۔

(١)۔۔۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م٦٧٦ھ: تقریب ٢٦٩

(٢)۔۔۔ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ٤٦٣ھ: الکفایہ برقم ٢٧٧

(٣)۔۔۔حافظ ابن صلاح ٦٤٣ھ: مقدمہ ابن صلاح:ص ٦١

(٤)۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ٧٧٤ھ: اختصار فی علوم الحدیث مترجم ص ٨٩

(٥)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ٨٥٢ھ: ھدی الساری ص ٥٤٣

(٦)۔۔۔امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ م ٨٥٥ھ: عمدۃ القاری ج ١،ص ٢٨

(٧)۔۔۔عبد العزیز بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ٧٣٠ھ: کشف الاسرار ج ٣،ص ٦٨

(٨)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٨ھ: تاریخ اسلام برقم ٤٣٥

(٩)۔۔۔علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ م ١٣٠٤ھ: الرفع والتکمیل ص ٨٠

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ١٨:

غیر مقلد رئیس ندوی لکھتا ہے کہ:

اس روایت میں تحریف کر کے "ثم لایعود" کا لفظ الحاق کر دیا گیا ہے۔(تحقیقی جائزہ:٢٧٧)

تبصرہ: قارئین: منکر حدیث ندوی صاحب کی یہ بات سو فیصد جھوٹ ہے ندوی صاحب نے

اس بات پر کوئی حوالہ اور دلیل پیش نہیں کی اور ندوی صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ بے حوالہ بات مردود و باطل ہوتی ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۱۵ ش نمبر ۳۶) مزید یہ کہ یہ حدیث کسی ایک کتاب میں نہیں بلکہ بیسیوں کتابوں میں "ثم لا یعود" کے لفظ کے ساتھ ثقہ و صدوق راویوں کی سند کے ساتھ مروی ہے، حتیٰ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مصنف میں اسے انہی الفاظ کے ساتھ ہی تخریج فرمایا ہے اور اس حدیث کو متعدد ائمہ محدثین نے اپنی اپنی کتب میں صحیح کہا ہے۔اور آج تک کسی ایک محدث و امام حتی کہ کسی غیر مقلد عالم نے بھی اس حدیث میں "لفظ ثم لا یعود" کو محرف والحاقی نہیں کہا۔غیر مقلد زبیر علی زئی و ابوالحسن مبارکپوری نے بھی اسے "ثم لا یعود" کے لفظ کے ساتھ ہی نقل کیا ہے (نور العینین ص ۱۶۵، مرعاۃ المفاتیح ج ۳، ص ۲۶) فرقہ غیر مقلدیت کے حضرات کو چاہیے کہ یا تو اس حدیث میں لفظ "ثم لا یعود" کا محرف والحاقی ہونا دلائل سے ثابت کریں یا پھر اپنے محقق رئیس ندوی کو کذاب (جھوٹا) اور منکر حدیث تسلیم کریں۔

اثر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ائمہ محدثین کی نظر میں:

ماقبل میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کی سند بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔اب اتمام حجت کے طور پر اس کے متعلق ائمہ محدثین کی آراء پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔جلیل القدر ثقہ معتدل محدث و ناقد امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:

"یہ حدیث صحیح ہے اور رفع یدین نہ کرنے والوں کی بہت بھاری دلیل ہے"۔(شرح معانی الاثار: ج ۱، ص ۱۶۳)

(۲)۔۔۔۔امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:

" **واسناد حديث عاصم بن كليب صحيح على شرط مسلم** "اس حدیث کی

سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(عمدۃ القاری ج ۵،ص ۲۷۴، وشرح ہدایہ ج ۱،ص ۶۶۸)

(۳)۔۔۔۔امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے صحیح مانتے ہیں۔(ملخصا: نصب الرایہ ج ۱،ص ۴۰۶)

(۴)۔۔۔۔امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ اسے موقوفا صواب کہتے ہیں۔(علل الدارقطنی: برقم ۴۵۷)

(۵)۔۔۔۔امام علاؤالدین علی بن عثمان المارديني رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ فرماتے ہیں کہ:

''رجالہ ثقات''اس حدیث کے تمام راوی مضبوط ہیں۔(الجوہر النقی: ج ۲ ص ۸۷)

(۶)۔۔۔۔امام ابوعبداللہ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ بھی صحیح مانتے ہیں۔(ملخصا: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۷۳)

(۷)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

''رجالہ ثقات''اس حدیث کے تمام راوی مضبوط ہیں۔(الدرایہ: ج ۱ ص ۱۵۲)

(۸)۔۔۔۔امام ابوالحسن ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ صحیح مانتے ہیں۔(الاسرار المرفوعہ: ج ۱،ص ۴۹۴)

(۹)۔۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ فرماتے ہیں کہ:

''وهو اثر صحيح''یہ اثر بالکل صحیح ہے۔(نصب الرایہ: ج ۱،ص ۴۰۶)

(۱۰)۔۔۔۔امام قاسم ابن قطلو بغا الجمالی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں کہ:

''سنده ثقات''کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔(التعریف الاخبار ص ۳۰۹)

(۱۱)۔۔۔۔محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ کہتے ہیں کہ:

''واسناده صحيح''اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(آثار السنن: ص ۱۱۲)

(۱۲)۔۔۔۔محدث عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

'' فانه علی شرط مسلم '' یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(اعلاء السنن: ج ۳،ص ۶۴)

اثر نمبر ۳: بحولہ الاوسط لابن المنذر

''حدثنا علی بن عبدالعزیز قال ثنا ابو نعیم قال ثنا ابو بکر یعنی النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه انه کان مع علی بصفین قال فکان یرفع یدیه الاولیٰ ولا یرفع فیما سوٰی ذلک''(الاوسط لابن المنذر: برقم ۱۳۴۳)

ترجمہ: جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہونے والے (تابعی) کلیب بن شھاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس اثر کی سند کے راوی امام علی بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ'' ثقة مامون '' ہیں(سؤالات حمزہ السھمی: برقم ۳۸۹)اور باقی راویوں کی توثیق وتعدیل کے حوالے گزر چکے ہیں۔لہٰذا اس اثر کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں،اور اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

اثر نمبر ۴: بحوالہ شرح معانی ال آثار

'' فان ابابکرة قدحدثنا قال ثنا ابو احمد قال ثنا ابو بکر النهشلی قال ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه: ان علیاً کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلوة ثم لا یرفع بعد''

ترجمہ: بلاشک وشبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع

یدین کرتے تھے۔اس کے بعد بالکل نماز میں نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راوی ''امام ابوبکرہ بکار بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ'' اور ''امام ابواحمد محمد بن عبداللہ الزبیری رحمۃ اللہ علیہ'' دونوں ثقہ ہیں۔(دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج۱۲،ص ۵۹۹ و تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۲۹۱)اور باقی راویوں کا تعارف گزر چکا ہے۔لہٰذا اس روایت کی سند کے بھی تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

اثر نمبر ۵: بحوالہ مؤطا امام محمد

'' قال محمد اخبرنا ابوبکر بن عبداللہ النهشلی، عن عاصم بن کلیب الجرمی، عن ابیه و کان من اصحاب علی، ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بها الصلاۃ ثم لا یرفعهما فی شیء من الصلاۃ''

ترجمہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے، اس کی بعد نماز کے کسی حصے میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(مؤطا امام محمد: ص ۹۴ و کتاب الحجۃ ج۱ص ۷۵)

فائدہ:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت اس روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بھی بلاغبار صحیح ہے۔نیز امام محمد ابن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر رئیس ندوی کے تمام اعتراضات کے جوابات انشاءاللہ ایک مستقل کتاب میں دیے جائیں گے۔

اثر نمبر ۶: بحوالہ المدونۃ الکبریٰ

"قال وكيع عن ابى بكر بن عبدالله بن قطاف النهشلى عن عاصم بن كليب عن ابيه ان علياً كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لايعود "(المدونة الكبزى: ج ۱ ص ۱۲۰)

ترجمہ: بلاشک وشبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

فائدہ:

اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے گزر چکے ہیں لہٰذا اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ نیز مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین نہایت ہی مضبوط سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین

اثر نمبر ۷: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی

"حدثنا اسحاق بن ابى اسرائيل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر و عمر فلم يرفعوا ايديهم الاعندافتتاح الصلوٰة " (مسند ابى يعلىٰ الموصلى برقم ۵۰۳۶)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے پیچھے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ان حضرات نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

تنبیہ: اس روایت کو سابقہ صفحات میں پیش کی جانے والی صحیح صریح احادیث کی تائید اور استشہاد میں پیش کیا گیا ہے، اور چونکہ یہ روایت بطور تائید اور متابعت کے ہے اس لیے اس

روایت کی سند پر بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے اگلی روایات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین

اثر نمبر ۸: بحوالہ مؤطا امام مالک

" حدثنا ابو مصعب قال حدثنا مالک عن نعیم بن المجمر وابی جعفر القاری انهما اخبراه ان اباهریرة کان یصلی لهم فیکبر کلما خفض ورفع و کان یرفع یدیه حین یکبر یفتتح الصلوٰة "(مؤطا امام مالک بروایة ابی مصعب الزهری: ج ۱ ص ۸۱، برقم ۲۰۸)

ترجمہ: نعیم بن المجمر رحمۃ اللہ علیہ اور ابوجعفر القاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ پر صرف تکبیر (اللہ اکبر) ہی کہتے، اور رفع یدین صرف شروع نماز والی تکبیر کے ساتھ ہی کرتے۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱)۔۔۔ابومصعب احمد بن ابی بکر قاسم بن حارث الزہری المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۲ھ: "**صدوق عابد**" (تقریب: برقم ۱۷)

(۲)۔۔۔امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ: "**امام دار الهجرة راس المتقنین و کبیر المثبتین**" (ایضاً: ۶۴۲۵)

(۳)۔۔۔نعیم بن عبداللہ المدنی المجمر رحمۃ اللہ علیہ: "**ثقة**" (ایضاً: ۷۱۷۲)

(۴)۔۔۔ابوجعفر یزید بن القعقاع القاریؒ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۷ھ: "**ثقة**" (ایضاً: ۸۰۲۱)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۱۹، ۲۰:

قارئین: اس حدیث کو ''مؤ طا امام محمد'' کے حوالے سے بطریق '' محمد اخبرنا مالک۔۔۔۔الخ'' حافظ حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مقالہ ''تحقیق رفع یدین'' میں نقل فرمایا تھا۔ اس پر فرقہ غیر مقلدیت کا محقق رئیس ندوی لکھتا ہے کہ:

''یہ روایت مؤ طا امام مالک میں ہے بھی نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالک پر بطور افتراء محمد نے حسب عادت یہ روایت چسپاں کردی ہے''۔(بلفظہ: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۲)

الجواب:

ندوی صاحب کی یہ دونوں باتیں جھوٹی ہیں کیونکہ یہ حدیث مؤ طا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزہری (ج ا،ص ۸۱، برقم ۲۰۸) میں موجود بھی ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یقینا بیان بھی کی ہے کیونکہ اس حدیث کو امام المحدثین محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں اکیلے و متفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی طرح امام ابو مصعب الزہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے (دیکھئے: مؤ طا امام مالک: برقم ۲۰۸) لہٰذا اسے بطور افتراء امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر چسپاں کرنے والی بات بھی ندوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔

نقاب کشائی:

مزید یہ کہ ندوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت (کہ یہ حدیث مؤ طا امام مالک میں نہیں ہے اور امام محمد نے یہ حدیث بطور افتراء امام مالک پر چسپاں کردی ہے) ندوی صاحب کے جس مضمون میں ہے وہ مضمون ندوی صاحب نے یکم مئی ۲۰۰۲ء میں لکھا ہے۔(ملخصا: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۹۳) جبکہ اس سے پہلے رئیس ندوی صاحب نے جو مضمون مارچ ۲۰۰۲ء میں لکھا ہے۔(سلفی تحقیقی

جائزہ:ص ٦٠٠)اس مضمون میں رئیس ندوی صاحب نے بذات خود واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:
''یہ حدیث مؤطاامام مالک میں موجود بھی ہے اور صحیح بھی ہے''۔(سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۹۳)
اس سے ثابت ہوا کہ ندوی صاحب نے جاننے کے باوجود کہ مذکور حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور مؤطا امام مالک میں یہ حدیث موجود ہے محض ترک رفع یدین دشمنی میں مذکورہ بالا بہتان ثقہ وصدوق امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا ہے جو کہ ندوی صاحب کے کذاب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اثر نمبر ۹: بحوالہ مسند احمد

''حدثناابن نمیر حدثنا اسماعیل بن ابی خالد عن ابیه قال کان ابوهریرة یصلی بالمدینةنحوًا من صلاة قیس بن ابی حازم '' (مسنداحمد برقم ۱۰۴۴۳)

ترجمہ: (ثقہ تابعی) امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (ابوخالد البجلی رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں بالکل ویسے ہی نماز پڑھتے جیسے کہ (جلیل القدر ثقہ تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ:

اس روایت کے تمام راوی (عبداللہ بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ، ابو خالد البجلی رحمۃ اللہ علیہ) ثقہ ہیں (دیکھئے: تقریب: برقم ٣٦٦٨۔٣٨ ٤ والکاشف: برقم ٦٥٩٩)
اس صحیح السند روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز بالکل ثقہ تابعی امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ جیسی تھی، اور آگے آثار تابعین میں آرہا ہے کہ سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ سیدنا ابو ہریر رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین کے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین

اثر نمبر ۱۰: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

"حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهیم عن عبدالله انه یرفع یدیه فی اول مایفتتح ثم لایرفعهما"

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بعد الافتتاح نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔(مصنف ابی ابن شیبہ: برقم ۲۴۵۸)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راوی امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ وابومعشر زیاد بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں۔(دیکھئے: تقریب برقم ۶۶۰۵۔۲۰۹۶) اور بقیہ راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔لہٰذا اس سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

اعتراض:

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔اگر بالفرض یہ حدیث مرسل بھی ہو تو تب بھی امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح وقابل حجت ہیں۔(دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳۔۱۲۴ مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۳ سنن الکبرٰی للبیہقی ج۱ ص ۱۴۸، نصب الرایہ ج۱ ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶ مراسیل ابی داؤد ص ۴) نیز اس کی تائید سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے حوالہ سے ماقبل میں پیش کی جانے والی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی متصل مرفوع احادیث سے بھی ہو رہی ہے۔

لہٰذا اگر اسے مرسل بھی شمار کیا جائے تو یہ مرسل معتضد ہے۔ مرسل معتضد اس مرسل کو کہتے ہیں کہ جس کی تائید کسی دوسری روایت سے ہو رہی ہو یا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اکثر علماء نے عمل کیا ہو۔ (مقدمہ شرح مسلم للنووی ص ۱۷ شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، زاد المعاد ج ۱، ص ۱۰۳) اور مرسل معتضد کو غیر مقلدین حجت قرار دیتے ہیں مثلاً۔۔۔۔

غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری صاحب ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرسل روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسلاً محفوظ ہے تو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہے اور مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (تحقیق الکلام ج ۱، ص ۹۵ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

غیر مقلد عبدالرؤف صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

اگر اس بات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی مرسل حجت ہے کیونکہ اس کی تائید میں مرفوع صحیح روایات ہیں۔ (القول المقبول: ص ۳۷۰)

غیر مقلد عبداللہ روپڑی صاحب ''موسیٰ الجھنی'' کی مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کا اعتضاد دیگر طرق سے ثابت ہے لہٰذا مقبول ہے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱، ص ۳۱۱)

غیر مقلد صادق سیالکوٹی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

گو یہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے ملکر قوی ہوگئی ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸)

البانی غیر مقلد نے مرسل طاؤس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ مرسل معتضد ہے جو بالاتفاق حجت ہے۔ (ارواء الغلیل: ج ۲، ص ۷۱)

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
محدث العصر، امام المحدثین شیخ ناصر الدین البانی کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرسل کا معتبر شاہد ہو تو وہ صحیح ہوتی ہے۔ (حاشیہ عبادات میں بدعات: ص۱۲۹)
غیر مقلد شوکانی ایک مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"وهذا وان كان مرسلا لكنه معتضد بما سبق" (نیل الاوطار: ج ۳، ص۳۴۹)

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن سابقہ روایات سے معتضد اور مؤید ہے۔
ثانیاً۔۔۔صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حکماً متصل ہے، کیونکہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح طور پر اعلان کر رکھا ہے کہ اگر میں براہ راست سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے سنی ہوگی، اور جب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان میں کسی راوی کا ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے صرف اور صرف اسی شخص سے ہی سنی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔۔حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:
امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت اس کی سند بھی بیان فرما دیا کرو، تو امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں براہ راست سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کروں تو جان لو کہ وہ حدیث میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں سے سنی ہوتی ہے، اور جب میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کسی ایک شاگرد سے حدیث سنی ہوتی ہے تو میں اس کا نام ذکر کر دیتا ہوں۔ (التمہید لابن عبدالبر ج۱، ص۳۴)

(۲)۔۔۔۔امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:
اگر فریق مخالف کہے کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

عنہ سے نقل کیا ہے وہ غیر متصل ہے، تو ان سے کہا جائے گا کہ امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف اسی وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت صحیح ہوتی ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتی ہے، امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت اس کی سند بھی بیان کر دیا کرو، اس پر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! جب میں تم سے کہوں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں یہ بات تب کہتا ہوں جب مجھ سے وہ حدیث سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں نے بیان کی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں فلاں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے تو وہ حدیث میں نے صرف اسی شخص سے ہی سنی ہوتی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج ا، ص ۴۶۴)

اور چونکہ مذکورہ بالا حدیث کو بھی امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے براہ راست سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اصول کے مطابق یہ حدیث امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں سے سنی ہے۔ لہٰذا اس کی سند حکماً متصل ہے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۱:

مذکور حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

امام نخعی سے اسے روایت کرنے والے ابو معشر کا نام نہیں بتلایا گیا اس کنیت والے کئی افراد امام نخعی کے معاصر اور ان سے روایت کرنے والے تھے اور کئی ایک مجروح و ساقط الاعتبار تھے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۹۲)

الجواب:

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے ان کے شاگردوں میں صرف ان کا ایک ہی شاگرد ''صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی کا ثقہ وصدوق راوی زیاد بن کلیب التمیمی

النخعی الحنظلی'' ابو معشر کی کنیت سے مشہور ہے۔ جو کہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہونے کے علاوہ اس حدیث کے راوی مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا استاذ ہے۔اس کے علاوہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بھی شاگرد ابو معشر کی کنیت سے مشہور نہیں ہے۔(فیما اعلم) لہٰذا ندوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''ابو معشر کی کنیت والے کئی افراد امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے تھے اور کئی ایک مجروح و ساقط الاعتبار تھے۔'' ندوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ بندہ کو کتب اسماء الرجال میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور ان سے روایتیں نقل کرنے والوں میں صرف ایک ہی راوی زیاد بن کلیب النخعی ہی ابو معشر کی کنیت سے مشہور ملا ہے مثلاً دیکھئے۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔تہذیب الکمال للمزی: برقم ۲۰۶۵-۲۰۶۵

(۲)۔۔۔۔سیر اعلام النبلاء للذھبی: برقم: ۲۱۳

(۳)۔۔۔۔الاسامی والکنیٰ: برقم ۱۲۸

(۴)۔۔۔۔الکنیٰ والاسماء: برقم ۳۲۸۴

(۵)۔۔۔۔التاریخ الکبیر للبخاری: برقم ۱۲۴۶

(۶)۔۔۔۔الجرح والتعدیل للرازی: برقم ۲۴۴۹

(۷)۔۔۔۔الثقات لابن حبان: برقم: ۸۹۴۸

(۸)۔۔۔۔رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: برقم: ۴۷۹-۴۷۹

(۹)۔۔۔۔تالی تلخیص المتشابہ: ج۱، ص ۵۰

(۱۰)۔۔۔۔الکاشف للذہبی: برقم ۱۷۰۵

(۱۱)۔۔۔۔المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ: برقم ۵۹۰۵

(۱۲)۔۔۔۔تاریخ الاسلام للذھبی: برقم ۸۸

(۱۳)۔۔۔۔میزان الاعتدال: برقم ۲۹۵۹

(۱۴)۔۔۔۔الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: برقم ۳۳۱

(۱۵)۔۔۔۔تہذیب التہذیب: برقم ۶۹۸

(۱۶)۔۔۔۔مغانی الاخیار: برقم ۷۳۲

(۱۷)۔۔۔۔خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال: ج۱ص۱۲۵

فرقہ غیر مقلدیت کے محققین کو چاہیے کہ اپنے مفتی رئیس ندوی کو سچا ثابت کرنے کے لیے ابومعشر کی کنیت سے معروف ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی مجروح وساقط الاعتبار شاگرد ثابت کریں مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو ہیں میرے آزمائے ہوئے

اثر نمبر ۱۱: بحوالہ شرح معانی الآثار

"حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شیء من الصلوٰۃ الا فی الافتتاح" (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۴)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزر چکا بقیہ راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔۔ابو اسحاق ابراہیم ابن ابی داؤد سلیمان بن داؤد البرلسی الاسدی الصوری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: "ثقۃ متقن"۔ (تکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸)

(۲)۔۔۔۔ابو عبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ "ثقۃ حافظ" (تقریب: برقم ۶۳)

(۳)۔۔۔ابوالاحوص سلام بن سلیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ" **ثقة متقن صاحب حديث**"(ایضاً: ۲۷۰۳)

(۴)۔۔۔ابوالھذیل حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ:" **ثقة مأمون**"(تاریخ اسماء الثقات: برقم ۲۳۷)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح وحکماً متصل ہے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۲ تا ۲۴:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی سے اسے روایت کرنے والے حصین بن عبدالرحمان کو امام ابن المدینی۔۔۔نے کہا کہ موصوف آخری عمر میں اختلاط وتغیر ونسیان کے شکار ہو گئے تھے۔ پھر اس پر ندوی صاحب نے تین حوالے دیے ہیں:

(۱)۔۔۔تہذیب التہذیب: ج ۲، ص ۳۲۹

(۲)۔۔۔میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۵۵۲

(۳)۔۔۔دیوان الضعفاء: ص ۶۵ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۹۲)

الجواب:

اولاً۔۔۔قارئین کرام! رئیس ندوی صاحب کی یہ بات سو فیصد جھوٹ ہے۔ آپ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۵۵۲ برقم ۲۰۷۵) تہذیب التہذیب (ج ۲، ص ۳۲۹ برقم ۶۵۹) اور سیر اعلام النبلاء، (ج ۵، ص ۴۲۳، برقم: ۱۸۶) والمختلطین للعلائی (ج ۱، ص ۲۱، برقم ۱۱) اٹھا کر دیکھیں، ان میں صراحتاً لکھا ہے کہ دیگر بعض حضرات اگرچہ مذکور حصین بن عبدالرحمن کو مختلط کہتے ہیں مگر امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اسے مختلط نہیں مانتے۔

چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے:

'' **وقال علی لم یختلط** '' کہ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حصین عارضہ اختلاط میں مبتلا نہیں ہوا۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ:

'' **عن یزید بن ھارون اختلط وانکر ذلک بن المدینی فی علوم الحدیثبانہ اختلط وتغیر** '' امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ اسے مختلط کہتے ہیں اور امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم الحدیث میں اس کے مختلط ومتغیر ہونے کا انکار کیا ہے۔

سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ:

'' **قال علی بن المدینی وغیرہ لم یختلط** ''

المختلطین للعلائی میں ہے کہ:

'' **وانکر ذلک ابن المدینی** '' کہ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اسے مختلط نہیں مانتے۔

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ خصوصاً امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکور حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے کا انکار کیا ہے۔ مگر رئیس ندوی صاحب نے ترک رفع یدین دشمنی میں کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسے مختلط ومتغیر قرار دینے والوں میں شمار کر لیا ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے فی نفسہ ثقہ وصدوق راوی ہیں۔ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اگر چہ بعض دیگر حضرات نے اسے مختلط قرار دیا ہے مگر زیر بحث حدیث پر اس کے اختلاط کا اعتراض غلط باطل ومردود ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اس نے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے۔ جس پر دلیل یہ ہے کہ علم حدیث کا مشہور ضابطہ ہے کہ جو راوی عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے ہوں تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ایسے شاگردوں کی روایتیں اپنی ''صحیح مسلم'' میں تخریج کرتے ہیں جن کا

سماع اختلاط وتغیر سے پہلے کا ہوتا ہے۔(دیکھئے: تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ا ص ۲۴۲ قواعد فی علوم الحدیث: ص ۲۷۹۔۲۸۰) اور ہماری طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایت ''ابوالاحوص عن حصین'' کے طریق سے مروی ہے، اور یہی طریق صحیح مسلم میں موجود ہیں ثبوت بلاحظہ فرمائیں:

(۱)'' حدثنا ابو الاحوص عن حصین۔۔۔الخ ''(صحیح مسلم برقم ۲۶۹ باب استحباب ادامۃ الحاج التلبیۃ حتیٰ یشرع فی رمی جمرۃ العقبۃ یوم النحر)

(۲)'' اخبرنا ابو الاحوص عن حصین۔۔۔الخ ''(ایضاً برقم ۱۳، باب کراھۃ تفصیل بعض الاولد فی الھبۃ)

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث ثقہ وصدوق راوی امام حصین بن عبدالرحمن نے زمانہ اختلاط سے پہلے بیان کی ہے، اور ثقہ راوی کی قبل الاختلاط والتغیر بیان کردہ حدیث تمام ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح وقابل حجت ہے لہٰذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۵:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہم کہتے ہیں کہ روایت مذکورہ کے راوی ابن ابی داؤد پر بڑا کلام ہے حتیٰ کہ بعض نے انہیں کذاب کہا اور امام الدیوبندیہ کوثری نے بھی انہیں کذاب وساقط الاعتبار کہا۔(بلفظہ: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۱)

الجواب:

زیر بحث حدیث کی سند میں موجود ابن ابی داؤد سے امام ابواسحاق ابراہیم بن ابی داؤد سلیمان بن داؤد البرلسی الاسدی الصوری م ۲۷۰ھ مراد ہیں جو کہ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ کے استاذ اور امام احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ کے شاگرد ہیں، امام

طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الاثار میں اس سے کئی روایات نقل کی ہیں۔ بندہ کو جن جن کتب اسماء الرجال میں اس کے حالات ملے ہیں ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی اس کو کذاب نہیں کہا گیا اور نہ ہی اس پر کسی محدث کی کوئی مفسر جرح موجود ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں درج ذیل کتابوں میں اس کی واضح توثیق موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔۔تکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸

(۲)۔۔۔۔شذرات الذھب: ج ۲، ص ۱۶۱

(۳)۔۔۔۔تاریخ ابن یونس: ج ۲، ص ۱۰، برقم ۱۲

(۴)۔۔۔۔تاریخ الاسلام: ج ۶، ص ۲۸۵ برقم ۹۲

(۵)۔۔۔۔اکمال الاکمال لابن نقطہ: ج ۱، ص ۵۰۲ برقم ۸۷۸

(۶)۔۔۔۔سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج ۱۲، ص ۶۱۲ برقم ۲۳۷

(۷)۔۔۔۔مغانی الاخیار ج ۳، ص ۳۸۷، برقم ۳۵۶۵

لہٰذا یہ راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہے، شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ سمیت کسی ایک محدث نے بھی اسے کذاب وساقط الاعتبار نہیں کہا۔ اور بظاہر غیر مقلدیت ندوی صاحب کی مذکورہ بالا بات سفید جھوٹ ہے۔ ہم ندوی پارٹی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے محقق اور وکیل ندوی صاحب کو سچا ثابت کرنے کے لیے کسی ایک معتبر محدث کا حوالہ پیش کریں جس نے مذکور راوی کو کذاب وساقط الاعتبار کہا ہو۔ ورنہ یاد رکھیں کہ جھوٹوں کا حشر جھوٹوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ المرء مع من احب۔

اثر نمبر ۱۲: بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی

"حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شیء من الصلاۃ الا فی التکبیرۃ الاولی" (المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۹ ص ۲۶۱، برقم

(۹۲۹۹

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز میں پہلی تکبیر کے وقت۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راوی ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ کو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نے'' ثقۃ جبل '' قرار دیا ہے۔(سیر اعلام النبلاء: برقم ۲۵۳۴) اور باقی راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

اثر نمبر ۱۳: بحوالہ مصنف عبدالرزاق

''عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم لا یرفع بعد''(مصنف عبدالرزاق: برقم ۲۵۳۳)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

امام عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۱ھ ثقہ محدث ہیں۔(دیکھئے: تقریب: برقم ۴۰۶۴) اور باقی راویوں کی توثیق وتعدیل کے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں، لہٰذا اس روایت کی سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

عبدالرزاق اور سفیان ثوری مدلس دونوں ہیں۔(مقالات: ج ۴، ص ۲۶۴)

الجواب:

اگر بالفرض ان دونوں کا عنعنہ مضر ہو بھی تو یہاں ان کی تدلیس کا راگ الاپنا خود علی زئی صاحب کے ضابطہ کی روشنی میں بھی فضول ہے۔ کیونکہ ان روایات میں امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالاحوص سلام بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کر رکھی ہے ملاحظہ

فرمائیں۔

(۱)۔۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۲۴۵۸

(۲)۔۔۔۔شرح معانی الاثار: ج۱،ص ۱۶۴

(۳)۔۔۔۔المعجم الکبیر للطبرانی: برقم ۹۲۹۹

(۴)۔۔۔۔مصنف عبدالرزاق: برقم ۲۵۳۴

اور امام عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے متابعت فرما رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۲۴۵۸

(۲)۔۔۔۔شرح معانی الاثار: ج۱،ص ۱۶۴

(۳)۔۔۔۔المعجم الکبیر للطبرانی: برقم ۹۲۹۹

اور معترض علی زئی صاحب نے کئی مضامین میں صراحت کر رکھی ہے کہ متابعت سے تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ترک رفع یدین

اثر نمبر ۱۴: بحوالہ شرح معانی ال آثار

’’ حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الافی

التکبیرۃ الاولیٰ من الصلاۃ"

ترجمہ: مشہور تابعی امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے تکبیر اولیٰ کے علاوہ کہیں بھی نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔ (شرح معانی الاثار: ج۱، ص ۱۶۳)

سند کی تحقیق

اس روایت کی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔۔ابواسحاق ابراہیم بن ابی داود البرلسی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: " **ثقة متقن** " (تکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸)

(۲)۔۔۔۔ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ: " **ثقة متفق عليه** " (الارشاد: ج۲، ص ۵۶۵)

(۳)۔۔۔۔ابوبکر بن عیاش الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۴ھ: " **ثقة مامون** " (تاریخ اسماء الثقات برقم ۷ ۲۳)

(۴)۔۔۔۔ابوالہذیل حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ: " **ثقة مامون** " (تاریخ اسماء الثقات برقم ۷ ۲۳)

(۵)۔۔۔۔ابوالحجاج مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۴ھ: " **ثقة امام فى التفسير وفى العلم** " (تقریب: برقم ۶۴۸۱)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر اعتراضات کے جوابات:

سندی تحقیق کے بعد اب اس اثر پر فریق مخالف کے اعتراضات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب تہذیب التہذیب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند کا راوی ابوبکر بن عیاش ضعیف ہے۔(ملخصا: تحقیقی جائزہ ص ۲۸۳)

الجواب:

امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فی نفسہ ثقہ وصدوق راوی ہیں، حتیٰ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی جیسے متعصب شخص نے بھی کئی ساری قلابازیاں کھانے کے بعد بالآخر تسلیم کرلیا ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ چنانچہ غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

(ابوبکر بن عیاش) جمہور محدثین کرام کے نزدیک صدوق وموثق راوی ہیں، ابوبکر بن عیاش کی توثیق وتقویت درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

(۱) البخاری (اخرج عنہ فی صحیحہ)

(۲) ابن خزیمہ (اخرج عنہ فی صحیحہ)

(۳) الترمذی (قال فی حدیثہ (۴۵۶) "حدیث حسن صحیح")

(۴) حاکم (المستدرک ۳/۲۰۰ ح ۴۹۰۳)

(۵) الذہبی (وصحح لہ فی السیر ۱/۶۵ ۹۴)

(۶) الہیثمی (دیکھئے مجمع الزوائد (۹/۱۸۰) کشف الاستار (۲۶۲۳) الاحسان، طبعہ جدیدہ)

(۷) ابن الجارود (المنتقیٰ: ۳۳۱)

(۸) الضیاء المقدسی (المختارۃ ۲۲۵، ۲، ۱۱۴)

(۹) ابوعوانہ (مسند ابی عوانہ ۳/۱۸۶، ۴/۱۱۷)

(۱۰) البوصیری (حسن لہ حدیثہ عن ابی اسحاق عن صلۃ عن عمارۃ وصحح لہ، الصحیحۃ: ۱۵۹۶)

(۱۱) العجلی: ثقہ (معرفت الثقات)

(۱۲) ابوحاتم الرازی ثقہ (علل الحدیث: ۲۲۳۳)

(۱۳) احمد بن حنبل: ثقہ وربما غلط (العلل: ۳۱۵۵، اقوال احمد ۴/ ۱۹۴)

(۱۴) ابن المبارک (اثنی علیہ) الجرح والتعدیل ۹/ ۳۴۹ وسندہ صحیح)

(۱۵) عبدالرحمن بن مہدی (کان یحدث عنہ) (ایضاوسندہ صحیح)

(۱۶) ابن عدی

(۱۷) یحیی بن معین (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی)

(۱۸) مسلم (روی عنہ فی مقدمۃ صحیحہ)

(۱۹) ابن الجوزی: وکان ثقہ متشددا فی السنۃ الا انہ ربما اخطافی الحدیث (المنتظم ۹/ ۲۳۲)

(۲۰) یزید بن ہارون (تاریخ بغداد) ۱۴/ ۳۸۰)

(۲۱) ابن عمار (تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰)

(۲۲) ابونعیم الاصبہانی (ذکرہ فی الاولیاء وصح لہ، انظر حلیۃ الاولیاء ۸، ۳۱۳)

(۲۳) البغوی (صح لہ) شرح السنۃ ۶/ ۳۹۶ ح ۱۸۳۵

(۲۴) ابن حبان

(۲۵) ابن حجر العسقلانی (تقریب التہذیب) وغیرہم۔ (نور العینین: ص ۱۶۸ تا ۱۷۰)

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۶:

حافظ حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق رفع یدین میں ابوبکر بن عیاش کو بخاری کا راوی قرار دیا۔ (دیکھئے مجموعہ مقالات ج ۳، ص ۶۸) اس پر غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ تلبیسات ومغالطات دیوبندیہ سے ہے مقدمہ فتح الباری میں ہے کہ صحیح بخاری میں ان کی چند روایات بطور متابع ہیں۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۳)

الجواب:

امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی بعض روایات اگرچہ بخاری میں متابعۃ موجود ہیں، مگر ان کی کئی روایات صحیح بخاری میں اصالۃً بھی موجود ہیں۔ چند روایات ملاحظہ ہوں:

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ''باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر......الخ'' قائم فرما کر اس باب میں ''حدثنا محمد قال اخبرنا ابوبکر بن عیاش عن سفیان التمار... الخ'' اصالۃً حدیث تخریج فرمائی ہے (صحیح البخاری ج۱ص۱۸۶) فلہٰذا امام ابوبکر بن عیاش کا مذکورہ طریق بخاری میں اصالۃً ہے۔

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان'' قائم فرما کر ''حدثنا عبداللہ بن ابی شیبۃ ثنا ابوبکر عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ۔۔۔الخ'' الحدیث (بخاری ج۱ص ۲۷۴) حدیث تخریج فرمائی ہے جو کہ اصالۃً ہے۔

(۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ عزوجل'' قائم فرما کر اس باب میں ''حدثنا یحیی ابن یوسف ثنا ابوبکر عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ۔۔۔ الحدیث'' اصالۃً حدیث تخریج فرمائی ہے (صحیح بخاری ج۱ص ۴۰۴)

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب المناقب وقول اللہ تعالیٰ یاایھا الناس......الخ'' قائم فرما کر اس آیت کی تفسیر میں ''حدثنا خالد بن یزید الکاھلی قال حدثنا ابوبکر عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس'' الحدیث (بخاری ج۱ص۴۹۶) اصالۃً تخریج فرمائی ہے۔

(۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب ان الناس قد جمعوا لکم وفی نسخۃ قولہ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم الآیۃ'' قائم فرما کر اصالۃً ''حدثنا احمد بن یونس اراہ قال حدثنا ابوبکر عن ابی حصین عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس حسبنا اللہ۔۔الحدیث'' تخریج فرمائی ہے۔ (بخاری ج۲،ص۶۵۵، کراچی ص۷۵ ۳رقم ۴۵۶۳، الریاض)

(۶) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب قولہ والذین تبوؤ الدار والایمان'' قائم فرما کر اس کی تفسیر میں اصالۃً احتجاجاً ''حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر عن حصین عن عمرو بن میمون قال قال

عمر رضی اللہ عنہ (الحدیث)'' تخریج ونقل فرمائی ہے۔(صحیح بخاری ج ۲،ص ۷۶۵)

(۷) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے'' باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ......الخ'' قائم فرما کر اس باب میں'' حدثنا خالد بن یزید قال حدثنا ابوبکر عن ابی حصین عن ابی صالح ...الخ'' (الحدیث) تخریج فرمائی ہے (بخاری ج ۲،ص ۷۴۸) جو حکما اصالۃ ہے۔

(۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے'' باب الحذر من الغضب ......الخ'' قائم فرما کر اس باب میں'' حدثنا یحیی بن یوسف قال حدثنا ابوبکر عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ (الحدیث)'' تخریج فرمائی ہے (بخاری ج ۲،ص ۹۰۳) یہ حدیث بھی حکما اصالۃ ہے۔

(۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے'' باب ما یتقی من فتنۃ المال ......الخ'' قائم فرما کر'' حدثنی یحیی بن یوسف قال حدثنا ابوبکر عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ'' (الحدیث) اصالۃ تخریج فرمائی ہے۔(بخاری ج ۲،ص ۹۵۲)

(۱۰) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب الغنی غنی النفس ... الخ قائم فرما کر اصالۃ'' حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر قال حدثنا ابوحصین عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ'' (الحدیث) تخریج فرمائی ہے۔(بخاری ج ۲،ص ۹۵۴)

الغرض مذکورہ روایات سے واضح ہو گیا کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کے اصالۃ راوی ہیں مگر رئیس ندوی صاحب غلط اقوال کا سہارا لیکر جھوٹ بولنے کے عادی ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس پر ہمارا مختصر تبصرہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ''حصین بن عبدالرحمٰن'' اپنی زندگی کے آخر میں مختلط و متغیر ہو گئے تھے۔(ملخصا سلفی تحقیق جائزہ: ۵۹۴)

الجواب:

امام ابوالہذیل حصین بن عبدالرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے فی نفسہ

ثقہ وصدوق راوی ہیں امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ وغیرہم نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔(دیکھئے: تقریب برقم ۱۳۶۹، تاریخ الثقات للعجلی برقم ۲۹۸، الجرح والتعدیل للرازی برقم ۸۳۷، تہذیب الکمال للمزی برقم ۱۳۵۸، میزان الاعتدال برقم ۲۰۸۵، تاریخ اسماء الثقات برقم ۲۳۷، تہذیب الکمال للمزی برقم ۱۳۵۸، میزان الاعتدال برقم ۲۰۷۵، تاریخ اسماء الثقات برقم ۲۳۷، الکاشف برقم ۱۱۲۸) ہاں البتہ بعض حضرات کے بقول یہ عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے۔مگر زیر بحث ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر اختلاط وتغیر کا اعتراض غلط باطل ومردود ہے۔ کیونکہ یہ حدیث امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے عارضہ اختلاط وتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ علم حدیث کا مشہور ضابطہ ہے کہ جو راوی اختلاط کا شکار ہو گئے ہوں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (صحیح بخاری میں) ان کے ایسے شاگردوں کی روایتیں تخریج کرتے ہیں جن کا سماع قبل الاختلاط والتغیر ہوتا ہے۔(تہذیب الاسماء واللغات: ص ۲۴۲) اور ہماری طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایت ''ابوبکر بن عیاش عن حصین'' کے طریق سے مروی ہے اور یہی طریق صحیح بخاری میں موجود ہے ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

''حدثنا احمد بن یونس حدثنا ابوبکر یعنی ابن عیاش، عن حصین......الخ''(صحیح بخاری: ج ۲، ص ۲۵۷ برقم ۴۸۸۸، باب قولہ والذین تبوؤ الدار والایمان)

پس! ثابت ہوا کہ یہ حدیث امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے عارضہ اختلاط وتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے۔اور اصول کے مطابق یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (نور العینین: ص ۱۷۰)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔خود معترض علی زئی صاحب نے صراحت کر رکھی ہے کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین کے نزدیک صدوق و موثق راوی ہیں۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۱۶۸ و ماہنامہ الحدیث ص ۵۳ ش نمبر ۲۸) اور جو فی نفسہ ثقہ و صدوق راوی عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اس کے بارے میں ائمہ محدثین کا متفق علیہ اصول ہے کہ اس کی اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے کی بیان کردہ احادیث بالکل صحیح و قابل حجت شمار ہوتی ہیں حوالہ جات کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اختصار علوم الحدیث: ص ۱۶۶

(۲) تہذیب الاسماء ※ واللغات: ج ۱، ص ۲۴۲

(۳) قواعد فی علوم الحدیث: ص ۲۷۹-۲۸۰

(۴) شرح نخبۃ الفکر: ص ۹۱

(۵) مقدمہ ابن صلاح: ص ۱۹۵

(۶) الکفایہ فی علوم الحدیث: ج ۱، ص ۳۹۲

(۷) التقریب والتیسیر: ج ۱، ص ۱۲۰

(۸) المنھل الروی فی علوم الحدیث: ج ۱، ص ۱۳۷

(۹) الشذ الفیاح: ج ۲، ص ۷۴۴

(۱۰) المقنع فی علوم الحدیث: ج ۲ ص ۶۶۳

(۱۱) التقیید والایضاح: ص ۴۴۲

(۱۲) شرح التبصرۃ والتذکرۃ: ج ۱، ص ۳۲۹

(۱۳) النکت علی ابن صلاح: ج ۱، ص ۳۱۵

(۱۴)　نزھۃ النظر: ج ۱ ص ۱۲۹

(۱۵)　تدریب الراوی: ج ۲ ص ۸۹۵

اور زیر بحث حدیث امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے عارضہ اختلاط و تغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے۔ جس پر دلیل یہ ہے کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ جو راوی اختلاط کا شکار ہو گئے ہوں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (صحیح بخاری میں) ان کے ایسے شاگردوں کی روایتیں تخریج کرتے ہیں جن کا سماع قبل الاختلاط و تغیر ہوتا ہے (دیکھئے: تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج ۱ ص ۲۴۲ قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص ۲۷۹۔۲۸۰ و مقدمہ ابن صلاح ص ۴۹۹) حتیٰ کہ معترض علی زئی صاحب بھی لکھتے ہیں کہ:

صحیحین (بخاری و مسلم) میں جس مختلط و متغیر راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ اس کے شاگردوں کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں۔ (نور العینین: ص ۹۵)

علی زئی صاحب حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ:

مختلطین کی صحیحین (بخاری و مسلم) میں بطور حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں۔ (مقالات: ج ۱، ص ۴۳۵)

الغرض خود علی زئی صاحب کے اقتباسات سے بھی واضح ہو گیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں مختلط راویوں کے ایسے شاگردوں کی روایتیں تخریج کرتے ہیں جن کا سماع قبل الاختلاط و تغیر کا ہوتا ہے۔ اور ہماری طرف سے پیش کردہ مذکورہ حدیث ''عبداللہ بن ابی شیبۃ عن ابی بکر بن عیاش'' اور ''احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاش'' کے طریق سے مروی ہے، اور یہی طریق صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)　''حدثنا عبداللہ بن ابی شیبۃ ثنا ابوبکر (ابن عیاش) عن ابی حصین......الخ'' (صحیح بخاری: ج ۱ ص ۲۷۴ باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان)

(۲)　''حدثنا احمد بن یونس اراہ قال حدثنا ابوبکر (بن عیاش) عن ابی حصین ... الخ'' (صحیح

بخاری، ج ۲،ص ۶۵۵ باب ان الناس قد جمعوا الکم)

(۳) ''حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر (بن عیاش عن حصین......الخ''(صحیح بخاری ج ۲،ص ۷۲۵ باب قولہ والذین تبوؤ الدار والایمان)

(۴) ''حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر (بن عیاش) قال حدثنا ابوحصین......الخ''(صحیح بخاری: ج ۲ ص ۹۵۴ باب الغنی غنی النفس الخ)

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ پر اختلاط وتغیر کا اعتراض غلط باطل ومردود ہے، کیونکہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث عارضہ واختلاط وتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے۔

ثانیاً۔۔۔اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکور صحیح السند اثر کی تائید کرنے والی اور روایات بھی موجود ہیں مثلاً۔۔۔

(۱)'' قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عبدالعزیز بن حکیم قال مارایت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوٰۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک''

ترجمہ: (جلیل القدر تابعی) عبدالعزیز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پہلی تکبیر جس سے نماز شروع کی جاتی ہے کہ علاوہ کسی جگہ بھی نماز میں رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔(مؤطا محمد ص ۹۴ وکتاب الحجہ ج ۱،ص ۹۷)

(۲)'' اثر اخرجہ البیھقی عن سوار بن مصعب العوفی عن عطیۃ العوفی ان اباسعید الخدری وابن عمر کانا یرفعان ایدیھما اول مایکبران ثم لایعودان ''

ترجمہ: سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تکبیر اولیٰ کے

علاوہ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

یہ دونوں روایتیں باعتبار سند کے اگرچہ کمزور ہیں مگر ہم نے ان کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح السند اثر کی تائید اور متابعت میں پیش کیا ہے اور محمد گوندلوی غیر مقلد کے بقول اس طرح کی روایات کو تائید اور متابعت میں پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ملخصا: خیر الکلام ص ۲۳۳) اسی طرح احادیث مرفوعہ میں اخبار الفقہاء والمحدثین کے حوالے سے پیش کی جانے والی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح صریح حدیث بھی مذکور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کی زبردست مؤید ہے۔

اعتراض نمبر ۴:

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

امام بخاری نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو '' **عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود** '' مرسل موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے پہلی بات خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالفت کی ہے۔ (نصب الرایہ: ص ۴۰۹) امام بخاری کا یہ قول جرح مفسر ہے جو مندمل نہیں ہوسکتی اب آپ حصین سے اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں۔ پھر علی زئی صاحب نے اس روایت کی نام نہاد تخریج پیش کی ہے) (نور العینین: ص ۱۷۰۔۱۷۱)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔ یہ کہنا کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے حافظہ خراب ہونے سے پہلے اس روایت کو ''عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود'' کی سند سے روایت کیا تھا بالکل غلط باطل ومردود ہے۔ کیونکہ ماقبل میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے عارضہ اختلاط و التغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے اس حدیث کو ''عن حصین عن مجاہد عن ابن عمر'' کی سند سے ہی بیان کیا تھا۔ جس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کو ''عن حصین عن مجاہد عن ابن عمر'' کی سند سے امام ابوبکر

بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے امام عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، اور ان دونوں کا امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بالتحقیق ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اختلاط وا لخ غیر سے پہلے کا

ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہنے عارضہ اختلاط وا لخ غیر میں مبتلا ہونے سے پہلے اس حدیث کو ''عن حصین عن مجاہد عن ابن عمر'' کی سند سے ہی بیان کیا تھا۔

ثانیاً۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مذکورہ اعتراض بھی علی زئی صاحب کو مفید نہیں کیونکہ اگر بالفرض یہ اعتراض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت بھی ہو تو یہ اعتراض خود علی زئی صاحب کی تحریرات کی روشنی میں ہی باطل و مردود ہے۔ وہ اس لیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسی صحیح السند متصل روایت پیش نہیں کی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو خرابی حافظ سے پہلے ''عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود'' کی سند سے بیان کیا تھا، حتیٰ کہ معترض علی زئی صاحب بھی اس حدیث کی تخریج میں ایسی کوئی صحیح السند متصل روایت پیش نہیں کر سکے۔۔اور خود زبیر علی زئی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔(نور العینین: ص ۳۶)

نیز لکھتے ہیں کہ:

حافظ ذہبی ہوں یا حافظ ابن حجر یا کوئی اور، بے سند جرح و تعدیل معتبر نہیں ہے۔ جب امام بخاری کی بے سند بات حجت نہیں ہے تو امام ترمذی کی بے سند بات کس شمار و قطار میں ہے؟۔ سیوطی، ابن عبدالبر، قاسم بن قطلوبغا اور الجزائری وغیرھم کے بے سند و بے ثبوت حوالے مردود ہیں۔ (مقالات علی زئی: ج ۳، ص ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۶۲)

ثالثاً۔۔۔نافع وغیرہ سے مروی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع الیدین والی حدیث اور مذکورہ بالا ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ اثبات رفع یدین والی روایت پہلے کی ہے، اور ترک

رفع یدین والی بعد کی ہے، خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں رفع یدین متروک ہوگیا تھا۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین: ص ۲۱۴) لہٰذا امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی کوئی مخالفت نہیں کی ہے۔

اثر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ائمہ محدثین کی نظر میں:

قارئین: مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر باصول محدثین بالکل صحیح ہے، اور اس پر تمام اعتراضات خلاف حقیقت ہیں۔ اب اتمام حجت کے طور پر اس اثر کے متعلقہ معتدل ائمہ محدثین کی آراء پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام علاؤ الدین علی بن عثمان المار دینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ فرماتے ہیں کہ:

''وھذا اسند صحیح'' کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔ (الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۴)

(۲)۔۔۔امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:

''باسناد صحیح۔ واسناد مارواہ الطحاوی صحیح'' یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ (عمدہ القاری ج ۳ ص ۸ و شرح ہدایہ ج ۱، ص ۶۶۶)

(۳)۔۔۔امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ بھی اس اثر کو صحیح مانتے ہیں چنانچہ اس اثر پر اعتراض کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

'' فان قال قائل ھذا حدیث منکر قیل لہ وما دلک علی ذالک فلن تجد الی ذالک سبیلا'' اگر کوئی شخص کہے کہ یہ اثر منکر ہے تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اس کے منکر ہونے پر کونسی (کوئی معقولی) دلیل ہے، جس کی تہہ تک تم (مخالفین) نہیں پہنچ سکے ہو؟ (یعنی اس حدیث کے منکر ہونے پر کوئی معقولی دلیل موجود نہیں ہے) (شرح معانی الاثار ج ۱، ص ۱۶۳)

(۴)۔۔۔محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ فرماتے ہیں کہ:

''وسندہ صحیح'' اس اثر کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۰۸)

(۵)۔۔۔محدث کبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''وسندہ صحیح'' اس کی سند صحیح ہے۔ (اعلاء السنن: ج ۳، ص ٦۴)

الغرض: مذکورہ بالا تحقیق اور معتدل ائمہ محدثین کی گواہیوں سے واضح ہوگیا کہ یہ اثر بالکل صحیح و قابل اعتبار ہے۔ اس کے باوجود اب بھی اگر کوئی غیر مقلد غلط اور مردود اقوال کا سہارا لیکر اس کی تضعیف پر اصرار کرتا ہے تو اس کے دماغ کا کسی دماغی ہسپتال میں علاج کرانا چاہیے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۷:

قارئین: امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ اہلسنت والجماعت کے جلیل القدر ثقہ وصدوق معتدل محدث و ناقد ہیں، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۰۲ھ انہیں'' کان اماما عالما علامۃ حافظا ... الخ'' قرار دیتے ہیں، اور امام ابو المعالی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ان کو'' الامام العالم العلامۃ الحافظ المتقن شیخ العصر واستاذ الدھر محدث زمانہ المنفرد بالروایۃ والدرایۃ حجۃ اللہ علی المعاندین وآیۃ الکبری علی المبتدعین'' جیسے بلند پایہ القابات سے نوازتے ہیں۔ مگر رئیس ندوی صاحب ترک رفع یدین دشمنی میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ جلیل القدر محدث و ناقد پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے اور بغیر کسی دلیل و حوالے کے انہیں ''مرجئ المذھب'' لکھ دیا ہے۔ (دیکھئے: سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۸۳) حالانکہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں فرقہ مرجیہ (ضالہ) کا شدید رد کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: عمدۃ القاری ج ۱۸، ص ۲۵۸)

اثر نمبر ۱۵: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

"حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲٦۸)

ترجمہ: امام المفسرین سیدنا مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

(ف):

اس اثر کی سند کے تمام راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے گزر چکے ہیں، اس اثر کا ایک ایک راوی بخاری کا ہے، اور اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ترک رفع یدین

اثر نمبر ۱۶: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

"حدثنا ابن فضیل عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس قال لا ترفع الایدی الا فی سبعة مواطن اذا قمت الی الصلوٰة و اذا جئت من بلد واذارأیت البیت واذاقمت علی الصفاوالمروة وبعرفات بجمع وعندالجمار" (مصنف ابن ابی شیبه: برقم ۲۴۹۹۱)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صرف سات مواقع پر رفع الیدین کیا جائے، جب نماز کو کھڑا ہو (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) اور جب بیت اللہ کو دیکھے، اور صفاومروہ پر، اور عرفات میں (وقوف کے وقت) اور مزدلفہ میں اور جمرہ پر کنکری مارنے کے وقت۔

(ف):

اس اثر کی سند کے راوی امام محمد بن فضیل بن غزوان ثقہ راوی ہیں۔ (دیکھئے: الکاشف برقم ۵۱۱۵) اور باقی تمام راویوں کی توثیق کے حوالے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اس اثر کی سند بھی صحیح ہے، اس صحیح السند اثر سے بھی واضح ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عام نمازوں میں صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین) **وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه و علی من اتبعهم باحسان الی یوم الدین۔**

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

تابعین و تبع تابعین اور دیگر ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

اور

ترک رفع یدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۸:

قارئین کرام! الامام الثقہ حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقالہ ''تحقیق رفع یدین'' میں لکھا تھا کہ: متعدد تابعین عظام اور اتباع تابعین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (ملخصا: مجموعہ مقالات ج ۳، ص ۸۴) اس کے جواب میں ال غیر مقلدیت کا مفتی رئیس ندوی لکھتا ہے کہ:

''ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں''۔ (سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۹۲)

الجواب:

قارئین ! آپ وہ روایات ملاحظہ فرمائیں جن میں تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔ جس سے فرقہ غیر مقلدیت کے محقق رئیس ندوی صاحب کا جھوٹا ہونا اور محدث عظیم حبیب الرحمان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا سچا ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ہاں البتہ باب کے عنوان کے پیش نظر تابعین و تبع تابعین کے علاوہ دیگر ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔

(ثقہ تابعی) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ اور ترک رفع یدین

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ: مشہور فقیہ، تابعی اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں: کہ ان کی توثیق، جلالت شان اور فقہی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۴ ص ۴۰۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں: امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العراق، صاحب اخلاص اور بلند مرتبت علماء میں سے تھے۔ اور وہ حدیث کو جاننے میں صراف اور نقاد تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۵۹)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے اگرچہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے حدیث

بیان نہیں کی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات ضرور کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی زیارت کی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۵،ص۴۲۹)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم ذکی (ذہین)، حافظ اور صاحب سنۃ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۵ ص ۴۲۷) حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ،حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث بھی کی تھی۔ (ایضاً) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ: تمام محدثین (خواہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماعت حدیث کا انکار کیا ہو یا اقرار) سب کے سب نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (ایضاً) علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ: ''وابراهيم تابع، ادرک اكابر التابعين و صغار الصحابة رضی الله عنهم'' ابراہیم نخعی تابعی ہیں، انہوں نے اکابر تابعین اور صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ (المحلیٰ: ج ۲ ص ۴۷) نیز قاضی محمد شوکانی غیر مقلد، رئیس ندوی غیر مقلد اور محمد گوندلوی غیر مقلد نے بھی ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۰ ۳۔ ۳۴۳، تحقیقی جائزہ ص ۵۹۲، التحقیق الراسخ ص ۱۵۵) اس جلیل القدر تابعی کا رفع الیدین کے متعلق فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)''حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين و مغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت فی فاتحة الصلاة فارفع يديک ثم لاترفعهما فيما بقی ''(مصنف ابن ابی شيبه: ج ۱، ص۲۶۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

<u>(ف):</u> اس روایت کے تمام راویوں کی توثیق ماقبل میں ہم پیش کر چکے ہیں، یہ روایت بالکل

صحیح وثابت ہے، حتیٰ کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۳۱۴)

(۲) "حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین و مغیرة عن ابراهیم قال لاترفع یدیک فی شیء من الصلاة الافی الافتتاحة الاولی" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کا بھی تذکرہ گزر چکا ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے۔ نیز عادت سے مجبوری رئیس ندوی صاحب کا اس روایت پر ابوبکر بن عیاش اور حصین بن عبدالرحمان کے اختلاط کا اعتراض کرنا بھی غلط ہے، کیونکہ یہ روایت امام عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، اور آثار صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ امام عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ سے زمانہ اختلاط سے پہلے کا ہے، لہذا یہ روایت امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ اور امام حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے خرابی حافظ اور عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے۔ اور ندوی صاحب کا اعتراض باطل ومردود ہے۔ مزید یہ کہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ اور امام حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت نقل کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی امام ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ کی امام مغیرہ بن مقسم رحمۃ اللہ علیہ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ (دیکھئے سابقہ روایت)

(جلیل القدر) تابعی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۴ھ اور ترک رفع یدین

"حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجز۔۔۔قال عبدالملک و رایت الشعبی وابراهیم وابا اسحاق لایرفعون ایدیهم الاحین یفتتحون الصلاۃ"

ترجمہ: امام عبدالملک بن ابجز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا یہ ائمہ حدیث شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱، ص۲۶۸)

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کے تراجم آثار صحابہ میں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کے ذیل میں گزر چکے ہیں، اس کے تمام راوی ثقہ وثبت ہیں، اور اس کی سند بلاغبار مسلم کی شرط پر صحیح ہے، غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین: ص ۳۱۴)

اس صحیح السند روایت سے ثابت ہو گیا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نیز امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے تھے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں: "**ادرکت خمسمائة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم**" (تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۶۴) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں، اور ان کے شاگرد ہیں۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ "علامۃ التابعین" کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ

علیہ م ۱۱۰ھ نے اپنے شاگرد سے فرمایا، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کولازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۶۴)

تابعی سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ م ۹۴ھ اور ترک رفع یدین

" فی کتاب الصلوٰۃ لابی نعیم الفضل ثنا حسن بن صالح عن وفاء و کان سعید لا یرفع یدیه فی الرکوع" (شرح سنن ابن ماجه: ص ۱۴۷۱، ج ۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ رکوع میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(ف): اس روایت کی سند کے تمام راوی (ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ، وفاء رحمۃ اللہ علیہ) ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: تقریب برقم ۵۴۰۱ ـ ۱۲۵۰ ـ الطبقات الکبریٰ ج ۶، ص ۳۵۴) اور سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی استفادہ کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۱، ابن خلکان ج ۱، ص ۲۰۴)

(تابعی) امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ اور ترک رفع یدین

"حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجز ـ ـ ـ قال عبدالملک ورایت الشعبی وابراهیم وابا اسحاق لایرفعون ایدیهم الاحین یفتتحون الصلاة" (مصنف ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: امام عبدالملک بن ابجز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، یہ ائمہ حدیث شروع نماز کے

علاوہ رفع الـ ـ ـدین نہیں کرتے تھے۔ (غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے وضاحت کر رکھی ہے کہ یہ روایت بلحاظ سند صحیح ہے۔ نور العینین: ص ۳۱۴)

(ف):

امام ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ: امام ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرھم سے احادیث سنی ہیں، ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الاسماء: برقم ۷۱۳) امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ: آپ نے اڑتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔ (تاریخ الثقات: برقم ۱۲۷۲)

(عظیم تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۸ھ اور ترک رفع یدین

"حدثنا یحیی بن سعید عن اسماعیل قال کان قیس یرفع یدیہ اول مایدخل فی الصلوۃ ثم لا یرفعھما" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: (ثقہ تابعی) اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہی کہ (میرے استاذ) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق: اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: "ثقۃ ثبت مرضی" (تہذیب التہذیب: ج ۷ ص ۴۴)

(۲)۔۔۔امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۶ھ: "ثقہ ثبت" (تقریب: برقم ۵۵۶)

(۳)۔۔۔۔امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۸ھ: ''ثقۃ حجۃ'' (میزان الاعتدال: برقم ۶۹۰۸)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہونے کے علاوہ کتب صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، اور اس کی سند بلاغبار بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ نیز رئیس ندوی غیر مقلد اور زبیر علی زئی غیر مقلد کا امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کے مدلس ہونے کا بہانہ بنا کر اس روایت سے جان چھڑانا مردود ہے۔ کیونکہ امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں، اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی روایات صحیح وقابل حجت ہیں۔ (النکت: ص ۲۵۷، جامع التحصیل ص ۱۱۳ وغیرھما) مزید یہ کہ خصوصا زیر بحث روایت کی سند میں تو امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کا راگ الاپنا بالکل ہی غلط اور باطل ومردود ہے، وہ اس لیے کہ تدلیس روایت مروی کرنے کے ساتھ خاص ہوتی ہے، جبکہ زیر بحث روایت میں تو امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اور مشاہدہ پیش فرمارہے ہیں لہٰذا یہ روایت تدلیس سے محفوظ ہے اور بلاشک وشبہ بخاری، مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(ف):

امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر اکابر تابعین عظام میں سے ہیں۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے تشریف لا رہے تھے، مگر ابھی راستہ میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تاریخ بغداد: برقم ۶۹۳۶)

نیز امام موصوف نے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، سیدنا صدیق کبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم

جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں وران کے شاگرد ہیں۔ (ایضاً) اور آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی تابعی نے بھی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل نہیں کی ہیں۔(تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ۲ ص ۶۲ برقم ۵۱۲) مزید یہ کہ بعض روایات کے مطابق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ اور علامہ ابن الکیال رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۹ھ کے بقول ممکن ہے کہ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ صحابی رضی اللہ عنہ ہوں۔(میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۹۲ والکواکب النیر ات ج ۱، ص ۳۷۹)

سیدانور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سنہری فرمان:

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں سے ہیں، بقول بعض ان کے سواء کسی تابعی نے بھی حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نہیں دیکھا ہے۔ اور یہ قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اگر ترک رفع یدین بالکل معدوم ہوتا اور اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا (جیسا کہ فرقہ غیر مقلدیت کے محققین کہتے ہیں) تو یہ بڑی ہستی جس نے اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم (حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم) کو بھی دیکھا ہے، ہرگز ترک رفع یدین کو پسند نہ کرتی۔ لہٰذا یہی حق ہے، اور اس کا مٹانا قیامت تک ممکن نہیں، اگرچہ منکرین ایڑی چوٹی کا زور لگائیں، کیونکہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گی۔ (نور الصباح: ج ۱ ص ۴۶۔۴۷)

اعتراض:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ہوسکتا ہے کہ جب قیس بن ابی حازم ارذل العمر کو پہنچ گئے تھے تو عارضہ اختلاط و تغیر میں مبتلا ہونے کی بدولت حالت حواس باختگی میں غیر شعوری طور پر ترک رفع یدین کرنے لگے ہوں۔ (ملخصا: سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۹۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔تو عرض ہے کہ فرقہ غیر مقلدیت کے محققین ذرا یہ بتائیں کہ اگر سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ نے شروع نماز کے علاوہ عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حالت حواس باختی میں رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا تو پھر اختلاط میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حالت حواس باختی میں شروع نماز والا رفع یدین آخر کیوں نہ چھوڑا۔؟

ثانیاً۔۔۔۔سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ترک رفع یدین پیش فرمانے والے امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کا امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بالتحقیق امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے کا ہے۔جس پر دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متعدد ایسی احادیث موجود ہیں، جن کو امام قیس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل و روایت کرنے والے امام قیس رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ جو راوی اختلاط کا شکار ہو گئے ہوں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ایسے شاگردوں سے احادیث تخریج کرتے ہیں جن کا سماع قبل الاختلاط والتغیر ہوتا ہے۔(تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ۱، ص ۲۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کا امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے سماع امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے کا ہے۔جس سے ثابت ہوگیا کہ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ (سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں) عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے حالت شعور میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، کیونکہ امام قیس رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل پیش فرمانے والے ان کے قدیمی شاگرد امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا قیس رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بالتحقیق قیس رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اختلاط والتغیر سے پہلے کا ہے۔اب اختصار کے پیش نظر چند ایسی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حاضر

خدمت ہیں جن کو امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل وروایت کرنے والے امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

نمبر ۱: حدثنا الحمیدی قال حدثنا مروان بن معاویہ قال حدثنا اسماعیل عن قیس عن جریر بن عبداللہ قال کنا... الخ (الحدیث)، (صحیح بخاری، ص ۱۱۵، رقم ۵۵۴، باب فضل صلاۃ الفجر)

نمبر ۲: حدثنا شهاب بن عباد قال حدثنا ابراهیم بن حمید عن اسماعیلعن قیس قال سمعت ابامسعود رضی اللہ عنہ... الخ(صحیح بخاری، رقم ۱۰۴۱، باب الصلوۃ فی کسوف الشمس)

نمبر ۳: حدثنا ابن نمیر قال حدثنی ابی حدثنا اسماعیل عن قیس قال قال جریر... الخ(الحدیث)، (صحیح بخاری، رقم ۱۴۰۱، باب البیعة علی ایتاء الزکوۃ)

نمبر ۴: حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر عن محمد بن بشر عن اسماعیل عن قیس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ... الخ(الحدیث)، (صحیح بخاری، رقم ۲۵۳۰، باب اذاقال رجل لعبدہ هو ـــــ الخ)

نمبر ۵: حدثنی محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابن ادریس عن اسماعیل عن قیس عن جریر رضی اللہ عنہ...... الخ(الحدیث)، (صحیح بخاری، رقم۳۰۳۵، باب من لایثبت علی الخیل)

نمبر ۶: حدثنا عمرو بن عون حدثنا خالدبن عبداللہ عن اسماعیل عن قیس قال سمعت سعدا...... الخ (الحدیث)، (صحیح بخاری، رقم۳۷۲۸، باب مناقب سعدبن وقاص)

نمبر ۷: حدثنا ابن نمیر عن محمد بن عبیدحدثنا اسماعیل عن قیس ان

بلالا...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری، رقم۳۷۵۵،باب مناقب بلال بن رباح)

نمبر ۸: حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا سفیان عن اسماعیل عن قیس قال سمعت سعید...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری ، رقم۳۸۶۲، باب اسلام سعیدبن زیدرضی اللہ عنہ)

نمبر ۹: حدثنی عبداللہ بن ابی شیبة حدثنا وکیع عن اسماعیل عن قیس قال...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری ، رقم۴۰۶۳، باب اذهمت طائفتان منکم...الخ)

نمبر ۱۰: حدثنا ابراهیم بن موسیٰ اخبرنا عیسیٰ عن اسماعیل عن قیس انه سمع...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم۴۱۵۶،باب غزوة الحدیبیة)

نمبر ۱۱: حدثنی محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابی حدثنا اسماعیل عن قیس عن عقبة بن عامر...الخ(الحدیث)،(صحیح مسلم ،رقم۲۶۵،باب فضل قراء ة المعوذتین)

نمبر ۱۲: حدثنایحیی بن یحیی اخبرناهشیم عن اسماعیل عن قیس بن ابی حازم عن ابی مسعود...الخ(الحدیث)،(صحیح مسلم،رقم ۲۱ باب ذکر النداء بصلاة)

نمبر ۱۳: وحدثنا عبیداللہ بن معاذ العنبری ویحیی بن حبیب قالاحدثنا معتمر عن اسماعیل عن قیس عن ابی مسعود...الخ (الحدیث)،(صحیح مسلم: رقم۲۲، باب ذکر النداء بصلاة)

نمبر ۱۴: حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر الهمدانی حدثنا ابی و وکیع وبن بشر عن اسماعیل عن قیس قال سمعت...الخ (الحدیث)،(صحیح مسلم، رقم ۱۱، باب نکاح المتعة)

نمبر ۱۵: وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا وکیع ح و حدثنا ابن عمیر حدثنا وکیع

وعبداللہ کلاھما عن اسماعیل بن ابی خالد ح وحدثنا ابن ابی عمرو واللفظ له حدثنا مروان یعنی الفزاری عن اسماعیل عن قیس عن المغیرة (الحدیث)، (صحیح مسلم ، رقم ۱۷۱ باب قوله صلی اللہ علیه وسلم لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق...الخ)

نمبر ۱۶: وحدثنیه محمد بن رافع حدثنا ابو اسامة حدثنی اسماعیل عن قیس قال . الخ (الحدیث)، (صحیح مسلم، رقم، باب قوله صلی اللہ علیه وسلم لاتزال طائفة من امتی ظاهرین... الخ)

نمبر ۱۷: وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا وکیع وعبداللہ بن نمیر عن اسماعیل عن قیس عن جریر... الخ (الحدیث)، (صحیح مسلم ، رقم ۶۶ ،باب رحمته صلی اللہ علیه وسلم الصبیان والعیال وتواضعه...الخ)

نمبر ۱۸: حدثنا سریج بن یونس حدثنا هشیم عن اسماعیل عن قیس عن المغیرة...الخ (الحدیث)، (صحیح مسلم ، رقم ۱۱۵ ، باب فی الدجال واهون علی اللہ عزوجل)

نمبر ۱۹: وحدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابی وابن بشر قال حدثنا اسماعیل عن قیس... الخ (الحدیث)، (صحیح مسلم: ۱۲، کتاب الزهد والرقائق)

نمبر ۲۰: وحدثنا ابن نمیر حدثنا عبداللہ بن ادریس حدثنا اسماعیل عن قیس عن جریر... الخ (الحدیث)، (صحیح مسلم ، رقم ۱۳۵ ، باب من فضائل جریربن عبداللہ)

(ثقہ تابعی) عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ م ۸۳ھ اور ترک رفع یدین

"حدثنا معاویة بن هشام، عن سفیان عن مسلم الجهنی قال کان ابن ابی لیلی یرفع یدیه اول شیٔ اذا کبر "(مصنف ابن ابی شیبه برقم ۲۴۶۶ وفی نسخة برقم ۲۴۶۳)

ترجمہ: حضرت مسلم بن سالم الجھنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ صرف شروع نماز میں جب تکبیر کہتے تو ہی رفع الیدین کرتے۔

تنبیہ: مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں تصحیف کے سبب اس روایت کی سند ''عن **سفیان بن مسلم الجهنی** '' لکھی گئی ہے، دراصل سفیان کے بعد لفظ ''عن'' ہے جو تصحیف کے سبب ''ابن'' ہو گیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ الشیخ المحقق الثقہ محمد عوامہ المدنی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے اس میں اس روایت کی سند'' **معاویة بن هشام عن سفیان عن مسلم الجهنی** '' لکھی ہوئی ہے (دیکھئے: ج ۱۲، ص ۴۱۷، برقم ۲۴۶۶۲) نیز حمد بن عبداللہ الجمعہ اور محمد بن ابراہیم اللحید ان کی تحقیق کے ساتھ شائع ہونے والے مصنف کے نسخہ میں بھی اسی طرح ہی سند ہے۔ (دیکھئے: ص ۶۶ برقم ۲۴۶۳) اور صحیح بھی یوں ہی ہے۔ مزید یہ کہ غالی غیر مقلد رئیس ندوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سفیان کے بعد لفظ ''عن'' ہے جو تصحیف کے سبب بعض نسخوں میں ''ابن'' ہو گیا ہے، صحیح سند ''**معاویة بن هشام عن سفیان عن مسلم الجهنی** '' ہی ہے۔ (ملخصا: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۶۔۲۸۷)

سند کی تحقیق: اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجیے۔

(۱)۔۔۔ابوالحسن معاویہ بن ہشام القصار رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۵ھ: '' **ثقة** '' (تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۵۹۸)

(۲)۔۔۔امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: '' **ثقة حافظ فقيه** '' (تقریب: برقم ۲۴۴۵)

(۳)۔۔۔ابوفروہ مسلم بن سالم الجھنی رحمۃ اللہ علیہ: '' **ثقة** '' (الجرح والتعدیل: برقم ۸۰۸)

(۴)۔۔۔عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ م ۸۳ھ: '' **ثقة** '' (تقریب: برقم ۳۹۹۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بلا غبار مسلم کی

شرط پر صحیح ہے۔

(ف):

امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ممتاز ترین تابعین عظام میں سے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وسط عہد خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد محترم ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیثیں نقل کی ہیں ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب برقم ۵۱۸، تذکرۃ الحفاظ برقم ۴۲، سیر اعلام النبلاء: برقم ۴۶۴)

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۲۹:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں: دراصل اس روایت کی سند مجہول ہے، اس کا کوئی راوی معروف نہیں۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۹۷)

الجواب:

اس روایت کے پہلے راوی امام ابوالحسن معاویہ بن ہشام القصار رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ سنن ابی داؤد، تعلیقاً صحیح بخاری کے، دوسرے راوی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے، تیسرے راوی ابوفروہ مسلم بن سالم الجھنی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی کے اور چوتھے راوی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں ان چاروں میں سے کوئی ایک راوی بھی مجہول وغیر

معروف نہیں ہے۔ الغرض ندوی صاحب نے اس صحیح السند روایت کے مشہور ومعروف چار ثقہ بالا جماع راویوں کو مجہول وغیر معروف قرار دے کر بضابطہ غیر مقلدیت بیک وقت چار جھوٹ بولے ہیں۔ کیونکہ فرقہ غیر مقلدیت کے محققین کے ہاں اس طرح کی غلطیاں جھوٹ شمار ہوتی ہیں۔

لطیفہ: قارئین کرام! ائمہ دین اور اسلاف امت پر تنقید وتنقیص ایسا گناہ ہے کہ اس کی اور نحوستوں کے ساتھ عقل وفہم کی صلاحیتیں بھی سلب ہو جاتی ہیں۔ فکری آزادی نے فرقہ غیر مقلدیت کے ہر اعلیٰ درجے کے کذاب وجاہل علم وعمل سے تہی دامن آدمی کو محقق اور امام وقت بنایا ہوا ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدیت کے ان کذاب علم وعمل سے تہی دامن محققین میں رئیس ندوی صاحب بھی شامل ہیں۔ آپ ماقبل میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ رئیس ندوی صاحب کو اسماء الرجال کی مشہور و معروف کتب حتی کہ تقریب التہذیب اور تہذیب التہذیب بھی دیکھنی نہیں آتی ہیں، امام ابومعشر زیاد بن کلیب جیسے صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن النسائی کے مشہور ومعروف راویوں کا تعین کرنا نہیں آتا اور از روئے جہالت بخاری، مسلم اور سنن اربعہ کے مشہور ومعروف ثقہ بالا جماع راویوں کو بھی غیر معروف اور مجہول کہہ دیتا ہے مگر اس کے باوجود غیر مقلد صلاح الدین مقبول احمد صاحب رئیس ندوی صاحب کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مولانا (رئیس ندوی) وہ پہلے مدرس ہیں جنہیں میں نے درس میں حدیث اور روات حدیث پر محدثانہ ومحققانہ کلام کرتے ہوئے سنا مجھے یاد ہے کہ انہوں نے ایک بار فرمایا کہ کوئی بھی سند لاؤ میں انشاء اللہ تین منٹ میں اس کی اسنادی کیفیت و حیثیت واضح کردوں گا۔ (اللمحات: ج۱،ص ۶۴)

اسی طرح ایک اور غیر مقلد عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی صاحب ندوی صاحب کی تعریف میں ڈونگرے برساتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''معلمی دوران رئیس العلماء الاحرام مولانا محمد رئیس سلفی ندوی۔۔۔۔ ہندوستان کی مشہور درسگاہ جامعہ سلفیہ بنارس کے شیخ الحدیث مفتی اور برصغیر کے مشہور محقق عالم دین مولانا رئیس

ندوی۔(ایضاً:ص ٦٧)

فریوائی صاحب مزید لکھتے ہیں:

مولانا ندوی جہاں ایک فاضل استاذ تھے وہیں ایک ماہراور مشہور محقق بھی تھے۔(ایضا:ص ٧٩)

(تابعی عظیم)امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ١٥٠ھ اور ترک رفع یدین

امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ١٨٩ھ فرماتے ہیں کہ:"وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وفی ذالک آثار کثیرۃ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فرمان ہے کہ: نمازی شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہ کرے۔(مؤطاامام محمد ص ٩٢،سندہ صحیح)

(ف):

سراج الامہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ١٥٠ھ کی جلالت شان،علم،فقاہت،تقویٰ،اور ثقاہت بیان کرنے میں ائمہ محدثین وفقہاءاور مورخین رطب اللسان ہیں۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔(تاریخ بغداد: ج ١٣،ص ٣٤٦)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سبحان اللہ! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو علم، ورع، زہدوتقویٰ اور دار آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں اس مقام کو حاصل کر چکے ہیں جس کو کوئی نہیں پاسکتا۔(مناقب الامام ابی حنیفہ للذھبی :ص ٢٧)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تم سے اس ستون کے متعلق گفتگو کریں کہ یہ سونے کا ہے تو وہ یقیناً ایک مضبوط دلیل سے ثابت کر دکھائیں گے۔(اکمال فی اسماء الرجال:ص ٢٧)

مشہور محدث امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری آنکھ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی نہیں دیکھا۔(ایضاً)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ

نے مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔(مناقب الامام ابی حنیفہ للذھبی: ص ۱۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۴۸) امام الرجال یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت عادل اور ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کی ابن المبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے۔(مناقب ابی حنیفہ للکردری: ص ۱۰۱)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم، فقیہ العراق، امام متورع، عالم، عامل اور کبیر الشان تھے۔(تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۱۵۸)

مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھی آپ کو امام اعظم کے نام سے یاد کرتے تھے۔(دیکھئے: تقصار جیود الاحرار ص ۹۳)

غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری اپنی کتاب ''تحقیق الکلام'' اور غیر مقلد صادق سیالکوٹی صاحب ''صلوٰۃ الرسول'' میں جابجا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے تحقیق الکلام ج ۱، ص ۵۔ ۱۱۰، وصلوٰۃ الرسول ص ۱۲۰۔ ۱۹۷۔ ۴۴۳)

غیر مقلد عزیز شمس صاحب لکھتے ہیں کہ: ہم دیکھتے ہیں کہ چھٹی صدی ہجری بعد سارے علماء و محدثین امام صاحب کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں ان کے فضائل ومناقب نقل کرتے ہیں۔(اللمحات: ص ۲۳)

غیر مقلد عزیز شمس صاحب مزید کہتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔(ایضاً: ص ۲۸)

مشہور مؤرخ اور محقق علامہ ابن الندیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ (الفہرست: ج۱،ص۲۹۸)

علامہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ (تنسیق النظام: ص۱۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔ (ایضاً)

علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شرف ملاقات حاصل ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۲۵، تہذیب الکمال ج۱۹، ص۱۰۲)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ فرماتے ہیں کہ: امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی بار ملاقات کی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۲۶)

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (التقیید والایضاح: ص ۳۳۲)

ان محققین کے علاوہ دیگر محققین مثلاً علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ اور دیگر مالکی حضرات اور ترک رفع یدین

امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ بھی سب سے زیادہ معتبر اور مشہور روایات کے مطابق بعد الافتتاح ترک رفع یدین کے قائل تھے۔ چنانچہ ''المدونۃ الکبریٰ'' میں بسند صحیح مروی ہے کہ:

''قال مالک لااعرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر الصلاۃ لافی خفض ولافی رفع الافی افتتاح

الصلوٰۃ" (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۱۸)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز کے شروع والے رفع الیدین کے علاوہ نماز میں کسی مقام پر رفع الیدین کو (معمول بہ) نہیں جانتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص امام عبدالرحمن بن القاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ فرماتے ہیں کہ: "وکان رفع الیدین عندمالک ضعیفاً الافی التکبیرۃ الاحرام" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی پہلی تکبیر کے بعد نماز کے اندر رفع الیدین کرنا بالکل ضعیف تھا۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۱۸ سندہ صحیح ورواتہ ثقات)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ترک رفع الیدین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: "وھو اشھر الروایات عن مالک" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ مشہور ترک رفع یدین والی ہی روایت ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱، ص ۱۶۸)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی شوکانی غیر مقلد نے بھی یہی بات کہی ہے۔ (شرح بخاری ج ۵، ص ۱۰۷، نیل الاوطار ج ۱، ص ۲۰۱)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۳ھ فرماتے ہیں کہ:

"الثانی انہ یرفع یدیہ فی تکبیرۃ الاحرام قالہ مالک فی مشھور روایۃ البصریین"

دوسرا مسلک یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بصریین کی مشہور روایت میں یہی کہا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی: ص ج ۲ ص ۵۸)

امام علاؤالدین علی بن عثمان المار دینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ فرماتے ہیں کہ:

"وفی شرح مسلم للقرطبی وھو مشھور مذھب مالک" (الجوھر النقی: ج ۱، ص ۱۳۶) کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ترک رفع یدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ہے۔

محمد صدیق نجیب آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''وھوالشھور'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ترک رفع یدین ہے۔(شرح سنن ابی داؤد،ص ۲۵۸)

امام ابن دقیق العید المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۰۲ھ فرماتے ہیں کہ:

'' وابوحنیفة لایری الرفع فی غیر الافتتاح وھو المشھور عند اصحاب مالک والمعمول بہ عندالمتاخرین''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بعد الافتتاح رفع الیدین کے قائل نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متقدمین اصحاب میں بھی ترک رفع یدین ہی مشہور ہے اور متاخرین کا تو یہ معمول بن چکا ہے۔(احکام الاحکام: ج۱،ص ۲۲۰)

امام ابوعمر احمد بن عبدالملک بن ہشام المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۱ھ سے پوچھا گیا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

'' لا اخالف روایۃ ابن القاسم لان الجماعۃ عندنا الیوم علیھا ''

کہ امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ترک رفع یدین نقل کیا ہے اور میں ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی قطعاً مخالفت نہیں کروں گا اور اس وقت ہماری جماعت (مالکیہ) کا عمل ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر ہے۔(التمہید لابن عبدالبر ج۵،ص ۶۳ و الاستذکار ج۴،ص ۱۰۳)

امام ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۵ھ فرماتے ہیں کہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کو اپنایا ہے تاکہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے۔(بدایۃ المجتہد: ج۱،ص ۱۳۶)(کیونکہ امام مالک□ کے دور میں اہل مدینہ ترک رفع یدین پر عامل تھے)

علامہ عبدالرحمن الجزائری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''مالکیوں کے نزدیک شروع نماز میں رفع الیدین کرنا مستحب ہے اور شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین کرنا مکروہ ہے''۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۰)

مالکی مذہب کے معتبر ناقل ابن خویز منداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''والذی علیہ اصحابنا الرفع عندالاحرام'' ہمارے اصحاب (یعنی مالکی حضرات) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع الیدین کرنے کے مسلک پر ہیں۔ (الاستذکار ج ۴، ص ۱۰۰، التمہید ج ۵، ص ۵۶)

امام ابن عبدالبر المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں کہ:

''وتعلق بھذہ الروایۃ عن مالک اکثر المالکیین'' اکثر مالکی حضرات نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کرنے والی روایت کو اختیار کیا ہے۔ (التمہید: ج ۵، ص ۵۶)

علامہ ابوالبرکات محمد بن احمد الدردیر المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

رفع الیدین صرف شروع نماز میں ہی مستحب ہے۔ (الشرح الصغیر: ج ۱، ص ۳۲۴)

امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ م ۷۰۲ھ لکھتے ہیں کہ:

''وھو المشھور عند اصحاب مالک'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے احباب سے بھی یہی مؤقف مشہور ہے۔ (شرح عمدۃ الاحکام: ج ۲، ص ۲۹۶)

مزید نقل کرتے ہیں ہیں کہ:

''الاٰن فی بلادنا ھذہ یستحب للعالم ترکہ'' ہمارے علاقوں میں عالم کے لیے ترک رفع یدین مستحب ہے۔ (ج ۲، ص ۲۹۷)

اس کے حاشیہ میں امیر یمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یرید بلادالمغرب فانھم مالکیۃ لایعرفون الرفع الافی اول تکبیرۃ'' اس سے مراد مغرب کے ممالک ہیں کیونکہ وہاں مالکی لوگ آباد ہیں جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع الیدین کے قائل

نہیں ہیں۔

الغرض! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی مشہور و معروف روایات کے مطابق ترک رفع یدین کے ہی قائل تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ترک رفع یدین کو ترجیح اس لئے دی کہ تا کہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اہل مدینہ بھی عموماً ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت فرما رکھی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اصول یہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں۔ (بدائع الفوائد، ج ۴، ص ۳۲) اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں مالکی حضرات نے بھی ترک رفع یدین کو ہی اختیار کیا ہے۔

{ دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ترک رفع یدین }

قارئین! اگر ان تمام ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ کیا جائے جو ترک رفع یدین کے قائل تھے تو اس سے یقیناً کتاب کی ضخامت کئی سو صفحات تک چلی جائے گی اور ویسے بھی تمام تارکین رفع الیدین کا استیعاب کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، اس لیے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر چند ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نام درج کر دیے جاتے ہیں جو ترک رفع یدین کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام ربیع بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ: (مسند الامام الربیع بحوالہ شرح الجامع الصحیح ص ۳۱۷)

(۲) امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ: (مؤطا محمد ص ۹۰۔۹۱ کتاب الآثار ص ۳۲)

(۳) امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۶ھ: (سنن دارقطنی: ج ۱، ص ۴۰۰)

(۴) امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (اختلاف العلماء ص ۴۸ حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۹۶)

(۵) امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (التمہید: ج ۵ ص ۶۳)

(۶) امام ابوعمر احمد بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۱ھ: (ایضاً)

(۷) ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: (سنن النسائی، ج ۱، ص ۱۵۸، ۱۶۱)

(۸) امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۲ھ: (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۲)

(۹) امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ: انوار المحمود ج ۱، ص ۲۵۸)

(۱۰) امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۸ھ: (ایضاً)

(۱۱) امام حسن بن صالح بن حی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (التمہید: ج ۵، ص ۵۶)

(۱۲) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: (العلل ومعرفۃ الرجال برقم ۵۱۳۱ واعلم ان سفیان ربما لم یرفع)

(۱۳) امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ (شرح سنن ابی داؤد، عمدۃ القاری وغیرہ)

(۱۴) امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۷ھ: (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۷)

(۱۵) حافظ قاسم ابن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: (التعریف والاخبار وغیرہ)

(۱۶) عثمان بن علی بن محجن البارعی فخر الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ: (تبیین الحقائق شرح کنز الحقائق ج ۱، ص ۱۲۰)

(۱۷) محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۳ھ: (المبسوط ج ۱، ص ۱۴)

(۱۸) ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۱۶ھ: (المحیط البرہانی ج ۱، ص ۳۷۶)

(۱۹) جمال الدین ابومحمد علی بن ابی یحییٰ زکریا بن مسعود الانصاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ:

(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج ا ص ۲۵۶)

(۲۰)احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۱ھ: (حاشیہ الطحطاوی، ج ا، ص ۲۵۷)

(۲۱)ابوالعباس شہاب الدین القرافی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۴ھ: (الذخیرہ للقرافی، ج ۲،ص ۲۲۰)

(۲۲)امام ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ:(التجرید للقدوری، ج ۲،ص ۵۱۸،۵۱۹)

(۲۳)الامام المعتدل الناقد الحجۃ علاؤالدین علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ:(الجوہر النقی)

(۲۴)الامام الحافظ الحجۃ ابوعبداللہ المغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ:(شرح سنن ابن ماجہ)

(۲۵)الامام المحدث المعتدل الناقد الحجۃ الحافظ الثقہ ابوجعفر احمد بن محمد الازدی المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ:(شرح معانی الاثار وغیرہ)

(۲۶)محدث شہیر ظفر احمد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۴ھ:(اعلاء السنن)

(۲۷)محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ،م ۱۳۲۲ھ: (آثار السنن)

(۲۸)محدث بکیر بن جعفر الجرجانی السلمی رحمۃ اللہ علیہ (الکامل ج ۲،ص ۲۱۴،رقم ۲۷۸)

(۲۹)محدث ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ البلخی الماکیانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۹ھ: (الجواہر المضیہ ج ا،ص ۵۲ رقم ۶۱)

(۳۰)محمد بن احمد بن ابی احمد السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۰ھ:(تحفۃ الفقہاء: ج ا،ص ۱۳۲)

(۳۱)امام ابوالحسن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۳ھ:(الہدایہ، ج ا،ص ۵۲)

(۳۲)زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۶۶ھ (تحفہ الملوک ج ا ص ۶۸)

(۳۳)محمد بن محمد بن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۸۶ھ:(العنایہ شرح ہدایہ، ج ا،ص ۳۰۹)

(۳۴)ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الزبیدی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۰ھ:(ملخصا الجوہرالنیرہ، ج۱،ص۵۸)

(۳۵)حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶۹ھ:(ملخصا مراقی الفلاح ج۱ص۱۰۷)

(۳۶)زین الدین ابراہیم بن محمد المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۰ھ:(ملخصا البحرالرائق ج۱،ص ۳۴۱)

(۳۷)امام ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ:(مرقات ج۲ص۲۷۵)

{ابواب محدثین اور ترک رفع یدین}

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ بھی عرض کردیا جائے کہ ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اصول ہے کہ وہ عموماً منسوخ ومتروک احادیث وباب پہلے لاتے ہیں اور نسخ وترک کا باب واحادیث بعد میں لاتے ہیں چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

''وھذہ عادۃ مسلم وغیرہ من ائمۃ الحدیث یذکرون الاحادیث التی یرونھا منسوخۃ ثم یعقبونھا بالناسخ'' کہ یہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی (عمومی) عادت ہے کہ وہ منسوخ احادیث کو پہلے ذکر فرماتے ہیں اور ناسخ احادیث کو بعد میں ذکر فرماتے ہیں۔(شرح مسلم للنووی ج۱،ص۱۵۶)

درج ذیل ائمہ فقہاء ومحدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے رفع الیدین کرنے کی احادیث کو پہلے ذکر کیا ہے اس کے بعد ترک رفع یدین کی احادیث کو ذکر و بیان فرمایا ہے فلہٰذا محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے (عمومی) اصول کے مطابق بھی رفع یدین متروک ہے۔

(۱)امام فقیہ محدث حافظ محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ:(مؤطا امام محمد ص۸۹،۹۰)

(۲)امام حافظ محدث ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۱ھ: (دیکھئے: مصنف

عبدالرزاق ج ۲، ۴۳ تا ۴۶)

(۳) امام حافظ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۵ھ: (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۵ تا ۲۲۷)

(۴) محدث ابوداؤد السجستانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ: (دیکھئے ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۶)

(۵) محدث ابوعیسی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: (دیکھئے ترمذی ج ۱ ص ۵۹ تا ۱۷، ط۔ دارالسلام)

(۶) محدث ابوعبدالرحمن النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: (دیکھئے: سنن النسائی ص ۱۵۸ تا ۱۶۱)

(۷) حافظ ابوعلی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: (دیکھئے: مختصر الاحکام للطوسی ص ۱۰۸۔۱۰۹)

(۸) امام المحدثین ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: (دیکھئے: شرح معانی الاثار، ج ۱، ص ۱۶۱ تا ۱۶۵)

(۹) امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ: (دیکھئے: السنن الکبری ج ۲، ص ۶۸ تا ۷۶)

(۱۰) محدث ابوعبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ: (دیکھئے: التحقیق فی الاحادیث الخلاف ج ۱، ص ۳۲۰ تا ۳۳۶)

{ قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ترک رفع یدین }

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں قرون اولیٰ کے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

''حدثنی ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش قال مارایت فقیہاً قط یفعلہ یرفع یدیہ فی غیر التکبیرۃ الاولی'' (شرح معانی الاثار ج ۱ ص ۱۶۵)

ترجمہ: امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو بھی تکبیر اولیٰ کے سواء رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کی توثیق آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے ذیل میں پیش کی جا چکی ہے، اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔ اس صحیح السند روایت سے واضح ہو گیا کہ اسلام کے عہد زریں قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم عام طور پر ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔

رئیس ندوی جھوٹ نمبر ۳۰:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ

ہم کہتے ہیں کہ ابن ابی داؤد کا حال ہم بیان کر آئے ہیں کہ دیوبندیہ کے امام کوثری نے اسے کذاب کہا ہے پھر اس سند کو دیوبندیہ نے کیسے جید السند کہہ دیا ہے؟ کیا یہ دیوبندیہ کی اکاذیب پرستی نہیں ہے؟ ابوبکر بن عیاش خالص سنی تھے انہیں مرجیہ وجہمیہ سے شدید نفرت تھی۔ (بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۲۹۰)

الجواب:

اولاً۔۔۔ہماری طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایت کی سند میں موجود ابن ابی داؤد سے امام ابواسحاق ابراہیم بن ابی داؤد سلیمان بن داؤد البرلسی الاسدی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں جو کہ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور امام احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور یہ بالاتفاق ثقہ وصدوق راوی ہیں۔ امام محمد بن عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اسے ''ثقہ متقن'' کہتے ہیں۔ امام ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ''ثبت'' قرار دیتے ہیں، امام ابوسعید عبدالرحمن بن احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ ''احد الحفاظ المجودین الاثبات الثقات'' کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''الامام الحافظ المتقن'' قرار دیتے ہیں، یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ اور حافظ کہتے ہیں، امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔تکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸

(۲)۔۔۔۔شذرات الذھب: ج ۲، ص ۱۶۱

(۳)۔۔۔۔تاریخ اسلام: ج ٦، ص ۲۸۵، برقم ۹۲

(۴)۔۔۔۔اکمال الاکمال: ج ۱ ص ۵۰۲، برقم ۸۷۸

(۵)۔۔۔۔سیر اعلام النبلاء: ج ٦، ص ٦۱۲ برقم ۲۳۷

ان ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلے میں مذکور راوی ابو اسحاق ابراہیم بن ابی داؤد البری رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ سمیت کسی ایک محدث نے بھی ''کذاب'' نہیں کہا، اور نہ ہی کتب اسماء الرجال میں اس پر کوئی مفسر مبین السبب جرح موجود ہے۔ (فیما اعلم) لہٰذا یہ راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہے اور بضابطہ غیر مقلدیت رئیس ندوی صاحب کا مذکورہ بالا بیان سفید جھوٹ ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔جب مذکورہ روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور یہ روایت بالکل صحیح ومحفوظ ہے تو اس روایت کو جید السند کہنے میں اہلسنّت والجماعت (دیوبند) بالکل سچے اور حق بجانب ہیں اور فرقہ غیر مقلدیت کے محققین سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ثالثاً۔۔۔۔بلا شک وشبہ امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ خالص سنی ہی تھے اور ترک رفع یدین کے قائل تھے مگر اس خالص سنی امام کی بھی فرقہ غیر مقلدیت کے محققین بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

رابعاً۔۔۔۔اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ فقہاء کرام کا عمل ترک رفع یدین بتانے میں امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ہیں بلکہ دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا عمل ترک رفع یدین ہی بتایا ہے مثلاً۔۔۔۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ م ۴٦۳ھ فرماتے ہیں کہ:

اکثر مالکی حضرات، محدث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور امام حسن بن صالح بن حیی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام متقدمین فقہاء کوفہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور

تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم)اور تمام متاخرین فقہاء کوفہ ترک رفع یدین کے ہی قائل ہیں۔(التمہید ج۵،ص۵٦)

امام ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ م۵۹۵ھ فرماتے ہیں کہ:

اہل کوفہ، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور تمام فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع الیدین نہ کرے۔(بدایۃ المجتہد: ج۱ص۷۸)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م۲۷۹ھ فرماتے ہیں کہ:

اہل علم بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بے شمار تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اہل کوفہ بھی یہی کہتے ہیں کہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہ کیا جائے۔ (سنن ترمذی: ج۱ص۳۵)

امام محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ م۲۹۴ھ فرماتے ہیں کہ:

تمام قدیم اہل کوفہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم) نے بالاجماع رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔(التمہید ج۴ص۱۸۷،الاستذکار ج۱ص۴۰۸)

نیز آگے آرہا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد بھی ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔

کذاب کون؟

قارئین! رئیس ندوی صاحب نے اپنی کتاب میں کذاب کذاب کی رٹ لگا رکھی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا کہ کذاب کون ہیں علماء اہلسنت والجماعت دیوبند یا فرقہ غیر مقلدیت کے محققین؟اس بات کا فیصلہ بھی کر ہی دیا جائے۔

علماء اہلسنت والجماعت دیوبند کی صفائی کے لیے ہم فرقہ غیر مقلدیت کے ہی ''امام العصر'' اسماعیل سلفی صاحب کی گواہی نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں فرقہ غیر مقلدیت کے ''امام العصر'' اسماعیل

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرات دیو بند پہلی دو بیماریوں سے قریباً محفوظ ہیں گالیاں نہیں دیتے جھوٹ نہیں بولتے۔''

(حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۱۷)

اس کے برعکس فرقہ غیر مقلدیت کے محققین کا جھوٹا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کا اقرار خود انہی کو بھی ہے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) غیر مقلد زبیر علی زئی ڈاکٹر شریف غیر مقلد کے متعلق لکھتا ہے:

''انہوں نے کذب و افتراء اور تہمت و بہتان کے راستوں پر گامزن لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صریح غلط بیان جھوٹ اور بہتان سے کام لیا ہے''۔ (علمی مقالات ج ۴ ص ۴۴۴)

(۲) علی زئی صاحب محمد افضل اثری غیر مقلد کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس بیان میں افضل اثری صاحب نے غلط بیانی کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف وہ قول منسوب کر دیا ہے جس سے حافظ ابن حجر بالکل بری ہیں... اس صریح غلط بیانی کا دوسرا نام کذب و افتراء ہے۔ (علمی مقالات: ج ۲ ص ۱۷۶)

لطیفہ: یاد رہے غیر مقلد افضل اثری صاحب وہ بزرگ ہیں جنہوں نے زبیر علی زئی صاحب کی ہی کتاب ''ہدیۃ المسلمین طبع کراچی'' شائع کی ہے۔

(۳) غیر مقلد محمد اسحاق بھٹی صاحب نماز کے بعد اجتماعی دعا نہ مانگنے والے غیر مقلدوں کے متعلق لکھتے ہیں:

''پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک متحقق ہوگئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی روایت کے راوی ضعیف ہیں اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پر تقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات پر غلط بیانی کرتے قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۴)

(۴) عبدالعزیز رحیم آبادی غیر مقلد وکیل غیر مقلدیت محمد حسین بٹالوی کے ایک خط پر تبصرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

''اس خط میں اس قدر جھوٹ ہے کہ پناہ بخدا، اور مزہ یہ ہے کہ خود ان کا کلام مکذب ہے تکذیب کے لیے خارج سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے (اخبار اہلحدیث امرتسر ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء بحوالہ تاریخ ختم نبوۃ ص ۴۰۹)

رحیم آبادی صاحب مزید لکھتے ہیں:

بٹالوی صاحب ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ'' کا وعظ لوگوں کو سناتے ہیں اور خود کذب و بہتان اور انکار حق کا اشتہار چھپوا کر فرض و واجب جانتے ہیں'' (اخبار اہلحدیث امرتسری ۳۰، اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ تاریخ ختم نبوت از مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ص ۴۱۰)

(۵) امام غیر مقلدیت وحید الزمان اپنے ہی غیر مقلدوں کے متعلق لکھتے ہیں:

سخت حیرت ہوتی ہے کہ تقلید کو جس غایت درجہ یہ ہے کہ مکروہ اور بدعت اور گناہ صغیرہ ہوگی چھوڑ کر کبیرہ گناہوں میں یعنی جھوٹ اور خیانت اور دغابازی میں مبتلا ہو گئے۔ (لغات الحدیث ج ۲، ص ۶۱)

(۶) محمد حسین بٹالوی غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے متعلق لکھتا ہے:

''مولوی امرتسری اسی کذب و نفاق پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ گویا یہ کذب و نفاق ان کی گھٹی میں داخل ہے۔ (اشاعۃ السنہ ج ۲۳، ص ۱۶۵)

(۷) غیر مقلد عبدالرحمن مدنی نے احسان الٰہی ظہیر غیر مقلد کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے آخر میں لکھا:

''ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرخرو ہوں گے اور اس کے جھوٹوں بہتانوں نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع جمع ہو سکے گا۔ (ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۵ ذیعقدہ ۱۴۰۴ھ ص ۷)

(۸) غیر مقلدین کی کتاب میں جمعیۃ اہلحدیث کے بڑوں کے متعلق واشگاف الفاظ میں لکھا ہوا کہ:

''جماعتی چندے سے حاصل کردہ جائیدادوں کو اپنے نام لگاتے ہوئے اور بے شگاف جھوٹ بولتے ہوئے (انہیں) کوئی شرم نہیں آتی۔ (کچھ واقعات اور حقائق ص ۲۱ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلداول)

(۹)اخبار محمدی کے ایڈیٹر غیر مقلد محمد صاحب اپنی جماعت کے غیر مقلد بزرگ عبداللہ روپڑی کے متعلق لکھتے ہیں۔

''یہ مولوی صاحب جھوٹے ہیں''۔(مظالم روپڑی ص ۴۸ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلداول)

(۱۰)غیر مقلد حاجی محمد انور صاحب غیر مقلدیت کی طرف سے شائع کردہ ایک پمفلٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولانا لکھوی کے متعلق جو زہریلا پمفلٹ انہوں نے شائع کیا وہ جھوٹ کا پلندہ ہے ان کی قیادت کو جھوٹ بولنے میں شرم بھی محسوس نہیں ہوتی ... یہ لوگ سب کچھ جانتے ہوئے بھی جھوٹ بولتے ہیں شرماتے نہیں (ذرا آئینہ تو دیکھو یہ آپ کا منہ ہے ص ۵ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلددوم)

(ماخوذ از مجلہ صفدر مضمون حضرت مفتی ب نواز صاحب حفظہ اللہ)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب وتلامذہ اور ترک رفع یدین

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے تمام شاگرد بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے، چنانچہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدثنا وکیع وابواسامة عن شعبة عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللہ واصحاب علی لایرفعون ایدیھم الافی افتتاح الصلوٰۃ''

ترجمہ: (ثقہ تابعی) ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق: اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ: " **ثقة حافظ** "(تقریب: برقم ۳۵۷۵)

(۲)۔۔۔امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ: " **ثقة حافظ** "(ایضا: برقم ۷۴۱۴)

(۳)۔۔۔امام ابواسامہ حماد بن اسامہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۱ھ: " **ثقة ثبت** "(ایضا: برقم ۱۴۸۷)

(۴)۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ: " **ثقة حافظ متقن** "(ایضا: برقم ۲۷۹۰)

(۵)۔۔۔ابواسحاق عمرو بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ: " **ثقة** "(ایضا: برقم ۴۰۱)

(ف): اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور روایت کی سند ڈنکے کی چوٹ پر بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ جب اس صحیح السند روایت سے ثابت ہوگیا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اور تلامذہ ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما کے ہزاروں سے بھی متجاوز شاگردوں واصحاب میں سے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر بعض اصحاب وتلامذہ کی مختصری فہرست بھی پیش کردی جائے ملاحظہ فرمائیں:

{سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب وشاگردوں کی مختصر فہرست}

(۱) عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۲ھ: (الکاشف ج ۱، ص ۶۹۴ رقم ۳۶۴۷)

(۲) عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۵۱ رقم ۵۵)

(۳) زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تاریخ الثقات للعجلی ج ۱، ص ۱۶۵ رقم ۴۵۸)

(۴) ابوعبدالرحمن عبید اللہ بن حبیب السلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۱۶۵ رقم ۴۵۸)

(۵) سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۲ھ: (تہذیب الاسماء واللغات ، ج۱، ص ۲۴۰، رقم ۲۴۱)

(۶) علقمہ بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص ۳۹، رقم ۲۴)

(۷) مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳ھ: (تہذیب الاسماء واللغات ج۲، ص۸۸)

(۸) اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۱۰۰)

(۹) شریح بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰ھ: (تہذیب الاسماء واللغات رقم ۲۴۹)

(۱۰) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ: (تاریخ الثقات للعجلی: رقم ۹۷۸)

(۱۱) عمرو بن شرجیل الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۳ھ: (تہذیب الکمال للمزی ج۲۲ ص ۶۰، رقم ۴۳۸۳)

(۱۲) مرہ بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶ھ: (ایضاً ص ۲۷، ص ۳۷۹، رقم ۵۸۶۵)

(۱۳) مخضرم زید بن صوحان بن حجر العبدی رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء ج۳، ص ۵۲۵ رقم ۱۳۳)

(۱۴) حارث بن قیس الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۰۳۸، الکاشف رقم ۸۷۰)

(۱۵) خیثمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۱ھ: (ایضاً رقم ۱۷۴۷)

(۱۶) سلمہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال رقم ۲۴۵۸)

(۱۷) عبداللہ بن سخبرہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۳۲۹۱)

(۱۸) خلاس بن عمرو الہجری البصری رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۷۴۴)

(۱۹) ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)

(۲۰) حارث بن سوید التیمی رحمۃ اللہ علیہ ۷۱ھ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۰۲۲)

(۲۱) زاذان ابوعمر الکندی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)

(۲۲) زید بن وہب الجھنی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ: (ایضاً رقم ۲۱۳۱)

(۲۳) عبداللہ بن بدیل الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال رقم ۳۱۷۷)

(۲۴) بکر بن قرواش رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی برقم ۱۶۳)

(۲۵) ظالم بن عمرو بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۳۳)

(۲۶) ابوالعالیہ عبداللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۱۹)

(۲۷) ابوصالح الحنفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۹۶۹)

(۲۸) عبدالرحمن بن قیس رحمۃ اللہ علیہ: (معرفۃ الثقات للعجلی رقم ۸۰۴)

(۲۹) صعصعۃ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ رقم ج ۶، ص ۲۲۱)

(۳۰) عبدخیر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۱)

(۳۱) عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۲)

(۳۲) زید بن یثیع رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۳)

(۳۳) شریح بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۲)

(۳۴) عبید بن عمرو الخارفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۳)

(۳۵) شریح بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۵۷۸)

(۳۶) عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۷)

(۳۷) عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۴)

(۳۸) عبداللہ بن الخلیل رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۷۰۵)

(۳۹) ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۸۶)

(۴۰) ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء رقم ۵۰۷)

(۴۱) جاریہ بن قدامہ بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۸۳)

(۴۲) صہیب ابوالصہباء رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۷۷۱)

(۴۳) عروۃ بن زبیر بن عوام رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۸۱)

(۴۴) علی بن ربیعہ بن نضلہ الوالبی الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۴۱)

(۴۵) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۰۰)

(۴۶) محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۶۹۱)

(۴۷) ابوزرین مسعود بن مالک رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۱۵)

(۴۸) ابونضرہ منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۲۷)

(۴۹) ابوعیسیٰ موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۶۲۵)

(۵۰) ابومحمد نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۲۷)

(۵۱) نعمان بن مرہ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۲۵)

(۵۲) ابوراشد الحبرانی الحمیری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۰۲)

{سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب وشاگردوں کی مختصر فہرست}

(۱) عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۳۶۴۷، الطبقات الکبری ج۶ ص۱۰)

(۲) عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۵۵)

(۳) زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۴۵۸)

(۴) ابوعبدالرحمن عبداللہ بن حبیب السلمی رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۳)

(۵) سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الاسماء واللغات (رقم ۲۴۱)

(۶) علقمہ بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبری، ج۶ ص۱۰، تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۴)

(۷) مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ، ج۶ ص۱۰، تہذیب الاسماء

واللغات رقم ٥٦٧)

(۸) اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبری، ج٦ ص١٠، تاریخ الثقات للعجلی رقم ١٠٠)

(۹) شریح بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الاسماء واللغات رقم ٢٤٩، تاریخ بغداد ج ٢، ص ١٩٩)

(۱۰) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ٩٧٨)

(۱۱) عمرو بن شرحبیل الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبری، ج٦ ص١٠، تہذیب الکمال للمزی رقم ٤٣٨٣)

(۱۲) مرہ بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ٥٨٦٥)

(۱۳) حارث بن قیس الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ١٠٣٨ والکاشف رقم ٨٧٠)

(۱۴) سلمہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ٢٤٥٨)

(۱۵) عبداللہ بن سنجرہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ٣٢٩١ تاریخ الثقات للعجلی رقم ٨١٠)

(۱۶) ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ٦٧٣ تذکرۃ الحفاظ رقم ٤٦)

(۱۷) حارث بن سوید التیمی رحمۃ اللہ علیہ:
(تاریخ الثقات للعجلی رقم ٢٣١، تہذیب الکمال للمزی رقم ١٠٢٢)

(۱۸) زاذان ابوعمر الکندی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ٤٥٠، تہذیب الکمال للمزی رقم ١٩٤٥)

(۱۹) زید بن وہب الجہنی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ٤٩٠، تہذیب الکمال للمزی رقم ٢١٣١)

(۲۰) ابوعطیہ مالک بن عامر الوداعی الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۵۱۶۷)

(۲۱) عبید بن نضلۃ الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۱۶۴)

(۲۲) ہمام بن الحارث النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۱۷۴۹)

(۲۳) عبداللہ بن سلمہ المرادی رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۷۶۰)

(۲۴) ارقم بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۴۹)

(۲۵) الاسود بن ہلال المحاربی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۲۶)

(۲۶) الحارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۵۹)

(۲۷) حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۸۶)

(۲۸) ابومریم ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۲۱)

(۲۹) ابویزید ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۲۹)

(۳۰) ابوالمثنی ریاح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم: ۱۵۹۹)

(۳۱) زیاد بن حدیر رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۶۷۸)

(۳۲) سعید بن وہب الخیوانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم: ۱۱۹۷)

(۳۳) سلیم بن اسود المحاربی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۰۶۲)

(۳۴) شتیر بن شکل العبسی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۲۴۲)

(۳۵) صفوان بن محرز البصری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۴۰۵)

(۳۶) ابوالصہباء صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۴۱۷)

(۳۷) ابومریم عبداللہ بن زیاد الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۷۲۸)

(۳۸) عبداللہ بن معقل المزنی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم: ۲۹۹۸)

(۳۹) عبدالرحمن بن حجیرہ الخولانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۱۷۳)

(۴۰) عبدالرحمن بن عبدرب الکعبہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۲۵۲)

(۴۱) ابوصالح عبدالرحمن بن قیس رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۲۹۵)

(۴۲) عبدالرحمن بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۳۴۴)

(۴۳) عبید بن نضلۃ الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۶۳۴)

(۴۴) عتی بن ضمرہ السعدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۶۷۵)

(۴۵) عمیر بن سعید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۲۸۴)

(۴۶) ابوالاحوص عوف بن مالک الجشمی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۳۱۲)

(۴۷) محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۱۲۹)

(۴۸) مسعود بن مالک الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۴۰۱)

(۴۹) معرور بن سوید الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۵۵۰)

(۵۰) ہذیل بن شرحبیل الاودی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۹۵۴)

قارئین کرام: مندرجہ بالا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی محض بطور تبرک کے مختصری فہرست پیش کی گئی ہے وگرنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد تو ہزاروں سے بھی متجاوز ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اکثر شاگردوں کا شمار جلیل القدر اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں ہوتا ہے ان کا اتفاقی طور پر ترک رفع یدین پر عمل پیرا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان جلیل القدر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خصوصاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو نماز میں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اور اسی وجہ سے خود بھی ترک رفع یدین پر ہی عمل پیرا ہوئے مگر اس کے باوجود فرقہ غیر مقلدیت کے فتوی باز قسم کے جاہل محققین بعض شاذ منقطع السند وغیر ثابت اقوال کا سہارا لیکر ترک رفع یدین پر عمل پیرا حضرات کو بدعتی اور ان کی نمازوں کو ناقص

باطل ومردود کہنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں اللہ پاک ان کے شر سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔(آمین)

اعتراض:

غیر مقلد رئیس ندوی صاحب مذکورہ بالا روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

زیر نظر مستدل روایت کا مکذوب ہونا واضح ہے۔اس بات کا انتساب ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی کی طرف کیا گیا ہے جو آخری عمر میں اختلاط وتغیر کے شکار ہو گئے تھے۔بس اسی حواس باختگی میں ان کی زبان سے غیر شعوری طور پر یہ بات نکل گئی۔(بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص۵۹۶)

الجواب:

اولاً۔۔۔تو عرض ہے کہ مذکورہ بالا روایت ''شعبۃ عن ابی اسحاق'' کے طریق سے مروی ہے اور اسی طریق کے ساتھ امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں تو کیا فرقہ غیر مقلدیت کے محققین صحیح بخاری ومسلم کی ان احادیث کے بارے میں بھی یہی فیصلہ دیں گے کہ بخاری ومسلم کی یہ احادیث جھوٹی وجعلی ہیں ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے حالت حواس باختگی میں غیر شعوری طور پر نکل گئیں تھیں؟لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً۔۔۔مذکورہ بالا روایت امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے والے امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔اور امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بالتحقیق امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط وتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے کا ہے۔جس پر دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متعدد ایسی احادیث موجود ہیں، جن کو امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے والے امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ علم حدیث کا مشہور ضابطہ ہے کہ جو راوی اختلاط کا شکار ہو گئے ہوں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام

مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ایسے شاگردوں سے احادیث تخریج کرتے ہیں جن کا سماع قبل الاختلاط والتغیر ہوتا ہے۔(تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ۱،ص ۲۴۲)اس سے معلوم ہوا کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے سماع امام ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے کا ہے۔جس سے ثابت ہوگیا کہ مذکورہ بالا روایت امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ نے عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے حالت شعور میں پورے ہوش وہواس کے ساتھ بیان کی ہے، کیونکہ امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کرنے والے ان کے قدیمی شاگرد امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے سماع بالتحقیق ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اختلاط والتغیر سے پہلے کا ہے۔

اب اختصار کے پیش نظر چند ایسی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حاضر خدمت ہیں جن کو امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے والے امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبة عن ابی اسحاق عن الاسود......الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۱۰۷۰ باب سجدة النجم)

(۲)وحدثنی سلیمان قال حدثنا شعبة عن ابی اسحاق عن الاسود قال.....الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۱۱۴۶ باب من نام اول اللیل واحیا آخره)

(۳)حدثنا ابوالولید حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء ☐ ...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۱۸۰۳ باب قول اللہ تعالی واتوا البیوت من ابوابها)

(۴)حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء.....الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۲۶۹۸ باب کیف یکتب هذا

...فلان بن فلاں...الخ۔)

(۵)حدثنا ابوالولید حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔ ...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۲۸۳۱، باب قول اللہ تعالیٰ لایستوی القاعدون من المومنین...الخ)

(۶)حدثنا ابوالولید حدثنا شعبة عن ابی اسحاق سمعت البراء۔ ...الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۲۸۳۴ باب حفر الخندق)

(۷)حدثناحفص بن عمر حدثنا شعبةعن ابی اسحاق عن البراء بن عاذب...۔الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم۲۸۳۷ باب حفر الخندق)

(۸)حدثنا حفص بن عمر حدثنا شعبةعن ابی اسحاق عن البراء بن عاذب...۔الخ(الحدیث)،(صحیح بخاری،رقم ۳۵۵۱باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مزید دیکھئے بخاری کی حدیث نمبر ۳۶۱۴_۳۸۰۲_ ۳۸۵۳_ ۳۹۰۸_ ۳۹۲۵_۳۹۵۵_۳۹۵۶_۳۹۷۲_۴۳۱۶_۴۳۱۷_۴۵۹۳_وغیرہ۔

(۹)حدثنا محمد بن المثنی و محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت الاسود...۔الخ(الحدیث)،(مسلم رقم ۱۰۵ باب سجود التلاوة)

(۱۰)حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔...الخ(الحدیث)،(مسلم رقم ۲۴۱،باب نزول السکینة لقراءة القرآن)

(۱۱)قالا حدثنا شعبةعن ابی سحاق قال سمعت البراء۔۔ ...الخ(الحدیث)،(مسلم ایضاً)

(۱۲)حدثنامحمد بن جعفرحدثنا شعبةعن ابی اسحاق عن الاسود ...الخ(الحدیث)،(مسلم برقم ۲۸۱،باب مایتعلق بالقراءة)

(۱۳)حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق عن الاسود ومسروق ...الخ(الحدیث)،(مسلم ۳۰۱، باب معرفة الرکعتین اللتین کان یصیلھما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(۱۴)حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبةعن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔۔۔ ...الخ(الحدیث)،(صحیح مسلم برقم: ۱۱ باب آخر آیةانزلت آیةالکلالة)

(۱۵)حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔۔۔۔...الخ(الحدیث)،(مسلم برقم ۸۰، باب فی غزوۃ حنین)

(۱۶)حدثنا ابی حدثنا شعبةعن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔۔۔ ...الخ(الحدیث)،(مسلم ۹۰ باب صلح الحدیبیة فی الحدیبیة)

(۱۷) حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔ ...الخ (الحدیث)،(مسلم رقم ۱ ۹ باب ایضاً)

(۱۸)حدثنا محمد بن جعفر حدثناشعبةعن ابی اسحاق قال سمعت البراء۔۔۔ ...الخ(الحدیث)،(مسلم رقم ۱۲۵، باب غزوۃ حزاب وھی الخندق)

چند شبہات کا ازالہ:

اب آخر میں دوامِ رفع یدین کے قائلین کی طرف سے عوام میں پھیلائے گئے چند اہم شبہات (جن کو وہ اپنے بزعم بہت وزنی دلائل سمجھتے ہیں) کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

شبہ نمبر ا: {حدیث ابن عمرؓ سے دوام پر استدلال}

غیر مقلدین کی طرف سے دوامِ رفع یدین پر بطور دلیل درج ذیل روایت پیش کی جاتی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَکَانَ لَایَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ فَمَازَالَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی۔رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ۔(آثار السنن: ۳۹۴)

☆☆ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے (تو بھی رفع یدین کرتے)، اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ اسے بیہقی (مختصر الخلافیات: ص ۷۶) نے روایت کیا ہے۔

الجواب:

علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند اس طرح ذکر کی ہے:

عن ابی عبداللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبدالرحمن بن قریش الھروی عن عبداللہ بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ثنا عصمۃ بن محمد الانصاری ثنا موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر ۔۔۔۔الخ۔ (نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۴۱۰)

یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔۔اس کے پہلے راوی امام بیہقی رحمہ اللہ ہیں جو کہ عبدالرشید غیر مقلد کے بقول امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔ (ملخصا: کاروان حدیث: ص ۱۸۹) اور غیر مقلدین کے نزدیک تقلید ناجائز، حرام و بدعت وضلالت وشرک وکفر ہے۔ (دیکھئے: مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۲۸) تو بتایا جائے کہ غیر مقلدین کے محققین (بزعم خود) اس مشرک کی نقل کردہ روایت کو کس طرح قبول کر رہے ہیں؟ مزید برآں غالی غیر مقلد رئیس ندوی صاحب کے نزدیک تو اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل سرے سے قابل اعتبار ہی نہیں ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۳۸)

(۲)۔۔۔۔بطور الزام کے عرض ہے کہ اس روایت کے دوسرے راوی امام ابوعبداللہ الحافظ (یعنی امام حاکم رحمہ اللہ) بھی غیر مقلدین کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن نے انہیں غالی شیعہ قرار دیا ہے۔ (ہدایۃ السائل: ص ۵۲۵ مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۲ء) اور حکیم فیض عالم صدیقی نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

اس قسم کی تمام خرافات کا جامع حاکم ہے جس کے متعلق میں اپنی متعدد تالیفات میں بدلائل وشواہد واضح کر چکا ہوں کہ وا غالی رافضی تھا۔(صدیقہ کائنات: ص۲۲۱)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

مستدرک کی تصنیف کے وقت امام حاکم تغیر حفظ کا شکار ہو گئے تھے۔(ملخصا: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۰۹ص ۴۰)

رئیس ندوی نے بھی امام موصوف کو کثیر الغلط قرار دیا ہے۔(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز: ۲ ۱۳۲)

(۳)۔۔۔۔اس روایت کی سند کے تیسرے راوی ''جعفر بن محمد بن نصر'' کی بھی توثیق وتعدیل مطلوب ہے۔

(۴)۔۔۔۔چوتھا راوی ''عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ الہروی'' کذاب ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

اتهمه السليماني بوضع الحديث۔محدث سلیمانی رحمہ اللہ نے اسے حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال:۱ ۴۹۴)

علامہ برہان الدین الحلبی رحمہ اللہ م ۸۴۱ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی نقل کیا ہے کہ:

یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔(الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث : ۴۳۰،لسان المیزان: ۱۶۷۱)

مشہور غالی غیر مقلد ناصر الدین البانی نے ایک روایت کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یہ سند موضوع ہے کیونکہ اس سند کا راوی (عبدالرحمن) بن قریش حدیثیں گھڑتا تھا، ذہبی نے کہا ہے کہ سلیمانی نے اسے متہم بالوضع کہا ہے۔(سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۸۲۸)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی عبدالرحمن بن قریش کو سخت مجروح قرار دیا ہے۔
(تسہیل الوصول:۲۵۰)

(۵)۔۔۔۔پانچویں نمبر عبداللہ بن احمد الدجی ہے اس کے عدل وضبط کے متعلق کتب اسماء الرجال ساکت ہیں۔

(۶)۔۔۔۔چھٹے راوی حسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی کے عدل وضبط کے متعلق بھی کتب رجال خاموش ہیں۔

(۷)۔۔۔۔ساتویں راوی عصمہ بن محمد الانصاری المدینی بھی مجروح ہیں مثلاً۔۔۔۔

۱۔امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:

لیس بالقوی۔کہ یہ(روایت حدیث میں) مضبوط نہیں ہے۔(الجرح والتعدیل:۱۰۶)

۲۔امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ فرماتے ہیں:

و کل حدیثه غیر محفوظة و هو منکر الحدیث۔ کہ اس کی تمام احادیث غیر محفوظ ہیں اور یہ منکر الحدیث ہے۔

(الکامل:۱۵۳۵)

منکر الحدیث راوی غیر مقلدین کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟اس کی بابت مشہور غالی غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت باکثرت ہو یا فسق ظاہر ہو،اس کی حدیث منکر ہے۔
(توضیح الکلام:۲/۶۲۸)

غالی غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

حتی تکثر المناکیر فی روایته وینتهی الی ان یقال فی منکر الحدیث لان منکر الحدیث وصف الرجل یستحق به الترک بحدیثه۔

(ابکار المنن:ص ۱۹۹)

(منکر الحدیث وہ راوی ہے) جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بال آخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے۔

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

البتہ منکر الحدیث کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔

(توضیح الکلام:۱/۴۹۹)

اثری صاحب ہی ''الرفع والتکمیل'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(ایضاً:ص۴۹۸)

غالی غیر مقلد محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔

(خیر الکلام:ص۱۶۰)

محمد اسحاق صاحب غیر مقلد ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ حدیث ضعیف جدا یا منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔(ہفت روزہ الاعتصام (ص۲۰) ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء)

سخت غالی غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔

(ماہنامہ الحدیث ص۱۵، ستمبر ۲۰۰۴ء)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ لفظ منکر الحدیث غیر مقلدین کے ہاں انتہائی سخت، قابل اعتبار

اورمفسر جرح ہے۔

۳۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:

ھذا کذاب یضع الحدیث۔ کہ عصمہ بن محمد بہت بڑا جھوٹا ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔

(تاریخ بغداد:۶۷۲۶)

۴۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے لکھا ہے:

ترکوہ۔ کہ محدثین نے اسے ترک کر دیا تھا۔

(دیوان الضعفاء والمتروکین:۲۸۱۸)

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ھذا موضوع۔۔۔۔الخ۔ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(تاریخ اسلام:۲۰۵)

۵۔امام ابوجعفر عقیلی رحمہ اللہ م ۳۲۲ھ فرماتے ہیں:

یحدث بالبواطیل عن الثقات۔ کہ عصمہ ثقہ راویوں سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی:۱۳۶۶)

۶۔امام حافظ حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ م ۵۹۷ھ نے اس کو ضعیف ومتروک راویوں میں ذکر کر کے اس کا کذاب وضاع اور متروک ہونا نقل کیا ہے۔

(الضعفاء والمتروکون:

ج ۲ ص ۱۷۶، برقم: ۲۳۰۲)

۷۔قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتا ہے:

عصمۃ بن محمد وھو کذاب۔ کہ عصمہ بن محمد کذاب ہے۔

(الفوائد المجموعۃ:ص ۱۸۱،۶۷)

۸۔ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتا ہے:

عصمة بن محمد کل حدیثه غیر محفوظ وهو منکر الحدیث۔ کہ عصمہ بن محمد کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج۱ ص۲۶۵)

۹۔غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی عصمہ کو سخت مجروح قرار دیا ہے۔

(تسہیل الوصول: ص۲۵۰)

الغرض عصمہ بن محمد الانصاری کذاب ومتروک الحدیث راوی ہے، اب کذاب اور متروک راوی کے متعلق علمائے غیر مقلدین کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتا ہے:

کذاب، متروک، لیس بثقۃ کے الفاظ شدید جرح میں شمار ہوتے ہیں۔

(توضیح الکلام: ج۲ ص۶۰۸)

عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتا ہے:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔

(فتاویٰ اہلحدیث: ج۱ ص۶۶۲)

محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتا ہے:

جس (حدیث) کو کسی شخص وضاع یا کذاب نے بیان کیا وہ موضوع ہے۔

(التحقیق الراسخ: ص۱۲)

سلطان محمود ضیاء غیر مقلد لکھتا ہے:

موضوع (اس حدیث کو کہتے ہیں) جس حدیث کا راوی کذاب ہو۔

(اصطلاحات المحدثین: ص۱۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اصول وضوابط کی روشنی میں بھی یہ روایت باطل وموضوع ہے۔ محقق نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قلت العجب منهم کیف اوردوا فی تصانیفهم وسکتوا عنه مع ان بعض رجاله اتهم بوضع الحدیث

(التعلیق الحسن: ص ۱۰۲)

میں کہتا ہوں تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں درج کر کے خاموشی اختیار کرلی ہے حالانکہ اس کے بعض راویوں پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے۔

عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

اس حدیث میں ''فمازالت تلک صلوٰته۔۔۔'' کا اضافہ سخت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔ (القول المقبول: ص ۴۱۴)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے۔

(دیکھئے: نور العینین: ص ۳۲۷)

ہر چند کہ اپنوں اور بیگانوں کے اعتراف سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے۔

شبہ نمبر ۲: {حدیث ابی ہریرۃؓ سے دوام پر استدلال}

غیر مقلدین کی طرف سے دوامِ رفع یدین پر بطور دلیل درج ذیل روایت بھی بڑے طمطراق انداز میں پیش کی جاتی ہے:

ابن الاعرابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نا محمد بن عصمة نا سوار بن عمارة نا رديح بن عطية عن ابی زرعة بن ابی عبدالجبار بن معج قال رأيت ابا هريرة فقال لاصلين بكم صلاة رسول الله ﷺ لا ازيد فيها ولا انقص فاقسم بالله ان كانت هی صلوته حتی فارق الدنيا قال فقمت عن يمينه لانظر كيف يصنع فابتدء فكبر ورفع يديه ثم

رکع فکبر ورفع یدیہ ثم سجد ثم کبر ثم سجد و کبر حتیٰ فرغ من صلاتہ قال اقسم باللہ ان کانت لھی صلاتہ حتی فارق الدنیا۔

(المعجم لابن الاعرابی)

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (سے منسوب ہے کہ انہوں) نے فرمایا کہ میں ضرور تمہیں نبی مکرم ﷺ والی نماز پڑھاؤں گا نہ کچھ کم کروں گا نہ زیادہ۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ آپ ﷺ یہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا چھوڑ گئے۔ راوی نے کہا پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں پس انہوں نے نماز کی ابتداء کی اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

الجواب:

یہ روایت بھی جھوٹی و من گھڑت ہے، آئیے اس کی سند کی سیر کراتے ہیں:

(۱)۔۔۔۔اس کی سند کے پہلے راوی امام ابو سعید ابن الاعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم البصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ ایک صوفی منش بزرگ ہیں تصوف اور زہد ان پر تھا۔ (ملخصا: تذکرۃ الحفاظ: ۸۳۰، سیر اعلام النبلاء: ۳۰۷/۶، تاریخ اسلام: ۳۰۷/۶) اور غیر مقلدین عموماً تصوف کو کفر و شرک کہتے رہتے ہیں، اور ابن الاعرابی رحمہ اللہ جمع وفنا (یعنی مسئلہ وحدت الوجود) کو بالکل حقیقت سمجھتے تھے۔ (ایضاً) اور غیر مقلدین میں سے خصوصاً زبیر علی زئی اور طالب الرحمن کے نزدیک وحدت الوجود کو حقائق میں سے ماننے والے بدترین کافر اور مشرک ہیں۔ (فتاوی علمیہ: ۶۲، دیوبندیت تاریخ وعقائد: ص۱۹۶) الغرض غیر مقلدین ایک طرف تو صوفیاء اور وحدت الوجود کے قائلین کیلئے کفر و شرک کی گردان پڑھتے نہیں تھکتے جبکہ دوسری طرف نماز کی اہم سنت

کیلئے ایک صوفی منش وحدت الوجود کے قائل بزرگ کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج احتیاج ست واحتیاج ست واحتیاج

(۲)۔۔۔۔اس کی سند کے دوسرے راوی ابوعبیداللہ محمد بن احمد بن عصمہ الرملی القاضی الاطروش کے بارے میں غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ: مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔(نور العینین :ص۳۳۸)اس کے عدل وضبط کے متعلق کتب اسماء الرجال خاموش ہیں ۔واضح رہے کہ ایسے رواۃ کو غیر مقلدین مجہول شمار کرتے ہوئے ان کی نقل کردہ روایات کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مبشر ربانی غیر مقلد ایک مقام پر لکھتا ہے کہ:

یہ اور اس کے دیگر رواۃ بھی مجاہیل قسم کے ہیں علم رجال کی معروف کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔(ملخصا: مجلہ الدعوۃ:ص۱۴ مارچ ۲۰۰۱ء)

رئیس ندوی غیر مقلد ایک جگہ لکھتا ہے:

ان کی توثیق وتجریح میں کوئی بات منقول نہیں یعنی کہ موصوف مجہول ہیں ان کا ترجمہ مجھے دیگر کسی کتاب رجال میں نہیں مل سکا اور اس مجہول کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی ممکن ہے۔(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ:ص۱۸۴)

اعتراض:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

ابوعبیداللہ کی متابعت مسند الشامیین میں مروی ہے۔(نور العینین :ص۳۳۸)

الجواب:

مسند الشامیین کی روایت کو ابوعبیداللہ القاضی کی متابعت میں پیش کرنا غلط اور سراسر دھوکا ہے کیونکہ مسند الشامیین کی روایت میں ''حتی فارق الدنیا'' کے الفاظ ہی سرے موجود نہیں ہیں۔علاوہ ازیں

مسند الشامیین کی روایت بھی شدید ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو۔اس کی سند میں موجود امام طبرانی رحمہ اللہ کا شیخ حصین بن وہب الارسوفی مجہول ہے حتیٰ کہ زبیر علی زئی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ :حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے۔(نورالعینین :ص۳۳۹) دوسرے راوی زکریا بن نافع الارسوفی کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔اور پانچویں راوی ابوعبدالجبار بھی مجہول ہے۔

(۳)۔۔۔۔مذکورہ بالا روایت کی سند کے تیسرے راوی ابوعمارہ سوار بن عمارہ بھی معیاری ثقہ نہیں ہیں ،تہذیب التہذیب (۳۱۴۸) میں ہے کہ اکثر اوقات(ثقہ راویوں)کے خلاف روایات بیان کرتا ہے۔نیز راقم الحروف کو اس کے اساتذہ میں ردیح بن عطیہ کا تذکرہ نہیں ملا اور نہ ہی آج تک زبیر علی زئی پارٹی یہ قرض اتار سکی ہے۔

(۴)۔۔۔۔چوتھے راوی ردیح بن عطیہ کا بھی معیاری ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

(۵)۔۔۔۔پانچویں راوی ابوزرعہ ابن ابی عبدالجبار بن مصبح کی توثیق ثابت نہیں۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابوعبدالجبار عبداللہ بن مح الفلسطینی کا ذکر امام بخاری کی الت اریخ الکبیر اور امام ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل میں موجود ہے ،ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے ۔(بلفظہ نورالعینین :ص۳۳۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔ہمارے پاس موجود معجم کے مطبوعہ نسخہ میں زیر بحث روایت کی سند میں راوی''ابو **زرعة بن ابی عبدالجبار بن معج**'' ہے نہ کہ'' **ابو عبدالجبار عبداللہ بن معج**''۔کسی قوی دلیل کے بغیر ہی زبیر صاحب کا''**ابو زرعة بن ابی عبدالجبار بن معج**

''کو''ابو زرعة عن ابی عبد الجبار بن معج'' بنا دینا غلط ہے۔

ثانیاً۔۔۔۔اگر بالفرض معجم ابن الاعرابی میں غلطی سے''عن ابی زرعة بن ابی عبد الجبار بن معج'' چھپ گیا ہو اور صحیح''عن ابی زرعة عن ابی عبد الجبار بن معج''ہی ہو جیسا کہ زبیر صاحب نے لکھا ہے تو تب بھی علی زئی پارٹی کو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔کیونکہ ابو عبد الجبار عبداللہ بن معج فلسطینی بھی مجہول ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔باقی التاریخ الکبیر للبخاری اور الجرح والتعدیل للرازی میں''ابو عبد الجبار عبداللہ بن معج الفلسطینی''کا بلا جرح وتعدیل ذکر ہونا خود علمائے غیر مقلدین کے نزدیک بھی اس کی توثیق کو مستلزم نہیں، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں اور امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل میں رواۃ کی ایک بڑی کا تعداد کا تذکرہ بلا جرح وتعدیل کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ رواۃ غیر مقلدین کے نزدیک مجہول ہیں،اسی طرح ابن حبان کا کسی راوی کو ثقات میں ذکر کرنا بھی غیر مقلدین کے نزدیک غیر معتبر ہے۔چند عبارات ملاحظہ ہوں:

ارشاد الحق اثری ایک روایت کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

ابن بجاد،محمد بن بجاد ہے اور وہ موسی بن سعد کا پوتا ہے جبکہ بجاد موسی کے صاحبزادے ہیں۔ان کا امام بخاری نے''التاریخ الکبیر''میں اور امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے مگر کوئی جملہ توثیق وتوصیف کا نقل نہیں کیا۔۔۔۔۔محمد بن بجاد اور موسیٰ بن سعد دونوں مجہول ومستور ہیں لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا درست نہیں۔

(توضیح الکلام: ۲ ص ۱۴۷، ۷۴۳)

غالی غیر مقلد عبدالرؤف سندھو صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ابو مسلم کو بخاری نے الکنی میں اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے مگر دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے بارے میں کوئی جرح وتعدیل ذکر نہیں کی ہے۔احمد البناء نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔قلت (میں کہتا ہوں) اسکی سند کو جید قرار دینے کے لیے ابو مسلم کی ثقاہت کا علم

ضروری ہے ورنہ سند ضعیف ہے۔

(القول المقبول: ص ۱۷۰)

غالی غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ امام ابن ابی حاتم جس راوی پر سکوت کریں وہ ثقہ ہوتا ہے تو یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں خود امام ابن ابی حاتم نے صراحت کر دی ہے کہ جس راوی کے متعلق کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی گئی تو ان کا ذکر محض تکمیلا ہے اگر کوئی کلمہ (اپنے والد ابو حاتم وغیرہ سے) مل گیا تو بالآخر اس کو نقل کر دیں گے۔

(حاشیہ توضیح الکلام: ج ۲ ص ۱۴۷)

غالی غیر مقلد محب اللہ شاہ آف پیر جھنڈا صاحب لکھتے ہیں:

اور امام ابن ابی حاتم اور ابن حبان کے متعلق جو فرمایا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کا مقتضی تو یہ ہوا کہ جس راوی کا بھی امام ابن ابی حاتم اپنی ''الجرح والتعدیل'' میں ذکر کریں اور اس پر کچھ بھی حکم جرحا وتعدیلا نہ لگائیں اس کے متعلق یہی کہنا چاہیے کہ اس میں طعن یا عیب ہوتا تو امام ابن ابی حاتم سے پوشیدہ نہ رہتا۔ حالانکہ کسی طعن یا توثیق کے عدم ذکر سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ امام موصوف کو ان کے متعلق (اپنے والد ابو حاتم یا دیگر ائمہ ناقدین سے۔ن) کچھ معلوم نہ ہو سکا، یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں علمائے حدیث یہی فرماتے ہیں کہ یہ راوی مجہول الحال غیر معروف اور مستور ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام: ص ۱۱، ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی اس اصول کہ امام بخاری اور امام ابو حاتم کا کسی راوی کو بلا جرح وتعدیل ذکر کرنا اسکی توثیق ہے کو مرجوح قرار دیا ہے۔ (نور العینین: ص ۱۸۹)

محمد گوندلوی غیر مقلد ایک راوی کے بارے میں لکھتا ہے:

ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے مگر ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔

(خیر الکلام: ص ۲۵۲)

عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتا ہے:

ابن حبان کا تساہل مشہور ہے ذرا سے سہارے پر ثقوں میں شمار کر لیتے ہیں۔

(فتاوی اہلحدیث: ج ۲ ص ۵۰۸)

رفیق سلفی غیر مقلد لکھتا ہے:

ابن حبان کی توثیق کو ائمہ رجال کچھ وقعت نہیں دیتے۔

(ہفت روزہ الاعتصام: ص ۱۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

عبدالرؤف سندھو غیر مقلد ایک مقام پر لکھتا ہے:

واضح رہے کہ ابن حبان کا اس کو ثقات میں ذکر کرنا معتبر نہیں کیونکہ وہ مجاہیل کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔

(القول المقبول: ص ۳۲۵)

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے:

مجہول اور مستور راویوں کی توثیق میں امام ابن حبان متساہل تھے لہٰذا ایسے مقام پر اگر وہ منفرد ہوں تو ان کی توثیق مقبول نہیں ہے۔

(بلفظہ فتاوی علمیہ: ج ۱ ص ۵۸۲)

صرف ان چند عبارات کو ہی سامنے رکھنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے تاریخ کبیر میں، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے جرح وتعدیل میں اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے کتاب الثقات میں محض ذکر کرنے سے ''ابو عبدالجبار عبداللہ بن معج'' کا ثقہ ہونا لازم نہیں لازم آتا۔

شبہ نمبر ۳: {کَانَ سے دوام پر استدلال}

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اثبات رفع یدین والی روایات میں ''کان یرفع یدیہ'' کے الفاظ ہیں یعنی فعل مضارع پر کان داخل ہے اور جب کان فعل مضارع پر داخل ہو تو دوام کا فائدہ دیتا ہے

۔ملاحظہ ہو:

حاشیہ بخاری از داود راز: ج ۱ ص ۶۷۵

صلوٰۃ الرسول از صادق سیالکوٹی: ص ۲۴۱

تسہیل الوصول: ص ۲۰۲ و فی طبعۃ: ص ۲۶۱

الجواب:

اولاً۔۔۔۔امام نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ: محققین اہل اصول کے نزدیک کان دوام کا فائدہ نہیں دیتا، اصل وضع کے اعتبار سے یہ صرف ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۲۵۴) امام شاطبی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک کان ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے۔ (الاعتصام: ج ۱ ص ۲۹۰) مزید برآں غالی غیر مقلد ابوسعید شرف الدین دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: باقی رہا استدلال دوام پر کان یفعل کذا سے تو یہ صحیح نہیں یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں بلکہ بعض مقام میں اکثری بھی نہیں۔ آپ مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ یا نیل الاوطار وغیرہ بلکہ احادیث منقولہ دریں تحریر ہی کو ملاحظہ کر کے تمام حدیثوں کے کان یفعل کذا کو آپس میں تطبیق دیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دوام نہیں ورنہ تناقض معلوم ہوگا۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۴۹۹)

ثانیاً۔۔۔۔متعدد احادیث میں کان فعل مضارع پر داخل ہے نہ معلوم غیر مقلدین کی یہ منطق وہاں کیسے چلے گی؟ مثلاً۔۔۔۔

ایک حدیث میں ہے ''**ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ۔۔۔۔الخ**۔ کہ رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۱۶)

اس حدیث میں کان فعل مضارع پر داخل ہے حالانکہ بالاتفاق آپ کا یہ عمل دائمی نہ تھا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''**ان رسول اللہ ﷺ کان یباشر وھو صائم**'' کہ آپ

روزہ کی حالت میں مباشرت کرلیا کرتے تھے۔(صحیح مسلم:۱۱۰۶)

اس حدیث میں بھی کان فعل مضارع پر داخل ہے حالانکہ یہ عمل بھی بالاتفاق دائمی نہ تھا۔مختصر یہ کہ لفظ کان اصل وضع کے اعتبار سے دوام کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی محض کان کے فعل مضارع پر داخل ہونے سے ہمیشگی ثابت ہوتی ہے وگرنہ احادیث کے معانی میں فساد برپا ہوجائے گا۔

شبہ نمبر ۴: {اذا سے دوام پر استدلال}

ایک شوشا یہ بھی چھوڑا جاتا ہے کہ اثبات رفع یدین کی بعض روایات میں اذا ماضی پر داخل ہے اور لفظ اذا جب ماضی پر داخل ہو تو ہمیشگی کا معنی دیتا ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔۔اذا سے دوام کشید کرنا صحیح نہیں کیونکہ صرف ایک مرتبہ کئے گئے کام کو بھی اذا کے ذریعہ سے بیان کردیا جاتا ہے،قران کریم میں ہے:

واذا راوا تجارة او لهون انفضوا اليها وتركوك قائما۔(قدسمع الله : ۲۸،سورة الجمعة:۱۰)

اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے،اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اس آیت مبارکہ میں اذا ماضی پر داخل ہے اور جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ کا معمول نہیں بلکہ صرف ایک دفعہ واقعہ پیش آیا تھا جس پر اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کر کے ان کی اصلاح فرمادی۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد صلاح الدین یوسف نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعے کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک قافلہ آ گیا لوگوں کو پتہ چلا تو خطبہ چھوڑ کر باہر خرید وفروخت کیلئے چلے گئے کہ کہیں سامان فروخت ختم نہ ہوجائے ،صرف بارہ آدمی مسجد میں رہ گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر احسن البیان: ص ۱۵۷۹)

ثانیاً۔۔۔سجدوں کے متعلقہ رفع یدین کی روایات میں بھی اذا ماضی پر داخل ہے۔(مثلاً دیکھئے: سنن النسائی: ج ۱ ص ۱۶۵، باب رفع الیدین للسجود) مگر اس کے باوجود غیر مقلدین سجدوں میں رفع یدین کے دوام کے قائل نہیں۔لہٰذا جو جواب سجدوں کی روایات میں اذا کے فعل ماضی پر داخل ہونے کا غیر مقلدین دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع والی روایات کا ہوگا۔

شبہ نمبر ۵: { کان اور اذا کے مجموعہ سے دوام پر استدلال }

اثبات رفع یدین کی بعض روایات میں ’’**کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا رفع رأسه۔۔۔الخ**۔‘‘ کے الفاظ آئے ہیں، بعض غالی غیر مقلدین ان الفاظ کو لے کر ’’کان‘‘ اور ’’اذا‘‘ کے مجموعہ سے ہمیشگی کا معنی کشید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

الجواب:

’’کان‘‘ اور ’’اذا‘‘ کے مجموعہ سے بھی ہمیشگی والا معنی کشید کرنا غلط ہے اس مجموعہ بھی سے دوام ثابت نہیں ہوتا۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا سلم سلم ثلاثا واذا تکلم بکلمة اعادها ثلاثا۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۴)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگوں کو سلام کہتے تو تین مرتبہ فرماتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ دھراتے۔

اس حدیث میں ’’اذا‘‘ اور ’’کان‘‘ کا مجموعہ موجود ہے مگر اس میں جو عمل ذکر کیا گیا ہے وہ دائمی نہیں ہے۔چنانچہ امام غیر مقلدیت وحید الزمان صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

تین بار اس حالت میں ہے جب کوئی کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت چاہے امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاستیذان میں بیان کیا ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے، ورنہ

ہمیشہ آپ کی عادت یہ ثابت نہیں ہوتی کہ ہر مسلمان کو تین بار سلام کرتے۔(تیسیر الباری :ج۱ص۸۲)

شبہ نمبر۶:{راوی حدیث کے متاخر الاسلام ہونے سے دوام پر استدلال}

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رفع یدین کی حدیث کے راوی سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ۹ھ میں اسلام لانے والے متاخر الاسلام صحابی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تا حیات ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے ہیں۔

الجواب:

اولاً۔۔۔سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کو صحیح کہنے کا غیر مقلدین کو حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے مرکزی راوی دو ہیں۔(۱)۔نصر بن عاصم۔(۲)۔ابو قلابہ۔

نصر بن عاصم کے بارے میں امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **كان خارجياً**۔کہ یہ خارجی تھا۔

اوراسی طرح علامہ مرزبانی بھی معجم الشعراء میں فرماتے ہیں کہ:

كان على رأى الخوارج۔یہ خارجی مذہب کا تھا۔

(تہذیب التہذیب:ج۵ص۵۳۶،۵۳۷)

اوردوسرے راوی ابو قلابہ بصری کے بارے میں امام ابو الحسن احمد بن عبداللہ عجلی رحمہ اللہ م۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

و كان يحمل على علي۔۔۔وفيه نصب يسير۔(تهذيب التهذيب: ج۳ص۱۴۸)

یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں کلام کرتا تھااور ناصبی تھا۔

اور غیر مقلدین ضرورت پڑنے پر اس طرح کے رواۃ کی سند سے مروی احادیث کو قبول نہیں کرتے۔چنانچہ مشہور غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے صحیح بخاری کے راوی علی بن الجعد کی کی مسئلہ تراویح کے متعلقہ ایک حدیث کو محض اس وجہ سے نا قابل اعتبار قرار دیا ہے کہ علی بن الجعد صحابہ

کرام کی شان میں کلام تھا(دیکھئے: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ:ص۲۸، امین اوکاڑوی کا تعاقب:ص۶۵)۔لہٰذا غیر مقلدین کو سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

ثانیاً۔۔۔غیر مقلدین نے فی الحال سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے ۹ھ میں مسلمان ہونے پر کوئی متصل صحیح السند روایت پیش نہیں کی، باقی تاریخی، غیر متصل، منقطع السند حوالے ضرورت پڑنے پر غیر مقلدین قبول نہیں کیا کرتے تو پھر ایسے حوالے ہمارے خلاف آخر کیوں پیش کر رہے ہیں؟

ثالثاً۔۔۔اتفاقی اصول وضابطہ ہے کہ کسی راوی کے متاخر الاسلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس راوی کا نقل کردہ عمل آپ ﷺ نے ضرور آخری ایام ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ مشہور غالی غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

متاخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے ۔۔۔ان تاخر اسلام الراوی لا یدل علی تأخیر ورود المروی۔(بلا شبہ راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونا اس کی بیان کردہ روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے ۔ن)۔(تحقیق الکلام:ص۷۵،۷۶)

رابعاً۔۔۔سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح صریح حدیث میں تو نبی کریم ﷺ سے سجدوں کے رفع یدین کا ثبوت بھی موجود ہے ۔(ملاحظہ ہو :سنن النسائی :ج۱ص۱۶۵، ۱۷۲)اگر سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے بوقت رکوع رفع یدین کی ہمیشگی ثابت ہوتی ہے تو پھر انہی کی روایت سے سجدوں کی رفع یدین کی ہمیشگی آخر کیوں نہیں ثابت ہوتی ؟اور غیر مقلدین سجدوں میں رفع یدین کو آخر کیوں نہیں اپناتے ؟

خامساً۔۔۔یہ بھی واضح رہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیس دن رات نبی کریم ﷺ کے پاس رہ کر اپنے وطن واپس تشریف لے گئے تھے۔(کما فی البخاری

:ج ا ص ۸۷، ۸۸، فتح الباری: ج ۲ ص ۱۴۵، ج ۳ ص ۱۳۸) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسلسل رہے ہی نہیں ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلے میں آپ ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابہ جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے۔

سادساً۔۔۔اگر بالفرض مان لیا جائے کہ رفع یدین کا عمل ۹ھ تک باقی رہا ہے تو تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ تا وفات رفع یدین کیا ہے کیونکہ ۹ھ کے بعد بھی ترک ونسخ کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاذا صلی قائما فصلوا قیاما۔۔۔۔۔واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون۔(صحیح البخاری: ج ا ص ۹۶)

کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی اس کی اتباع میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تمام مقتدی بھی اس کی اتباع میں بیٹھ کر کر نماز ادا کریں۔

لیکن آپ ﷺ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر سکوت کیا۔ (ملاحظہ ہو: بخاری ج ا ص ۹۶)

علماء نے آپ کے اس عمل کو ناسخ اور ''فصلوا جلوسا'' کو منسوخ قرار دیا ہے حتیٰ کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاذ امام حمیدی رحمہ اللہ سے ''فصلوا جلوسا'' کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے۔

لہٰذا ۹ھ تک باقی رہنے کی صورت میں بھی رفع یدین کا تا وفات ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ۹ھ کے بعد بھی نسخ وترک کا سلسلہ جای تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابہ جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی

اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ ثقہ بالا جماع محدث وتابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے جب متاخر الاسلام صحابی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع یدین والی حدیث کا تذکرہ ہوا اور کہنے والے نے کہا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ان کان وائل راہ مرۃ یفعل ذالک فقد راہ عبداللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذالک۔ (شرح معانی الاثار، وسندہ صحیح)

اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک بار رفع یدین کرتے دیکھا تھا (تو پھر کیا ہوا؟) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے (یعنی چھوڑ گئے تھے)۔

ملاحظہ فرمائیں! امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ جیسا بلند پایہ محدث وفقیہ بھی متاخر الاسلام صحابی کی روایت کے مقابلے میں آپ ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو عمل کیلئے لے رہا ہے۔

قارئین کرام! آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی صرف شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے اور بے شمار جلیل القدر حضرات تابعین واتباع تابعین اور بڑے بڑے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی بعد الافتتاح ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔ اور آپ یہ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ترک رفع یدین جمہور اہل اسلام کا محقق قول اور عمل ہے نہ کہ صرف احناف کا۔ اور آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ ہماری مستدل

روایات کے کم وبیش ننانوے فی صدی راوی وہ ہیں جو ثقہ ثبت حافظ اور حجت ہونے کے علاوہ بخاری ومسلم کے مرکزی روات ہیں، لطف کی بات یہ ہے کہ جن روات پر فریق ثانی نے کلام کیا ہے ان میں سے بھی اکثر راویوں کی ثقاہت اور عدالت فریق ثانی کے نزدیک بھی مسلم ہے، صرف ان پر جمہور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقرر کردہ اصولوں سے اعلان بغاوت کرتے ہوئے تدلیس، تخلیط، تغییر یسیر، وہم اور تفرد وغیرہ کے الزامات لگائے ہیں۔مگر ان تمام اعتراضات کے جوابات اپنے اپنے مقام پر ہم نے خود فریق ثانی کی کتب اور جمہور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق عرض کر دیئے ہیں ان جوابات کے بعد کسی اور وضاحت اور جواب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ''فیه کفایة لمن له هدایة''

آخری التماس!

مجھے اس کا پورا احساس ہے کہ جس طرح جمہور اہل اسلام کے دلائل وبراہین پیش کرنے کا صحیح حق تھا میں ادا نہیں کر سکا، اہل علم حضرات سے التماس اور التجاء ہے کہ وہ مجھے میری کوتاہیوں اور لغزشوں پر مطلع فرماتے رہیں کیونکہ ایک نہایت ہی کم علم آدمی سے جسے اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا بھی بھرپور احساس اور قرار ہو اور ایسے اہم مسئلہ میں جس میں جلیل القدر ائمہ حدیث وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے خامہ فرسائی کی ہو لغزشوں کا صادر ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے نہایت اخلاص اور صدق دل سے دعا ہے کہ وہ حقیر کو جملہ جسمانی وروحانی ظاہری وباطنی بیماریوں سے محفوظ رکھے۔

اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محدثین عظام، فقہا کرام رحمت اللہ علیہم اور جمہور اہل اسلام کی محبت اور اطاعت کا صحیح جذبہ عطاء فرمائے، جن کا ذکر موجب رحمت خداوندی ہے۔

پینے میں آ گیا کہاں لپٹی ہیں اڑ کے مستیاں
اتنی ہے تندئے یہاں مست ہوں اور پی نہیں

وھذا آخر ماارد ته ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ، وتب علینا انک انت التواب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ آله واصحابه اجمعین۔

نیاز احمد غفرلہ
ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ
بروز بدھ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۲۰۱۳ء

الاعتدال اکیڈمی کی دیگر علمی خدمات

۱۔دینی امور پر اجرت کا تحقیقی جائزہ

مؤلفہ: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۲۔تسکین العینین فی ترک رفع الیدین

مؤلفہ: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۳۔حیات الانبیاء: از امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ

ترجمہ، تحقیق، تخریج و فوائد: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۴۔تقریب التہذیب: مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

مترجم: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۵۔نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں

مؤلفہ: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۶: تنقیح السنن اردو شرح آثار السنن

مؤلفہ: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۷: کتاب الآثار: از امام قاضی ابویوسف رحمہ اللہ

ترجمہ، تحقیق، تخریج، فوائد: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۸: مسند معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

تحقیق، تخریج، فوائد: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۹: کتاب الآثار: از امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ

ترجمہ، تحقیق، تخریج، فوائد: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

۱۰: کتاب الخراج: از امام قاضی ابویوسف رحمہ اللہ

ترجمہ، تخریج، عنوانات: حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں

حیاۃ الانبیاء علیہم السلام

تالیف:

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ

ترجمہ، تخریج، تعلیق و فوائد

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

رفیق شعبہ تحقیق و تصنیف الاعتدال اکیڈمی

الاعتدال اکیڈمی
0331-9144212